حیاتِ اقبال ــــ عہد بہ عہد

(حصہ دوم)

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین

حیاتِ اقبال ــــ عہد بہ عہد

(حصہ دوم)

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

پروفیسر ڈاکٹر بصیرہ عنبرین

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

حکومت پاکستان

قومی ورثہ وثقافت ڈویژن

چھٹی منزل، ایوان اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور

Tel: [+92-42] 36314510, 99203573
Fax: [+92-42] 36314496
Email: info@iap.gov.pk
Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-489-2

طبع اول	:	۲۰۱۵ء
طبع دوم	:	۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۳۴۰/- روپے
مطبع	:	ایچ آئی ٹریڈرز، لاہور

محل فروخت: گراؤنڈ فلور، ایوان اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور

فہرست

۱۹۳۴ء...... بیماری کا آغاز ۲۷

۱۹۳۵ء......سردار بیگم کی وفات ۴۹

۱۹۳۶ء......ضرب کلیم کی اشاعت ۸۷

۱۹۳۷ء...... بینائی کمزور ہوگئی ۱۱۴

۱۹۳۸ء......زندگی کے آخری ایام ۱۴۲

شخصیات

۱: آغا خان ۱۸۱

۲: آفتاب احمد خان ۱۸۱

۳: آفتاب اقبال ۱۸۱

۴: آئن اسٹائن ۱۸۲

۵: ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ۱۸۲

۶: ابوالکلام آزاد، مولانا ۱۸۲

۷: اتاترک: مصطفیٰ کمال پاشا ۱۸۳

۸: احمد علی، مولانا ۱۸۳

۹: احمد حسین خان ۱۸۳

۱۰: احمد دین مولوی	۱۸۴
۱۱: اختر حسین رائے پوری	۱۸۴
۱۲: اختر حسین	۱۸۵
۱۳: اختر شیرانی	۱۸۵
۱۴: ارشد گورگانی مرزا	۱۸۶
۱۵: اسٹریٹن، الفریڈ ولیم	۱۸۶
۱۶: اسٹین مارک اورل	۱۸۷
۱۷: اسد الرحمٰن شاہ قدسی بھوپالی	۱۸۷
۱۸: اے سی وولنر ایم اے ڈی لٹ	۱۸۸
۱۹: اصغر علی روحی، مولانا	۱۸۸
۲۰: اعجاز احمد شیخ	۱۸۸
۲۱: افضل علی سید	۱۸۹
۲۲: افضل حسین میاں	۱۸۹
۲۳: اقبال بیگم	۱۸۹
۲۴: اقبال شیدائی	۱۹۰
۲۵: اکبر الہ آبادی	۱۹۰
۲۶: اکبر شاہ نجیب آبادی مولانا	۱۹۱
۲۷: الطاف حسین حالی	۱۹۱
۲۸: العمادی، مولانا	۱۹۱
۲۹: الف دین	۱۹۲
۳۰: اللہ بخش، خواجہ	۱۹۲
۳۱: اللہ نواز خان	۱۹۳

۳۲: اللہ یار جوگی حکیم	۱۹۳
۳۳: الٰہی بخش، ڈاکٹر	۱۹۳
۳۴: امان اللہ خان امیر	۱۹۴
۳۵: امراؤ سنگھ	۱۹۴
۳۶: امیر الدین میاں	۱۹۵
۳۷: امیر چند، ڈاکٹر	۱۹۵
۳۸: امیر علی، سید	۱۹۵
۳۹: امیر مینائی	۱۹۶
۴۰: امین جنگ بہادر	۱۹۶
۴۱: انصاری، ڈاکٹر	۱۹۶
۴۲: انعام اللہ شاہ	۱۹۷
۴۳: انور شاہ کشمیری، مولانا	۱۹۷
۴۴: اوڈوائر، مائیکل فرانسس سر	۱۹۷
۴۵: ایڈورڈ تھامپسن	۱۹۸
۴۶: ایمرسی، ہربرٹ ولیم سر	۱۹۸
۴۷: بٹلر مانٹیگو، سر	۱۹۸
۴۸: برکت علی خان، خان بہادر	۱۹۹
۴۸۔الف: برکت علی، ملک	۱۹۹
۴۹: برگساں، ہنری	۱۹۹
۵۰: بشیر الدین احمد مولوی	۲۰۰
۵۱: بشیر الدین محمود احمد مرزا	۲۰۰
۵۲: بشیر حیدر سید	۲۰۰

۵۳: بھگت سنگھ، سردار	۲۰۰
۵۴: بمپا رانی	۲۰۱
۵۵: بیسنٹ اینی	۲۰۱
۵۶: بوصیری، امام	۲۰۲
۵۷: بین الیگزنڈر	۲۰۲
۵۸: پولڈن، سرہنری میرڈھ	۲۰۳
۵۹: پرتول چٹرجی	۲۰۳
۶۰: پروین رقم	۲۰۳
۶۱: پریم چند منشی	۲۰۴
۶۲: پطرس بخاری	۲۰۴
۶۳: پنڈت خیاردھن رائے	۲۰۵
۶۴: پیارے کشن واتل صاحب	۲۰۵
۶۵: تاج الدین بابا ناگپوری	۲۰۵
۶۶: تاراچند تارا	۲۰۶
۶۷: تھامس کک	۲۰۶
۶۸: تھامس گورڈن واکر، سر	۲۰۶
۶۹: تصدق حسین خالد	۲۰۷
۷۰: تلمذ حسین قاضی	۲۰۷
۷۱: جماعت علی شاہ، پیر	۲۰۸
۷۲: جمال محمود سیٹھ	۲۰۸
۷۳: جمعیت سنگھ، ڈاکٹر	۲۰۸
۷۴: جمیل نقوی	۲۰۸

۷۵: جواہر لال نہرو	۲۰۹
۷۶: جوگندر سنگھ	۲۰۹
۷۷: جہاں آرا شاہ نواز بیگم	۲۱۰
۷۸: جیمز یونگ ریورنڈ ڈاکٹر	۲۱۰
۷۹: جیوفری فٹزبروے دی مانٹ مورنسی، سر	۲۱۰
۸۰: چارلس رو، سر	۲۱۱
۸۱: چھتاری نواب	۲۱۱
۸۲: چھوٹو رام، سر	۲۱۲
۸۳: حاکم علی مولوی	۲۱۲
۸۴: حبیب الرحمٰن خان شروانی	۲۱۲
۸۵: حبیب اللہ خان، امیر	۲۱۳
۸۶: حجاب امتیاز علی	۲۱۳
۸۷: حسن امام سید جسٹس	۲۱۴
۸۸: حسن دین شہید	۲۱۴
۸۹: حسن نظامی خواجہ	۲۱۵
۹۰: حسین احمد مدنی	۲۱۵
۹۱: حفیظ جالندھری	۲۱۶
۹۲: حمید اللہ بیگ، ڈاکٹر	۲۱۶
۹۳: حمید اللہ خان، نواب	۲۱۶
۹۴: ارشد خاتون	۲۱۷
۹۵: خاقان حسین، چودھری	۲۱۷
۹۶: خالد شیلڈرک	۲۱۸

۹۷: خلیل اللہ خاں محمد	۲۱۸
۹۸: خلیل خالد	۲۱۸
۹۹: خوشی محمد ناظر	۲۱۸
۱۰۰: دیدار علی، مولانا	۲۱۹
۱۰۱: دین محمد منشی	۲۱۹
۱۰۲: ڈیوک پکھتال	۲۱۹
۱۰۳: ذکاءالدین خاں	۲۲۰
۱۰۴: زمان خان مہدی ملک، خان بہادر	۲۲۰
۱۰۵: ذوالفقار علی خاں، نواب سر	۲۲۰
۱۰۶: رابندرناتھ ٹیگور، ڈاکٹر سر	۲۲۱
۱۰۷: رادھا کرشن ڈاکٹر	۲۲۲
۱۰۸: رادھا کرشنا	۲۲۲
۱۰۹: راس مسعود، سر	۲۲۳
۱۱۰: راشدالخیری، مولانا	۲۲۳
۱۱۱: راغب احسن، مولانا	۲۲۳
۱۱۲: رام سرن داس لالہ رائے بہادر	۲۲۴
۱۱۳: رامانتیہ چٹرجی	۲۲۴
۱۱۴: رحمت اللہ شاہ	۲۲۴
۱۱۵: رحمت اللہ قریشی، ڈاکٹر	۲۲۵
۱۱۶: رحمت علی، چودھری	۲۲۵
۱۱۷: رحیم بخش، سر	۲۲۶
۱۱۸: رشید احمد صدیقی، پروفیسر	۲۲۶

۱۱۹: رشید الدین خان	۲۲۶
۱۲۰: روبن لیوی، ڈاکٹر	۲۲۷
۱۲۱: رؤف پاشا	۲۲۷
۱۲۲: ریاض الدین میاں	۲۲۷
۱۲۳: ریاض خیرآبادی	۲۲۷
۱۲۴: ریٹی گن، سر ولیم ہنری	۲۲۸
۱۲۵: سجاد حیدر یلدرم	۲۲۸
۱۲۶: سراج الدین احمد خان سائل، نواب	۲۲۹
۱۲۷: سراج الدین پال	۲۲۹
۱۲۸: سراج الدین قاضی	۲۲۹
۱۲۹: سراج الدین منشی	۲۳۰
۱۳۰: سراج نظامی	۲۳۰
۱۳۱: سروجنی نائیڈو	۲۳۱
۱۳۲: سعید نفیسی	۲۳۲
۱۳۳: سکندر حیات، سر	۲۳۲
۱۳۴: سلامت اللہ شاہ	۲۳۲
۱۳۵: سلطان احمد مرزا	۲۳۳
۱۳۶: سلطان جہاں بیگم نواب	۲۳۳
۱۳۷: سلیم اللہ، خواجہ	۲۳۴
۱۳۸: سلیمان ندوی، سید	۲۳۴
۱۳۹: سورتی محمد، مولانا	۲۳۴
۱۴۰: سید حبیب	۲۳۵

۱۴۱: سید حسین	۲۳۵
۱۴۲: سید علی بلگرامی	۲۳۵
۱۴۳: شاد عظیم آبادی	۲۳۶
۱۴۴: شادی لال، سر	۲۳۶
۱۴۵: شانتی سروپ بھٹناگر، ڈاکٹر سر	۲۳۷
۱۴۶: شاہد احمد دہلوی	۲۳۷
۱۴۷: شاہ دین، جسٹس	۲۳۷
۱۴۸: شاہ سلیمان پھلواری	۲۳۸
۱۴۹: شاہ سلیمان، سر	۲۳۸
۱۵۰: شاہ نواز محمد میاں	۲۳۸
۱۵۱: شبلی نعمانی، مولانا	۲۳۹
۱۵۲: شپنگلر اوسوالڈ	۲۳۹
۱۵۳: شجاع الدین خلیفہ ڈاکٹر	۲۳۹
۱۵۴: شجاع الملک، چترالی	۲۴۰
۱۵۵: شکیب ارسلان امیر	۲۴۰
۱۵۶: شمس الدین	۲۴۰
۱۵۷: شمس الدین قریشی میجر	۲۴۱
۱۵۸: شمبھو دیال سخن	۲۴۱
۱۵۹: شوکت حسین	۲۴۱
۱۶۰: شوکت علی، مولانا	۲۴۲
۱۶۱: شور بازار، مُلا	۲۴۲
۱۶۲: شہباز دین، حکیم	۲۴۲

۱۶۳: شہزادہ علی احمد خان درانی	۲۴۳
۱۶۴: صلاح الدین سلجوقی سردار	۲۴۳
۱۶۵: صدیق محمد حکیم	۲۴۳
۱۶۶: ضیا گوکلپ	۲۴۳
۱۶۷: ضیاالدین برنی	۲۴۳
۱۶۸: ظفر احمد صدیقی	۲۴۴
۱۶۹: ظفر ہاشمی، سید	۲۴۴
۱۷۰: ظہیرالدین حسین، ظہیر دہلی، سید	۲۴۵
۱۷۱: عابدہ سلطانہ شہزادی	۲۴۵
۱۷۲: عاشق حسین بٹالوی	۲۴۵
۱۷۳: عباس علی خان لمعہ، ڈاکٹر	۲۴۶
۱۷۴: عبدالباری، مولانا	۲۴۶
۱۷۵: عبدالباسط سید ڈاکٹر	۲۴۶
۱۷۶: عبدالحق، مولوی	۲۴۷
۱۷۷: عبدالحمید حسن	۲۴۸
۱۷۸: عبدالحمید خان	۲۴۸
۱۷۹: عبدالمجید قرشی	۲۴۸
۱۸۰: عبدالحئی، ڈاکٹر	۲۴۸
۱۸۱: عبدالحئی میاں	۲۴۹
۱۸۲: عبدالحکیم خلیفہ ڈاکٹر	۲۴۹
۱۸۳: عبدالحکیم کلانوری	۲۴۹
۱۸۴: عبدالرب، مرزا	۲۴۹

۱۸۵: عبدالرب نشتر، سردار	۲۵۰
۱۸۶: عبدالرحیم	۲۵۰
۱۸۷: عبدالرزاق کانپوری، مولوی، منشی	۲۵۱
۱۸۸: عبدالرشید، سرمیاں	۲۵۱
۱۸۹: عبدالعزیز شیخ، ساویش	۲۵۱
۱۹۰: عبدالسلام ندوی	۲۵۲
۱۹۱: عبدالعزیز، علامہ	۲۵۲
۱۹۲: عبدالعزیز، سید	۲۵۳
۱۹۳: عبدالعزیز میاں، بیرسٹر	۲۵۴
۱۹۴: عبدالعلی ہروی الطہرانی	۲۵۴
۱۹۵: عبدالقادر آفندی	۲۵۵
۱۹۶: عبدالقادر شیخ، سر	۲۵۵
۱۹۷: عبدالقیوم	۲۵۵
۱۹۸: عبدالقیوم ملک، ڈاکٹر	۲۵۶
۱۹۹: عبدالقیوم سر صاحبزادہ	۲۵۷
۲۰۰: عبدالماجد، دریابادی	۲۵۷
۲۰۱: عبدالمجید سالک	۲۵۷
۲۰۲: عبدالمجید قریشی	۲۵۸
۲۰۳: عبدالوحید، خواجہ	۲۵۸
۲۰۴: عبدالوہاب دہلوی، حکیم	۲۵۸
۲۰۵: عبداللہ خان بہادر، ایم ایس	۲۵۹
۲۰۶: عزیز لکھنوی	۲۵۹

۲۰۷: عطا محمد شیخ	۲۵۹
۲۰۸: عطا محمد شیخ، ڈاکٹر	۲۶۰
۲۰۹: عطیہ فیضی	۲۶۰
۲۱۰: عظیم الدین، ڈاکٹر	۲۶۱
۲۱۱: علی امام، سر	۲۶۲
۲۱۲: علی حسن خان، نواب	۲۶۳
۲۱۳: علم دین شہید	۲۶۳
۲۱۴: علی بخش	۲۶۴
۲۱۵: علی حائری، سید	۲۶۴
۲۱۶: علی تقی، سید ڈاکٹر	۲۶۴
۲۱۷: عماد الملک	۲۶۵
۲۱۸: عمر بخش، شیخ	۲۶۵
۲۱۹: عمر حیات خان، ملک	۲۶۵
۲۲۰: عنایت اللہ مشرقی، علامہ	۲۶۶
۲۲۱: عنایت شاہ سید	۲۶۶
۲۲۲: عبدالقادر سید	۲۶۶
۲۲۳: عبدالکریم مولوی	۲۶۷
۲۲۴: غضنفر علی خان، راجہ	۲۶۷
۲۲۵: غلام احمد، مرزا	۲۶۷
۲۲۶: غلام بھیک نیرنگ، سید	۲۶۷
۲۲۷: غلام حسین شاکر صدیقی	۲۶۸
۲۲۸: غلام رسول خان	۲۶۸

۲۲۹: غلام رسول مہر مولانا	۲٦۸
۲۳۰: غلام سرور مغل	۲٦۹
۲۳۱: غلام غوث غلامی	۲٦۹
۲۳۲: غلام محبوب سبحانی	۲۷۰
۲۳۳: غلام محمد طور	۲۷۰
۲۳۴: غلام مرشد	۲۷۱
۲۳۵: غلام مصطفیٰ تبسم، صوفی	۲۷۱
۲۳٦: غلام قادر گرامی	۲۷۱
۲۳۷: فاطمہ بیگم	۲۷۲
۲۳۸: فاطمہ جناح	۲۷۲
۲۳۹: فتح علی خان قزلباش، نواب سر	۲۷۳
۲۴۰: فضل الدین قریشی محمد	۲۷۳
۲۴۱: فضل حق، قاضی	۲۷۳
۲۴۲: فراھیرن	۲۷۴
۲۴۳: فریڈرک ولیم تھامس	۲۷۴
۲۴۴: فضل حسین، سر	۲۷۴
۲۴۵: فیروز خان نون، ملک	۲۷۵
۲۴٦: کامپٹن آرتھر ہولی	۲۷۵
۲۴۷: کانٹ	۲۷۵
۲۴۸: کچلو، سیف الدین ڈاکٹر	۲۷٦
۲۴۹: کریک، ہنری ڈفلڈ سر	۲۷٦
۲۵۰: کشن پرشاد، مہاراجا	۲۷٦

۲۵۱: کمال الدین خواجہ	۲۷۷
۲۵۲: کنور سین	۲۷۸
۲۵۳: گاندھی	۲۷۸
۲۵۴: گرامی۔ دیکھیے: غلام قادر گرامی	۲۷۸
۲۵۵: گل حسن شاہ، سید	۲۷۹
۲۵۶: گنگا رام، سر	۲۷۹
۲۵۷: گوپال داس	۲۸۰
۲۵۸: لال دین، قیصر ملک	۲۸۱
۲۵۹: لاجپت رائے لالہ	۲۸۱
۲۶۰: لوئیس ولیم ڈین، سر	۲۸۲
۲۶۱: لیوس	۲۸۲
۲۶۲: مارک اورل اسٹین ڈاکٹر	۲۸۲
۲۶۳: مالکم ڈارلنگ سر	۲۸۳
۲۶۴: مانٹیگو، ایڈون سیموئیل	۲۸۳
۲۶۵: مبارز خان ملک ٹوانہ	۲۸۳
۲۶۶: متھر اداس، ڈاکٹر	۲۸۳
۲۶۷: مجنوں گورکھپوری	۲۸۴
۲۶۸: محبوب عالم منشی	۲۸۴
۲۶۹: محسن شاہ، سید	۲۸۵
۲۷۰: محمد احمد سبزواری	۲۸۵
۲۷۱: محمد اسد	۲۸۵
۲۷۲: محمد اسلم جیراج پوری۔ مولانا حافظ	۲۸۶

۲۷۳: محمد اسماعیل خان نواب	۲۸۶
۲۷۴: محمد اقبال، ڈاکٹر	۲۸۶
۲۷۵: محمد اقبال شیخ	۲۸۷
۲۷۶: محمد اکبر حیدری	۲۸۷
۲۷۷: محمد تقی، سید	۲۸۷
۲۷۸: محمد جھنڈا، حافظ	۲۸۷
۲۷۹: محمد حسن خان صاحب	۲۸۸
۲۸۰: محمد حسین آزاد	۲۸۸
۲۸۱: محمد حسین چودھری	۲۸۹
۲۸۲: محمد حسین، ڈاکٹر	۲۸۹
۲۸۳: محمد دین تاثیر	۲۹۰
۲۸۴: محمد رمضان، حافظ	۲۹۰
۲۸۵: محمد سعید الدین جعفری، سید	۲۹۰
۲۸۶: محمد شجاع الدین، ڈاکٹر	۲۹۱
۲۸۷: محمد شریف، میاں	۲۹۱
۲۸۸: محمد شفیع، سر	۲۹۱
۲۸۹: محمد شفیع، مولوی	۲۹۲
۲۹۰: محمد شفیع (میم شین)	۲۹۲
۲۹۱: ظفر اللہ خان چودھری، سر	۲۹۳
۲۹۲: محمد عبداللہ، سید ڈاکٹر	۲۹۳
۲۹۳: محمد عبدہ، شیخ	۲۹۴
۲۹۴: محمد عظیم خان	۲۹۴

۲۹۵: محمد علی جوہر	۲۹۴
۲۹۶: محمد علی جناح	۲۹۵
۲۹۷: محمد عمر، نور الٰہی	۲۹۵
۲۹۸: محمد ہادی عزیز لکھنوی	۲۹۶
۲۹۹: محمد ہادی، مرزا رسوا	۲۹۶
۳۰۰: محمد یعقوب، سر	۲۹۷
۳۰۱: محمد یوسف، ڈاکٹر	۲۹۷
۳۰۲: محمود الحسن صدیقی	۲۹۷
۳۰۳: محمود شیرانی، حافظ	۲۹۸
۳۰۴: مدن موہن مالویہ، پنڈت	۲۹۹
۳۰۵: مراتب علی، سید سر	۲۹۹
۳۰۶: مرتضیٰ احمد خان میکش	۳۰۰
۳۰۷: مسولینی	۳۰۰
۳۰۸: مشتاق علی خان	۳۰۱
۳۰۹: بشیر حسین قدوائی شیخ	۳۰۱
۳۱۰: مصطفیٰ کمال پاشا	۳۰۱
۳۱۱: مظفر الدین قریشی، ڈاکٹر	۳۰۲
۳۱۲: مظفر خان، نواب	۳۰۲
۳۱۳: مظہر الحق	۳۰۲
۳۱۴: ممتاز علی، سید	۳۰۲
۳۱۵: ممنون حسن خان	۳۰۳
۳۱۶: موتی لال، پنڈت	۳۰۳

۳۱۷: موسیٰ جاراللہ	۳۰۳
۳۱۸: مہر علی شاہ	۳۰۴
۳۱۹: میر ناصر علی، خان بہادر	۳۰۴
۳۲۰: میر ولی اللہ ادیب، ایبٹ آبادی	۳۰۴
۳۲۱: میکلیگن ایڈورڈ، سر	۳۰۴
۳۲۲: محمد شاہ نواز خان	۳۰۵
۳۲۳: نادر شاہ	۳۰۵
۳۲۴: ناظر حسین ناظم، میر لکھنوی	۳۰۵
۳۲۵: نذر علی حیدری	۳۰۶
۳۲۶: نذر محمد	۳۰۶
۳۲۷: نریندر ناتھ، راجا	۳۰۷
۳۲۸: نذیر احمد، ڈپٹی	۳۰۷
۳۲۹: نذیر نیازی، سید	۳۰۷
۳۳۰: نصیرالدین شیخ	۳۰۸
۳۳۱: نواب علی، سید	۳۰۸
۳۳۲: نوبت رائے، نظر لکھنوی	۳۰۹
۳۳۳: نور احمد سعید	۳۰۹
۳۳۴: نورالحق، مولوی	۳۰۹
۳۳۵: نورالحسن نیر	۳۰۹
۳۳۶: نیاز محمد خان	۳۱۰
۳۳۷: نطشے	۳۱۰
۳۳۸: وحید احمد مسعود بدایونی	۳۱۰

۳۳۹:وحیدالدین سلیم پانی پتی ۳۱۰
۳۴۰:وحشت لکھنوی ۳۱۱
۳۴۱:وقارالملک،نواب ۳۱۱
۳۴۲:ولایت حسین میر ۳۱۲
۳۴۳:وولنر،الفریڈکوپر،ڈاکٹر ۳۱۲
۳۴۴:ہادی حسن،پروفیسر ۳۱۳
۳۴۵:ہردیال،لالہ ۳۱۳
۳۴۶:ہرکشن لال،لالہ ۳۱۳
۳۴۷:ہنس راج،مہاتما ۳۱۴
۳۴۸:ہیبرٹ ۳۱۴
۳۴۹:ہیگل ۳۱۵
۳۵۰:ہیلی میلکلم،سر ۳۱۵
۳۵۱:یارمحمد،ڈاکٹر ۳۱۵
۳۵۲:ینگ ہینڈسرفرانسس ایڈورڈ ۳۱۶

سیاسی اور مذہبی تنظیمیں

۱:آل پارٹیز کانفرنس ۳۱۷
۲:آل انڈیا مسلم لیگ ۳۱۷
۳:اتحادملت ۳۱۸
۴:احرار،مجلس ۳۱۸
۵:اگروال کانفرنس ۳۱۸
۶:انڈی پنڈنٹ پارٹی ۳۱۹
۷:بھارت ماتا ۳۱۹

۸: جمعیت اقوام	۳۱۹
۹: جمعیت العلما	۳۱۹
۱۰: حلقہ نظام المشائخ	۳۱۹
۱۱: خدام کعبہ	۳۲۰
۱۲: سوراج	۳۲۰
۱۳: سیورے عہد نامہ	۳۲۰
۱۴: غدر پارٹی	۳۲۱
۱۵: لبرل فیڈریشن	۳۲۱
۱۶: لبرل کانفرنس	۳۲۱
۱۷: مجلس کشمیری	۳۲۲
۱۸: نوجوان بھارت سبھا	۳۲۲
۱۹: نیشنل ایگری کلچرل پارٹی	۳۲۳
۲۰: نیشنل پروگریسو پارٹی	۳۲۳
۲۱: نیشنلسٹ مسلم کانفرنس	۳۲۳
۲۲: ہجرت افغانستان، تحریک	۳۲۳
۲۳: ہوم رول لیگ	۳۲۳
۲۴: ہندو سبھا	۳۲۴
۲۵: ہندو سماج	۳۲۴
۲۶: یونینسٹ پارٹی	۳۲۴

علمی و ادبی تنظیمیں

۱: اردو بزم مشاعرہ	۳۲۵
۲: اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ	۳۲۵

۳:اقبال ایسوسی ایشن ۳۲۵
۴:اقبال کلب ۳۲۶
۵:انجمن اتحاد ۳۲۶
۶:انجمن اسلامیہ، امرتسر ۳۲۶
۷:انجمن ترقی اردو ۳۲۶
۸:انجمن سخن ۳۲۷
۹:انجمن نعمانیہ ۳۲۷
۱۰:بزم احباب ۳۲۷
۱۱:پنجاب ہسٹاری کل سوسائٹی ۳۲۸
۱۲:للّی لاج ۳۲۸
۱۳:وائی ایم سی اے ۳۲۸

علمی ادارے

۱:آکسفورڈ یونی ورسٹی: ۳۲۹
۲:اسلامیہ کالج لاہور ۳۲۹
۳:اسلامیہ ہائی اسکول شیرانوالہ گیٹ لاہور ۳۲۹
۴:الٰہ آباد یونی ورسٹی ۳۳۰
۵:اورینٹل کالج ۳۳۰
۶:ایچی سن کالج ۳۳۰
۷:ایم اے او کالج، امرتسر ۳۳۰
۸:ایم اے او کالج، علی گڑھ ۳۳۰
۹:بریڈلا ہال ۳۳۱
۱۰:پنجاب یونی ورسٹی ۳۳۱

۱۱: ٹرنٹی کالج	۳۳۱
۱۲: جامعہ الازہر	۳۳۱
۱۳: جامعہ عثمانیہ	۳۳۱
۱۴: جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی	۳۳۲
۱۵: دیال سنگھ کالج	۳۳۲
۱۶: دیانند اینگلو ویدک کالج	۳۳۲
۱۷: رٹز ہوٹل:	۳۳۲
۱۸: دیوبند	۳۳۳
۱۹: سکاچ مشن اسکول، صدر سیالکوٹ	۳۳۳
۲۰: سکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ شہر	۳۳۳
۲۱: سکاچ مشن کالج	۳۳۳
۲۲: سناتن دھرم کالج	۳۳۴
۲۳: سینٹرل ٹریننگ کالج	۳۳۴
۲۴: طبیہ کالج، لاہور	۳۳۴
۲۵: فارمن کرسچن کالج لاہور	۳۳۴
۲۶: کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور	۳۳۵
۲۷: کولمبیا یونی ورسٹی	۳۳۵
۲۸: کیمبرج یونی ورسٹی	۳۳۵
۲۹: گورنمنٹ کالج، لاہور	۳۳۵
۳۰: لا اسکول، لاہور	۳۳۶
۳۱: لنکنز ان	۳۳۶
۳۲: مدراس یونی ورسٹی	۳۳۶

۳۳: مرے کالج سیالکوٹ: ۳۳۶
۳۴: مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ ۳۳۶
۳۵: میڈرڈ یونی ورسٹی ۳۳۷
۳۶: میکلیگن انجینئرنگ کالج ۳۳۷
۳۷: میونخ یونی ورسٹی ۳۳۷
۳۸: ندوۃ العلما ۳۳۷
۳۹: ہائیڈل برگ یونی ورسٹی ۳۳۷

اخبار و رسائل

۱: احسان ۳۳۹
۲: ادیب ۳۳۹
۳: ادیب ۳۳۹
۴: اردو ۳۳۹
۵: اسلام ۳۴۰
۶: اسلامک کلچر ۳۴۰
۷: اصلاح ۳۴۰
۸: اکالی ۳۴۰
۹: البیان ۳۴۰
۱۰: الخلیل ۳۴۱
۱۱: الفضل ۳۴۱
۱۲: الاہرام ۳۴۱
۱۳: الناظر ۳۴۱
۱۴: انتخاب ۳۴۱

۱۵:انڈین انٹی کیوری	۳۴۲
۱۶:النساء	۳۴۲
۱۷:انقلاب	۳۴۲
۱۸:اودھ پنچ	۳۴۲
۱۹:اتہیلیم	۳۴۲
۲۰:ایسٹ اینڈ ویسٹ	۳۴۲
۲۱:ایسٹرن ٹائمز	۳۴۲
۲۲:بانو	۳۴۳
۲۳:بلاغ	۳۴۳
۲۴:بمبئ کرانیکل	۳۴۳
۲۵:بندے ماترم	۳۴۳
۲۶:بہارستان	۳۴۴
۲۷:پرتاپ	۳۴۴
۲۸:پنجہ فولاد	۳۴۴
۲۹:پیام	۳۴۴
۳۰:پیغام صلح	۳۴۵
۳۱:پیسہ اخبار	۳۴۵
۳۲:تہذیب نسواں	۳۴۵
۳۳:تیج	۳۴۵
۳۴:ٹریبون	۳۴۵
۳۵:جاٹ گزٹ	۳۴۵
۳۶:خدنگ نظر	۳۴۵
۳۷:خلافت	۳۴۶

۳۸: دی آبزرور	۳۴۶
۳۹: دی دکن ٹائمز	۳۴۶
۴۰: دی ٹروتھ	۳۴۶
۴۱: دی مسلم آؤٹ لک	۳۴۶
۴۲: دی مسلم ورلڈ	۳۴۷
۴۳: دی مسلم اسٹینڈرڈ	۳۴۷
۴۴: دیش	۳۴۷
۴۵: دی نیشن	۳۴۷
۴۶: ذخیرہ	۳۴۷
۴۷: رہبر دکن	۳۴۸
۴۸: زمانہ	۳۴۸
۴۹: زمیندار	۳۴۸
۵۰: ساقی	۳۴۸
۵۱: ستارہ صبح	۳۴۸
۵۲: اسٹار آف انڈیا	۳۴۹
۵۳: سچ	۳۴۹
۵۴: سول اینڈ ملٹری گزٹ	۳۴۹
۵۵: سہیل	۳۴۹
۵۶: سہیلی	۳۴۹
۵۷: سیاست	۳۵۰
۵۸: سیٹر ڈے ریویو	۳۵۰
۵۹: مہتابِ اردو	۳۵۰
۶۰: شورِ محشر	۳۵۰
۶۱: سوشیالوجیکل ریویو	۳۵۰

۶۲:صوفی	۳۵۰
۶۳:عبرت	۳۵۱
۶۴:علی گڑھ منتھلی	۳۵۱
۶۵:فانوس خیال	۳۵۱
۶۶:ماڈرن ریویو	۳۵۱
۶۷:مرقع	۳۵۱
۶۸:مشاعرہ	۳۵۱
۶۹:معارف	۳۵۲
۷۰:ملاپ	۳۵۲
۷۱:منادی	۳۵۲
۷۲:نظام	۳۵۲
۷۳:نظام گزٹ	۳۵۲
۷۴:نقیب	۳۵۳
۷۵:نیرنگ خیال	۳۵۳
۷۶:نیوٹائمز	۳۵۳
۷۷:ورتمان	۳۵۳
۷۸:وطن	۳۵۳
۷۹:وکیل	۳۵۳
۸۰:ہزارداستان	۳۵۴
۸۱:ہمایوں	۳۵۴
۸۲:ہمدرد	۳۵۴
۸۳:ہندوستان ریویو	۳۵۴
دستاویزات	۳۵۵

۱۹۳۴ء...... بیماری کا آغاز

۱۰رجنوری کو عید الفطر منائی گئی۔ علامہ اقبال، جاوید اقبال کو ساتھ لے کر چودھری محمد حسین اور علی بخش کے ساتھ نماز پڑھنے موٹر کار سے شاہی مسجد گئے۔ آپ صرف شلوار کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ نہ کوئی کمبل تھا نہ گلوبند، موٹر کار میں جاتے آتے وقت ٹھنڈی ہوا لگ گئی۔ مسجد میں اتر کر دروازے سے محراب تک ننگے پاؤں فرش سے دوبار گزرنا پڑا جو شدت سردی سے برف ہو رہا تھا۔ نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے۔ والد مرحوم کی تقلید میں سویوں پر دہی ڈالا اور انھیں تناول فرمایا۔ اگلے روز آپ کو شدید نزلہ ہو گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ گلا بھی بیٹھ گیا۔ کھانسی بھی ہوئی لیکن وہ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔[۱]

گزشتہ برس ریاست کشمیر میں ڈوگرہ حکومت نے سیکڑوں مسلمانوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا تھا۔ پھر ان کے خلاف طرح طرح کے جعلی مقدمات بنائے گئے تاکہ تحریک آزادی کشمیر کو کچلا جا سکے۔ علامہ اقبال خرابی صحت کے باعث خود تو اسیرانِ کشمیر کے مقدمات کی پیروی نہ کر سکے، لیکن آپ نے نامور مسلم وکلا کی خدمات حاصل کر لیں۔ ان میں صوبہ بہار کے وکیل نعیم الحق شامل تھے۔ ۱۳رجنوری کے خط میں اقبال نے نعیم الحق کا شکریہ ادا فرمایا۔ مزید تحریر کیا کہ مقدمے کا فیصلہ اور دوسرے کاغذات آپ کو بھیج رہا ہوں جس کی تاریخ پیشی جموں میں ۱۲رفروری مقرر ہے۔ دوسرے مقدمے کے کاغذات موصول ہوتے ہی آپ کو بھیج دوں گا۔ دوسرا مقدمہ ۵ر فروری کو شروع ہونا ہے۔[۲]

۱۴رجنوری کے خط میں اقبال نے سر راس مسعود کے نام خط میں ایم سعید سبط نبی کو علی گڑھ یونی ورسٹی کے شعبہ دینیات میں لیکچرر مقرر کیے جانے کی سفارش فرمائی۔[۳]

۱۵رجنوری کو آپ نے سید سلیمان ندوی کے نام خط میں بین الاقوامی سیاست سے متعلق تحریر فرمایا کہ دنیا اس وقت عجیب کش مکش میں ہے، جمہوریت فنا ہو رہی ہے اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ قائم

ہو رہی ہے۔[۴]

اسی قسم کا ایک خط راغب احسن کو اسی دن رقم فرمایا۔[۵]

۱۵ر جنوری ہی کو لاہور میں زلزلہ آیا۔ مگر کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔[۶]

اگلے روز اقبال نے محمد الدین فوق کا خط ملنے پر جواب دیتے ہوئے سپرو گوت کی وجہ تسمیہ بیان فرمائی کہ جب مسلمانوں کا کشمیر میں دور دورہ ہوا تو کشمیری برہمن مسلمانوں کے علوم و زبان کی طرف بوجہ قدامت پرستی یا دیگر وجوہ کے توجہ نہیں دیتے تھے۔ اس قوم میں پہلے جس گروہ نے فارسی زبان کی طرف توجہ دی اور اس میں امتیاز حاصل کر کے اسلامی حکومت کا اعتماد حاصل کیا، وہ سپرو کہلایا۔ فوق صاحب کو یہ معلومات تاریخ اقوام کشمیر کے لیے درکار تھیں۔[۷]

۱۵ر جنوری کو لاہور کے علاوہ ملک کے دوسرے حصوں میں بھی زلزلہ آیا تھا۔ پٹنہ، بہار تک بھی اس کے اثرات پہنچے۔ اقبال کو پٹنہ میں مقیم دوستوں کے متعلق حد درجہ تشویش تھی۔ آپ نعیم الحق کو تار دینے ہی والے تھے کہ ۲۲ر جنوری کو ان کی طرف سے خیریت کا خط موصول ہو گیا۔ آپ نے اسی روز نعیم صاحب کو جواب میں تحریر فرمایا کہ زلزلے کی ہولناکی سے طبیعت پر غم و یاس طاری ہو جاتا ہے۔ اس پریشان خاطری کے باوجود مقدمے کی پیروی کی ذمے داری سنبھالنے کے لیے آپ کی ہمت و مستعدی لائق صد ہزار داد و ستائش ہے...... میں لاہور میں آپ کی مدد کے لیے کسی کو آمادہ کر لوں گا۔[۸]

۲۴ر جنوری کے خط میں اقبال نے بذریعہ خط سید سلیمان ندوی سے مقدمہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ یہ بھی تحریر کیا کہ آپ کا سفرنامہ کابل بہت دلچسپ ہے، ممکن ہے آپ کو دوبارہ وہاں جانا پڑے۔[۹]

۲۶ر جنوری کو راغب صاحب نے بھی اپنے مکتوب میں زلزلے کا ذکر کیا۔ اقبال نے انھیں اسی روز جواب دیتے ہوئے لکھا کہ لاہور میں بھی ۱۵ر جنوری کو زلزلہ آیا تھا۔[۱۰]

اس سال حکومت نے حکیم فقیر محمد چشتی کو خطاب سے نوازا۔ بعد ازاں مولانا غلام رسول مہر نے ان کے اعزاز میں ۲۷ر جنوری کو سٹیفلز ہوٹل میں چائے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اقبال کے علاوہ شہر کے دیگر معززین بھی دعوت میں شریک تھے۔[۱۱]

۲۸ر جنوری کو اقبال نے سید نعیم الحق کے نام مکتوب میں لکھا کہ آپ براہِ راست کشمیر ہائی کورٹ میں مقدمہ التوا کرانے کے لیے درخواست دے دیں۔[۱۲]

۳۱؍جنوری کو سر فضل حسین کا خط موصول ہوا۔ انھوں نے اقبال سے کہا تھا کہ میرے علاوہ سر آغا خان سے بھی ملاقات کر لیں۔ آپ نے انھیں اسی روز جواب دیتے ہوئے لکھا کہ آپ اور آغا خان سے ملاقات کرنا ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ اقبال نے دہلی مذاکرات میں شرکت سے بھی معذوری ظاہر کر دی۔[13]

یکم فروری کو سید سلیمان ندوی کا خط موصول ہوا۔ آپ نے اسی روز انھیں جواب دیا اور سید صاحب سے چند سوالات کے جوابات دریافت کیے۔ اقبال نے سید صاحب سے ان معاملات کی ایک فہرست بھی طلب فرمائی جن کی رو سے رائے قائم کرنا امام کے سپرد ہے۔[14]

۹؍فروری کو سید نعیم الحق کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ جس مقدمے کی پیروی کے لیے میں نے آپ سے درخواست کی تھی، اس کی پیروی اب چودھری ظفراللہ خان کریں گے...... وہ کیونکر اور کس کی دعوت پر کشمیر جا رہے ہیں؟ مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے کچھ لوگ اب بھی قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔[15]

سید غلام شبیر بخاری، بہاول نگر نے ایک خط کے ذریعے اقبال کے بعض تحقیق طلب امور کی وضاحت چاہی۔ اقبال کی طبیعت ناساز تھی، اس لیے آپ کی ہدایت پر منشی طاہرالدین نے ۹؍ فروری کو جواب میں لکھا کہ ذاتی طور پر لاہور آ کر ڈاکٹر صاحب سے مل لیجیے اور اپنے شکوک دور کروالیں۔ اگر تشریف لانا ہو تو اس ماہ کے آخر میں تشریف لائیں۔[16]

۱۲؍فروری کو اقبال نے بذریعہ خط دہلی میں سید نذیر نیازی کو مطلع فرمایا کہ میری طبیعت کئی دن سے علیل ہے۔ اس لیے دہلی ڈاکٹر وھی صاحب کے لیکچر کی صدارت کرنے نہیں جا سکوں گا۔ یہ خط بھی منشی طاہردین سے لکھوایا گیا۔[17]

۱۸؍فروری کو یوسف سلیم چشتی آپ سے ملاقات کرنے آئے۔ وہاں پہلے سے ایک احمدی، عبدالقادر موجود تھے۔ علامہ صاحب نے چشتی صاحب سے ان کا تعارف کرایا...... دوران گفتگو علامہ صاحب نے مہدی کے نزول کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ ہندوستان کے سیاسی حالات اور پھر مذہب پر بھی گفتگو ہوئی۔[18]

کشمیر کی صورت حال روز بروز بگڑ رہی تھی۔ وہاں اندھا دھند مسلمان گرفتار کیے جا رہے تھے۔ اقبال نے ۲۲؍فروری کو وائسرائے ہند کے نام تار میں یہ پیغام بھجوایا کہ کشمیر سے نہایت خوفناک اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہز ہائی نیس فوری طور پر توجہ

فرمائیں ورنہ انتہائی افسوس ناک نتائج جنم لینے کا اندیشہ ہے۔[۱۹]

سید نذیر نیازی نے آپ کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ ڈاکٹر بہجت وہبی کا لیکچر بہت عمدہ رہا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ آپ کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ اقبال نے ۲۷/فروری کو جواب میں تحریر فرمایا کہ وہبی صاحب سے نہ مل سکنے کا بہت افسوس ہے...... گلے کی شکایت باقی ہے...... میرا خیال ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کا مقصد مفید کتابوں کی اشاعت کرنا ہو۔[۲۰]

۳/مارچ کو اقبال نے صدر مجلس اقوام اور ایڈیٹر لندن ٹائمز کے نام تار بھجوائے اور ان میں لکھا کہ حکومت کشمیر سیاسی احتجاج کرنے والوں کو وحشیانہ سزائے بدنی دے رہی ہے۔ میں اپیل کرتا ہوں کہ اس انسانیت سوز سزا کے خلاف ضرور آواز اٹھائیے۔[۲۱]

۴/مارچ کو اقبال نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں بنگالی زبان کے پروفیسر ایڈورڈ تھامسن کے نام مکتوب لکھا اور اس میں ایک آزاد ملک کی نظریاتی بنیادوں کا ذکر کرتے ہوئے انھیں واضح کیا۔[۲۲]

محمد علی جناح گزشتہ برس دسمبر کے آخری ہفتے بمبئی پہنچ گئے تھے۔ ۴/مارچ کے اجلاس میں جناح کو مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ یوں مسلم لیگ جو دو حصوں میں بٹ چکی تھی ایک بار پھر یکجا ہو گئی۔[۲۳]

راغب صاحب نے ایک خط کے ذریعے اقبال سے آزاد ملک کی تجویز کے سلسلے میں وضاحت چاہی۔ آپ نے انھیں ۶/مارچ کو جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میری تجویز ہے، ہندوستانی وفاق کے اندر ایک مسلم صوبہ تخلیق کیا جائے۔ جب کہ پاکستان اسکیم کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے شمال و مغرب کے مسلم صوبوں کا ایسا وفاق تشکیل دیا جائے جو ہندوستانی فیڈریشن سے علیحدہ اور انگلستان سے براہ راست وابستہ ہو۔[۲۴]

۹/مارچ کو اقبال نے ڈاکٹر سید یامین ہاشمی کو بذریعہ خط مطلع فرمایا کہ میرا ارادہ ہے، ایک اشاعتی ادارہ بنایا جائے، خواہ شراکت کے اصول پر یا کمپنی کی صورت میں۔[۲۵]

راغب احسن نے اپنے ایک خط میں اقبال سے قیام یورپ میں کی گئی تقریروں کی نقول بھجوانے کی درخواست کی۔ آپ نے ۱۵/مارچ کو انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ مجھے افسوس ہے، یورپ کی تقاریر کی نقلیں محفوظ نہیں۔ ہاں آپ چاہیں تو ان تقاریر کی تدوین کا کام انجام دے سکتے ہیں۔[۲۶]

راغب احسن کا جوابی خط ۳۱/مارچ کو موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک تجویز میرے ذہن میں ہے، وہ یہ کہ ایک اشاعتی ادارہ بنایا جائے۔ اس میں

آپ اور نیازی صاحب دونوں شریک کار یا ملازم کی حیثیت سے تصنیف و تالیف کا کام کریں۔ میں خود بھی اس کام میں شریک ہوں گا۔[۲۷]

۶ر اپریل کو بذریعہ خط ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ کو لکھا کہ مجھے قریباً دو ڈھائی ماہ Acure Laryngitis کی شکایت ہے، جس کی وجہ سے بولنے یا عام طور پر کلام کرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ بہت علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔[۲۷]

ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ نے اقبال سے قافیہ اور ردیف کے استعمال سے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے ۱۰ر اپریل کے خط میں انھیں لکھا کہ غزل اور رباعی کے لیے قافیہ کی شرط لازم ہے۔ اگر ردیف بھی بڑھ جائے تو سخن کا لطف مزید بڑھ جاتا ہے۔ البتہ نظم ردیف کی محتاج نہیں...... شاعری کی جان تو شاعر کے جذبات ہیں اور انسانی جذبات اور کیفیات قلبی اللہ کی دین ہے۔ دو روز بعد آپ نے لمعہ صاحب کے افسانے اور کلام بعد مطالعہ واپس بھجوا دیے۔[۲۹]

مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے ایک طالب علم، مودود صابری اپریل میں علامہ محمد اقبال سے ملنے لاہور آئے۔ لاہور میں اپنے عزیز، عبدالصمد کے ہاں ان کا ایک ہفتے قیام رہا۔ وہ ہر روز اپنے عزیز کے ہمراہ اقبال سے ملاقات کرنے آتے اور باتیں کرتے رہتے۔ علی گڑھ جانے کے لیے جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا ''جاؤ خدا حافظ، جب علی گڑھ پہنچو تو سرسید کے مزار پر فاتحہ پڑھنا اور میرا اسلام پہنچا دینا''۔[۳۰]

ماہ اپریل میں مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس محمد علی جناح کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں باہمی اتحاد کی باتیں تو بہت ہوئیں، مگر حقیقی طور پر مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کا اتحاد نہیں ہو سکا۔[۳۱]

اس ماہ سید نذیر نیازی لاہور پہنچے تو اقبال کو بے حد علیل پایا۔ چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ طبی معائنے سے معلوم ہوا کہ قلب کے اوپر ایک رسولی بن رہی ہے۔ ڈاکٹروں نے بڑی تشویش ظاہر کر دی۔ نیازی صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ ۱۹۲۸ء میں گردوں کی تکلیف حکیم نابینا صاحب کے علاج سے دور ہو گئی تھی۔ کیوں نہ ان سے پھر رجوع کیا جائے؟ یہ تجویز آپ کو پسند آئی۔ آپ نے فرمایا، عجیب بات ہے، مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا۔ بہر حال اب دہلی واپس جاؤ تو حکیم صاحب سے مرض اور علاج کی ساری کیفیت بیان کر دینا۔[۳۲]

جنوری میں گلا بیٹھنے کی وجہ سے آپ نے وکالت کو خیر باد کہہ دیا۔[۳۳]

۲ر مئی کو سر فضل حسین نے میاں امیر الدین کے نام مکتوب میں استفسار کیا کہ اقبال کا کیا

حال ہے؟ کچھ عرصہ ہوا میں نے سنا تھا کہ وہ علیل ہیں اور مالی مشکلات سے دوچار۔ مجھے بڑی مسرت ہوگی، اگر آپ مجھے خفیہ طور پر اطلاع دیں کہ صحیح حالت کیا ہے؟ صحت اور مالی اعتبار سے وہ کس حال میں ہیں۔ اگر وکالت نہیں کر رہے تو فی الحال آمدنی کی کیا صورت ہے؟ میاں امیرالدین نے انھیں جواب دیا کہ اقبال علالت کے سبب مدت سے وکالت ترک کر چکے۔ ان کی جسمانی اور مالی حالت، دونوں خراب ہیں۔ آواز بڑی سرعت سے بیٹھتی جا رہی ہے۔ [۳۴]

راغب صاحب ملازمت کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے دو تین خطوط کے ذریعے اقبال سے مدد مانگی۔ ۸رمئی کو راغب صاحب کا ایک اور خط اس سلسلے میں موصول ہوا۔ اقبال نے اسی روز انھیں لکھا کہ یہاں احباب ایک اردو روزنامہ نکالنے کی فکر میں ہیں۔ کیا آپ اس اخبار کی ادارت کر سکیں گے؟ [۳۵]

اقبال لاہور کے ڈاکٹر یار محمد خان سے علاج کرانے لگے، لیکن گلے کی شکایت دُور نہ ہوئی۔ بہ تاریخ ۲۴رمئی آپ نے بذریعہ خط سید نذیر نیازی کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے نیازی صاحب کو تحریر فرمایا کہ میں نے سنا ہے، ہندوستانی دواخانہ، دہلی کا کوئی شربت گلے کی سب بیماریوں میں بہت مفید ہے۔ اگر یہ بات درست ہے، تو آپ ایک بوتل شربت بذریعہ وی پی میرے نام بھجوا دیجیے۔ اسی خط میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ فی الحال آپ صرف مجموعہ نظم اور ترجمہ لیکچرز کے لیے ہی شرائط طے کریں۔ معلوم کریں کہ ان دو کتب کے متعلق ان کی شرائط کیا ہیں؟ [۳۶]

۲۴رمئی ہی کو فرقہ وارانہ فیصلے کے متعلق ایک اخباری بیان دیتے ہوئے اقبال نے فرمایا کہ کانگریس کو اس ایوارڈ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ [۳۷]

۲۹رمئی کو سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں اقبال نے انھیں اطلاع دی کہ کتابیں ولایت سے آگئی ہیں۔ میں نے علی بخش سے کہہ دیا ہے کہ وہ ایک کاپی آپ کو ارسال کر دے...... آپ حکیم نابینا صاحب کی خدمت میں پھر میری طرف سے حاضر ہوں اور مرض کے حالات عرض کریں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں، گلے کے نیچے جو آلہ صوت (Larynx) ہے، اس کا تار ڈھیلا ہوگیا ہے۔ اس وجہ سے آواز بیٹھ گئی۔ [۳۸]

ماہ مئی میں ایم اسلم کوہ مری بغرض سیاحت جا رہے تھے۔ جانے سے ایک دو روز قبل حسب معمول اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو اقبال نے قریب ہی کرسی پر رکھی انگریزی کی دو چار کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی۔ یہ کتاب ایک آسٹریلوی نومسلم فیلیکس ویلائی

(Felex Vilai) کی تصنیف ***The Political and Religious Revolution in Islam*** تھی۔ آپ نے ایم اسلم کو یہ کتاب برائے مطالعہ دی اور فرمایا کہ اگر ہو سکے تو اسے اردو میں منتقل کر دیا جائے۔ ایم اسلم نے مری میں دو اڑھائی ماہ قیام کے دوران کتاب کو اردو میں ترجمہ کر دیا۔ اقبال نے ترجمہ دیکھا تو مسکرا دیے اور فرمایا تم نے بڑی ہمت کی۔ علامہ اقبال نے پھر سے تبصرہ میں چند سطور تحریر فرمائیں اور ترجمے میں کہیں کہیں اصلاح بھی فرمائی۔ یہ کتاب پھر انقلاب اسلام کے نام سے طبع ہوئی۔ [۳۹]

لارڈ لوتھین (Lothin) کی ایما پر آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس، لندن نے مئی میں اقبال کے خطبات کتابی صورت میں شائع کیے۔ کتاب مئی کے آخری ایام میں انگلستان سے ہندوستان پہنچی۔ کتاب کا عنوان ہے ***The Reconstruction of Religious Thought in Islam*** [۴۰]

اقبال نے پٹنہ سے انتخابات کے متعلق ایک بیان دیا۔ خواجہ حسن نظامی نے ہفتہ وار منادی دہلی کے شمارہ یکم جون کے اداریے میں ایڈیٹر سید بن عربی کے نوٹ کے ساتھ اُسے شائع کر دیا۔ یہ بیان ڈاکٹر اقبال کی پیش گوئی کے عنوان سے چھاپا گیا۔ [۴۱]

ڈاکٹر نے اقبال کا مکمل طبی معاینہ کیا اور چھاتی کے ایکس ریز لیے۔ ان کے نزدیک بیماری کا برقی علاج یورپ میں ہی ہو سکتا تھا۔ [۴۲]

۲؍جون کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں تازہ صورت حال سے انھیں آگاہ کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ میں حکیم صاحب سے مشورہ کیے بغیر یورپ نہیں جاؤں گا۔ اگلے روز پھر آپ نے نیازی صاحب کو حکیم صاحب سے مشورہ کرنے کے سلسلے میں خط لکھا۔ حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ اقبال کی روزانہ خوراک کتنی ہے؟ آپ نے ۵؍جون کے خط میں نیازی صاحب کو اپنی روزانہ خوراک لکھ بھیجی۔ مزید لکھا، حکیم صاحب سے معلوم کیجیے کہ میں کون کون سا پھل کھا سکتا ہوں؟ چائے اور انڈے کے متعلق کیا ہدایت ہے؟ پیاس ہو تو کیا پیا جائے؟ کوئی شربت یا کچھ اور؟ میں ایک صراحی میں جو مکہ شریف سے ایک شخص بطور تحفہ لایا تھا، پانی سرد کر لیتا ہوں۔ یہ خط اقبال نے ڈاک کے ڈبے میں ڈالا تھا کہ نیازی صاحب کا خط موصول ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت دوسرا خط تحریر فرماتے ہوئے لکھا کہ تمام احباب کو میرے متعلق تشویش ہے اور معالجوں کو بھی۔ مگر میں خود حکیم صاحب قبلہ پر کامل اعتماد رکھتا ہوں۔ اپنے امریکی دوست سے اس Growth کا ذکر کیا یا نہیں؟ [۴۳]

اقبال ۱۱؍جون کی صبح دہلی پہنچ گئے۔ آپ نے حکیم نابینا سے ملاقات فرمائی۔ انھوں نے

بڑی توجہ اور ہمدردی سے آپ کا حال سنا۔ پھر نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کیا پھر دوائیں منگوائیں اور ضروری ہدایات دیں۔ اگلے روز اقبال نے لاہور پہنچتے ہی نیازی صاحب کو مفصل خط لکھ دیا۔ [۴۴]

۱۳ر جون کے خط میں نیازی صاحب کو تحریر فرمایا کہ آج دوائی کا چوتھا روز ہے۔ آواز میں کچھ فرق ضرور ہے مگر گلا مقابلۃً خشک ہے اور بلغم کسی قدر دقت سے نکلتا ہے۔ [۴۵]

اقبال پھر ہر دوسرے تیسرے روز نیازی صاحب کو اپنی صحت سے متعلق خط لکھتے اور حکیم صاحب کی تازہ ہدایات دریافت کرتے رہے۔ ۱۹ر جون کو آپ نے ایک اخباری بیان جاری کیا، اس میں آپ نے فرقہ وارانہ فیصلہ کے متعلق کانگریس کے فیصلے پر شدید نکتہ چینی فرمائی جو اسے نہ قبول کرتی ہے اور نہ مسترد۔ [۴۶]

مولانا عبدالماجد دریابادی نے خط لکھ کر اقبال سے عربی لفظ، برزخ کا انگریزی ترجمہ دریافت کیا۔ ۱۹ر جون کو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے، لفظ برزخ کا کوئی ترجمہ انگریزی میں موجود نہیں۔ بعض مترجمین قرآن نے لفظ Barrier لکھا ہے مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ میری رائے میں تو برزخی زندگی کا ترجمہ Burzukh Life ہی کر دیجیے۔ [۴۷]

اس روز اقبال کو جنوبی افریقا کے مسلمانوں کی طرف سے دورے کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ اس سے چند روز قبل ایک خط جرمنی سے آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترکی والے بھی آپ کو آنے کی دعوت دینے والے ہیں۔ [۴۸]

ایک روز صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اقبال کی آنکھ لگ گئی۔ تب دوران خواب میں کسی نے آپ کو پیغام دیا:

> ہم نے جو خواب تمھارے اور شکیب ارسلان (شام کے معروف مسلم رہنما، ممالک اسلامیہ اور احیائے اسلام کے بہت بڑے داعی) کے متعلق دیکھا تھا، وہ سرہند بھیج دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے، خدا تعالیٰ تم پر بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔

خواب میں سرہند کی طرف اشارے سے اقبال کو اپنا وہ عہد بھی یاد آ گیا جو آپ نے جاوید اقبال کی پیدائش کے موقع پر کیا تھا کہ اسے ساتھ لے کر مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ سو اقبال اپنے بیٹے، جاوید اقبال کے ہمراہ ۲۹ر جون کی شام گاڑی سے سرہند روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ چودھری محمد حسین، منشی طاہر دین اور علی بخش بھی تھے۔ غلام بھیک نیرنگ بھی بذریعہ خط اطلاع ملنے پر انبالہ سے سرہند پہنچ گئے اور اقبال کے ساتھ مزار پر حاضری دی۔ جاوید آپ کی انگلی پکڑے

مزار میں داخل ہوا۔ گنبد کے تیرہ و تار مگر پُر وقار ماحول نے اس پر ہیبت طاری کر دی۔ اقبال تربت کے قریب فرش پر بیٹھ گئے۔ جاوید کو بھی قریب بٹھا لیا۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی دیر تک تلاوت فرمائی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اقبال کو سر ہند کی سرزمین بہت پسند آئی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مزار نے آپ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ وہاں کا پانی سرد اور شیریں تھا۔ شہر کے کھنڈرات دیکھ کر آپ کو مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آ گیا جس کی بنیاد حضرت عمروؓ بن العاص نے رکھی تھی۔ آپ کو خیال آیا کہ اگر سر ہند کے کھنڈرات کی کھدائی کی جائے تو معلوم نہیں، قدیم زمانے کی تہذیب و تمدن کے متعلق کیا کیا انکشافات سامنے آئیں۔ اقبال نے بعد ازاں نذیر نیازی کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے میں بحال تھا اور آبادی موجودہ لاہور سے دگنی تھی۔

۳۰ر جون کو ہفتے کی شام آپ لاہور واپس تشریف لے آئے۔[۴۹]

یکم جولائی کو انجمن حمایت اسلام کے صدر شیخ عبدالقادر رکن انڈیا کونسل بن کر انگلستان چلے گئے۔ ان کی جگہ علامہ اقبال کو انجمن کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی روز آپ نے انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔[۵۰]

۵ر جولائی کو دہلی سے سید نذیر نیازی کا روانہ کردہ ادویہ کا پارسل موصول ہوا۔ اگلے روز ملک برکت علی ملاقات کرنے آئے۔ وہ شملہ سے آئے تھے۔ انھوں نے شملہ کے حکیم خواجہ حبیب اللہ کا ایک علاج اقبال کو بتایا۔ ان کا کہنا تھا کہ کشمیر کی پرانی گل قند گلے کے امراض میں اکسیر سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے اسی روز نیازی کو دہلی خط لکھ کر حکیم صاحب کی رائے دریافت فرمائی۔[۵۱]

۶ر جولائی کو حکومت نے ایک قرارداد شائع کر دی جس میں ملازمتوں میں اقلیتوں اور خاص کر مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اگلے روز آپ نے اس سلسلے میں خان بہادر رحیم بخش کے ساتھ ایک اخباری بیان دیا۔[۵۲]

۹ر جولائی کے بیان میں اقبال نے فرمایا کہ لارڈ ولنگڈن حکومت کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے ہندوستانی مسلمانوں کو انتظامی امور میں خاطر خواہ حصہ دینے کے متعلق جو بیان دیا ہے، وہ واقعی مسلمانانِ ہند کے نزدیک تعریف کے قابل ہے۔ امید ہے، حکومت کے اس فیصلے سے ملازمتوں کے متعلق فرقہ وارانہ جھگڑے بالکل مٹ جائیں گے۔[۵۳]

۷ر جولائی کو مسلم کانفرنس کے سیکریٹری، حاجی رحیم بخش کے ساتھ مل کر اقبال نے بیان دیا کہ براہ راست پُر ہونے والی اسامیوں میں مسلمانوں کا تناسب ۲۵ فی صد کے بجائے ۳۳ فی صد

ہونا چاہیے۔ کیوں کہ مرکزی اسمبلی میں بھی مسلمانوں کے لیے ۳۳ فی صد نیابت طے ہوئی ہے۔[۵۴]

۱۱ر جولائی کو اقبال کے سینے کا دوبارہ ایکسرے کرایا گیا۔ معلوم ہوا کہ قلب پر کوئی رسولی یا نشو ونما نہیں صرف شاہ رگ کا پھیلاؤ ہے۔[۵۵]

۱۴ر جولائی کو بروز ہفتہ ساڑھے پانچ بجے شام انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اعزازی سیکریٹری نے پہلے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صاحب صدر کی طبیعت کچھ علیل ہے اور وہ اونچی آواز سے بول نہیں سکتے۔ اس لیے انھوں نے ایک مختصر تحریر شدہ تقریر مجھے دی ہے اور فرمایا ہے کہ سب کے سامنے پڑھ دوں۔ اقبال نے اپنی تقریر میں تین امور کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ اوّل دینیات کی تعلیم انجمن کے کالج اور اسکول میں رائج کی جائے۔ دوسرا امر جو فوری توجہ کا محتاج ہے، وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام فی الحال مسلمان لڑکیوں کو تعلیم دینے کے لیے اپنا نصاب تجویز کر لے اور مجوزہ نصاب کے مطابق ان کا سالانہ امتحان لے کر خود ہی سندات دے دیا کرے۔ تیسرا امر اسلامیہ کالج کی موجودہ حالت ہے۔ فی الحال پرنسپل شپ کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ اس کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو، جلد ہونا چاہیے۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی اگر اس عہدہ جلیلہ پر واپس آ جائیں تو ہماری بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں، مگر امید نہیں کہ وہ واپس آئیں۔ ہمیں ایسے پرنسپل کی ضرورت ہے جو علم و فضل کے علاوہ صاحب اثر و رسوخ بھی ہو۔ وہ مسلمانوں کی آرزوؤں سے ہمدردی رکھتا ہو۔

حاضرین نے صاحب صدر کی تجاویز نہایت دلچسپی اور غور سے سنیں، ان پر بہت جلد عمل پیرا ہونے کی خواہش ظاہر کی اور صاحب صدر کی صحت کے لیے بارگاہِ رب العزت میں خلوص دل سے دعا فرمائی۔[۵۶]

۲۲ر جولائی کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں انھیں مطلع کیا کہ اب حکیم صاحب کی عنایت سے میری صحت بہت اچھی ہو گئی ہے۔ صرف آواز کی کسر ہے۔ ممکن ہے، مجھے اس ماہ کے اندر اندر انگلستان جانا پڑ جائے۔[۵۷]

فقیر سید وحید الدین کو ایک ضروری کام کے سلسلے میں بمبئی جانا تھا۔ اقبال کو معلوم ہوا تو آپ نے سید صاحب کو بلا کر فرمایا کہ رفیق غزنوی نے میری چند غزلیں ہز ماسٹر وائس پر ریکارڈ کرائی ہیں۔ ان سے مل کر ذرا یہ معلوم کر لیجیے گا کہ وہ کون سی غزلیں ہیں۔ سید صاحب نے بمبئی پہنچ کر اس سلسلے میں معلومات حاصل کیں اور ان کے متعلق آپ کو خط لکھ دیا۔ چوں کہ معلومات نامکمل

تھیں لہٰذا اقبال نے ۲۷ر جولائی کو فقیر سید وحید الدین کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ رفیق صاحب سے غزلوں کا ایک ایک مصرع لکھوالیں۔[۵۸]

۲۸ر جولائی کو اقبال نے مس فارقوہرسن کے نام انگلستان خط تحریر کیا اور لکھا کہ میں گزشتہ پانچ ماہ سے علیل ہوں۔ اس وقت ایک تجربے کار دہلوی حکیم کے زیرِ علاج ہوں۔ اگر ان کا علاج ناکام رہا تو لارڈ لوتھین کو خطبات کے التوا کے لیے لکھ دوں گا۔[۵۹]

ڈاکٹر سید یامین ہاشمی نے اپنی ایک نظم ''قلزمِ ہستی'' برائے اصلاح اقبال کو ارسال کی۔ آپ نے ۳۰ر جولائی کو پہلے شعر کی اصلاح کر کے ان کی نظم بذریعہ خط واپس ارسال کر دی۔ مزید یہ لکھا کہ میری شاعری کے مقاصد شاعرانہ نہیں بلکہ مذہبی اور اخلاقی ہیں۔ اس واسطے فنِ شعر کی اصلاح کے لیے آپ کوئی موزوں تر آدمی تلاش کیجیے۔ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں۔[۶۰]

۳۰ر جولائی کو نیازی صاحب کا خط اقبال کے نام موصول ہوا جس میں دوا کی ایک پڑیا تھی۔ اس سے اگلے دن نیازی صاحب نے پوسٹ کارڈ یہ بات آپ کو یاد دلانے کے لیے لکھا کہ دوا ہفتے یا اتوار کے دن یعنی ۴ یا ۵ر اگست کو ختم ہو جائے گی۔[۶۱]

ان ہی دنوں اقبال نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی کو ایران خط لکھ کر مطلع فرمایا کہ وہ بوجہ علالت فردوسی کی ہزار سالہ جوبلی میں شریک نہیں ہو سکتے۔[۶۲]

اگست میں اقبال کی پریشانیوں میں ایک اور پریشانی کا اضافہ ہو گیا۔ یہ سردار بیگم کی ناگفتہ بہ حالت تھی۔ ان کی عمر تقریباً چالیس برس تھی اور وہ پچھلے چند برس سے علیل چلی آ رہی تھیں۔ ڈاکٹری علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔ آپ ان کا علاج بھی حکیم نابینا سے کرانے لگے۔[۶۳]

اگست کے ابتدائی دنوں میں اقبال نے اپنے پھیپھڑوں اور دل کا طبی معائنہ کرایا، سب کچھ درست تھا۔ گزشتہ برس سفرِ افغانستان کے سلسلے میں آپ نے فارسی میں ایک نظم ''مسافر'' تحریر فرمائی تھی جو کاتب کو کتابت کے لیے دی گئی۔ ۶ر اگست کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو اس امر کی اطلاع دی۔[۶۴]

۷ر اگست کو عظمت علی زبیری، رجسٹرار مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے نام خط میں آپ نے لکھا کہ رشید احمد صدیقی نے ایک ہونہار نثر نگار اور نقاد کی حیثیت سے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے، لہٰذا میں اردو کی ریڈر شپ میں تقرر کے لیے ان کی سفارش کرتا ہوں، اردو لیکچرر شپ کے لیے آپ نے سید علی احسن کو منتخب کرنے کی سفارش فرمائی۔

چوں کہ موصوف انگریزی سے نابلد ہیں لہٰذا کمیٹی کے دوسرے ارکان میرے ساتھ اتفاق نہ کریں۔ ان کے بعد جلیل احمد قدوائی، محمد یحییٰ تنہا اور آغا محمد اشرف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ ان میں سے میں جلیل احمد قدوائی کو ترجیح دیتا ہوں۔ [۶۵]

وسط اگست میں اچانک سر چکرانے لگا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے کی شکایت پیدا ہو گئی۔ [۶۶]

۱۶ر اگست کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو لکھا کہ اردو مجموعہ کلام نشانِ منزل کا نیا نام بال جبریل تجویز ہوا ہے۔ مسافر مکمل ہونے کے بعد بال جبریل کی کتابت شروع ہو جائے گی۔ [۶۷]

۱۸ر اگست کو اقبال نے بذریعہ خط نیازی صاحب کو مطلع فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں، اب آواز کبھی درست نہیں ہوگی، مگر میں حکیم صاحب کی توجہ اور ان کی روحانیت پر بھروسا رکھتا ہوں۔ [۶۸]

اگلے روز راغب صاحب کا خط موصول ہوا۔ اقبال نے اسی روز انھیں خط لکھ کر دریافت فرمایا کہ کیا آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہفتہ وار اردو اخبار کی ادارت اپنے ذمے لے سکیں گے؟ [۶۹]

۲۲ر اگست کے خط میں آپ نے نیازی صاحب کو بال جبریل اور مسافر کی طباعت سے متعلق ہدایات دیں۔ [۷۰]

شوکت تھانوی نے اپنا مجموعہ اشعار گہرستان اقبال کو رائے کے سلسلے میں بھجوایا۔ اقبال نے ۲۴ر اگست کو انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ آپ کے اسلوب بیان میں جدت ہے۔ بعض جگہ بہت خوب کہا ہے۔ [۷۱]

سردار بیگم چند برسوں سے علیل تھیں۔ ان کا جگر اور تلی، دونوں بڑھ گئے تھے اور ایک مدت سے مختلف ڈاکٹر ان کا علاج کر رہے تھے، لیکن افاقہ نہ ہوا، ڈاکٹروں کی تشخیص تھی کہ ان کے خون میں سرخ ذرات نہیں رہے یا ان میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ لاہور کے ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر اقبال دہلی کے حکیم نابینا صاحب سے ان کا علاج کرانے لگے۔ [۷۲]

۲۸ر اگست کو سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں خط تحریر کیا کہ جاوید کی والدہ مدت سے علیل ہے۔ اس کا جگر اور تلی، دونوں بڑھے ہوئے ہیں۔ اکتوبر میں وہ دہلی آکر نبض حکیم صاحب کو دکھائیں گی۔ فی الحال حکیم صاحب کوئی دوا تجویز فرمائیں کہ اسے وہ تب تک استعمال کریں، جب تک خود دہلی حاضر ہو کر انھیں نبض نہ دکھا لیں۔ [۷۳]

۳۰ر اگست کو اقبال نے انجمن کی جنرل کونسل کے سالانہ بجٹ سے متعلق اجلاس کی

صدارت فرمائی۔[۷۴]

اسی ماہ اقبال نے میورروڈ پر ریلوے ہیڈ کوارٹرز کے سامنے ایک قطعہ ارض نیلامی میں خرید لیا۔ بینک میں جمع شدہ سرمائے اور کچھ اپنی طرف سے رقم ڈال کر یہ اراضی خریدی گئی۔ یہ قطعہ سات کنال کا تھا۔[۷۵]

حکیم نابینا صاحب کے علاج سے اقبال کی طبیعت سنبھل گئی۔ ۳ ستمبر کو آپ نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے میرا بدن نئے سرے سے تعمیر ہو رہا ہے۔ مگر تعجب ہے آواز میں نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔[۷۶]

۶ ر ستمبر کے خط میں آپ نے سید سلیمان ندوی کو لفظ نبی کی وضاحت فرمانے کے لیے لکھا۔ الفاظ نار اور نجات کی بنیادوں کے متعلق بھی دریافت کیا۔[۷۷]

۹ ر ستمبر کو بالِ جبریل کی کتابت شروع ہو گئی۔ مسافر کی کتابت کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اسی روز اقبال نے سید نذیر نیازی کو خط کے ذریعے مطلع فرمایا کہ مکان کی تعمیر چند روز میں شروع ہونے والی ہے۔ مجھے روپے کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنی تمام کتب کا حق تصنیف جاوید کے نام ہبہ کر کے دستاویز رجسٹر کرادی ہے۔ اب یہ سارا مال اس کا ہے۔ چوں کہ وہ ابھی نابالغ ہے، لہٰذا مجھے اس کا باقاعدہ حساب رکھنا ہے۔[۷۸]

۲۰ ر ستمبر کو راغب کے نام خط میں اقبال نے جداگانہ انتخاب سے متعلق ان کے رسالے کی تعریف کی۔[۷۹]

انتخابات کے موقع پر لائل پور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے حلقہ انتخاب سے سید امجد علی شاہ اور لاہور سے میاں عبدالعزیز بار ایٹ لاء کھڑے ہوئے۔ دونوں امیدواروں نے علامہ اقبال اور فیروز خان نون کو لکھ دیا کہ آپ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے حق میں سبکدوش ہو جانے کا فیصلہ کرلیں۔ ۲۷ ر ستمبر کو ان منصفین نے میاں عبدالعزیز کے حق میں فیصلہ دیا۔ لہٰذا سید امجد علی شاہ ان کے حق میں بیٹھ گئے۔[۸۰]

دہلی کے حکیم نابینا صاحب سردار بیگم کا بھی علاج کرنے لگے لیکن فائدہ کم ہوا۔ ۲۹ ر ستمبر کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں لکھا کہ جاوید کی والدہ کے ہاتھ پاؤں کے اعصاب بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ وہ حکیم صاحب کو نبض دکھانے دہلی آئے گی، مگر اس وقت ان کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں۔[۸۱]

حکیم صاحب نے اقبال کو مختلف قسم کے پھل مثلاً سردا، انگور، پستے کی مٹھائی، بادام، کوزہ مصری، مختلف قسم کے گوشت، پھیپھڑا، بٹیر اور تیتر کا گوشت، پرندوں اور نرخرگوش اور چڑے کا مغز کھانے کے لیے تجویز کیے تھے۔[۸۲]

اقبال اپنی پسند ناپسند سے حکیم صاحب کو آگاہ کرتے رہے۔ مثلاً پھیپھڑا میں کھا نہیں سکوں گا، مجھے اس سے کراہت ہوتی ہے۔ بلکہ میں اسے پکا ہوا دیکھ بھی نہیں سکتا۔ مغز خرگوش کھانا بھی میرے لیے ناممکن ہے۔ مجھے مغز سے خواہ کسی جانور کا ہو، سخت کراہت ہوتی ہے۔ بکرے کا مغز پکا ہوا دیکھ لوں تو طبیعت متلا جاتی ہے۔[۸۳]

ماہ ستمبر میں اقبال نے افغانستان کے جمال الدین اور عبدالعزیز کی کتاب Afghanistan - A Brief Survey کا تعارف لکھ کر انھیں بھجوایا۔ مذکورہ کتاب اسی سال دارالتالیف، کابل سے شائع ہوئی۔[۸۴]

۶؍اکتوبر کو سید نذیر نیازی کے نام خط میں دریافت فرمایا کہ لیکچروں کی کتابت شروع ہوئی یا نہیں؟ جامعہ کی طرف سے کوئی خط نہیں ملا۔ اگر ان کا ارادہ نہ ہو، تو کتاب کی طباعت کا انتظام کسی اور جگہ کیا جا سکتا ہے۔[۸۵]

اکتوبر کے ابتدائی دنوں میں اقبال کی کتاب مسافر شائع ہوگئی۔ اس کا ایک نسخہ آپ نے سید سلیمان ندوی کو ارسال فرمایا جو انھیں بہ تاریخ ۷؍اکتوبر موصول ہوا۔ اسی روز سید صاحب نے اپنا سفرنامہ سیر افغانستان کے نام سے مکمل کرلیا تھا۔ مسافر پانچ سو کی تعداد میں شائع ہوئی اور ۵۹ صفحات پر مشتمل تھی۔ وہ گیلانی الیکٹرک پریس، ہسپتال روڈ، لاہور سے باہتمام بابو نظام الدین شائع ہوئی۔[۸۶]

۸؍اکتوبر رات کے وقت ریلوے اسٹیشن سے گھر آتے ہوئے خواجہ عبدالوحید اقبال کی کوٹھی کے سامنے سے گزرنے لگے تو خیال آیا، کیوں نہ آپ سے ملاقات کرلی جائے۔ اس وقت اقبال کوٹھی کے برآمدے میں چارپائی پر لیٹے ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ ایک ملازم پاؤں دبا رہا تھا۔ علامہ صاحب نے دوران گفتگو خواجہ صاحب سے ذکر کیا کہ میں نے اپنے خیالات کا اظہار بڑی تفصیل سے اپنے اشعار میں کردیا ہے، لیکن ابھی میرے دل میں اس سے بھی بڑی ایک چیز پوشیدہ ہے، جو شرح قرآن حکیم کی صورت میں ظاہر کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ لیکن میں یہ کام اسی صورت یکسوئی سے کرسکتا ہوں کہ کم از کم پانچ سال کے لیے مجھے آلامِ روزگار سے فرصت مل جائے۔

دورانِ گفتگو آپ نے مسلمانانِ ہند کے متعلق فرمایا کہ میرا طویل مطالعہ اور مشاہدہ مجھے یقین دلا چکا ہے کہ یہ لوگ بالکل بے کار ہو گئے ہیں، بالخصوص ہندوستان کے جدید تعلیم یافتہ مسلمان! سر فضل حسین کے متعلق اقبال نے فرمایا کہ ان کا وجود ہمیشہ مسلمانوں کے لیے باعث مضرر رہا ہے۔[۸۷]

۱۱/ اکتوبر کو سید نذیر نیازی کی ارسال کردہ ادویات کا پارسل بنام اقبال موصول ہوا۔ اسی روز آپ نے سید صاحب کو تحریر فرمایا کہ مجھے مغز سے خواہ وہ کسی جانور کا ہو، سخت کراہت ہوتی ہے...... لیکچروں کے ترجمے کی طرف توجہ کیجیے۔[۸۸]

۱۴/ اکتوبر کو ملک لال دین قیصر، استاد عشق لہر اور ایک حکیم صاحب اقبال سے ملاقات کرنے آئے۔ اسی دوران خواجہ عبدالوحید بھی سیر کرتے ہوئے آگئے۔ رات کا وقت تھا۔ خواجہ صاحب سے عورتوں کی بے مقصد آزادی پر گفتگو ہوتی رہی۔[۸۹]

۲۰ اور ۲۵/ اکتوبر کے خطوط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو فرمایا کہ اگر لاہور آنا ہو، تو میرے ہاں قیام کریں تاکہ کتاب کا کام جلد ختم ہو سکے۔[۹۰]

ماہ اکتوبر میں بمبئی کے مسلمانوں نے محمد علی جناح کو آزاد امیدوار کی حیثیت سے مرکزی اسمبلی کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کر لیا۔[۹۱]

والدہ جاوید کی حالت روز بروز بگڑ رہی تھی۔ آخر کار وہ سفر کے بھی قابل نہ رہیں۔ ان ہی دنوں حکیم نابینا صاحب کے بڑے بیٹے، حکیم عبدالحی انصاری لاہور آئے ہوئے تھے۔ اقبال نے انصاری صاحب کو بہ تاریخ ۳/ نومبر اپنی کوٹھی پر بلوا کر والدہ جاوید کو دکھایا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر ایک نسخہ تجویز کیا جو آپ نے ۴/ نومبر سے شروع کرا دیا۔[۹۲]

آپ کے بڑے بھائی، شیخ عطا محمد سیالکوٹ سے آپ کی کوٹھی کی تعمیر کے سلسلے میں نومبر کے پہلے ہفتے لاہور آگئے۔ آپ نے ۵/ نومبر کے خط میں نیازی صاحب کو ان کے آنے کی اطلاع بھجوائی۔ تعمیر مکان کے سلسلے میں سردار بیگم کے زیورات فروخت کر دیے گئے۔ ان کے نام بینک میں جمع شدہ رقم بھی نکلوائی گئی۔ جامعہ ملیہ خطبات کی طباعت اب تک نہیں ہو سکی تھی۔ بالِ جبریل کی کتابت کے دوران ہی اس کے پہلے ایڈیشن کی فروخت کا انتظام ہو گیا۔ میو روڈ پر ٹھیکیدار نے کوٹھی کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔[۹۳]

دہلی کے کناٹ پیلس میں حکیم نابینا صاحب نے ایک وقف قائم کر رکھا تھا۔ انکم ٹیکس والوں نے اسے کاروباری ادارہ سمجھ کر اس پر ٹیکس لگا دیا۔ حکیم صاحب پریشان ہو گئے۔ انھوں نے علامہ

صاحب کو لکھا۔ آپ نے ۱۳؍نومبر کے خط میں سید نذیر نیازی کی معرفت انھیں بتایا کہ ٹیکس کے سلسلے میں کسی وکیل کی معرفت اپیل کرنی ضروری ہے۔ [۹۴]

دس ماہ سے اقبال گلے کا علاج کرا رہے تھے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ ۱۹؍نومبر کے خط میں آپ نے نذیر نیازی کو تحریر فرمایا کہ اگر آواز ٹھیک نہ ہوئی تو ویانا جانے کا قصد ہے...... بال جبریل جنوری تک شائع ہو جائے گی۔ اگلے روز والدہ جاوید کے متعلق انھیں خط تحریر فرمایا کہ انھیں سردی کے ساتھ بخار ہو گیا۔ افسوس وہ سفر کے لائق نہیں، ورنہ میں انھیں دہلی لے آتا۔ [۹۵]

۳۰؍نومبر کو خواجہ عبدالوحید اپنے تین چار دوستوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیاسیات، اقتصادیات تصوف و شریعت کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو اقبال نے فرمایا کہ ایک مفلس آدمی جس کے پاس چھن جانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا، حق و صداقت کی راہ میں وہ دلیری دکھا سکتا ہے، جو ایک صاحب مال و زر عموماً نہیں دکھا پاتا۔ [۹۶]

نومبر میں سر راس مسعود نواب صاحب، بھوپال کی خواہش پر بھوپال تشریف لے آئے اور انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ہم مکتب ہونے کے ناتے نواب صاحب کے شریک کار کی حیثیت سے وزارت تعلیم، صحت اور امور عامہ کا قلم دان سنبھال لیا۔ [۹۷]

ڈاکٹر عباس علی خان لمعہ اور دوسرے عقیدت مندوں نے اقبال کو مشورہ دیا کہ آپ بھوپال جا کر بجلی کا علاج کرائیے۔ حالات دیکھ کر اقبال نے ویانا، یورپ سے علاج کا ارادہ ترک کر دیا۔ روپیہ کی کمی، صحت کی مجبوری اور والدہ جاوید کی بیماری، بنیادی وجوہ تھیں۔ یکم دسمبر کے خط میں اقبال نے عباس علی خان لمعہ کو لکھا کہ آپ کی گراں قدر رائے کا شکریہ، انشاءاللہ ضرور بھوپال جاؤں گا اور بجلی کے علاج سے بھی استفادہ کروں گا...... میں نے آپ کا کلام دیکھا اور تازہ نظمیں بھی۔ [۹۸]

۲؍دسمبر کو آپ نے انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ [۹۹]

راس مسعود کو اقبال کی علالت کا علم ہو چکا تھا۔ انھوں نے بھوپال کے حمیدیہ ہسپتال کے ماہر ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ وہ پھر اقبال پر زور دینے لگے کہ بسلسلہ علاج بھوپال تشریف لے آئیے۔ نواب صاحب بھوپال کی بھی یہی خواہش تھی۔ [۱۰۰]

اس دوران اقبال کے دونوں شانوں کے درمیان درد ہونے لگا۔ [۱۰۱]

لاہور میں ایک انشورنس کمپنی نئے سال سے کام شروع کر رہی تھی۔ سید نذیر نیازی نے اس کمپنی میں حصول ملازمت کے لیے علامہ اقبال سے مدد طلب کی۔ آپ نے بہ تاریخ ۴؍دسمبر

نیازی صاحب کو جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے آج ڈاکٹر متقی، مینجنگ ڈائریکٹر کو خط لکھا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کر لیں۔ گفتگو کا جو نتیجہ نکلا، اس سے آپ کو آگاہ کر دوں گا۔[۱۰۲]

۵ر دسمبر کو سر تیج بہادر سپرو اقبال سے ملنے آئے۔ وہ بھی حکیم نابینا صاحب کے زیر علاج تھے۔ مہمان اقبال سے حکیم موصوف کے علاج کے کمالات کا ذکر کرتے رہے۔[۱۰۳]

۵ر دسمبر کو ڈاکٹر متقی آپ سے ملاقات کرنے آئے اور کہا کہ وہ نیازی صاحب کو خود ہی مفصل خط لکھ دیں گے۔ اسی روز علامہ اقبال نے نیازی صاحب کو خط میں تحریر فرمایا لکھا کہ آپ ۱۰ یا ۱۱ر دسمبر کو ایک دو روز کے لیے لاہور آئیں اور ڈاکٹر متقی سے بالمشافہ گفتگو کر لیں۔ چند ہفتوں کی تربیت کے بعد آپ کو انسپکٹر یا آرگنائزر مقرر کر دیا جائے گا۔[۱۰۴]

۶ر دسمبر کو اقبال نے محمد جمیل کو جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آکسفورڈ یونی ورسٹی نے میرے خطبات شائع کر دیے تھے۔ ایک خطبہ بہ عنوان ''کیا مذہب ممکن ہے'' بھی اس کتاب میں شامل تھا۔[۱۰۵]

۱۰ر دسمبر کو راغب صاحب کو جواب دیتے ہوئے اقبال نے تحریر فرمایا کہ میں نے فقہ اسلامی پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ ہاں ان لیکچروں میں ایک لیکچر اجتہاد پر بھی ہے...... میں فقہ جدید پر ایک کتاب لکھنے کا قصد رکھتا ہوں۔ قرآن شریف پر بھی مفصل نوٹ لکھنے کا ارادہ ہے۔ اگلے روز آپ کو راغب صاحب کی جانب سے ایک اور خط ملا۔ آپ نے اسی روز انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ میری رائے میں اگر کوئی مسلمان اپنی نجی زمین وغیرہ کا غلط استعمال کرے، تو حکومت اسلامیہ کا حق ہے کہ وہ اس سے باز پرس کرے۔ اسلام کا یہی وہ نکتہ ہے جسے یورپ میں مسولینی نے خوب سمجھا۔ آپ کی آگاہی کے لیے یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ قرآن نے تقسیم جائداد کے متعلق جو قاعدہ دیا ہے، اس کا اطلاق (میری ناقص رائے میں) زمین پر نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ صرف جائیداد منقولہ کے متعلق ہے۔ مگر علما کی رائے مختلف ہے۔[۱۰۶]

حکیم صاحب سے ملنے کے لیے اقبال دہلی جانا چاہتے تھے۔ ۱۸ر دسمبر کے خط میں آپ نے سید نذیر نیازی کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا اور تحریر فرمایا کہ میں فرنٹیر میل سے آؤں گا، جو سات بجکر پچپن منٹ پر صبح دہلی پہنچے گی۔ وہاں آدھ گھنٹہ رک کر وہ علی گڑھ روانہ ہوگی۔ سید صاحب علی الصبح دہلی اسٹیشن پر پہنچ گئے اور آپ سے ملاقات فرمائی۔ اقبال نے دو روز علی گڑھ میں قیام فرمایا۔ واپسی پر دہلی رکے اور حکیم نابینا سے اپنے اور سردار بیگم کے متعلق مشورہ کیا۔ ۲۵ر دسمبر کی صبح وہ لاہور پہنچ گئے۔[۱۰۷]

اس سال آپ کے بیٹے جاوید اقبال نے سینٹ فرانس اسکول سے پرائمری کا امتحان پاس کر لیا۔ بعدازاں انھیں سینٹرل ماڈل اسکول کی پانچویں جماعت میں داخل کرا دیا گیا۔[۱۰۸]

اس سال سر مالکم ڈارلنگ نے اقبال سے ملاقات کی۔ دورانِ گفتگو آپ نے مسولینی سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔[۱۰۹]

اس سال اقبال نے ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' کے عنوان سے نظم کہی۔[۱۱۰]

ترکی کی مشہور رہنما اور ادیبہ، خالدہ ادیب خانم، پیرس سے ڈاکٹر انصاری کی دعوت پر جامعہ ملیہ میں توسیعی خطبات دینے دہلی تشریف لائیں۔ جامعہ ملیہ والوں کی خواہش تھی کہ اقبال دہلی آ کر ان کے کسی خطبے کی صدارت کریں مگر آپ نے بوجہ علالت معذوری کا اظہار کر دیا۔[۱۱۱]

گورنر پنجاب نے ۱۹۳۴ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں خیر مقدمی سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے پنجاب کے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اپنی قوم میں کوئی بلند پایہ لیڈر پیدا کریں۔ علالت کی وجہ سے اقبال جلسے میں شریک نہیں تھے۔ آپ نے گورنر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ حکومت خود اپنے اعمال اور افعال کا بھی محاسبہ کرے؟...... حکومت نے جان بوجھ کر ایسا طرزِ عمل اور پالیسی اختیار کر رکھی ہے، جس نے صوبے میں پائیدار لیڈر شپ پیدا ہونے کی تمام امیدوں کا قلع قمع کر دیا ہے۔''[۱۱۲]

اس سال اقبال کو ۴۱۰۶ روپے آمدن ہوئی آپ نے ۱۶۰ روپے ٹیکس ادا کیا۔[۱۱۳]

❋......❋......❋

حواشی

۱- زندہ رود، ص۵۳۶
۲- روح مکاتیب اقبال، ص۴۸۶
۳- ایضاً، ص۴۸۶
۴- ایضاً، ص۴۸۸
۵- اقبال جہان دیگر، ص۶۷
۶- ایضاً، ص۶۹
۷- انوار اقبال، ۷۷۔۷۹

۸- روح مکاتیب اقبال، ص۴۸۹
۹- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۲۱۵
۱۰- اقبال- جہان دیگر، ص۶۹
۱۱- اقبال اور ظفر علی خان، ص۶۸
۱۲- روح مکاتیب اقبال، ص۴۹۰
۱۳- ایضاً، ص۴۹۱
۱۴- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۲۱۷
۱۵- روح مکاتیب اقبال، ص۴۹۲
۱۶- اوراق گم گشتہ، ص۱۰۷
۱۷- مکتوبات اقبال، ص۱۲۶
۱۸- مقالات یوسف سلیم چشتی، ص۳۳
۱۹- زندہ رود، ص۵۳۹
۲۰- مکتوبات اقبال، ص۱۲۷
۲۱- زندہ رود، ص۵۳۹
۲۲- اقبال ریویو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء، ص۴۸
۲۳- زندہ رود، ص۴۲۲
۲۴- اقبال- جہان دیگر، ص۱۱۶
۲۵- انوار اقبال، ص۱۹۱
۲۶- اقبال- جہان دیگر، ص۱۱۹
۲۷- ایضاً، ص۷۳
۲۸- روح مکاتیب اقبال، ص۴۹۴
۲۹- ایضاً، ص۴۹۶
۳۰- اوراق گم گشتہ، ص۲۸۲
۳۱- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۲۶۰
۳۲- مکتوبات اقبال، ص۱۲۹
۳۳- زندہ رود، ص۵۳۶
۳۴- ایضاً، ص۲۹۸
۳۵- اقبال- جہان دیگر، ص۷۷
۳۶- مکتوبات اقبال، ص۱۳۱

۳۷- زندہ رود،ص۵۳۹(جلدسوم،ص۲۵۶)
۳۸- مکتوبات اقبال،ص۱۳۲
۳۹- اوراق گم گشتہ ،ص۱۳۴
۴۰- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ،ص۳۲۰
۴۱- اوراق گم گشتہ،ص۴۴
۴۲- روح مکاتیب اقبال،ص۴۹۸
۴۳- مکتوبات اقبال،ص۱۳۳۔۱۳۸
۴۴- ایضاً،ص۱۴۱۔۱۴۲
۴۵- ایضاً،ص۱۴۳
۴۶- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۴۰۵
۴۷- روح مکاتیب اقبال،ص۵۰۴
۴۸- زندہ رود،جلدسوم،ص۲۵۶
۴۹- ایضاً،ص۵۴۰۔۵۴۱؛مکتوبات اقبال،ص۱۶۲
۵۰- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۶۵۔۱۸۵
۵۱- مکتوبات اقبال،ص۱۶۵
۵۲- گفتار اقبال،ص۱۸۵۔۱۸۶
۵۳- ایضاً،ص۸۶۔۱۸۸
۵۴- زندہ رود،ص۵۴۱
۵۵- روح مکاتیب اقبال،ص۵۱۰
۵۶- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۲۶۔۱۲۹
۵۷- مکتوبات اقبال،ص۱۷۴
۵۸- روزگار فقیر،جلداوّل،ص۶۰
۵۹- روح مکاتیب اقبال،ص۵۱۴
۶۰- انوار اقبال،ص۱۹۲
۶۱- روح مکاتیب اقبال،ص۵۱۵۔۵۱۶
۶۲- ایضاً،ص۵۱۶
۶۳- زندہ رود،ص۵۴۲
۶۴- روح مکاتیب اقبال،ص۵۱۴
۶۵- ایضاً،ص۵۱۸

۶۶- ذکر اقبال، ص۱۹۳
۶۷- روح مکاتیب اقبال، ص۵۲۰
۶۸- ایضاً، ص۵۲۱
۶۹- اقبال- جہان دیگر، ص۸۱
۷۰- روح مکاتیب اقبال، ص۵۲۱
۷۱- انوار اقبال، ص۲۴۶
۷۲- زندہ رود، ص۵۴۲
۷۳- مکتوبات اقبال، ص۱۹۱۔۱۹۲
۷۴- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۱۲۹
۷۵- زندہ رود، ص۵۴۲؛ ذکر اقبال، ص۱۹۷
۷۶- مکتوبات اقبال، ص۱۹۵
۷۷- روح مکاتیب اقبال، ص۵۲۴
۷۸- مکتوبات اقبال، ص۱۹۷
۷۹- اقبال- جہان دیگر، ص۸۵
۸۰- گفتار اقبال، ص۱۸۸
۸۱- مکتوبات اقبال، ص۲۰۵، ۲۰۶
۸۲- زندہ رود، ص۵۳۷
۸۳- مکتوبات اقبال، ص۱۷۱۔۲۱۰
۸۴- *Discourses of Iqbal*, P.285
۸۵- مکتوبات اقبال، ص۲۰۹
۸۶- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص۱۶۰
۸۷- ملفوظات اقبال، ص۱۷۳
۸۸- مکتوبات اقبال، ص۲۱۰
۸۹- اوراق گم گشتہ، ص۳۰۰
۹۰- روح مکاتب اقبال، ص۵۳۰، ۵۳۱
۹۱- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۲۶۱
۹۲- روح مکاتیب اقبال، ص۵۳۲
۹۳- مکتوبات اقبال، ص۲۱۸۔۲۱۹
۹۴- ایضاً، ص۲۲۴۔۲۲۵

۹۵- روح مکاتیب اقبال،ص۵۳۵
۹۶- اوراق گم گشتہ،ص۳۰۱
۹۷- اقبال اور بھوپال،ص۸۹۔۹۰
۹۸- روح مکاتیب اقبال،ص۵۳۶
۹۹- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۸۵
۱۰۰- اقبال اور بھوپال،ص۹۰
۱۰۱- مکتوبات اقبال،ص۲۳۴۔۲۳۵
۱۰۲- ایضاً،ص۲۳۰
۱۰۳- ایضاً،ص۲۳۲
۱۰۴- ایضاً،ص۲۳۲
۱۰۵- روح مکاتیب اقبال،ص۵۳۸
۱۰۶- اقبال- جہان دیگر،ص۸۷
۱۰۷- مکتوبات اقبال،ص۲۳۲
۱۰۸- زندہ رود،ص۵۴۶
۱۰۹- ایضاً،ص۴۵۹
۱۱۰- اقبال اور ظفر علی خان،ص۶۲
۱۱۱- زندہ رود،ص۵۴۶
۱۱۲- سر گزشت اقبال،ص۴۵۹
۱۱۳- زندہ رود،ص۵۴۳

۱۹۳۵ء......سردار بیگم کی وفات

یکم جنوری کو قائد اعظم محمد علی جناح کا ایک خط اقبال کے نام موصول ہوا۔[۱]

اسی دن علامہ صاحب نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے نام خط تحریر فرمایا۔ اس میں آپ نے ترکی ادیبہ خالدہ ادیب خانم کی ہندوستان آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔[۲]

اگلے روز اقبال نے سید نذیر نیازی کو خط میں لکھا کہ ڈاکٹر انصاری، خالدہ ادیب خانم کے لیکچر کی صدارت کرنے کے لیے بلا رہے ہیں۔ افسوس میں اپنی آواز کی وجہ سے لاچار ہوں، ورنہ ضرور حاضر ہو جاتا۔[۳]

۲ر جنوری ہی کو فقیر سید وحید الدین آپ سے ملنے آئے۔ جب اسپین پر گفتگو ہوئی تو آپ نے انھیں انگریزی کی ایک کتاب *Spain from the South-B Trend* اپنے دستخط کر کے بطور تحفہ عطا فرمائی۔[۴]

قاضی تلمذ حسین نے ایک فارسی کتاب مراۃ المثنوی شائع کی تھی، لیکن وہ زیادہ تعداد میں فروخت نہ ہو سکی۔ قاضی صاحب نے اس سلسلے میں اقبال کو ایک خط لکھا۔ آپ نے انھیں ۳ر جنوری کے خط میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے پہلے سے اندیشہ تھا کتاب کی فروخت میں زیادہ کامیابی نہیں ہوگی۔ بہر حال آپ بہاول پور کے نوجوان نواب کی خدمت میں ایک کتاب عمدہ جلد کرا کر بطور ہدیہ ارسال کریں۔ میں بھی کوشش کروں گا کہ ان کی توجہ کتاب کی طرف مبذول ہو جائے۔ اس کے علاوہ آپ سر راس مسعود صاحب کو بھی بھوپال لکھیے۔ نواب صاحب بھوپال بھی اہل علم کے قدر دان ہیں۔[۵]

۵ر جنوری کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں لکھا کہ شانوں کے درمیان رات کو درد ہونے لگا ہے جس سے نیند میں خلل واقع ہوتا ہے...... جاوید کی والدہ کے لیے تیل اب تک موصول نہیں ہوا...... میں اس ماہ کے آخر میں بھوپال چلا جاؤں گا۔[۶]

۶؍جنوری کو نیازی صاحب کا خط موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں جواب دے دیا۔[۷]

۶؍جنوری کو لاہور کے رسالہ تصویر میں اقبال کی تحریر کردہ فلمی کہانی کا اشتہار شائع ہوا۔ وہ کچھ یوں تھا۔ ''ایشیا ٹک مووی ٹون لمیٹڈ، لاہور کا پہلا بہترین شاہکار...... افغان شہزادہ یا ترکی خون جس کی کہانی ایشیا کے مایہ ناز شاعر علامہ سر محمد اقبال کے جنبش قلم کا نتیجہ ہے۔ مکالمے خواجہ حسن نظامی نے لکھے ہیں۔ ڈائریکٹر شاہ جی آغا، ایشیا ٹک مووی ٹون لمیٹڈ، بیڈن روڈ، لاہور''[۸]

انھی دنوں اقبال کا اردو مجموعہ کلام بال جبریل شائع ہو کر مارکیٹ میں آ گیا۔ یہ مجموعہ دس ہزار کی تعداد میں چھپا تھا۔[۹]

۹؍جنوری کے مکتوب میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو اس امر کی اطلاع دی۔ اسی خط میں حکیم صاحب کے نام یہ پیغام بھجوایا کہ جاوید کی والدہ کے پاؤں پر کسی قدر ورم ہے۔ کسی قدر خشک بواسیر بھی ہے...... نیز لکھا کہ میں غالباً ۲۹؍جنوری کو بھوپال جاؤں گا۔[۱۰]

۱۲؍جنوری کے خط میں آپ نے سید نذیر نیازی کو تیل ملنے کی اطلاع دی۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ دو چار روز تک بال جبریل آپ کی خدمت میں ارسال کر دی جائے گی۔[۱۱]

انھی دنوں اقبال کو نقرس کی شکایت ہو گئی۔

۱۷؍جنوری کو سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نمائندہ اقبال سے ملنے آیا اور خالدہ ادیب خانم کے پہلے لیکچر پر تبصرہ لینا چاہا۔ آپ نے اس کے سوالات کے جوابات دے دیے۔ ۱۷؍جنوری کے خط میں اقبال نے نیازی صاحب کو مطلع کیا کہ والدہ جاوید کو خونی بواسیر کی شکایت ہو گئی ہے۔[۱۲]

اسی روز آپ نے قاضی تلمذ حسین کو تحریر فرمایا کہ وہ اپنی کتاب نواب صاحب بہاول پور کو جلد ارسال کر دیں۔[۱۳]

حکیم نابینا کے علاج سے والدہ جاوید کی بواسیر دور ہو گئی۔[۱۴]

۲۲؍جنوری کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں خالدہ ادیب خانم کے خیالات پر اقبال کا تبصرہ شائع ہوا۔[۱۵]

۲۶؍جنوری کے خط میں آپ نے سید نذیر نیازی کو بھوپال جانے کے اپنے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ میں ۲۹؍جنوری کی شام روانہ ہو کر ۳۰ کی صبح دہلی پہنچوں گا۔ میں وہاں افغان قونصل خانے میں قیام کروں گا۔[۱۶]

سیالکوٹ سے اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد لاہور پہنچ گئے تاکہ وہ آپ کی غیر موجودگی

میں گھر کی دیکھ بھال کر سکیں۔ [۷۱]

۲۹ر جنوری کی شام اقبال فرنٹیر میل میں سوار ہو کر اگلے روز دہلی پہنچ گئے۔ دہلی میں آپ نے افغان قونصل سردار صلاح الدین سلجوقی کے ہاں قیام فرمایا۔ شام کو ڈاکٹر انصاری کی دعوت پر جامعہ ملیہ تشریف لے گئے اور خالدہ ادیب خانم کے ایک لیکچر کی صدارت فرمائی۔ اسی روز رات کی گاڑی سے آپ بھوپال روانہ ہو گئے۔ آپ کے ساتھ علی بخش بھی سفر کر رہا تھا۔

ریلوے اسٹیشن بھوپال پر دہلی سے آنے والی گاڑی رات کو پہنچتی تھی۔ دہلی سے بھوپال ۴۳۷ میل دور تھا۔ وقت سے پہلے راس مسعود اپنے سیکریٹری، ممنون حسن خان کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ نواب صاحب نے ملٹری سیکریٹری، کرنل اقبال محمد خان کو اپنے نمائندے کے طور پر بھیجا تھا۔ اگرچہ اقبال شاہی مہمان کی حیثیت سے بھوپال نہیں آئے بلکہ اپنے عزیز دوست سر راس مسعود کی خواہش پر بغرض علاج آرہے تھے۔ راس مسعود بڑی بے چینی سے گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔

جب ریل پہنچی تو اقبال افغانی ٹوپی پہنے اور شلوار اور پنجابی کوٹ میں ملبوس گاڑی سے برآمد ہوئے۔ راس مسعود آپ کو دیکھتے ہی تیزی سے بڑھے اور آپ کے منہ کے اتنے بوسے لیے کہ پلیٹ فارم پر کھڑے لوگ حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔ راس مسعود نے پھر اپنے سیکریٹری ممنون حسن خان کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد کرنل اقبال محمد خان آگے بڑھے۔ سلام کرنے کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ نواب صاحب نے سلام کے بعد کہلوایا ہے کہ اگر آپ اور راس مسعود صاحب اجازت دیں، تو شاہی مہمان خانے میں قیام کا انتظام کیا جائے۔ آپ کے وہاں ٹھہرنے سے نواب صاحب کو بے حد خوشی ہوگی۔ علامہ اقبال نے مسکراتے ہوئے نواب صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا: اس وقت اپنے دوست سے ملنے آیا ہوں میں نواب صاحب سے پھر ضرور ملوں گا۔ انھیں میرا سلام اور شکریہ پہنچا دیجیے گا۔ علامہ اقبال کا مختصر سامان راس مسعود موٹر میں رکھوا کر میزبان کے ہمراہ ریاض منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہیں آپ کے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اقبال کو ریاض منزل کے بالائی حصے میں ٹھہرایا گیا۔ ریاض منزل میں بیگم سر راس مسعود نے آپ کا استقبال کیا۔

اگلے روز نواب صاحب سے ملاقات طے تھی۔ سر راس مسعود کے ساتھ اقبال نواب صاحب سے ملنے قصر سلطان میں گئے۔ نواب صاحب بڑے احترام اور محبت سے ملے۔ وہ مہمانوں کو اپنے کمرے میں لے گئے جہاں کافی کا دور چلا۔ نواب صاحب نے اقبال سے صحت

کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بیماری اور علاج کی تفصیل بتائی۔ اس کے بعد نواب صاحب نے ایک انگریزی کتاب *An Interpretation of HolyQuran in the Light of Modern Philosophy* کے متعلق دریافت کیا۔ اقبال نے فرمایا کہ اس کتاب کا خاکہ میرے ذہن میں ہے۔ کچھ تیار بھی کیا ہے، لیکن بعض کتابیں بیرون ملک میں ہیں، میں پہلے انھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے آکسفورڈ اور کیمبرج میں Extension Lecture کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو مطلوبہ کتب دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ نواب صاحب نے کہا کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو گئی، تو ملت اسلامیہ بلکہ ساری دنیا کے لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ نیز آپ نے مجھے جو تحفے دیے ہیں، یہ ان میں سب سے بڑا تحفہ ہوگا۔ اگر میری مدد کی ضرورت ہو، تو جیسا کہ میں نے مسعود سے کہا ہے، میں ہر طرح سے مدد کے لیے تیار ہوں۔

اسی دن محمدیہ ہسپتال میں اقبال کے خصوصی طبی معائنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بھوپال کے چیف میڈیکل آفیسر اور ہسپتال کے نگران، ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن اور ہسپتال کے دوسرے ڈاکٹر صاحبان خان بہادر ڈاکٹر احمد بخش، ڈاکٹر سلطان، ڈاکٹر بوس، ڈاکٹر عبدالباسط، اور حکیم سید ضیاالحسن اور حکیم سلطان محمود جیسے ماہر ڈاکٹروں نے مشاورت کے بعد تین دن تک مسلسل آپ کا طبی معائنہ کیا۔ اس کے بعد بجلی کا باقاعدہ علاج شروع ہو گیا۔ جب دہلی سے سید نذیر نیازی نے بھوپال خط لکھ کر اقبال کی خیریت دریافت کی تو آپ نے ۵رفروری کے خط میں انھیں تحریر فرمایا کہ کھانسی کی شکایت اب نہیں رہی۔ طبی معائنہ کل ختم ہو گیا۔ یہاں کے ڈاکٹر نہایت ہوشیار ہیں اور ہسپتال بھی نہایت عمدہ ہے۔ طبی معائنے سے حکیم صاحب کی بہت سی باتوں کی تائید ہوئی ہے۔ آج گیارہ بجے سے بالائے بنفشی شعاعوں (Ultra Violet Rays) کا غسل شروع ہونا ہے۔

اقبال گو علاج کے سلسلے میں بھوپال آئے ہوئے تھے لیکن آپ نے زندگی کے دوسرے معمولات بالکل ترک نہ کیے۔ [۱۸]

مثال کے طور پر جامعہ ملیہ دہلی کی درخواست پر آپ نے ۵رفروری کو جامعہ کی مالی امداد کے لیے اس اپیل کی پرزور تائید فرمائی جو ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے کی تھی۔ اس دوران سید نذیر نیازی نے آپ کو حکیم صاحب کی دوا بھجوائی۔ آپ نے جس کے ملنے کی اطلاع ۹رفروری کو بذریعہ خط دی۔ [۱۹]

۱۱رفروری کو لاہور سے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کا خط موصول ہوا۔ شیخ صاحب نے اقبال کو مطلع کیا تھا کہ دہلی سے والدہ جاوید کی دوا ابھی تک نہیں ملی۔ [۲۰]

اسی روز اقبال نے نیازی صاحب کو مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ڈاک خانہ سے دریافت کریں، دوا کا پارسل اب تک کیوں نہیں پہنچا۔ اگر ممکن ہو تو اور دوا لے کر جلد ارسال کر دیں۔ یہ خط آپ نے حوالۂ ڈاک کیا ہی تھا کہ ڈاک سے والدہ جاوید کی دوا کا پارسل موصول ہو گیا۔ دراصل لاہور کے ڈاک خانے نے مذکورہ پارسل آپ کو بھوپال کے پتے پر بھجوا دیا تھا۔ آپ نے پھر پارسل لاہور بھیج دیا۔[۲۱]

۱۲؍فروری کو مولانا شفیع صاحب کا خط موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ براہِ کرم ''ز'' سے کہیے کہ میرے ساتھ رابطہ رکھیں۔[۲۲]

۱۳؍فروری کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں اپنی صحت اور علاج کے متعلق انھیں مطلع فرمایا۔[۲۳]

ڈاکٹر عباس علی خان لمعہ نے اپنی ایک تازہ نظم بغرض اصلاح بھوپال بھجوا دی۔ لمعہ صاحب نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ وہ مثنوی مولانا روم سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اقبال نے ۲۰؍ فروری کو جواب میں انھیں تحریر فرمایا کہ آپ کی تازہ نظم پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں...... دنیا ایک بہت اہم مقام ہے۔ اس سے صحیح استفادہ کرنے کے لیے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہیے...... زندہ ہوں لیکن دل مضمحل اور مسرت فنا، اللہ اللہ خیر صلا۔[۲۴]

فروری کے آخر تک پابندی سے علاج جاری رہا۔ اقبال کی صحت و توانائی میں نمایاں مثبت تبدیلی آئی۔ آخر ڈاکٹروں نے آپ کو لاہور جانے کی اجازت دے دی کیوں کہ والدہ جاوید کی بیماری کے باعث آپ بے حد پریشان تھے۔ ۲۷؍فروری کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو اطلاع دی کہ میں ۷ یا ۸؍مارچ کی شام یہاں سے چلوں گا۔ ۸ یا ۹ کو ساڑھے نو بجے دہلی پہنچ جاؤں گا۔ وہاں ایک دو روز قیام کروں گا۔[۲۵]

White Paper کی تجاویز پر غور کرنے اور ہندوستان کا آئندہ دستور بنانے کے متعلق مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (Joint Parliamentary Committee) نے برطانوی ہند اور ریاستوں کے مختلف نمائندوں کے بیانات سنے۔ بعد ازاں مختلف تجاویز پر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی رپورٹ حکومت برطانیہ کو پیش کر دی۔ ماہ فروری میں یہ رپورٹ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کی گئی۔[۲۶]

اقبال نے ۴؍مارچ کے ایک اور خط میں نیازی صاحب کو مطلع فرمایا کہ میں ۷ کی شام یہاں سے چلوں گا۔ ۸ کی صبح دہلی پہنچوں گا۔ ۸ کا دن دہلی گذارنے کے بعد ۹ کی شام کو لاہور روانہ ہو جاؤں گا۔ حکیم صاحب سے ۹ کی صبح ملاقات کا وقت مقرر کریں۔[۲۷]

ریاض منزل میں آپ کے لیے سرراس مسعود نے ایک قیمتی بستر بھجوایا تھا۔لیکن علی بخش نے اسے اٹھا کر اقبال کا وہ معمولی بستر بچھا دیا، جو آپ ساتھ لائے تھے۔ممنون حسن خان کے دریافت کرنے پر علی بخش نے جواب دیا، اقبال ہمیشہ اپنے بستر پر ہی سوتے ہیں۔ بستر کے سرہانے دو کتب مثنوی مولانا روم اور دیوان غالب رکھی گئیں جو آپ کی ہم سفر تھیں۔ پہلی رات کا کھانا آپ نے میزبان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں کھایا۔کھانے کے دوران اقبال نے فرمایا کہ میرا کھانا سادہ ہونا چاہیے۔ نیز یہ کہ میں ڈرائنگ روم میں کھانے کا عادی نہیں۔ اس لیے اگر نہ آسکوں تو بُرا نہ منایئے گا۔ مجھے جس وقت بھوک لگے گی، کھانا کھالوں گا۔ [۲۸]

ریاض منزل بھوپال میں قیام کے دوران اقبال نے یہ نظمیں تخلیق فرمائیں:

سلطانی، تصوف، وحی، مقصود، حکومت، نگاہ اور امید

یہ نظمیں ان آسودہ اور پُرسکون لمحات کی یادگار ہیں، جو اقبال کو ریاض منزل میں میسر آئے۔ [۲۹]

بھوپال میں اقبال کا بیشتر وقت مطالعہ اور فکر شعر میں گذرا۔صبح آپ ہسپتال تشریف لے جاتے۔ دن بھر مطالعہ اور آرام کرتے، شام کو راس مسعود اور ان کی بیگم کے ساتھ سیر تفریح کے لیے نکل جاتے۔

علامہ اقبال بھوپال آتے وقت بال جبریل کے چند نسخے ساتھ لیتے آئے تھے۔آپ نے نواب صاحب بھوپال کی خدمت میں ایک نسخہ پیش کیا۔سرراس مسعود کو دوسرا نسخہ پیش کیا اور کتاب پر اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے۔اس موقع پر بیگم مسعود بھی موجود تھیں۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے آپ سے کہا:

ڈاکٹر صاحب! میں آپ کا کلام اپنے شوہر سے بہتر سمجھتی ہوں لیکن کتاب آپ انھیں عنایت فرما رہے ہیں۔

علامہ صاحب اس فقرے سے بہت محظوظ ہوئے۔انھوں نے دونوں میاں بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ میں اپنا ایک شعر سناتا ہوں۔تم میں سے جو کوئی اس کی زیادہ صحیح تشریح کرے گا، وہی اس کتاب کا مستحق قرار پائے گا۔اس کے بعد آپ نے اپنا یہ شعر پڑھا:

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں، جب وقت قیام آیا

اس شعر کی تشریح راس مسعود کے مقابلے میں بیگم صاحبہ نے بہتر فرمائی۔ چناں چہ اقبال نے بال

جبریل کے سرورق پر راس مسعود کا نام کاٹ کر بیگم راس مسعود لکھا اور کتاب ان کو دے دی۔[۳۰]

راس مسعود کے بارے میں اقبال اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان کا دماغ انگریز لیکن دل سچے مسلمان کا ہے۔

ایک بار راس مسعود نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''اقبال! غنیمت ہے کہ میرا دماغ مسلمان اور دل انگریزی نہیں ہے''۔[۳۱]

جب اقبال بھوپال میں قیام پذیر تھے تو بیگم راس مسعود کے والد، عبدالرشید خان نے اپنے ایک مصاحب عبدالحکیم کو آپ کی دل جوئی کے لیے بھیج دیا۔ عبدالحکیم اپنی ظرافت طبع اور بذلہ سنجی کے سبب ''چرکی'' کے لقب سے مشہور تھا۔ علامہ صاحب اس کی رفاقت سے خاصے مانوس ہو گئے۔ آپ اس کے لطیفوں اور چٹکلوں سے خصوصاً بہت محظوظ ہوتے۔ حتیٰ کہ بھوپال سے رخصت ہوتے وقت آپ نے چرکی کی تعریف فرمائی۔[۳۲]

راس مسعود اور ان کی بیگم کی پُرخلوص میزبانی سے بھی اقبال بڑے متاثر ہوئے۔

اقبال ۷ر مارچ کی شام بھوپال سے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ اگلے روز صبح کے وقت دہلی پہنچ گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر سید نذیر نیازی نے آپ کا استقبال کیا۔ اگلے روز حکیم نابینا سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انھیں بتایا کہ اب صحت بہتر ہے۔ بعدازاں بیگم صاحبہ کی علالت اور دواؤں کے متعلق گفتگو ہوئی۔ رات کو آپ روانہ ہوئے اور ۱۰ر مارچ کی صبح لاہور پہنچ گئے۔[۳۳]

اقبال گھر پہنچے تو سردار بیگم کو شدید علیل پایا۔ وہ پہلے سے زیادہ کمزور ہو چکی تھیں۔ ان کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ گھر کا نظام بھی درہم برہم تھا۔ سردار بیگم کا جگر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس طرف لیٹنا ناممکن ہو چکا تھا۔ شدید کھانسی کے دورے پڑتے تھے۔ پاؤں پر بھی ورم تھا۔[۳۴]

۱۱ر مارچ کو اقبال نے سید نذیر نیازی اور حکیم نابینا کے نام خطوط تحریر فرمائے۔ ان میں سردار بیگم کی بیماری کے متعلق لکھا اور درخواست کی کہ ادویہ بھجوا دیں۔[۳۵]

۱۲ر مارچ کو مولانا انور شاہ کاشمیری کے نام خط میں اقبال نے فرمایا کہ انجمن خدام الدین کے جلسے میں شریک ہونے لاہور آئیں تو ۱۳ر مارچ کی شام میرے ہاں کھانا کھائیے۔ مولوی حبیب الرحمٰن، شبیر احمد عثمانی اور مفتی عزیز الرحمٰن کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آئیے۔[۳۶]

میاں بشیر احمد کو کلکتہ میں ۳۱ر جنوری کے دن بالِ جبریل موصول ہوئی۔ میاں صاحب ماہ مارچ میں لاہور پہنچے تو ۱۵ر مارچ کو اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے پھر اپنی بالِ

جبریل پر علامہ صاحب کے دستخط لیے۔ آپ نے اس پر یہ درج فرمایا۔ محمد اقبال، لاہور، ۱۵/ مارچ ۱۹۳۵ء۔ [۳۷]

محمد حسین قرشی نے مثنوی رومی کے سلسلے میں ایک خط لکھا۔ اقبال نے ۱۹/ مارچ کو انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ مثنوی رومی پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیِ شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے؟ [۳۸]

۲۰/ مارچ کو سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں اقبال نے انھیں والدہ جاوید کی کھانسی کی دوا ارسال کرنے کی یاد دہانی کرائی۔ [۳۹]

اسی روز آپ نے سید راس مسعود کو بھوپال خط لکھ کر مطلع کیا کہ انجمن حمایت اسلام کا اجلاس ۲۱/ اپریل کو ہو رہا ہے۔ اس میں نواب صاحب بھوپال کی شرکت مناسب رہے گی۔ اس سلسلے میں اقبال نے مسعود صاحب کو تار بھی دے دیا۔ [۴۰]

۲۳/ مارچ کو ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ کے نام خط میں اقبال نے اپنی صحت اور خوراک کے متعلق بتایا۔ [۴۱]

۲۷/ مارچ کو بذریعہ خط سید نذیر نیازی کو تحریر فرمایا کہ میری حالت بہتر ہے۔ مگر جاوید کی والدہ روز بروز کمزور اور لاغر ہو رہی ہے۔ سفر کے قابل نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک روز کے لیے حکیم صاحب لاہور تشریف لے آئیں۔ [۴۲]

راس مسعود صاحب نے اقبال کے خط مورخہ ۲۰/ مارچ کا جواب نہ دیا تو آپ نے انھیں ۲۹/ مارچ کو دوبارہ خط لکھا۔ اس میں آپ نے دریافت کیا کہ نواب صاحب بھوپال انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں شرکت کریں گے یا نہیں؟۔ [۴۳]

۳۱/ مارچ کو راس مسعود نے اقبال کے نام جوابی خط میں لکھا کہ بہ تاریخ ۲۵/ مارچ انھوں نے جواب دے دیا تھا۔ شاید وہ خط آپ کو نہیں ملا۔ نواب صاحب غیر متوقع مصروفیات کی وجہ سے اس بار سالانہ جلسے میں شرکت نہیں کر سکتے۔ آئندہ سال شرکت کی توقع ہے۔ [۴۴]

بھوپال میں دوران قیام اقبال نے نواب صاحب سے درخواست کی تھی کہ ریاست کے غیر آباد علاقوں میں مسلمان آباد کر کے انھیں حکومت کی جانب سے آباد کاری کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ یوں ایک تو آبادی میں اضافہ ہوگا، ساتھ ساتھ غیر آباد زمینوں کی کاشت سے پیداوار بڑھے گی اور عوام کی خوش حالی میں اضافہ ہو سکے گا۔ نواب صاحب نے یہ تجویز پسند فرما کر ضروری احکام جاری کر دیے۔ [۴۵]

اقبال نے ۲۹ر مارچ کے اپنے خط میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا تھا۔

حسن عزیز جاوید کلکتہ کے انگریزی اخبار Statesman کے نمائندے کی حیثیت سے بھوپال آئے اور علامہ اقبال سے ملے۔ آبادکاری کی اسکیم پر انھوں نے تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ مسلم ریاستوں میں اگر مسلمانوں کی اکثریت پیدا نہ کی گئی تو آئندہ یہ ریاستیں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ میں نے نواب صاحب کو آمادہ کرلیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو باہر سے بلا کر ریاست میں آباد کرائیں۔ اسی ضمن میں حسن عزیز جاوید نے نواب صاحب سے استفسار کیا تو نواب صاحب نے فرمایا، میری حکومت نے علامہ اقبال کا مشورہ بطیب خاطر قبول کرلیا ہے۔ [۴۶]

راس مسعود اس کوشش میں مصروف تھے کہ بھوپال ریاست کی طرف سے علامہ اقبال کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر ہو جائے تاکہ آپ ذہنی سکون سے قرآن کریم پر عہد حاضر کی روشنی میں نوٹ تیار کرسکیں۔ نواب صاحب بھوپال نے اس سلسلے میں ہر ممکن مدد کا عندیہ بھی ظاہر کیا تھا۔ حتیٰ کہ انھوں نے نواب صاحب بہاول پور کے نام بھی اس سلسلے میں ایک خط لکھا۔ [۴۷]

اقبال کی استدعا کے باوجود حکیم نابینا صاحب بیگم صاحبہ کو دیکھنے لاہور نہ آسکے۔

۲۱ر مارچ کو خواجہ عبدالحمید اقبال سے ملاقات کرنے آئے۔ انھوں نے دوران گفتگو علامہ صاحب سے ادب لطیف کی تعریف پوچھی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ آرٹ کے متعلق دو نظریے رائج ہیں۔ اول یہ کہ آرٹ کا مقصد انسان میں محض حسن کا احساس پیدا کرنا ہے۔ دوم یہ کہ آرٹ انسانی زندگی بہتر بناتا ہے۔ اس ملاقات میں اقبال نے حکومت کے فرائض اور اسلام اور تہذیب حاضرہ پر بھی اظہار خیال فرمایا۔ آرٹ کے مضر اثرات کے متعلق آپ نے فرمایا کہ بعض قسم کا آرٹ قوموں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی تباہی میں ان کی موسیقی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ [۴۸]

اپریل کے ابتدائی دنوں میں نواب صاحب بھوپال نے بوجوہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے چانسلر کی حیثیت سے استعفیٰ دے دیا۔ [۴۹]

۱۱ر اپریل کو سید نذیر نیازی اقبال سے ملاقات کرنے آئے۔ اس موقع پر راجا حسن اختر، چودھری محمد حسین اور سید سلامت اللہ بھی موجود تھے۔ نذیر نیازی اردو رسالے کے نام کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرتے رہے۔ آپ کی طلوع اسلام کی مناسبت سے طلوع اسلام ہی رسالہ کا نام قرار پایا۔ [۵۰]

۱۲ر اپریل کو چار بجے سہ پہر محمد حسین قرشی اقبال سے ملنے آئے۔ انھوں نے قرآن پاک کی

چند آیات کی وضاحت دریافت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت اور رفع سماوی کا ذکر بھی ہوا۔ قریشی صاحب کے ساتھ ایک خوش گلو رفیق بھی آیا تھا۔ اس نے بالِ جبریل میں سے چند غزلیں ترنم سے پڑھ کر آپ کو سنائیں۔ [۵۱]

۱۴؍اپریل کو محمد حسین قریشی دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بار ان کے ساتھ حکیم طالب علی تھے۔ اس موقع پر اقبال کے ہاں ان سے بیگم سروجنی نائیڈو اور میاں بشیر احمد ہمایوں موجود تھے۔ ان سے اقبال انگریزی میں بات چیت فرما رہے تھے۔ سروجنی کو رخصت کرنے کے لیے آپ اٹھ کر کوٹھی کے برآمدے تک آئے۔ اس کے بعد عبداللہ یوسف علی اور بعض دیگر اکابر آ گئے۔ حکیم طالب علی کے ایک سوال پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزات سے بھری زندگی، ولادت اور وفات کے متعلق تفصیل سے اظہارِ خیال فرمایا۔ [۵۲]

مس فارقوہرسن نے سید راس مسعود کے لیے ایک خط اقبال کو ارسال کیا۔ اس سلسلے میں ۱۴؍اپریل کو آپ نے راس مسعود کے نام دوبارہ یاددہانی کا خط لکھا اور فرمایا کہ مس فارقوہرسن کا خط آپ کو مل گیا ہوگا۔ بہ تاریخ ۱۶؍اپریل یہ خط راس مسعود کو موصول ہوا۔ اسی روز راس مسعود نے اقبال کو جواب میں تحریر کیا کہ مس فارقوہرسن کے کاغذات مل گئے ہیں۔ میں توجہ کے ساتھ ان کا مطالعہ کروں گا۔ مسعود نے مذکورہ خط میں آپ سے یہ دریافت کیا کہ اپنا علاج جاری رکھنے کے لیے کب واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یعنی کب بھوپال آئیں گے؟ [۵۳]

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے اقبال کو اپنی ایک کتاب ارسال فرمائی۔ آپ نے ۲۳؍اپریل کے خط میں کتاب ملنے کی انھیں اطلاع دی اور لکھا کہ اسے میں نے مفید پایا ہے۔ آپ کی تصانیف اردو لٹریچر میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ [۵۴]

۲۶؍اپریل کو اقبال نے راس مسعود کے نام مکتوب میں لکھا کہ میں ان شاءاللہ مئی کے آخری ہفتے بھوپال آسکوں گا...... میری بیوی گزشتہ دس سال سے بیمار ہے...... ہم لوگ وسط مئی تک نئے مکان میں چلے جائیں گے...... آپ نے میرے متعلق جس دلچسپی کا اظہار فرمایا، اس پر میں آپ کا ممنون ہوں۔ میرے لیے ممکن ہوسکتا ہے کہ میں عہدِ حاضر کی روشنی میں قرآن کریم کے اپنے وہ نوٹ تیار کرلوں جو عرصے سے زیرِ غور ہیں۔ [۵۵]

اردو کے مشہور ڈرامہ نگار آغا حشر ۲۸؍اپریل کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ ان کے چاہنے والوں نے ۳۰؍اپریل کو آل انڈیا حشر ڈے منانے کی اپیل کی۔ اقبال نے بھی اپیل پر دستخط کیے تھے۔ [۵۶]

اپریل کے آخری ہفتے سردار بیگم کی ٹانگ پر ایک پھوڑا نکل آیا۔ یکم مئی کو اس کا اپریشن ہوا۔ اس کے بعد دوسرے روز ہی ان کا بخار کم ہو گیا، لیکن دوسرے عوارض ویسے ہی رہے۔ کمزوری اور ناتوانی بہت تھی۔ بعدازاں معدہ میں پانی بھر گیا۔ [۵۷]

۲رمئی کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں بیگم کی بیماری کے متعلق لکھا۔ مزید براں کتاب کی اشاعت اور اس کی فروخت پر دی جانے والی کمیشن کی وضاحت فرمائی۔ [۵۸]

۲رمئی ہی کو اقبال نے راس مسعود کے نام مکتوب میں بیگم کے آپریشن کا حال لکھا۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں مئی کے آخر میں آپ دونوں کے پاس پہنچ جاؤں گا...... کاش نواب صاحب بھوپال اپنے استعفیٰ پر دوبارہ غور فرما سکتے...... اگر اعلیٰ حضرت رضا مند نہ ہوں تو پھر کیا آپ کی رائے میں نواب صاحب بہاول پور اس منصب (چانسلر، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی) کے لیے موزوں ہوں گے؟ [۵۹]

۶رمئی بروز پیر کو عبدالرشید طارق آپ سے ملاقات کرنے آئے۔ دوران گفتگو اقبال نے ان کو قادیانیوں پر اپنا ایک بیان لکھوایا۔ [۶۰]

اقبال کے خط مورخہ ۲رمئی کا جواب راس مسعود نے بہ تاریخ ۹رمئی دیا۔ انھوں نے لکھا نواب صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ آپ کو بڑی خوشی سے اپنا مہمان بنائیں گے۔ فی الوقت وہ بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی واپسی پر مجھے معلوم ہو سکے گا کہ آپ کا معاملہ کس مرحلے میں ہے۔ [۶۱]

ہندو فلسفی اور بنگال کے شاعر رابندر ناتھ ٹیگور ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ جاگیردار ٹوگڈہ پور کے دوست تھے۔ ٹیگور مئی کے پہلے ہفتے اپنے کسی کام سے لاہور آئے۔ لمعہ صاحب کی ایما پر ہی علامہ اقبال سے ملنے آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوئے۔ مگر آپ لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے، اس لیے ملاقات نہ ہو سکی۔ [۶۲]

ڈاکٹر محمد عباس لمعہ نے اقبال کو اپنے افسانوں کا مجموعہ اور فارسی مثنوی کا ابتدائی حصہ رائے کے لیے بھجوایا۔ اقبال نے انھیں ۱۱رمئی کے خط میں تحریر فرمایا کہ آپ کے افسانے نہایت دل کش اور مؤثر ہیں۔ مثنوی کا آغاز اچھا ہے، خدا کرے اختتام بھی اچھا ہو...... لندن کا سفر ملتوی کرنے کا ارادہ ہے...... آپ کی ایما پر ٹیگور میری مزاج پرسی کے لیے لاہور آئے تھے۔ مگر میں لاہور میں موجود نہیں تھا، اس لیے ملاقات نہیں ہو سکی۔ [۶۳]

۱۲رمئی کو اقبال نے سر راس مسعود کے نام خط میں اپنی دلی خواہش کا اظہار یوں فرمایا:

میری خواہش ہے کہ اعلیٰ حضرت (نواب بھوپال) مجھے اپنی ریاست سے میری پنشن منظور کر دیں

تاکہ میں اس قابل ہو جاؤں، قرآن پر اپنی کتاب لکھ سکوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک بے نظیر کتاب اور جدید اسلام کے لیے بہت بڑی خدمت ہوگی۔ میں شیخی نہیں بگھار رہا جب یہ کہتا ہوں کہ آج دنیائے اسلام میں، میں ہی وہ واحد شخص ہوں جو اس کام کو کر سکتا ہوں۔ [۶۴]

کلکتہ کے اخبار *Statesman* کے ۱۴؍مئی میں اسلام اور قادیانیت پر اقبال کا ایک انگریزی مضمون Qadianism and Orthodox Muslims کے نام سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں آپ نے اکبرالہ آبادی کے ایک شعر کا بھی حوالہ دیا جو یہ تھا: گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ: انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ۔ [۶۵]

۱۷؍مئی کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں بیگم صاحبہ کو لاحق امراض کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد لکھا کہ حکیم صاحب کی خدمت میں خصوصاً حاضر ہو کر یہ حالات عرض کریں اور پوچھیں ان کا کیا مشورہ ہے؟ آپ نے یہ خط لیٹر بکس میں ڈالا تو اسی روز بعد نیازی صاحب کا خط موصول ہو گیا۔ انھوں نے دکن ٹائمز میں علامہ صاحب کے شائع شدہ ایک مضمون کا ذکر کیا جو احراری قادیانی تنازع کے بارے میں تھا۔ اقبال نے انھیں دوسرا خط لکھ کر مطلع کیا کہ یہ مضمون قریباً تمام انگریزی اخباروں میں شائع ہو چکا ہے۔ مزید برآں اردو اخباروں میں اس کا ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ اسی خط میں اقبال نے مزید لکھا کہ بہتر ہے، حکیم صاحب لاہور تشریف لے آئیں کیونکہ حکیم صاحب کو نبض دکھانے کے بعد ہی والدہ جاوید کو اطمینان نصیب ہوگا۔ [۶۶]

''انڈیا بل'' کی خامیوں کے متعلق آپ نے دیگر مسلم رہنماؤں کے ساتھ مل کر ۱۸؍مئی کو ایک بیان اخبارات میں شائع کرایا۔ [۶۷]

میکلوڈ روڈ پر اقبال کی کوٹھی کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اس کی زمین ۲۴ ہزار روپے میں خریدی گئی تھی۔ کوٹھی کی تعمیر پر تقریباً ۲۹ ہزار روپے خرچ آیا۔ فرنیچر وغیرہ بھی نیا خریدا گیا۔ ۲۰؍مئی کو اقبال اہل خانہ کے ساتھ نئی کوٹھی میں منتقل ہو گئے۔ سردار بیگم چوں کہ شدید بیمار تھیں، اس لیے انھیں کار میں چارپائی پر لیٹے کمرے کے اندر پہنچا دیا گیا۔ [۶۸]

حکیم نابینا صاحب نے سید نذیر نیازی کے ذریعے ادویات لاہور بھجوا دیں۔ اقبال نے ۲۱؍مئی کے اپنے خط میں نیازی صاحب کے ذریعے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ [۶۹]

علامہ اقبال کی کوٹھی سردار بیگم اور آپ کے نام تھی۔ سردار بیگم کی روز بروز بگڑتی حالت دیکھتے ہوئے آپ نے کوٹھی اپنے بیٹے، جاوید اقبال کے نام منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۲۱؍مئی کو آپ

ضروری کاغذات لیے سردار بیگم کے کمرے میں آئے اور ان سے کہا ''جاوید منزل'' جاوید کے نام ہبہ کردو۔ مگر سردار بیگم رضامند نہ ہوئیں، کہنے لگیں کہ مجھے کیا معلوم، یہ لڑکا بڑا ہو کر کیسا نکلے گا۔ میں جلد صحت یاب ہو جاؤں گی، آپ فکر نہ کریں۔ یہ سن کر اقبال نے انھیں آگاہ کیا کہ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر سردار بیگم نے خاموشی سے ہبہ نامہ پر دستخط کر دیے۔ اس طرح کوٹھی جاوید اقبال کے نام منتقل ہو گئی۔ [۷۰]

اس کے بعد اقبال نے ایک کرایہ نامہ بھی تیار کرایا۔ اس کی رو سے آپ جاوید کے کرائے دار کی حیثیت سے کوٹھی میں رہنے لگے۔

لاہور شہر کے مسلم اکابرین نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو پوری دنیا میں یوم النبیؐ مذہبی احترام سے منائیں۔ اس اپیل پر اقبال نے بھی ۲۲؍مئی کو دستخط فرمائے۔ [۷۱]

راس مسعود نے ۲۰؍مئی کو اقبال کے نام خط میں تحریر کیا کہ نواب صاحب بھوپال آپ کے باآسائش قیام کا مناسب بندوبست فرمائیں گے۔ برائے مہربانی مجھے اپنی متوقع آمد کی صحیح تاریخ سے مطلع کیجیے۔ یہ خط اقبال کو ۲۳؍مئی کو موصول ہوا۔ [۷۲]

آپ نے اسی دن انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ میری بیوی خطرناک حد تک بیمار ہے۔ شاید اس کے آخری لمحات آ پہنچے ہیں۔ لہٰذا میرے لیے لاہور سے باہر جانا ممکن نہیں۔ میں آپ کو بعد میں اطلاع دے سکوں گا۔ یہ خط اقبال نے ابھی سپرد ڈاک نہیں کیا تھا کہ دن کے پچھلے پہر ساڑھے پانچ بجے آپ کی رفیقۂ حیات، سردار بیگم دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ اس لیے مذکورہ خط کے آخر میں آپ نے لکھ دیا ''ساڑھے پانچ بجے میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔'' یہ خط اقبال نے اس وقت لکھا تھا جب سردار بیگم پر صبح ہی سے غشی طاری تھی۔ ایک دفعہ جاوید ان کے پاس گیا، ان کے حلق میں شہد ٹپکایا اور روتے ہوئے کہا ''اماں جان! میری طرف دیکھو''۔ انھوں نے لمحہ بھر کے لیے آنکھیں کھولیں، بیٹے کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اسی حالت میں انھوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہہ دیا۔

جب مرحومہ کی تجہیز و تدفین کی تیاریاں ہونے لگیں تو جاوید اپنی چھوٹی بہن منیرہ کا ہاتھ پکڑے اپنے والد اقبال کے کمرے کی طرف گیا۔ وہ حسب معمول اپنی چارپائی پر نیم دراز تھے۔ دونوں دروازے تک پہنچ کر ٹھٹھک سے گئے۔ انھیں روتے کھڑا دیکھ کر اقبال نے انگلی کے

اشارے سے دونوں کو قریب بلا لیا۔ ایک پہلو میں جاوید اور دوسرے میں منیرہ کو بٹھایا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ پیار سے دونوں کے کندھوں پر رکھ کر قدرے کرختگی سے بیٹے سے کہا ''تمھیں یوں نہیں رونا چاہیے۔ تم تو مرد ہو اور مرد رویا نہیں کرتے۔'' اس کے بعد اپنی زندگی میں پہلی بار اقبال نے جاوید اور منیرہ کی پیشانیوں کو باری باری چوما۔[۴۳]

اس دوران عبدالرشید طارق اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسم آپ سے ملنے آئے۔ شام کے چھ بج چکے تھے۔ سردار بیگم ابھی ابھی وفات پا گئی تھیں۔ علامہ صاحب تنہا ہی تھے۔ تھوڑی دیر بعد مرزا جلال الدین بھی آ گئے، ان سے تجہیز و تکفین کے سلسلے میں مشورہ ہوا۔ خواجہ عبدالوحید آئے اور افسوس کرنے لگے۔[۴۴]

سردار بیگم کو جاوید منزل کے قریب بی بی پاک دامناں قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اقبال، جاوید، علی بخش اور چند احباب جنازے میں شریک تھے۔ مرحومہ کو دفناتے وقت اقبال انتہائی پریشانی کے عالم میں قریب ہی ایک پختہ مقبرے کے تھڑے پر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھے رہے۔[۴۵]

اگلے روز یعنی ۲۴ مئی کو سیالکوٹ سے رشتہ دار تعزیت کرنے لاہور آئے۔

۲۴ مئی کو ہی اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں لکھا کہ والدہ جاوید انتقال کر گئی ہیں، اب ان کے آلام و مصائب کا خاتمہ ہو گیا...... اب میں بھوپال نہ جا سکوں گا...... پہلے بچوں کے لیے کوئی معقول انتظام ہو جائے۔[۴۶]

دہلی سے سید نذیر نیازی نے آپ کو تعزیت کا تار بھیجا۔ جامعہ ملیہ کی طرف سے بھی تعزیت کی گئی۔[۴۷]

بیگم کی وفات کے بعد اقبال مایوسی کے عالم میں زندگی کے دن گزارنے لگے۔ بچے ابھی چھوٹے تھے، اس لیے آپ کو ان کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ قانونی پریکٹس کئی ماہ سے بند تھی۔ گھر میں تنخواہ لینے والے نوکر تھے۔ جمع کی ہوئی پونجی کوٹھی کی تعمیر میں صرف ہو چکی تھی اور اب آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اقبال نے انتہائی مایوسی کے عالم میں ۳۰ مئی کو سید راس مسعود کے نام خط میں لکھا کہ چراغ سحر ہوں، بجھا چاہتا ہوں۔ تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکار قلم بند کر جاؤں۔ جو تھوڑی سی ہمت و طاقت ابھی مجھ میں ہے، اسے اسی خدمت کے لیے وقف کر دینا چاہتا ہوں۔

یہ خط آپ نے ڈاک میں ڈالا ہی تھا کہ راس مسعود صاحب کا ایک خط موصول ہوا۔ اس میں انھوں نے اطلاع دی تھی کہ نواب صاحب نے پانچ سو روپے ماہوار تاحیات وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

اسی وقت اقبال نے انھیں شکریے کا خط لکھا اور تحریر فرمایا، آپ کا والا نامہ ابھی ملا۔ میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں۔ انھوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی ہے جب کہ میں چاروں طرف سے آلام و مصائب میں محصور تھا۔ میں خود حاضر ہو کر شکریہ ادا کروں گا۔ میری درخواست صرف اس قدر ہے کہ سرکار عالی اپنے ہاتھ سے بھی اسی مضمون کا ایک خط مجھے لکھ دیں، جو آپ نے مجھے بھجوایا ہے۔ یہ خط میری اولاد میں بطور یادگار رہے گا اور وہ اس پر فخر کریں گے۔[۷۸]

۳۰رمئی ہی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل نے اپنے اجلاس میں اقبال کی بیگم کی وفات پر قرارداد تعزیت منظور کی۔ ارکان انجمن نے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت پڑھی اور پس ماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔[۷۹]

اس دوران جاوید کو عبدالرشید طارق کوٹھی پر آ کر روزانہ پڑھانے لگے۔[۸۰]

یکم جون کو سید نذیر نیازی کے نام خط میں اقبال نے انھیں اطلاع دی کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب نے میری تاحیات پنشن پانچ سو روپے مقرر کر دی ہے۔ ادائیگی کے سلسلے میں یہ حکم ہوا کہ جولائی کے پہلے ہفتے سے یہ پنشن ادا کی جائے۔[۸۱]

۱۴رجون کو افغانستان کے حکمران ظاہر شاہ کا تعزیتی تار اقبال کے نام موصول ہوا۔

۱۵رجون کو افغان قونصل جنرل، سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰ حضرت (نواب صاحب بھوپال) کا زبانی پیغام لائے جو بڑا حوصلہ افزا اور دل خوش کن ہے۔ اسی تاریخ کو لندن سے لارڈ لوتھین کا خط موصول ہوا۔ اس میں انھوں نے اقبال سے دریافت کیا تھا کہ رہوڈز لیکچرز دینے کب تشریف لائیں گے؟[۸۲]

۱۰رجون کے اخبار *Statesman* میں اقبال کا ایک انگریزی خط ایڈیٹر کے نام شائع ہوا۔[۸۳]

۱۵رجون کو آپ نے سید راس مسعود کے نام مکتوب میں ظاہر شاہ کے تعزیتی تار، صلاح الدین سلجوقی کے دل خوش کن پیغام اور لارڈ لوتھین کے استفسار کا ذکر فرمایا۔ لارڈ صاحب کے خط کے سلسلے میں مسعود صاحب کو لکھا کہ اب بچوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں؟ ان کی ماں وصیت کر گئی ہے کہ ان بچوں کو اپنے سے ایک دن کے لیے بھی جدا نہ کرنا۔[۸۴]

ریاست بھوپال کے نواب حمید اللہ خان نے علامہ اقبال کے لیے پانچ سو روپے ماہوار تاعمر مقرر کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں سر راس مسعود نے ۱۸رجون کو رفیع القدر ضیاء العلوم، مفتی محمد انوار الحق، سیکریٹری فنانس بھوپال کو منظوری کی اطلاع دی۔ یہ وظیفہ یکم جون ۱۹۳۵ء سے اقبال کو دیا جانا منظور

ہوا۔ سر راس نے یہ ہدایت جاری فرمائی کہ جولائی کے پہلے ہفتے میں وظیفہ ادا کر دیا جائے۔[۸۴-A]

۲۱ / جون کو اقبال نے ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ کے نام خط میں تحریر کیا کہ آپ کی نظم و نثر کی بیاض محفوظ ہے۔ کہیں کہیں درست کرنے کی ضرورت پڑی۔ آپ کی طبیعت شاعری کے لیے مناسب ہے۔ چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی لکھیے۔ آپ کی نثر بھی دلچسپ ہوتی ہے۔[۸۵]

رسالہ *Islam* کے شمارہ: ۲۲ / جون میں اقبال کا ایک انگریزی مضمون شائع ہوا اس کا نام یہ تھا:[۸۶]

Jewish Integrity Under Roman Rule

اقبال کی خواہش پر نواب صاحب بھوپال نے اپنے ہاتھ سے تاحیات پنشن عطا کرنے کا خط آپ کو ارسال فرمادیا۔ ۲۴ / جون کے خط میں آپ نے سید راس مسعود کو یہ فرمان موصول ہونے کی اطلاع دی۔ اس خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا والا نامہ میں نے سادہ اور خوب صورت فریم میں لگوا دیا ہے...... میں ان شاء اللہ وسط جولائی تک بھوپال پہنچ جاؤں گا۔ جاوید اور علی بخش بھی ساتھ ہوں گے۔[۸۷]

ضرار احمد کاظمی اقبال کا کلام مصوری کے ساتھ شائع کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اقبال نے خط کے جواب میں انھیں ۲۵ / جون کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ میں جب تک آپ کی مصوری کا نمونہ نہ دیکھ لوں، کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا...... شکوہ اور جواب شکوہ کو علیحدہ طور پر شائع کرنے کے حقوق دس سال کے لیے ایک مقامی کمپنی کے نام کر چکا ہوں...... میری کتب میں سے صرف جاوید نامہ ایسی کتاب ہے جس پر مصور طبع آزمائی کرے تو دنیا میں نام پیدا کر سکتا ہے۔[۸۸]

مسجد شہید گنج، عہد شاہ جہاں میں لاہور کے کوتوال، عبداللہ نے تعمیر کرائی تھی۔ لاہور کے مغل صوبیدار، نواب معین کے ہاتھوں اس مسجد کے قریب ایک سکھ بزرگ تارو سنگھ مارا گیا۔ سکھوں نے اس کی یاد میں وہاں ایک سمادھ تعمیر کی اور اس کا نام شہید گنج رکھ دیا۔ سکھ دور میں سمادھ کے قرب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکھوں نے مسجد پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب وہ طویل عرصے سے مسجد پر قابض چلے آرہے تھے۔

سکھوں نے عیاری یہ کی کہ مسجد کے متولی سے ایک ایسی تحریر لکھوالی جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے مسجد کو خانگی جائیداد کی حیثیت سے بیع کر دیا ہے۔ انگریزی دور حکومت میں بھی مسجد پر سکھوں کا قبضہ برقرار رہا۔ مارچ ۱۹۳۵ء میں حکومت نے یہ مسجد گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے سپرد کر دی جو ۱۹۲۴ء کے گوردوارہ ایکٹ کی رو سے سکھوں کے تمام اوقاف کی قانونی مالک ہو گئی تھی۔ کمیٹی نے سمادھ کی شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کیا تو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ مسجد کو بھی شہید کر دیا جائے گا۔ چنانچہ

لاہور میں سکھ مسلم کشیدگی بڑھتی گئی۔ ماہ جون میں سکھوں نے باہر سے جتھے منگوا لیے تاکہ مسلمانوں کے مقابلے میں کمزور نہ پڑیں۔[۸۹]

سردار بیگم مرحومہ کے سنگ مزار پر حاجی دین محمد کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہوا اقبال کا درج ذیل قطعۂ تاریخ نصب کیا گیا:

راہی سوئے فردوس ہوئی مادرِ جاوید
لالے کا خیاباں ہے مرا سینۂ پُرداغ
ہے موت سے مومن کی نگہ روشن بیدار
اقبال نے تاریخ کہی سرمۂ مازاغ[۹۰]

۱۳۵۴ھ

رسالہ معارف نے شمارہ جون میں آپ کے مجموعہ کلام بالِ جبریل کی اشاعت کی خبر شائع کرتے ہوئے اس پر تبصرہ بھی کیا۔[۹۱]

۲ر جولائی کو اقبال کے نام راس مسعود کا تار ملا جس میں درج تھا کہ اب ان کی اہلیہ کی طبیعت ٹھیک ہے۔ اسی روز آپ نے مسعود صاحب کو جواب میں لکھا کہ گزشتہ رات بھی میں دیر تک ان کی صحت یابی کے لیے دعا کرتا رہا ہوں۔[۹۲]

جب گورنمنٹ آف انڈیا بل شائع ہوا تو پتا لگا کہ اس میں فرقہ وار اعلان کو بعینہٖ شامل نہیں کیا گیا۔ اب مسلمان یہ فروگزاشت درست کرانے کے لیے جدوجہد کرنے لگے۔ علامہ محمد اقبال نے ۳ر جولائی کو اس سلسلے میں سیٹھ عبداللہ ہارون اور مولانا شفیع داؤدی کے ساتھ ایک بیان دیا۔[۹۳]

بعد ازاں مسلمانوں کا ایک وفد پنجاب کے انگریز گورنر سر رابرٹ ایمرسن سے ملا اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ ابھی بات چیت جاری تھی کہ پولیس اور فوج کے پہرے میں ۴ر جولائی کی رات سے سکھ مسجد کو شہید کرنے لگے۔ اس خبر پر پورے شہر میں کشیدگی پھیل گئی۔[۹۴]

۴ر جولائی کو خواجہ عبدالوحید اقبال سے ملاقات کرنے آئے۔ اس موقع پر تاج الدین اپنے دو دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تاج الدین اور ان کے دوست چلے گئے تو خواجہ صاحب علامہ صاحب سے باتیں کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد چودھری محمد حسین آ گئے۔ علامہ صاحب فلسفیانہ موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے نبوت پر عمومی اور نبوت محمدیہ پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی مجوزہ کتاب تمہید القرآن پر روشنی ڈالیں گے۔[۹۵]

۵ر جولائی کو اقبال نے سید نذیر نیازی کو خط کے ذریعے مطلع کیا کہ اب جو میں نے دوا استعمال کی ہے، وہ حکیم صاحب کی تمام پہلی ادویہ سے بہتر ہے...... میری صحت بہت اچھی ہے۔ گلے پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔[۹۶]

ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ نے اپنی انگریزی نظموں کا مجموعہ اقبال کی خدمت میں روانہ کیا۔ نیز رابندر ناتھ ٹیگور کے وہ خطوط بھی جو عباس علی خان کے نام تھے۔ علاوہ ازیں عباس صاحب نے آپ کو نواب عزیز یار جنگ بہادر کے کلام کا مجموعہ ارمغان عزیز بھی بطور تحفہ ارسال کیا۔ اقبال نے ۷ر جولائی کے خط میں ان کا شکریہ ادا فرمایا اور لکھا کہ نواب عزیز یار جنگ بہادر کی ہستی حیدر آباد کے لیے مایہ ناز حیثیت رکھتی ہے۔[۹۷]

چوں کہ لیڈی سید راس مسعود صحت یاب ہو گئی تھیں اور مسعود صاحب کی جانب سے بار بار بلاوا آ رہا تھا لہٰذا اقبال بھوپال جانے کی تیاری کرنے لگے۔ سید نذیر نیازی آپ کو اطلاع دی تھی کہ وہ لاہور آ رہے ہیں لیکن نہ آئے۔ ۱۱ر جولائی کو آپ نے نیازی صاحب کے نام خط میں لکھا کہ میں دو چار روز تک بھوپال جا رہا ہوں۔ قریباً ڈیڑھ ماہ وہاں ٹھہروں گا۔ آپ دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر مجھ سے ملاقات کر لیں میں غالباً ۱۵ر جولائی تک یہاں سے چلوں گا۔[۹۸]

دو روز بعد اقبال نے بذریعہ خط انھیں اپنی روانگی سے مطلع فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میں یہاں سے ۱۵ر جولائی کی شام بروز سوموار روانہ ہو کر ۱۶ کی صبح دہلی پہنچوں گا۔ دہلی میں دن بھر قیام رہے گا تا کہ جاوید شہر دیکھ سکے۔ مجھ سے ریلوے اسٹیشن پر ملیے۔ بھوپال کی گاڑی میں جو وہاں سے شام کو چلے گی، میرے لیے سیکنڈ کلاس کی دو نشستیں مخصوص کرا لیجیے۔[۹۹]

۱۴ر جولائی کو باغ بیرون موچی دروازہ مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں مولانا ظفر علی خان اور دوسرے مسلم رہنماؤں نے خطاب کیا اور تحریک سول نافرمانی چلانے کا اعلان کر دیا۔ تاہم مجلس احرار نے تعاون سے انکار کیا۔ خرابی صحت کی وجہ سے اقبال اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔[۱۰۰]

۱۵ر جولائی کی شام اقبال فرنٹیر میل میں سوار ہو گئے۔ جاوید اور علی بخش ہم سفر تھے۔[۱۰۱] ۱۶ر جولائی کی صبح دہلی پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن پر سید نذیر نیازی اور چند دیگر معتقدین نے استقبال کیا۔ علامہ صاحب نے اپنے بیٹے جاوید کو ساتھ لیا اور دہلی کی سیر کرائی۔ نیازی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ یہ قافلہ پہلے لال قلعہ پہنچا۔ پھر نظام الدین اولیا کے مزار پر گئے۔ فاتحہ پڑھی اور قریب ہی مرزا غالب کا مزار دیکھا۔ بعد ازاں ہمایوں کا مقبرہ دیکھا اور بالآخر دہلی سے ہوتے ہوئے قطب

مینار پہنچے۔ جاوید نے مینار پر چڑھنے کی خواہش ظاہر کی اور اقبال کو بھی ساتھ آنے کا کہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ، میں اتنی بلندی پر نہیں چڑھ سکتا۔ اور جب اوپر پہنچو، تو نیچے مت دیکھنا، کہیں دہشت سے گر نہ پڑو۔ اقبال اسی روز شام کی گاڑی سے بھوپال روانہ ہو گئے۔ ١٧ر جولائی کو بھوپال پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن بھوپال پر راس مسعود، شعیب قریشی، نواب صاحب کے ندیم خاص، ممنون حسن خان (پرائیویٹ سیکریٹری راس مسعود) اور کئی عقیدت مندوں نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ آپ کو سرکاری مہمان خانے شیش محل میں ٹھہرایا گیا۔

اگلے دن سے آپ کا علاج شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر باسط اقبال کے معالج خاص تھے۔ آپ کے گلے کا علاج برقی شعاؤں سے کیا جانے لگا۔ ڈاکٹر باسط کی رہائش گاہ شیش محل کے مقابل تھی۔ اس لیے جاوید ڈاکٹر باسط کے بچوں کے ساتھ کھیلنے چلے جاتے۔ بھوپال میں جاوید کو ایک اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ نیز گھر پر پڑھانے کے لیے ایک استاد، علی حسین شیش محل آنے لگے۔ شیش محل میں اقبال عموماً جاوید کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ اس کے بعد آپ اپنے کمرے میں لکھنے پڑھنے کا کام کرنے لگے۔ شام کو بہت سے لوگ ملنے آجاتے۔ رات کا کھانا اقبال عموماً باہر کھاتے، اگر شیش محل میں ہوتے تو جاوید کو ساتھ میز پر بٹھا لیتے اور سکھاتے کہ چمچہ کس طرح پکڑا جاتا ہے اور کانٹا کس طرح۔ جاوید فطرتاً شرمیلا واقع ہوا تھا۔

اقبال اپنے فرزند کو ہر دوسرے تیسرے روز سر راس مسعود کے ہاں ریاض منزل بھی لے جاتے۔ مسعود جاوید سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتے رہتے۔ ہفتے میں دو تین بار رات کا کھانا بھی ریاض منزل میں راس مسعود ہی کے ہاں کھایا جاتا۔ اکثر اوقات اقبال دیگر جگہوں پر بھی کھانے پر مدعو کیے جاتے۔ سروجنی نائیڈو سے بھی جاوید کی یہیں ملاقات ہوئی۔ ایک شام اقبال بیگم بھوپال کے ہاں چائے کی دعوت پر جاوید کو ساتھ لے گئے۔ انھی ایام میں محمد دین تاثیر نے جاوید کو برائے مطالعہ الف لیلہ کا ایک اردو نسخہ بھیجا۔ اسے وہ بڑے شوق سے ہر رات سونے سے قبل پڑھا کرتے تھے۔ راس مسعود کی ہدایت پر اقبال کی دیکھ بھال کے لیے ممنون حسن خاں، محمد خلیل اللہ خان اور سید مسیح الدین مامور تھے۔ بھوپال کی علمی و ادبی شخصیات مثلاً سہیل مجددی، ملا رموزی، مولانا ارشد تھانوی، یوسف قیصر، ذکی وارثی، مولوی شکر اللہ سہیل، دبیر الملک قاضی ولی محمد، سر لیاقت علی، شعیب قریشی اور محمد احمد سبزواری، اقبال کے ہاں تشریف لاتے۔ اس موقع پر علمی و ادبی موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوتا۔ بھوپال میں علامہ اقبال نے یکسوئی کے ساتھ قرآن کریم کے حواشی تحریر کرنے کی

تیاری شروع کردی۔ نیز ردّ قادیانی پر بھی مضامین لکھنے کا آغاز کیا۔ ختم نبوتؐ کے سلسلے میں آپ نے سید سلیمان ندوی کو خطوط لکھے اور ان سے ۱۹ر جولائی کے خط میں دریافت فرمایا:

(۱) کیا فقہ اسلامی کی رو سے توہین رسولؐ قابل تعزیر جرم ہے؟ اگر ہے تو اس کی تعزیر کیا ہے؟

(۲) اگر اسلام کا مدعی کوئی شخص یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآبؐ پر جزوی فضیلت حاصل ہے، اس واسطے کہ مرزا قادیانی زیادہ متمدن زمانے میں پیدا ہوئے تو کیا ایسا شخص توہین رسول کے جرم کا مرتکب ہے؟ [۱۰۲]

سید صاحب کا جواب اقبال کو مل گیا۔ اسی مسئلے پر آپ نے ایک اور خط بہ تاریخ یکم اگست تحریر فرمایا۔ اس میں آپ نے ٹھوس حوالوں کی بابت تحریر فرمایا تھا۔ یکم اگست ہی کو سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں انھیں مطلع کیا کہ میری صحت ترقی کر رہی ہے۔ [۱۰۳]

ڈاکٹر شجاع ناموس نے اقبال کو بھوپال خط لکھا۔ اس میں شہتوت کے شربت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ گلے کی بیماری کے لیے یہ مفید ہے۔ پروفیسر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ وہ علامہ صاحب کے علاج کے لیے شہتوت کے ایک درخت کی حفاظت کر رہے ہیں۔ آپ نے ۵ر اگست کو انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ میں بغرض علاج اگست تک بھوپال میں قیام کروں گا...... شہتوت کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا، لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مفید ہے۔ [۱۰۴]

مسجد شہید گنج کی وجہ سے لاہور کے حالات بڑے خراب ہو گئے۔ سکھوں اور مسلمانوں کے مابین کشیدگی بہت بڑھ گئی۔ آخر حکومت نے شہر میں مارشل لا نافذ کر دیا۔ نیازی صاحب نے بذریعہ خط اقبال کو لاہور کے حالات سے آگاہ کیا تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ آپ نے ۶ر اگست کو نیازی صاحب کے نام خط میں لکھا کہ ۱۸ر اگست تک علاج کا کورس ختم ہو جائے گا۔ [۱۰۵]

اقبال بھوپال میں قیام پذیر تھے کہ نواب حمیداللہ خان کی جانب سے آپ کو پانچ سو روپے کا چیک موصول ہوا۔ یہ چیک شہزادی عابدہ سلطانہ کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا۔ آپ چیک پا کر بڑے خوش ہوئے۔ ایک روز آپ شہزادی صاحبہ کا شکریہ ادا کرنے ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ شہزادی نے آپ کی مزاج پرسی کی اور عرض کیا کہ اس سلسلے میں زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کچھ دیر ٹھہر کر آپ واپس چلے آئے۔ [۱۰۵A]

یہ ماہوار وظیفہ ماہ جولائی سے شروع ہوا تھا۔ اس لیے یقیناً جولائی تا اگست اقبال کو وظیفے کی رقم موصول ہو گئی۔

سید نذیر نیازی اردو میں ایک ماہوار رسالہ طلوع اسلام نکالنے کی تیاری کر رہے تھے۔ انھوں نے اقبال کو تحریر کیا کہ پہلے شمارے کے لیے تازہ کلام مرحمت فرمائیے۔ آپ نے ۱۰/اگست کو انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ میں غالباً بہ تاریخ ۲۶ یا ۲۷/اگست یہاں سے روانہ ہوں گا......

طلوع اسلام کے لیے صور اسرافیل (ضرب کلیم) کا ایک ٹکڑا بھجوا دوں گا۔ ضروری ہے کہ رسالے میں سکھوں کے دور سے پہلے کی تاریخ پنجاب پر مفصل مضمون لکھوائے جائیں۔ پنجاب کے مسلمانوں کی بیداری کے لیے اس حصہ تاریخ کو سامنے لانا ضروری ہے۔[106]

اقبال مکاتیب کے ذریعے دیگر اہل علم سے معلومات حاصل کرنے کے علاوہ بھوپال کی مشہور اور مستند جدید لائبریری سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ مزید برآں احباب سے کتب منگوا کر بھی ان کا مطالعہ فرمایا۔ سید سلیمان ندوی کے نام ۲۰/اگست کے خط میں اقبال نے زیر قلم تصنیف کی بابت فرمایا کہ فن شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ بعض خاص مقاصد بیان کرنے کے لیے اس ملک کے حالات و روایات کی وجہ سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا۔[107]

اگلے روز سید نذیر نیازی کا خط وصول ہوا۔ انھوں نے اقبال سے ایک سفارشی رقعہ بھجوانے کی استدعا کی۔ آپ نے اسی روز انھیں سفارشی تحریر ارسال کر دی۔ یہ رقعہ جامعہ ملیہ کے اسسٹنٹ رجسٹرار، عبدالعلی خان کے نام تھا۔ آپ نے نیازی صاحب کو مزید لکھا کہ طلوع اسلام کا پہلا نمبر سید راس مسعود کے نام پر ارسال فرمائیے...... مولانا حالی کی مندا اکتوبر کے آخر میں آ رہی ہے۔ ان پر ایک مضمون رسالے کے پہلے نمبر میں آ جائے تو بہت اچھا ہے۔ دوسرے نمبر میں بھی آ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اکتوبر کے وسط سے پہلے نکل جائے تا کہ رسالہ سینٹری کے موقع پر تقسیم ہو سکے۔ سینٹری پانی پت میں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال صدر ہوں گے۔ میں بھی اس موقع پر پانی پت پہنچ جاؤں گا۔[108]

۲۲/اگست کو اقبال نے ایک نظم ''مسولینی'' شیش محل میں دوران قیام سپرد قلم فرمائی۔ اس نظم میں آپ نے یورپی تہذیب کا منفرد انداز میں پردہ چاک کیا ہے۔ اس سے قبل آپ شیش محل ہی میں چار مصرعوں پر مشتمل نظم ''صبح'' لکھ چکے تھے۔ دوسری نظم ''مومن'' بھی وہیں تخلیق ہوئی۔

بھوپال میں کہی جانے والی تیسری نظم ''ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام'' چھ اشعار پر مشتمل ہے۔ چوتھی نظم ''جمعیت اقوام مشرق'' تین اشعار پر مشتمل ہے۔ ان پانچ نظموں میں شعری حسن کے علاوہ صداقت آفرینی بھی ملتی ہے۔ ان کے ذریعے معاملہ بندی اور چٹخارے کے برعکس عصر حاضر کی ٹھوس حقیقتیں سامنے لائی گئی ہیں۔[109]

۲۳راگست کے خط میں اقبال نے سید سلیمان ندوی سے حیات و نزول مسیح کے متعلق دریافت فرمایا۔[۱۱۰]

اگلے روز دہلی سے سید نیازی کا خط موصول ہوا۔ وہ لاہور روانگی کے سلسلے میں اقبال سے معلومات چاہتے تھے۔ اسی روز آپ نے نذیر نیازی کو بذریعہ خط آگاہ کیا کہ میں ۲۵راگست کی شام سات بجے یہاں سے روانہ ہوکر ۲۹ کی صبح آٹھ بجے دہلی پہنچوں گا۔ دن بھر ریلوے اسٹیشن پر قیام رہے گا۔ پھر رات کی گاڑی سے روانہ ہوکر ۳۰ کی صبح ان شاء اللہ لاہور پہنچ جاؤں گا۔ دہلی سے میرے لیے سیکنڈ کلاس میں مع برتھ دو نشستیں مختص کرالیں۔[۱۱۱]

چند دن بعد برقی علاج کا دوسرا کورس بھی ختم ہوگیا۔ علاج سے علامہ کی صحت بہتر ہوگئی۔ لیکن گلے کی تکلیف میں کوئی خاطر خواہ اثر نہ پڑا۔ ۲۸راگست کو آپ بھوپال سے روانہ ہوگئے۔ ۲۹راگست کی صبح دہلی پہنچے۔ سید نذیر نیازی اور دیگر احباب نے خوش آمدید کیا۔ اس موقع پر صوبہ بہار کے مشہور کانگریسی مسلمان لیڈر ڈاکٹر محمود بھی موجود تھے۔[۱۱۲]

اسی دن اقبال سید نذیر نیازی کے ہمراہ حکیم نابینا سے ملے اور نبض دکھائی۔ دوا لینے کے بعد باقی وقت ریلوے اسٹیشن پر گزارا۔ رات کو ریل گاڑی میں سوار ہوئے اور ۳۰راگست کی صبح لاہور پہنچ گئے۔[۱۱۳]

لاہور پہنچے تو اقبال کو زکام نے گھیر لیا تین روز ناک سے پانی بہتا رہا۔[۱۱۴]

حکیم نابینا صاحب کی ادویات کا استعمال جاری رہا۔ بیدانہ اور مجوزہ شربت پینے سے بلغم کا بہاؤ رک گیا۔ اسے نکالنے میں اقبال کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ۵رستمبر کے خط بنام سید نذیر نیازی میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا۔[۱۱۵]

نیازی صاحب نے بذریعہ خط اقبال سے فرمائش کی کہ رسالہ طلوع اسلام کے لیے ایک مضمون لکھ دیجیے۔ آپ خرابی صحت کی بنا پر نہ لکھ سکے بلکہ چودھری محمد حسین کو لکھنے کا کہہ دیا۔[۱۱۶]

ستمبر کے پہلے ہفتے آپ نے پھیپھڑوں کا ایکسرے کرایا، کوئی نقص دریافت نہیں ہوا۔[۱۱۷]

۱۲رستمبر کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو مطلع فرمایا کہ کھانسی جاتی رہی۔ انگریزی دوا کا بہت فائدہ ہوا...... مولانا حالی کی سال گرہ کی تاریخ ۲۶۔۲۷راکتوبر مقرر ہوئی ہے۔ میں غالباً ۲۵ یا ۲۶راکتوبر کو پانی پت پہنچ جاؤں گا۔ اگر ممکن ہو تو آپ بھی وہاں پہنچ جائیں، میں آپ کا تعارف سید راس مسعود سے کرادوں گا۔[۱۱۸]

مولانا حالی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر تقریب منعقد کرنے کا خیال راس مسعود صاحب اور علامہ اقبال کو آیا تھا۔[۱۱۹] وہ اس طرح کہ جب اقبال بھوپال میں قیام پذیر تھے، تو مولانا حالی کے صاحبزادے خواجہ سجاد حسین نے راس مسعود کو لکھا کہ حالی مسلم ہائی اسکول، پانی پت شدید مالی مشکلات میں گھرا ہوا ہے، اس کی مدد کی جائے۔ مسعود صاحب سرسید کے پوتے اور دادا کی طرح علم کے شیدائی تھے۔ انھوں نے اس بات کا ذکر اقبال سے فرمایا۔ دونوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ مولانا کی ایک سوویں سالگرہ منا کر اہل ثروت مسلمانوں سے مالی مدد کی اپیل کی جائے۔ علامہ صاحب نے اس تقریب میں شرکت کرنے کا بھی وعدہ کر لیا۔ بعدازاں مسعود صاحب نے نواب صاحب بھوپال کو تقریب کی صدارت کرنے کے لیے رضامند کر لیا۔ پھر مولوی عبدالحق کو حیدرآباد دکن خط لکھا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔

مولانا حالی کے بیٹے خواجہ سجاد حسین نے پانی پت سے اقبال کو خط لکھا اور صد سالہ تقریب کے سلسلے میں مدعو فرمایا۔ موقع کی مناسبت سے تازہ کلام کی بھی استدعا کی گئی۔ آپ نے فارسی میں چند اشعار نواب صاحب بھوپال کی مدح میں تخلیق فرمائے کیوں کہ انھوں نے تقریب کی صدارت کرنی تھی۔ آپ نے ۱۲ر ستمبر کو بذریعہ خط خواجہ سجاد حسین کو وہ فارسی اشعار ارسال کر دیے۔ آپ نے خواجہ صاحب کو تحریر فرمایا کہ میرے ساتھ لاہور کے ایک دو احباب بھی آئیں گے۔[۱۲۰]

۱۸ر ستمبر کو راس مسعود کا خط موصول ہوا۔ مسعود صاحب نے اقبال کو اطلاع دی تھی کہ وہ کوشش کر رہے ہیں، آپ کو کہیں اور سے بھی وظیفہ مل جائے۔ آپ نے اسی روز مسعود صاحب کو جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے جو چند اشعار فارسی کے لکھے تھے، وہ خواجہ سجاد حسین کی خدمت میں بھیج دیے ہیں...... جاوید کے ماموں کو آج پھر قالین کے لیے لکھ دیا ہے...... اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال کی پنشن قبول کرنے کے بعد کسی اور طرف نگاہ کرنا آئین جواں مردی نہیں۔[۱۲۱]

اقبال کا فرزند جاوید تو اسکول میں زیرِ تعلیم تھا لیکن بیٹی منیرہ بانو کی طرف سے آپ کو بڑی فکر تھی کہ وہ ابھی چھوٹی تھیں۔ آپ نے ۲۷ر ستمبر کے خط میں سید نذیر نیازی کو منیرہ کے لیے کوئی اچھی استانی تلاش کرنے کا کہا جو قرآن اور دینی کتابیں پڑھا سکتی ہو۔ اس کے علاوہ ایک باورچی تلاش کرنے کے لیے بھی لکھا جو مشرقی کھانا پکانا جانتا ہو اور دیانت دار ہو۔[۱۲۲]

ماہ ستمبر میں اقبال نے پروفیسر صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کو جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ میرا عقیدہ یہ ہے، جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس پر تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام

قرآنیہ کی ابدیت ثابت کرے گا، دین اسلام کا مجدد کہلائے گا۔ بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا...... مگر افسوس ہے زمانہ حال کے اسلامی فقیہ زمانے کے میلان طبیعت سے بالکل بے خبری میں مبتلا ہیں۔ [۱۲۳]

اقبال کے ایک دوست ذیابیطس کے پرانے مریض تھے۔ وہ انھی دنوں علاج کرا کر وی آنا سے واپس آئے۔ انھوں نے اپنے ڈاکٹر سے اقبال کے مرض کا بھی ذکر کیا تھا۔ اس پر آسٹروی ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر وہ بیمار یہاں آجائے تو میں ضمانت دیتا ہوں، وہ بالکل تندرست ہو جائے گا۔ یہی بات اقبال نے بہ تاریخ ۲؍اکتوبر بذریعہ خط ڈاکٹر عبدالباسط کو بھوپال لکھ بھیجی۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ وہ ڈاکٹر رحمٰن صاحب سے کہہ کر ایکسریز اور دیگر طبی رپورٹیں وی آنا بھجوا دیں، ایکسپرٹ کی فیس جو ہوگی، وہ میں ادا کر دوں گا۔ [۱۲۴]

اسی روز اقبال نے راس مسعود کو بھی خط کے ذریعے معاملہ کا بتایا اور پوچھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ وی آنا جایا جائے یا نہیں؟ آپ نے مزید لکھا کہ ڈاکٹر باسط نے جو ایکس رے میرے سینے کا لیا تھا، اسے ڈاکٹر رحمٰن وی آنا بھیجنے والے تھے۔ معلوم نہیں اب تک بھیجا یا نہیں؟

اقبال کا خط ملتے ہی ڈاکٹر باسط نے آپ کے سینے کا ایکسرے، ڈاکٹروں کی رپورٹ اور اپنا اختلافی اور وضاحتی نوٹ ڈاکٹر مظفر علی کے پاس وی آنا بھیج دیا۔

اقبال نے لاہور کے رسالہ تہذیب نسواں میں استانی کی ضرورت کے سلسلے میں ایک اشتہار دیا۔

اسی سلسلے میں آپ نے خواجہ غلام السیدین کو بھی بہ تاریخ ۸؍اکتوبر ایک خط تحریر فرمایا اور لکھا کہ چوں کہ بچوں کی والدہ کا گزشتہ مئی میں دفعۃً انتقال ہو گیا تھا، اس واسطے گھر کا تمام انتظام بھی استانی صاحبہ کے سپرد ہوگا۔ [۱۲۵]

۹؍اکتوبر کو سید نذیر نیازی کا خط اور دوا موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں جواب دے دیا۔ آپ نے نیازی صاحب کو لکھا کہ باورچی کی تلاش جاری رکھیے۔ بیگم محمد علی صاحبہ کی سرپرستی میں عورتوں کا جو رسالہ نکلتا ہے، اس میں اگر اشتہار آجائے تو خوب ہے۔ [۱۲۶]

۱۴؍اکتوبر کو بذریعہ خط اقبال نے سید محفوظ علی بدایونی کو مطلع کیا کہ میں گزشتہ ۱۸ ماہ سے علیل ہوں...... اب وی آنا جانے کی فکر میں ہوں...... یہ ظاہری علاج ہے۔ باطنی علاج صرف اس قدر ہے کہ آپ کے جد ﷺ پر درود پڑھتا ہوں۔ [۱۲۷]

سید نذیر نیازی نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ وہ لاہور آ رہے ہیں۔ لیکن نہ آسکے۔ [۱۲۸]

علامہ محمد اقبال اپنی صحت سے ناامید ہو چکے تھے۔ گلے کا مرض ویسا ہی تھا۔ اس لیے آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ وصیت نامے کے ذریعے بچوں کے گارڈین مقرر کر دیے جائیں تاکہ آپ کی وفات کی صورت میں وہ بچوں اور جائداد کی دیکھ بھال کر سکیں۔ ۱۳/ اکتوبر کو اقبال کی ہدایت پر حسبِ ذیل وصیت نامہ تحریر کیا گیا:

منکہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، بیرسٹرایٹ لاء، لاہور کا ہوں۔ اس وقت بہ قائمی ہوش وحواس خمسہ خود اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ چوں کہ میری ہر دو اولاد نابالغان ہیں اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور مقر کی صحت بھی اچھی نہیں رہتی، اس لیے میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات کے بعد اگر میری اولاد مذکورہ نابالغ ہیں، تو ان کی جائداد وذات کے ولی مندرجہ ذیل ہوں گے:

(۱) خواجہ عبدالغنی، ماموں حقیقی نابالغان

(۲) شیخ اعجاز احمد، سب جج برادرزادہ من مقر

(۳) چودھری محمد حسین، ایم اے سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ، لاہور

(۴) منشی طاہرالدین جو کئی سال سے میرے کلرک رہے ہیں اور ان کی شرافت و دیانت پر مجھے پورا اعتماد ہے۔

اس وصیت کی رو سے میں ان جملہ حضرات کو نابالغان کی ذات وجائیداد کا ولی مقرر کرتا ہوں۔ تمام امور متعلقہ ذات وجائداد نابالغان کا انتظام ولی مذکور کثرت رائے سے کیا کریں گے، لیکن جب میرا پسر جاوید اقبال بالغ ہو جائے تو وہ اپنی ہمشیر کی ذات وجائیداد کا ولی ہوگا۔ پھر اس کی جائیداد و ذات کے متعلقہ انتظام وہ خود بطور ولی کرے گا۔ اگر ان مقرر کردہ ولی میں سے کوئی دستبردار ہو جائے یا فوت ہو جائے یا کسی دیگر وجہ سے کام کرنے کے ناقابل ہو جائے، تو اس صورت میں باقی اولیا کو اختیار ہوگا کہ کثرت رائے سے اس کا جانشین مقرر کر لیں۔ اگر کسی معاملہ میں اولیاے مذکورہ کی رائے مساوی نہ ہو تو صدر انجمن حمایت اسلام لاہور کی رائے جس فریق کے ساتھ ہو، اس پر عمل کیا جائے گا اور اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

اس وقت جو میری ملکیت کی چیزیں ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کتب فلسفہ ولٹریچر وغیرہ۔ ان میں سے چند کتب یعنی اپنی تصنیف کردہ کتب کے مطبوعہ نسخے مع مسودات مثنوی مولانا روم، فارسی وانگریزی مرتبہ ڈاکٹر نکلسن، دیوان مرزا عبدالقادر بیدل قلمی، مراۃ المثنوی (مولانا روم مطبوعہ حیدرآباد)، اپنے پڑھنے کا قرآن شریف اور مسودات کاغذات میں نے جاوید کو بطور یادگار دے دیے ہیں۔ باقی کتب مطبوعہ انگریزی وغیرہ میری وفات کے بعد اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری میں رکھ دی جائیں۔

باقی میرا اسباب مثلاً دو قالین بہ رنگ سرخ، دری وصوفہ وکرسیاں وبکس اور پہننے کے کپڑے ہیں،

ان کی نسبت میری وصیت یہ ہے کہ میری وفات کے بعد میرے پہننے کے تمام کپڑے غربا میں تقسیم کر دیے جائیں۔

محمد اقبال بیرسٹرایٹ لا، لاہور بقلم خود

۱۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء

مکرر آنکہ:

اگر نابالغ کے فائدے کی خاطر، جائیداد کے انتظام یا کسی اور جائیداد کی خرید وغیرہ کے لیے اولیوں کو روپے کی ضرورت ہو، تو وہ کثرت رائے سے بینک سے روپیہ نکالنے کے متعلق فیصلہ کریں۔
دیگر میرے مذہبی اور دینی عقائد سب کو معلوم ہیں۔ میں عقائد دینی میں سلف کا پیرو ہوں۔ نظری اعتبار سے فقہی معاملات میں غیر مقلد ہوں۔ عملی اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوں۔
میرے بچوں کی شادی بیاہ کے معاملے میں میرے ورثا کا اور اولیا کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا پورا لحاظ کریں اور رشتہ ناطہ میں شرافت اور دین داری کو علم و دولت اور ظاہری وجاہت پر مقدم سمجھیں۔

محمد اقبال بیرسٹر

۱۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء

۱۴/اکتوبر کو اقبال نے سید محفوظ علی بدایونی کے نام جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ گزشتہ ۱۸ ماہ سے علیل ہوں۔ ہر تیسرے مہینے بھوپال جاتا ہوں، وہاں میرا برقی علاج ہو رہا ہے۔[۱۲۹]

۱۵/اکتوبر کو آپ نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں فرمایا کہ نہ آپ آئے نہ میرے خط کا جواب ملا۔ نہ آپ کا رسالہ نکلا...... وی آنا جانے کا خیال ہے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب سے خط کتابت کر رہا ہوں۔ اگر گیا تو فروری یا اپریل ۱۹۳۶ء میں جانا ہو گا۔[۱۳۰]

۱۷/اکتوبر کو اقبال نے حکیم محمد حسین قرشی امرتسری کے نام خط میں لکھا کہ اگر مسئلہ عول پر ایک علیحدہ رسالہ لکھ لیا جائے تو نہایت مناسب ہوگا۔ مولوی صاحب (خواجہ احمد دین) نے تفسیر بیان القرآن (بیان الناس) میں لکھا ہے، اسی کو مزید تشریح و توضیح کے ساتھ علیحدہ شائع کر دیا جائے۔[۱۳۱]

۱۳/اکتوبر ہی کو اقبال نے اپنے فرزند ارجمند، جاوید اقبال کے نام یہ وصیت فرمائی کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوش گوار تعلقات رکھے۔ میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے، ان کا احترام کرے۔ اگر کسی طرف سے کبھی سختی بھی ہو، تو برداشت کرے۔ جو لوگ میرے احباب میں شامل ہیں، ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے۔ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے، اسی پر گامزن رہنا چاہیے۔[۱۳۲]

۱۸/اکتوبر کو اقبال نے بذریعہ خط ڈاکٹر عبدالباسط بھوپال کو ان کے سینے کے ایکسریز،

بیماری کی ہسٹری اختلافی نوٹ وی آنا بھجوانے کی یاددہانی کرائی اور وی آنا میں ڈاکٹر مظفر علی کا پتا بھی تحریر فرمایا۔[۱۳۳]

۲۴ر اکتوبر کو اقبال پانی پت روانہ ہوئے۔ اگلے روز دہلی سے ۵۷ میل دُور جانب شمال واقع پانی پت کے مشہور تاریخی شہر پہنچے۔ آپ کے ہم سفروں میں چودھری محمد حسین، راجہ حسن اختر، علی بخش اور جاوید شامل تھے۔ نذیر نیازی بھی دہلی سے پانی پت پہنچ گئے۔[۱۳۴]

۲۵ر اکتوبر کو آپ نے مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ بوعلی قلندر کے مزار پر حاضری دی۔

۲۶ر اکتوبر کو نواب حمید اللہ خان والیِ بھوپال بھی وہاں آ گئے۔ مولانا حالی کی صد سالہ سالگرہ کی تقریب حالی مسلم ہائی اسکول میں منائی گئی۔ اقبال کے قیام کا انتظام بھی اسی مدرسے کی ایک عمارت میں کیا گیا تھا۔ پہلے روز جلسے کا آغاز تلاوت کلام الٰہی سے ہوا۔ اس کے بعد خواجہ سجاد حسین خلف مولانا حالی نے سپاس نامہ پیش کیا۔ خواجہ صاحب کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔ ہاتھ میں رعشہ آ گیا تھا۔ ایک صاحب انھیں سہارا دیے کھڑے تھے۔ اس کے بعد ابوالاثر حفیظ جالندھری نے ۴۶ شعروں پر مشتمل اپنی ایک نظم سنائی:

مسلمانوں کی شوکت بھی مرے اللہ کیا شے تھی
فلک بھی اس کے در پے تھا، زمیں بھی اس کے در پے تھی
زبان و دل نہ ہو جب تک سپاس و شکر سے عاری
الٰہی چشمہ الطاف حالی بھی رہے جاری

علامہ اقبال چوں کہ علیل تھے اور انھیں گلے کی تکلیف بھی تھی لہٰذا خواجہ غلام السیدین نے اعلان کیا کہ گلے کی خرابی کے سبب اقبال کے اشعار کوئی اور صاحب سنائیں گے۔ اقبال سے درخواست کی گئی کہ شعرخوانی کے دوران وہ استقبالیہ پر تشریف لے آئیں۔ اس موقع پر اقبال کے اشعار حالی مسلم اسکول کے ایک استاد، لئیق احمد خان نے بڑی خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے:

مزاج ناقہ را مانند عرفی نیک می بینم
چو محمل را گراں بینم حدی را تیز تر خوانم
حمید اللہ خاں اے ملک و ملت را فروغ از تو
ز الطاف تو موجِ لالہ خیز و از خیابانم

طواف مرقد حالی سزد ارباب معنی را
نوائے او بجانہا افگند شورے کہ من دانم
بیا تا فقر و شاہی در حضور او بہم سازیم
تو برخاکش گہر افشاں و من برگ گل افشانم

پہلے شعر ہی پر داد کا شور بلند ہو گیا۔ نواب صاحب بھوپال بھی جھک کر اقبال کو داد دیتے رہے۔

شعر خوانی کے بعد جمیل نقوی نے ایک مضمون پڑھا۔ اس کے بعد السیدین صاحب اور ڈاکٹر ذاکر حسین نے اپنے مضامین پڑھے۔ پھر مسدس حالی صدی ایڈیشن کا وہ مختصر دیباچہ پڑھا گیا جو راس مسعود نے لکھا تھا۔ اس کے بعد نواب صاحب بھوپال نے خطبۂ صدارت دیا۔ نواب صاحب نے اس موقع پر مدرسے کو بیس ہزار روپیہ کی امداد سے نوازا۔ اس کا اعلان راس مسعود نے کیا۔ اس کے بعد سب لوگ مزار حالی پر فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے۔

شام کی گاڑی سے نواب صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ یہ تقریب حالی تین روز جاری رہی۔ ہر روز صبح و شام اجلاس ہوتے رہے۔ دوسرے روز صبح کے اجلاس میں لوگ اقبال کا دیدار کرنے کے لیے بڑے بے تاب تھے۔ لیکن اعلان ہوا، علامہ اقبال ایک ضروری کام کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ وہ واپس آ کر شام کے اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔ ادھر علامہ صاحب دوپہر کے وقت ریلوے اسٹیشن پانی پت پہنچے اور انتظار گاہ میں بیٹھ کر ریل گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔ آپ کے ساتھ سید نذیر نیازی موجود تھے۔ نیازی صاحب دہلی سے اس وقت پانی پت پہنچے جب منتظمین جلسہ نواب صاحب بھوپال کے خیر مقدم کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ریل آئی تو اقبال سید نذیر نیازی کی معیت میں گاڑی پر سوار ہو گئے۔

پانی پت میں اقبال نے ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' کے اشعار پر بدایوں کے آرٹسٹ، کاظمی صاحب کی مصوری کے نمونے ملاحظہ فرمائے۔[۱۳۵]

جشن صد سالہ سالگرہ کے دوران مرزا ابراہیم بیگ نے ایک ہفتہ وار اخبار سر گزشت کا حالی نمبر شائع کیا۔ جمیل نقوی نے ادارت کے فرائض انجام دیے۔ نقوی صاحب نے اسے خیمہ خیمہ جا کر تقسیم کیا۔ حالی مسلم ہائی اسکول نے بھی اپنے رسالے حیات نو کا خصوصی شمارہ ''حالی نمبر'' نکالا۔

اکتوبر کے آخری دنوں میں نذیر نیازی کی زیر ادارت طلوعِ اسلام کا پہلا شمارہ شائع ہو گیا۔ اس شمارے میں نیازی صاحب نے اقبال کی دو تحریروں کے حوالے دیے تھے۔[۱۳۶]

۳؍نومبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔اس میں شیخ عظیم اللہ، اعزازی جنرل سیکریٹری نے اقبال کا استعفٰی پیش کرتے ہوئے بتایا کہ صدرِ انجمن نے بوجہ علالت استعفٰی دے دیا تھا۔لیکن خدا کے فضل سے اب ان کی صحت پہلے سے بہتر ہے۔لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ وہ دوبارہ انجمن کی سرپرستی قبول فرمالیں۔ یہ خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ صاحب صدر نے میری درخواست قبول فرما لی۔شیخ صاحب نے یہ خبر اخبارات میں بھی شائع کرادی جس پر علامہ صاحب نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔[۱۳۷]

مسدس حالی کا صدی ایڈیشن حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا۔اس کے مالک اظہر عباس نے ایک اعزازی نسخہ اقبال کی خدمت میں بھی بھیجا۔آپ نے انھیں ۸؍نومبر کو ایک تعریفی خط روانہ کیا۔[۱۳۸]

علالت کے باوجود اقبال ہر روز اخبارات کا مطالعہ ضرور کرتے تھے۔ان میں اعلیٰ اور معیاری مضامین شائع ہوتے، تو آپ انھیں لازماً داد سے نوازتے۔مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی کا احسان میں چھپا ایک مضمون آپ کو بہت پسند آیا۔۱۲؍نومبر کے خط میں اقبال نے انھیں مبارک باد دی اور مزید مشورہ دیا کہ ابھی آپ کے لیے ایک مضمون لکھنا باقی ہے، یعنی جہاد کی تاریخ ہندوستان میں۔[۱۳۹]

سید نذیر نیازی کی شادی کا موقع آیا، تو انھوں نے اقبال کو بھی شرکت کی دعوت دی۔آپ نے ۱۸؍نومبر کے خط میں معذرت کر لی اور فرمایا کہ یقین جانیے، مجھے پانی پت کے سفر میں تکلیف اٹھانا پڑی۔اب جو کچھ قوت باقی ہے، اسے بھوپال کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔سیالکوٹ کی محفلِ عروسی میں میری روح ان شاء اللہ شریک ہوگی۔[۱۴۰]

سید نذیر نیازی ان دنوں مالی مشکلات کا شکار تھے۔ایک خط میں انھوں نے اس کا ذکر اقبال سے بھی کیا۔آپ نے انھیں ۲۱؍نومبر کو جواب میں تحریر فرمایا کہ آزردہ اور پریشان خاطر رہنا مسلمان کا شیوہ نہیں...... اسلام کی حقیقت فقرِ غیور ہے اور بس...... مالی مشکلات کی فکر نہ کیجیے کہ یہ کبھی آتی ہیں اور کبھی خود بخود دُور ہو جاتی ہیں۔[۱۴۱]

محمد عمر الدین نے اقبال کی خدمت میں امام غزالی کے فلسفۂ اخلاق پر دلچسپ، پرتاثیر اور فیض انگیز کتابچہ بھجوایا تھا۔اگلے روز آپ نے انھیں شکریے کا خط بھجوا دیا۔[۱۴۲]

۲۲؍نومبر کو اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے آنریری سیکریٹری کے نام مکتوب میں لکھا کہ وہ انجمن کی صدارت سے مستعفی ہونا چاہتے ہیں۔[۱۴۳]

انھی دنوں مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی۔اسے پڑھ کر

اقبال فکر مند ہو گئے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ماڈرن ریویو میں قادیانیوں کی حمایت میں دو مضمون لکھے تھے۔ وہ آپ کی نظر سے گزرے، تو ان کے جواب میں لکھنے کا ارادہ کر لیا۔[۱۴۴]

مسعود عالم ندوی نے چند کتب اقبال کی خدمت میں ارسال کیں جو بہ تاریخ ۲۸ر نومبر آپ کو موصول ہوئیں۔ اسی روز آپ نے انھیں شکریے کا خط لکھ دیا۔[۱۴۵]

لکھنؤ کے عربی رسالہ البیضاء میں اس کے مدیر مسعود عالم ندوی نے سید فضل الرحمٰن انصاری کی تصنیف اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ پر بڑے خوبصورت انداز میں تبصرہ کیا جو اقبال کو بہت پسند آیا۔ آپ نے ندوی صاحب کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ مذکورہ کتاب کہاں دستیاب ہے؟ اگر زحمت نہ ہو، تو جو نسخہ آپ کے پاس ہے، قیمتاً ارسال کر دیجیے۔[۱۴۶]

دسمبر کے ابتدائی دنوں میں سید راس مسعود نے اقبال کو بذریعہ خط مطلع فرمایا کہ ایکسریز وی آنا بھیج دیے گئے ہیں۔ ۷ر دسمبر کو اقبال نے مکتوب کے ذریعے ڈاکٹر عبدالباسط سے دریافت کیا کہ دسمبر کی تعطیلات میں ہسپتال بند تو نہیں ہوگا۔[۱۴۷]

پانی پت جاتے ہوئے علالت اور ریل کے سفر میں اقبال کو خاصی تکلیف اٹھانی پڑی تھی، نواب صاحب اس سے بخوبی آگاہ تھے۔ انھوں نے مسعود صاحب کے ذریعے آپ کی طبیعت کا حال دریافت کیا۔ بہ تاریخ ۱۰ر دسمبر اقبال کو مسعود صاحب کا ایک تار اور خط موصول ہوا۔ اس روز آپ نے انھیں جواب دیا کہ الحمدللہ خیریت ہے...... میں اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔[۱۴۸]

سر راس مسعود علامہ اقبال کے مالی مسائل سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے ان کی کوشش تھی کہ سر آغا خان بھی نواب صاحب بھوپال کی طرح آپ کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیں۔ آغا خان کی جانب سے اس سلسلے میں امید بھی دلائی گئی۔ یہ خوشخبری مسعود صاحب نے دبے لفظوں میں اقبال کو بتا دی۔ ۱۱ر دسمبر کو آپ نے مسعود صاحب کے نام خط میں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم مقرر فرمائی ہے، وہ میرے لیے کافی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہز ہائی نس آغا خان اپنی پنشن جاوید کو عطا کر دیں۔ اس وقت تک کہ اس کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو جائے یا جب تک ہز ہائی نس مناسب تصور کریں۔[۱۴۹]

۱۳ر دسمبر کو وی آنا سے ڈاکٹر مظفر علی کا خط اقبال کو موصول ہوا کہ بھوپال سے انھیں کوئی کاغذات موصول نہیں ہوئے۔ یہ خط ۶ر دسمبر کو لکھا گیا تھا اور ہوائی ڈاک سے آیا۔ آپ نے اسی روز بھوپال ڈاکٹر عبدالباسط کو اس امر کی اطلاع دے دی۔ آپ نے انھیں خط میں لکھا کہ ڈاکٹر رحمٰن اور ڈاکٹر خان بہادر صاحب میری بیماری کی مفصل ہسٹری شیٹ پھر تیار فرمائیں۔ وہ میرے

بھوپال آنے تک تیار ہو جائے۔ میں جنوری کے پہلے ہفتے حاضر خدمت ہوں گا۔[۱۵۰]

اس روز اقبال نے ڈاکٹر سید ظفر الحسن کے نام مکتوب میں انھیں مشورہ دیا کہ اپنے شاگرد رشید محمد عمر الدین سے کہیے، وہ مارگریٹ سمتھ کی کتاب *An EarlyMystic of Baghdad* کا مطالعہ کریں جو حارث ابن اسد المحاسبی پر لکھی گئی ہے۔ اس سے انھیں نہ صرف تعلیمات غزالی سمجھنے میں مدد ملے گی، بلکہ مشرق و مغرب کے یہودی اور عیسائی تصوف پر محاسبی کے اثرات کا بھی معقول اندازہ ہو جائے گا۔[۱۵۱]

۱۴ردسمبر کو انجمن حمایت اسلام کے اعزازی سیکریٹری شیخ عظیم اللہ اور شیخ گلاب دین اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کل کونسل کے اجلاس میں آپ کا استعفیٰ پیش ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق کچھ فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ ارکان کونسل کی خدمت میں ان کی طرف سے درخواست کی جائے کہ یہ استعفیٰ منظور فرمالیں۔

۱۵ردسمبر کو کونسل کا اجلاس ہوا۔ اقبال کے استعفیٰ پر دیر تک بحث ہوتی رہی۔ متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ صاحب صدر کی سرپرستی میں انجمن کو بہت زیادہ فائدہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا مفاد انجمن کے پیش نظر آپ کا استعفیٰ نامنظور کیا جاتا ہے۔ طے پایا کہ درج ذیل چھ اصحاب کا ایک وفد صدر محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے استعفیٰ واپس لینے اور صدر انجمن بننے کی استدعا کرے:

شیخ اصغر علی، خان صاحب شیخ عبدالعزیز، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، خان بہادر سردار حبیب اللہ، ملک برکت علی اور سیکریٹری۔[۱۵۲]

۱۹ردسمبر کو خواجہ عبدالوحید، حافظ حبیب اللہ کے ساتھ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں جہاد پر گفتگو چھڑ گئی۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ جہاد دفاعی ہونا چاہیے یا جارحانہ؟ آپ نے فرمایا کہ جہاد عام طور پر تو دفاعی ہے، لیکن بوقت ضرورت جارحانہ بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی قوم بداخلاقی میں اس قدر بڑھ جائے کہ اس سے نسل انسانی کی تباہی کا امکان ہو، تو مسلمان حکومتوں کا فرض ہے، وہ بزورِ شمشیر اس قوت کو بداخلاقی کرنے سے روکیں۔ چنانچہ سلطان ٹیپو نے مالابار کے وحشی باشندوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بجائے برہنہ رہنے کے کپڑے پہننا شروع کر دیں ورنہ بزور شمشیر انھیں لباس میں ملبوس کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی برہنگی کا اثر ہمسایہ قوموں پر بھی پڑتا جن میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعت حق

کے پیچھے طاقت ہونی چاہیے ورنہ اس کے بغیر امر و نہی کیسے ممکن ہے؟[۱۵۳]

۱۹۳۳ میں لارڈ لوتھین نے اقبال کو رہوڈز ٹرسٹ کے زیر اہتمام چند لیکچر دینے کے لیے لندن آنے کی دعوت دی تھی۔ آپ نے ۱۹۳۵ء سے لیکچر دینے کا پروگرام بنا لیا تھا، لیکن علالت کے باعث آپ اپنے اس وعدے پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔[۱۵۴]

سیکریٹری رہوڈز ٹرسٹ نے اقبال کو بہ تاریخ ۲۷ مئی ایک خط لکھا اور یہ لیکچرز دینے کی پھر استدعا کی۔

سال رواں میں انجمن ترقی اردو کے سیکریٹری، مولوی عبدالحق لاہور تشریف لائے۔ ایک دن مولوی صاحب اپنے ایک دو رفیقوں کے ساتھ اقبال سے ملنے آئے۔ دوران گفتگو مولوی صاحب نے آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر صوبے، علاقے اور دیہی ریاستوں میں اردو زبان کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آخر میں کہا کہ میں چاہتا ہوں، سارے ہندوستان میں اردو کی اشاعت کا جال پھیلا دوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ''صرف ہندوستان میں''؟ تین لفظوں کے اس انتہائی مختصر جملے سے مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے۔[۱۵۵]

ماہ جنوری چل رہا تھا، عبدالرشید طارق، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اور سید الطاف حسین اقبال سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔ ان کی موجودگی میں ایک پست قامت، سپید رنگ کنہ سال اجنبی حاضر ہوا، وہ جاوید نامہ کے چند حصے سمجھنے آیا تھا۔ یہ اجنبی روسی عالم، موسیٰ جار اللہ تھے۔[۱۵۶]

ماہ فروری میں تیج بہادر سپرو لاہور آئے۔ ایک دن وہ اپنے داماد پنڈت چاند نرائن کے ساتھ اقبال سے ملنے آئے۔ پنڈت چاند نرائن علامہ صاحب کے شاگرد تھے[۱۵۷] کیونکہ وہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ کچھ عرصہ پیشتر انھوں نے اقبال کے متعلق چند اشعار لکھے تو اپنے سُسر کو سنائے۔ سپرو نے ان سے کہا کہ اپنے استاد کی موجودگی میں یہ اشعار پڑھیے گا۔ چنانچہ ملاقات میں انھوں نے اقبال کو وہ اشعار سنائے۔ آپ نے بہت تعریف فرمائی اور ایک مصرع میں کچھ اصلاح بھی کر دی۔

اس سال سید راس مسعود کی کوششوں سے نواب صاحب بھوپال نے اقبال کے لیے پانچ سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔ جولائی ۱۹۳۵ء میں وظیفہ کی رقم پہلی بار موصول ہوئی۔[۱۵۸]

❀......❀......❀

حواشی

۱- مجلّہ اقبال، بزم اقبال، لاہور، جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۰
۲- ایضاً، ص ۱۶۰
۳- مکتوبات اقبال، ص ۲۳۸-۲۳۹
۴- روز گار فقیر، جلد اوّل، ص ۴۶
۵- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۴۰
۶- مکتوبات اقبال، ص ۲۴۰
۷- ایضاً، ص ۲۴۰
۸- روزنامہ جنگ، لاہور، جولائی ۱۹۸۸ء، ادبی صفحہ، قراۃ العین حیدر کا خط
۹- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص ۲۹
۱۰- مکتوبات اقبال، ص ۲۴۳
۱۱- ایضاً، ص ۲۴۴، ۲۴۵
۱۲- ایضاً، ص ۲۴۶
۱۳- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۴۴
۱۴- مکتوبات اقبال، ص ۵۴۴
۱۵- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۴۵
۱۶- مکتوبات اقبال، ص ۲۵۳
۱۷- بھوپال کے سفر کے سلسلے میں درج ذیل ماخذ استعمال کیے گئے۔
(i) زندہ رود، جلد سوم، ص ۲۶۳-۲۶۵
(ii) اقبال اور بھوپال، ص ۹۲-۹۷
(iii) مکتوبات اقبال
۱۸- گفتار اقبال، ص ۱۸۹
۱۹- مکتوبات اقبال، ص ۲۴۳-۲۴۴
۲۰- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۴۸
۲۱- ایضاً، ص ۵۴۸
۲۲- ایضاً، ص ۵۷۶
۲۳- مکتوبات اقبال، ص ۲۵۸-۲۵۸
۲۴- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۴۹

۲۵- ایضاً،ص۵۵۰
۲۶- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۲۵۴
۲۷- مکتوبات اقبال،ص۲۶۲
۲۸- اقبال اور بھوپال،ص۹۳
۲۹- ضربِ کلیم
۳۰- روز گار فقیر،جلداوّل،ص۱۵۵
۳۱- ایضاً،ص۱۵۵
۳۲- ایضاً،ص۱۵۹،۱۶۰
۳۳- زندہ رود ،ص۵۴۸
۳۴- ایضاً،ص۵۴۸
۳۵- مکتوبات اقبال،ص۲۶۳۔۲۶۴
۳۶- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۱،۵۵۲
۳۷- اوراق گم گشتہ،ص۳۳۷
۳۸- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۳
۳۹- ایضاً
۴۰- ایضاً،ص۵۵۴
۴۱- ایضاً
۴۲- ایضاً،ص۵۵۵
۴۳- ایضاً
۴۴- اقبال اور بھوپال،ص۱۱۷
۴۵- ایضاً،ص۱۱۹
۴۶- ایضاً،ص۱۲۰
۴۷- ایضاً
۴۸- اوراق گم گشتہ،ص۳۰۱
۴۹- اقبال اور بھوپال،ص۱۳۰
۵۰- مکتوبات اقبال،ص۲۸۲
۵۱- ملفوظات اقبال،ص۶۷
۵۲- ایضاً،ص۷۱
۵۳- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۶؛اقبال اور بھوپال،ص۱۲۵

۵۴- ایضاً،ص۵۵۶
۵۵- ایضاً،ص۵۵۷
۵۶- مجلّہ اقبالیات،لاہور،جولائی ستمبر ۲۰۰۰ء،ص۴۲
۵۷- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۷
۵۸- ایضاً
۵۹- ایضاً،ص۵۵۸
۶۰- ملفوظات اقبال،ص۲۵۸
۶۱- اقبال اور بھوپال،ص۱۳۱
۶۲- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۸
۶۳- ایضاً،ص۵۵۸
۶۴- زندہ رود،ص۵۵۰
۶۵- *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P. 197
۶۶- روح مکاتیب اقبال،ص۵۵۹
۶۷- گفتار اقبال،ص۱۹۵
۶۸- زندہ رود،ص۵۴۸؛علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی،کراچی،ص۱۰۵
۶۹- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۰
۷۰- زندہ رود،ص۵۴۸
۷۱- مجلّہ اقبالیات،لاہور،جولائی ستمبر ۲۰۰۰ء،ص۴۲
۷۲- اقبال اور بھوپال،ص۱۳۲
۷۳- زندہ رود،ص۵۴۹
۷۴- ملفوظات اقبال،ص۲۶۳
۷۵- زندہ رود،ص۵۴۹
۷۶- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۱
۷۷- مکتوبات اقبال،ص۲۷۵
۷۸- اقبال نامہ،جلد اوّل،ص۳۶۱۔۳۶۳
۷۹- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۸۱
۸۰- ملفوظات اقبال،ص۲۶۸
۸۱- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۲
۸۲- ایضاً،ص۵۶۳

۸۳- *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P.208

۸۴- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۳

۸۴A- اقبال اور بھوپال،ص۴۴

۸۵- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۳

۸۶- *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P. 211

۸۷- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۴

۸۸- ایضاً،ص۵۶۴

۸۹- زندہ رود ،ص۵۶۲۔سر گزشت اقبال،ص۵۰۳

۹۰- ایضاً،ص ۵۴۹

۹۱- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۶۹

۹۲- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۵

۹۳- گفتار اقبال،ص۱۹۱

۹۴- زندہ رود،ص۵۶۲

۹۴A- زندہ رود،ص۶۲۰۔۶۲۱

۹۵- اوراق گم گشتہ،ص۳۰۳

۹۶- مکتوب اقبال،ص۲۷۸

۹۷- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۶

۹۸- مکتوبات اقبال،ص۲۷۹

۹۹- ایضاً،ص ۲۷۹۔۲۸۰

۱۰۰- سر گزشت اقبال،ص۵۰۴۔۵۰۵

۱۰۱- زندہ رود،ص۵۵۵۔اقبال اور بھوپال،ص۱۳۷

۱۰۲- روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۷

۱۰۳- ایضاً،ص۵۶۸

۱۰۴- ایضاً

۱۰۵- ایضاً،ص۵۶۹

۱۰۵A- اقبال اور بھوپال،ص۲۷۹۔۲۸۰

۱۰۶- مکتوبات اقبال،ص۲۸۴

۱۰۷- روح مکاتیب اقبال،ص۵۷۰

۱۰۸- مکتوبات اقبال،ص۲۸۵

۱۰۹- اقبال اور بھوپال، ص۱۵۱۔۱۵۲
۱۱۰- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۱
۱۱۱- ایضاً، ص۵۷۲
۱۱۲- زندہ رود، ص۵۵۵
۱۱۳- ایضاً، ص۵۵۶
۱۱۴- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۳
۱۱۵- ایضاً، ص۵۷۲
۱۱۶- ایضاً، ص۵۷۳
۱۱۷- ایضاً، ص۵۷۳
۱۱۸- ایضاً، ص۵۷۴
۱۱۹- اقبال اور بھوپال، ص۱۴۹
۱۲۰- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۴
۱۲۱- اقبال اور بھوپال، ص۱۵۷
۱۲۲- مکتوبات اقبال، ص۲۹۷
۱۲۳- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۶۴
۱۲۴- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۷
۱۲۵- ایضاً، ص۵۷۸
۱۲۶- مکتوبات اقبال، ص۲۹۷
۱۲۷- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۹
۱۲۸- زندہ رود، ص۵۵۷۔۵۵۸
۱۲۹- روح مکاتیب اقبال، ص۵۷۸
۱۳۰- ایضاً، ص۵۷۹
۱۳۱- ایضاً، ص۵۸۰
۱۳۲- اوراق گم گشتہ، ص۴۶۷
۱۳۳- اقبال اور بھوپال، ص۱۹۶
۱۳۴- زندہ رود، ص۵۵۸؛ اقبال اور بھوپال، ص۱۵۶
۱۳۵- اقبال کی صحبت میں، ص۴۸۹
۱۳۶- انوار اقبال، ص۴۵
۱۳۷- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۱۳۱

۱۳۸- روح مکاتیب اقبال،ص۵۸۲
۱۳۹- ایضاً،ص۵۸۲
۱۴۰- ایضاً،ص۵۸۳
۱۴۱- ایضاً،ص۵۸۵
۱۴۲- ایضاً
۱۴۳- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۳۰
۱۴۴- روح مکاتیب اقبال،ص۵۸۶
۱۴۵- ایضاً،ص۵۸۶
۱۴۶- ایضاً
۱۴۷- اقبال اور بھوپال،ص۱۹۷
۱۴۸- ایضاً،ص۱۹۸
۱۴۹- ایضاً،ص۱۹۹۔۲۰۰
۱۵۰- ایضاً،ص۲۰۲
۱۵۱- روح مکاتیب اقبال،ص۵۸۸
۱۵۲- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۳۰
۱۵۳- اوراق گم گشتہ،ص۳۰۳
۱۵۴- سر گزشت اقبال،ص۴۹۷
۱۵۵- اقبال اور عبدالحق،ص۳۰۔۱۰۷
۱۵۶- ایضاً،ص۱۳۷
۱۵۷- زندہ رود،ص۳۵۵
۱۵۸- اقبال اور بھوپال،ص۱۳۵،۱۹۹

۱۹۳۶ء......ضربِ کلیم کی اشاعت

اقبال نے ختم نبوتؐ کے سلسلے میں ایک بیان دیا تھا۔ جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو نے دانستہ ایسا بیان دیا جو اسلامی تعلیمات سے کامل ناواقفیت ظاہر کرتا تھا۔ آپ نے اس کی وضاحت ضروری سمجھی اور جوابی بیان لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

گزشتہ برس ماہ دسمبر میں ایک ایرانی الاصل سید زادے نے آپ کو ایک ایسی دوا دی تھی جس کے استعمال سے آپ کو افاقہ ہوا۔ لہٰذا آپ نے وقتی طور پر بھوپال جانے کا منصوبہ ملتوی کر دیا۔ ۳/ جنوری کے خط میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو اس امر کی اطلاع دی اور لکھا کہ اب غالباً جنوری کے آخر میں بھوپال جاؤں گا...... مضمون ختم ہو گیا ہے، یہ پمفلٹ کی صورت شائع ہو گا۔[۱]

۴/ جنوری کو مذکورہ مضمون ٹائپ کار کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۷/ جنوری کو اقبال نے اس کا آخری پروف دیکھا۔ اس روز آپ نے بذریعہ خط نیازی صاحب کو اس بات کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ آج شام یا کل شام شائع ہو جائے گا...... نیز انھیں بتایا کہ میں جنوری کے آخر یا مارچ کے پہلے ہفتے بھوپال جانے کا قصد رکھتا ہوں۔[۲]

مضمون شائع ہونے کے بعد اقبال نے اخبارات اور احباب میں اس کی نقول تقسیم کر دیں۔

۲۲/ جنوری کو رسالہ *Islam* میں آپ کا ایک مضمون بعنوان Islam and Ahmadism شائع ہوا۔[۳]

بعدازاں اس انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ نیازی صاحب کرنے لگے۔ ترجمے کے سلسلے میں اقبال نے نیازی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۲۸/ جنوری میں انھیں فرمایا کہ ایک اصلاح Major Occultation کا ترجمہ غیبت کبریٰ لکھیے گا۔[۴]

۲۹/ جنوری کو روزنامہ احسان لاہور نے مولانا ظفر علی خان نمبر شائع کیا۔ اس نمبر میں اقبال نے مولانا کے متعلق فرمایا:

''میرے نزدیک مولانا ظفر علی خان ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والے آدمی ہیں۔ان کی ہمت بلند ہے۔مذہبی اور سیاسی اعتبار سے انھوں نے (پنجاب) صوبے کی بڑی خدمت کی ہے۔''[۵]

پروفیسر رشید احمد صدیقی کا اردو رسالہ سہیل بعض ناگزیر حالات کی بنا پر کچھ عرصہ بند رہنے کے بعد اس سال ماہ جنوری سے پھر جاری ہوا۔یہ شمارہ سالنامے کی شکل میں شائع ہوا۔اس شمارے میں مولانا حالی کی صد سالہ سالگرہ تقریب منعقدہ پانی پت سے متعلق مقالات اور نظمیں بھی شائع ہوئیں۔نمبر میں اقبال کا بھی اچھا خاصا تذکرہ موجود ہے۔[۶]

مولانا راشد الخیری ۲رفروری کو دہلی میں وفات پا گئے۔[۷] اسی دن انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔اقبال نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔آپ نے انجمن سے مطالبہ کیا کہ وہ احمدیت سے متعلق اپنی پالیسی غیر مشتبہ الفاظ میں واضح کر دے۔انجمن کے سرگرم رکن، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اجلاس میں موجود تھے۔انجمن کے اعزازی سیکریٹری، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے بھی علامہ صاحب کے مطالبے کی تائید کی۔لیکن مرزا صاحب نے احمدی ہونے کی بنا پر کونسل کے ارکان سے اختلاف کیا اور اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔[۸]

۳رفروری کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں لکھا کہ ترجمہ ''اسلام اور احمدازم'' کب شائع ہوگا؟ اگر آپ ترجمہ نہیں کر سکے تو بعض احباب کہتے ہیں، مولوی ظفر علی خان صاحب سے کرا لیا جائے۔طلوع اسلام کے شائع ہونے میں اس قدر دیر رسالے کی اشاعت کے لیے اچھی نہیں۔[۹]

مسعود عالم ندوی نے اپنے ایک خط میں اقبال سے ''اسلام اور احمدازم'' کی ایک نقل طلب فرمائی۔آپ نے انھیں ۵رفروری کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کر دی گئی ہے۔مذکورہ خط میں آپ نے ندوی صاحب سے ایک شرعی مسئلے کا حوالہ دریافت فرمایا۔[۱۰]

۵رفروری ہی کو راغب صاحب کا خط موصول ہوا۔اسی روز اقبال نے انھیں جواب میں لکھا کہ آپ مسلم کانفرنس اور لیگ کے متعلق جو اپنی مرضی سے طرز عمل اختیار کریں۔میں ان سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔[۱۰-A]

انجمن حمایت اسلام کے اخبار حمایت اسلام نے شمارہ ۶رفروری میں اقبال کا مضمون 'اسلام اور احمدازم' شائع کیا۔[۱۱]

بھوپال سے ڈاکٹر عبدالباسط نے بذریعہ خط اقبال سے دریافت کیا کہ وہ بھوپال کب

آ رہے ہیں؟ آپ نے بہ تاریخ ۸ر فروری انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ آخری ماہ رواں کے آخری ہفتے میں بھوپال حاضر ہوں گا۔ تب تک سید موصوف بھی کلکتہ سے واپس آ جائیں گے۔[۱۲]

اقبال کی ایک تحریر اردو کے قالب میں ڈھالتے وقت سید نذیر نیازی کو Navarino جنگ کے متعلق شبہ پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ یونان کی یہ بحری جنگ آزادی ۱۷۹۹ء میں لڑی گئی۔ نیازی صاحب نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو اقبال نے انھیں ۹ر فروری کے خط میں فرمایا کہ ضروری ہے، آپ خود اس امر کی تحقیق کر لیں۔ کسی انسائیکلوپیڈیا سے معلوم ہو جائے گا یا کسی یورپی تاریخ سے! اگر تحقیق سے ۱۸۲۴ء کا سن درست ثابت ہو تو آپ لکھ سکتے ہیں، ''کچھ مدت بعد نوارینو کی لڑائی ہوئی جس میں ترکوں کا بیڑا افنا ہو گیا۔''[۱۳]

۱۹ر فروری کو اقبال نے علامہ راشد الخیری کے صاحبزادے صادق الخیری کے نام ایک تعزیتی خط سپردڈاک کیا۔[۱۴]

۱۱ر فروری کو قادیانی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ فالج کے باعث دنیا سے کوچ کر گئے۔[۱۵]

نذیر نیازی نے اقبال کو واضح طور پر یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ آپ کے مضمون کا اردو میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ ایک خط میں انھوں نے ایک انگریزی اصطلاح کا اردو ترجمہ بھی دریافت کیا تھا۔ اقبال مجبوراً احباب کے کہنے اور لاہور کی انجمن خدام الدین کی استدعا پر وہ مضمون انجمن کے سپرد کر دیا تا کہ وہ مولانا ظفر علی خان سے اردو ترجمہ کروا کر عوام میں مفت تقسیم کر دے۔ جب انجمن کو معلوم ہوا کہ نیازی صاحب بھی اس کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں تو اس نے آپ سے شکایت کر دی۔ اقبال نے ۱۲ر فروری کو نیازی صاحب کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے، انجمن خدام الدین سے آپ نے ''اسلام اور احمدازم'' ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں لی۔ اب وہ شاکی ہے، خصوصاً اس وجہ سے کہ مولانا ظفر علی خان اس مضمون کا ترجمہ کروا کے اسے مفت شائع کرنے کا قصد رکھتے ہیں۔ ان سے ضرور دریافت کر لینا چاہیے۔[۱۶]

۱۲ر فروری ہی کو اقبال نے مسعود عالم ندوی کے خط کا جواب دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ آپ کا خط عین اس وقت پہنچا جب میں ابن قیم کی اعلام الموقعین پڑھ رہا تھا...... اس نے میرے مطلب کا کافی مسالہ جمع کر دیا ہے۔ فقہی مسائل کے اختلافات اور علمائے اسلام کی جرح وقدح، جس میں حضور رسالت مآبؐ کا عشق پوشیدہ ہے، ان کا مطالعہ میرے لیے بے حد روحانی لذت رکھتا ہے۔[۱۷]

ایران جدید کے مشہور ادیب ڈاکٹر افشار ان دنوں بمبئی میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی

درخواست پر اقبال نے انھیں پیام مشرق کا ایک اعزازی نسخہ بھجوا دیا۔ بعدازاں انھوں نے پیام مشرق کی تعریف میں چند فارسی اشعار آپ کو ارسال کیے۔ وہ خط اور فارسی کے اشعار آپ نے بہ تاریخ ۱۵ر فروری بذریعہ خط سید نذیر نیازی کو بھجوائے تا کہ طلوع اسلام کے آئندہ شمارہ میں انھیں شائع کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ اس خط میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نوارینو کی لڑائی واقعی ۱۸۲۷ء میں ہوئی تھی، اپنے ترجمے میں اس کی اصلاح کر لیں۔ یہ خط ابھی سپرد ڈاک ہوا ہی تھا کہ آپ کو نیازی صاحب کا خط موصول ہوا۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی نصیر احمد کی ایک درخواست بھیجنے کے علاوہ انجمن سے ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

اقبال نے انھی دنوں اخبار احسان میں اسلامیہ کالج لاہور کا یہ اعلان بھی پڑھا کہ 'اسلام اور احمدازم' کے اردو ترجمے کی کاپیاں لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کی جائیں گی۔ آپ نے فوراً نیازی صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھا کہ نصیر احمد کی درخواست میں نے انجمن کے دفتر اپنے ریمارکس کے ساتھ بھیج دی ہے۔ اب اس کا فیصلہ پبلسٹی کمیٹی کرے گی۔ مزید فرمایا کہ سلطان الہند (ٹیپو سلطان) کے مزار پر تاریخ عربی میں لکھی ہے، افسوس کہ اس کے الفاظ مجھے صحیح طرح یاد نہیں۔ انجمن خدام الدین کو آپ خود لکھ دیجیے۔ اقبال نے پھر احسان اخبار کے اعلان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ مسجد مبارک کے شعبۂ اشاعت و تبلیغ سے خط کتابت کریں، ممکن ہے وہ آپ سے ساری کاپیاں خرید لیں۔ [۱۸]

دہلی میں یوم غالب منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خواجہ حسن نظامی نے اس سلسلے میں اقبال کو بھی مدعو کیا۔ آپ نے انھیں ۱۵ر فروری کو معذرت کا خط لکھ کر بتایا کہ دو سال سے علیل ہوں۔ اس لیے شرکت کرنے سے معذور ہوں...... یوم غالب کی تقریب پر پیغام بھجوانے کے لیے مراقبہ کیا تو مرزا ہر گوپال تفتہ کی روح سامنے آئی اور دلی والوں کے لیے یہ دو شعر نازل کر کے غائب ہو گئی:

دریں محفل کہ افسون فرنگ از خود برد او را
نگاہے پردہ سوز آور، ولے دانائے راز آور
مئے ایں ساقیان لالہ رو ذوقے نمی بخشد
ز فیض حضرت غالب ھماں پیمانہ باز آور [۱۹]

۱۶ر فروری کو عربک کالج ہال دہلی میں یوم غالب کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں اقبال کا

درج بالا پیام پڑھ کر سنایا گیا۔[20]

اسی تاریخ کو اخبار لائٹ کے ایڈیٹر نے اپنے اخبار میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے عنوان سے ایک اداریہ لکھتے ہوئے علامہ اقبال کی ذات پر حملہ کیا اور لکھا کہ آپ کی تحریک کے باعث ہی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ غصے میں میٹنگ سے واک آؤٹ کر گئے۔ اس کے نو دن بعد ان پر فالج کا حملہ ہوا اور ۱۱ر فروری ۱۹۳۶ء کو رات گیارہ بجے وہ چل بسے۔[21]

۱۹ر فروری کو اقبال نے بذریعہ خط نیازی صاحب کو مطلع فرمایا کہ ۲۸ر فروری یا یکم مارچ کو بھوپال کا قصد رکھتا ہوں۔ جاتے ہوئے دہلی نہیں ٹھہروں گا۔ واپسی پر افغان قونصل خانے میں ایک آدھ روز قیام رہے گا کہ سردار صلاح الدین اصرار کر رہے ہیں۔[22]

۱۹ر فروری کو آپ نے مسعود عالم ندوی کے نام خط میں ایک حدیث کا حوالہ دریافت فرمایا۔[23]

لائٹ کے الزامات کا اقبال نے کوئی نوٹس نہ لیا البتہ ہفت روزہ حمایت اسلام لاہور نے ۲۰ر فروری کی اشاعت میں تمام الزاموں کو بے بنیاد قرار دیا۔[24]

مسجد شہید گنج مقدمے کے سلسلے میں لاہور کے مسلمان رہنماؤں نے قائداعظم محمد علی جناح سے مدد کی درخواست کی تھی۔ جناح صاحب ۲۱ر فروری کو لاہور تشریف لائے۔ انھوں نے علامہ اقبال سے ملاقات کر کے مسجد سے متعلق معلومات حاصل کیں اور پھر تبادلہ خیال فرمایا۔[25]

خواجہ حسن نظامی نے منادی کے شمارہ ۲۱۔۲۸ فروری میں یومِ غالب کے سلسلے میں اقبال کا پیغام شائع کر دیا۔[26]

۲۵ر فروری کو اقبال نے بذریعہ خط نیازی صاحب کو اطلاع دی کہ میں یہاں سے ۲۹ر فروری کی شب فرنٹیر میل سے روانہ ہوں گا یا دوسری ریل سے جو اس کے آس پاس ہی لاہور سے چلتی ہے۔ بہر حال یکم مارچ کی صبح دہلی پہنچ کر دن بھر وہیں قیام کروں گا۔ بعد دوپہر چار پانچ بجے جو ریل دہلی سے بھوپال جاتی ہے، اس میں سوار ہو کر ۲ر مارچ کو بھوپال پہنچوں گا۔[27]

اس روز اقبال نے بذریعہ خطوط بیگم راس مسعود اور ڈاکٹر عبدالباسط کو بھی اپنے پروگرام سے آگاہ کر دیا۔[28]

اسی روز آپ نے مسعود عالم ندوی کے نام مکتوب میں لکھا کہ ترکوں کے متعلق مایوس نہیں ہونا چاہیے...... آپ کی عربی کتاب تاریخ ہند کے متعلق پھر تحریر کروں۔[29]

برقی علاج کے تیسرے کورس کے سلسلے میں آپ ۲۹ر فروری کو لاہور سے بھوپال روانہ ہو

گئے۔[۳۰] علی بخش آپ کا ہم سفر تھا۔ یکم مارچ کی صبح دہلی پہنچے۔ کچھ وقت ریلوے اسٹیشن پر اور باقی سردار صلاح الدین سلجوقی کے ساتھ افغان قونصل خانے میں گزارا۔ وہیں علامہ راشد الخیری کے صاحبزادے صادق الخیری سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ رازق الخیری بھی ہمراہ تھے۔ علامہ اقبال کی آواز بیٹھی ہوئی تھی تاہم وہ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ آپ نے خیری بھائیوں کو مشورہ دیا، آپ کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ عصمت جاری رہے اور مولانا کی کتابیں برابر شائع ہوتی رہیں۔
اسی دن آپ شام کی گاڑی میں سوار ہو کر ۲ مارچ کو بھوپال پہنچ گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر راس مسعود، ممنون حسن خان، ڈاکٹر عبدالباسط اور دیگر نیازمندوں نے استقبال کیا۔ لیڈی مسعود کے لیے آپ امرتسر کی نان خطائی اور قصور کی میتھی لے کر آئے تھے۔

اقبال کو سرکاری مہمان خانے، شیش محل ٹھہرایا گیا۔ وہیں سر راس مسعود اور ان کی بیگم سے مختلف موضوعات پر گفتگو فرمائی۔ دورانِ گفتگو آپ نے سید نذیز نیازی کے رسالے طلوع اسلام کا ذکر فرمایا۔ آپ نے مسعود صاحب سے سفارش کی کہ نیازی صاحب کی مدد ہونی چاہیے۔ اگلے روز یعنی ۳ر مارچ کو نیازی صاحب کے نام خط میں آپ نے لکھا کہ میں خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ سید راس مسعود کے پاس طلوع اسلام کا کوئی شمارہ نہیں پہنچا لہٰذا ان کے نام تمام شمارے فوراً بھجوا دیجیے۔ مزید برآں سید صاحب کا نام بھی خریداروں میں لکھ لیجیے۔ میں نے ان سے آپ کی مدد کا وعدہ لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے بھی کہوں گا۔

برقی علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر رحمٰن اور ڈاکٹر باسط وغیرہ اقبال کا تفصیلی معائنہ کرنے لگے۔ علاج شروع کر دیا گیا۔

نواب صاحب بھوپال کی صاحبزادی شہزادی عابدہ سلطانہ کے دستخطوں سے آپ کو وظیفے کا چیک موصول ہوا تھا۔ اقبال نے اپنی دو تصانیف بانگ درا اور بال جبریل کی خصوصی خوب صورت جلد بندی کرائی اور انھیں شہزادی صاحبہ سے ملاقات کے وقت پیش کیا۔ دوران ملاقات فارسی کتب بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ شہزادی صاحبہ نے شکریے کے ساتھ تحفے قبول کر لیے۔

اس دوران محمد علی جناح لاہور میں مسجد شہید گنج تحریک کے لیڈروں سے ملے اور گورنر سے بھی ملاقات ہوئی۔ آخر مسلمان سول نافرمانی بند کر کے آئینی طریقہ کار اختیار کرنے پر رضامند ہو گئے۔ گورنر نے تمام نظر بند مسلم لیڈروں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد جناح صاحب سکھ لیڈروں سے ملے تاکہ فریقین کے درمیان معقول سمجھوتہ ہو جائے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے پندرہ دن لاہور میں قیام

کیا۔ روانگی سے قبل بالآخر آپ ایک مصالحتی بورڈ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ علامہ محمد اقبال، مولانا عبدالقادر قصوری، میاں عبدالعزیز بیرسٹر، سردار بوٹا سنگھ ایڈووکیٹ، سردار اجھل سنگھ اور سردار سمپورن سنگھ اس بورڈ کے ارکان تھے۔

۵؍مارچ کو دیال سنگھ کالج یونین نے جناح کو اپنی ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی۔ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے یونین کے صدر، پروفیسر لاجپت رائے نے جناح صاحب کی خدمات کو سراہا۔[۳۱]

۶؍مارچ کو اقبال نے محمد جمیل کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ بوجہ علالت رہوڈز لیکچرز فی الحال منسوخ کر دیے ہیں...... ضرب کلیم آیندہ اپریل تک شائع ہو جائے گی۔[۳۲]

۸؍مارچ کو اقبال نے اپنے خط میں قاضی تلمذ حسین کو ایک رقعہ بھجوایا۔ یہ رقعہ قاضی صاحب نے ایک عرض داشت اور مرأة المثنوی کے ساتھ کرنل مقبول حسین قرشی، ہوم ممبر ریاست بہاول پور کو بھجوانا تھا۔[۳۳]

اسی روز اقبال نے بذریعہ خط نیازی صاحب کو مشورہ دیا کہ اعلیٰ حضرت کے نام رسالہ طلوع اسلام کی امداد کے سلسلے میں ایک عرض داشت لکھیے اور تینوں رسالے بھی نواب صاحب کے نام ارسال کر دیجیے۔[۳۴]

انھی دنوں روضہ حضور رسالت مآبؐ کے محافظ، سید احمد عباس بھوپال تشریف لائے۔ وہ نواب صاحب تک رسائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ اقبال کی مدد کے طلب گار ہوئے۔ آپ نے ۱۰؍مارچ کو سید راس مسعود کے نام ایک تعارفی رقعہ تحریر فرمایا اور انھیں دے دیا۔[۳۵]

۱۱؍مارچ کو اقبال نے چوہدری محمد حسین کے نام مکتوب میں لکھا کہ علاج پرسوں سے شروع ہو گیا ہے۔ امید ہے آپ دوسرے تیسرے دن کوٹھی جاتے ہوں گے۔[۳۶]

آپ کا خط نیازی صاحب کو ملا تو وہ کچھ پریشان سے ہو گئے۔ دراصل ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اعلیٰ حضرت سے کس بنا پر طلوع اسلام کے لیے امداد کی درخواست کریں؟ ان دنوں وہ لاہور منتقل ہونے کی تیاری میں بھی مصروف تھے۔ نیازی صاحب سے جواب نہ ملا، تو اقبال نے ان کے دوست سید سلامت اللہ شاہ کو بہ تاریخ ۲۸؍مارچ خط لکھا کہ نیازی صاحب نے میرے مکتوب کا جواب نہیں دیا۔ اگر انھوں نے تساہل کیا تو معاملہ دوسرے سال پر چلا جائے گا۔ اس وقت بجٹ

تیار ہو رہا ہے، اگر وہ فوراً عرض داشت بھیج دیں تو کام اسی سال ہو سکتا ہے۔[۳۷]

آخر نیازی صاحب کی عرض داشت اقبال کو موصول ہو گئی۔ آپ نے اس پر اپنے تعارفی کلمات لکھ کر سید راس مسعود کو دے دی۔ ۳۱/ مارچ کو بذریعہ خط اقبال نے نیازی صاحب کو درخواست موصول ہونے کی اطلاع دی۔ اور اسی خط میں یہ بھی لکھا کہ میں ۹/اپریل کی شام ساڑھے سات بجے لاہور پہنچ جاؤں گا۔[۳۸]

۳/اپریل کو سرسید، اقبال کو خواب میں نظر آئے۔ سرسید نے آپ سے فرمایا کہ اپنی علالت کے متعلق حضور رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کرو۔ اقبال اسی وقت بیدار ہو گئے اور عرض داشت کے طور پر فارسی میں ساٹھ اشعار تخلیق کر ڈالے۔[۳۹]

برقی علاج ختم ہونے پر اقبال ۸/اپریل کو بھوپال سے روانہ ہو کر ۹/اپریل کو لاہور پہنچ گئے۔ سید نذیر نیازی سے لاہور میں ملاقات ہوئی، تو انھوں نے تو آپ کی صحت کو بہتر پایا۔ آواز بھی اچھی ہو گئی تھی اور چہرے پر تندرستی کے آثار نمایاں تھے۔

لیکن اقبال کو معلوم ہوا کہ گھر کا سارا نظام درہم برہم ہے۔ رشتہ دار خواتین کچھ عرصے کے لیے منیرہ کے پاس رہ جاتی تھیں، لیکن اس کی تربیت اور دیکھ بھال کا کوئی مستقل بندوبست نہ تھا۔ جاوید اقبال کو بھی روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے وہ نصابی کتب کی طرف کم ہی توجہ دیتا۔ اسے بس قصے کہانیوں کی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ رات گئے تک الف لیلہ پڑھتا رہتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساتویں جماعت میں فیل ہو گیا۔ بھوپال سے واپسی پر اقبال کو جاوید کے فیل ہونے کی خبر ملی، تو خفا نہ ہوئے۔ اس لیے کہ آپ خود بڑے عرصے سے علیل تھے۔ آپ نے بیٹے سے صرف اتنا کہا کہ اگر تم امتحان میں پاس ہو جانے کے بعد الف لیلہ پڑھتے تو اور بھی لطف آتا۔ اب گھر کا نظام صحیح طور پر چلانے اور بچوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کرنے کے لیے ایسی خاتون کی تلاش کرنے لگے جو بیوہ اور بے اولاد ہو۔ ادھیڑ عمر کی اور کسی شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہو۔ وہ بچوں کو قرآن مجید اور اردو پڑھا سکتی ہو اور اگر عربی فارسی بھی جانتی ہو، تو بہتر ہو گا۔ سینا پرونا جانتی ہو اور کھانا پکانا بھی سکھا سکتی ہو۔ لاہور کی ایک خاتون چند ہفتوں کے لیے کوٹھی آتی رہی، لیکن منیرہ اس سے مانوس نہیں ہو سکی۔ ایک دوسری پڑھی لکھی خاتون نے اقبال سے نکاح کی شرط رکھی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ آخر اقبال کسی غیر ملکی خاتون کو تلاش کرنے لگے۔[۴۰]

محمد علی جناح نے ۱۰/اپریل کو بمبئی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس طلب کر لیا۔ اس میں نہ

صرف مسلم لیگ کے ارکان بلکہ مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ اقبال علالت کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہوسکے۔ اجلاس میں متفقہ طور پر طے پایا کہ مسلم لیگ ایک مرکزی پارلیمانی بورڈ تشکیل دے، جس میں مختلف جماعتوں کی نمائندگی ہو اور اسی بورڈ کے ٹکٹ پر صوبائی انتخابات لڑے جائیں۔ اس بورڈ کے صدر محمد علی جناح منتخب ہوئے۔[۴۱]

انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ۱۰۔۱۲/ اپریل کو منعقد ہوا۔ ۱۲/ اپریل کو پہلے اجلاس کے صدر محمد شاہ نواز خان ممدوٹ تھے۔ اس اجلاس میں اقبال بھی شریک تھے۔[۴۲] آپ نے اس موقع پر اپنی نظم ''نغمہ سرمدی'' پڑھ کر سنائی۔ آپ کے باعث ہی علامہ سید ابوالنصر سید مبشر الطرازی، افغانستان کی ادبی مجلس کے رکن اعلیٰ وشاہی دارالتحریر کے فاضل ترجمان نے شرکت کی اور اتحاد عالم اسلامی کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ ۱۰۔۱۱/ اپریل ہی کو ادارہ معارف اسلامیہ کا دوسرا اجلاس مینارڈ ہال لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بھی اقبال شریک ہوئے تاہم آپ نے صدارت نہ فرمائی۔ اقبال کی فرمائش پر محمد صدیق اور محمد امین نے آپ کے چند اشعار ترنم سے سنائے جن کا مطلع ہے:

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ[۴۳]

۸/ اپریل اقبال نے بذریعہ خط خواجہ غلام السیدین کو لکھا کہ ضرب کلیم کے پروف دیکھ رہا ہوں...... آپ کے بہنوئی (میر مستحسن بی اے، ایل ایل بی، وکیل میرٹھ) کے انتقال پر بہت دکھ ہوا۔ خدا تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے۔[۴۴]

لاہور کے مسلمان طلبہ کی ایک انجمن نے لاہور کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ نماز جمعہ کے بعد مساجد میں اقبال کی صحت وتندرستی کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جائے۔[۴۵]

مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی بورڈ قائم کرنے کی غرض سے مختلف صوبوں کا دورہ کرتے ہوئے محمد علی جناح ۲۹/ اپریل کو لاہور پہنچ گئے۔ ان کی پہلی ملاقات سر فضل حسین سے ہوئی۔ انھوں نے بورڈ میں شامل ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ معاشی مفادات کی وجہ سے ہمیں ایک ہندو گروہ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اور یہ گروہ چوہدری چھوٹو رام کا ہے۔ اس لیے ہم نے ایک غیر فرقہ وارانہ پارٹی بنالی ہے۔[۴۶]

یکم مئی کو محمد علی جناح نے شاہی مسجد لاہور میں مسلمانوں سے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر مولانا ظفر علی خان بھی ان کے ساتھ تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد پہلے ظفر علی خان اور پھر جناح

صاحب نے خطاب کیا۔[۴۷]

۲رمئی کو اقبال نے راس مسعود کے نام خط لکھ کر دریافت فرمایا کہ نیازی اور انجمن حمایت اسلام کی عرض داشتوں کا کیا بنا؟ نیز لکھا کہ جواہر لال نہرو کا خط آیا تھا......آج کل مسٹر جناح لاہور آئے ہوئے ہیں۔[۴۸]

۶رمئی کو محمد علی جناح اپنی ہمشیر فاطمہ جناح کے ساتھ علامہ اقبال سے ملنے شام کے وقت جاوید منزل تشریف لائے۔ان کے آنے سے قبل اقبال نے جاوید کو بلا کر فرمایا کہ ایک مہمان آرہے ہیں۔جب وہ آکر بیٹھ جائیں تو ان سے آٹوگراف دینے کی درخواست کرنا، چناں چہ جب جناح اور فاطمہ جناح تشریف لے آئے تو جاوید کمرے میں داخل ہوئے۔اقبال نے مہمانوں سے بیٹے کا تعارف کرایا۔ جاوید نے پھر آٹوگراف کی کتاب قائداعظم کے آگے بڑھا دی۔ قائداعظم نے انگریزی میں جاوید سے پوچھا ''کیا تم شعر بھی کہتے ہو؟'' جاوید نے جواب دیا: ''جی نہیں'' انھوں نے فرمایا: ''پھر تم بڑے ہو کر کیا کرو گے؟'' جاوید خاموش رہا، اس پر جناح صاحب ہنستے ہوئے اقبال سے مخاطب ہوئے: ''کوئی جواب نہیں دیتا''۔اقبال نے جواب دیا: وہ جواب نہیں دے گا، کیوں کہ وہ آپ کا منتظر ہے، آپ اسے بتائیں گے کہ اسے کیا کرنا ہے۔محمد علی جناح نے اس موقع پر اقبال کو مسلم لیگ مرکزی بورڈ کا رکن بننے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول کرلیا۔اس ملاقات میں میاں محمد شفیع اور رسالہ *Truth* کے ایڈیٹر فضل کریم درانی بھی موجود تھے۔بعدازاں مجلس احرار اور مجلس اتحاد ملت نے بھی جناح سے تعاون کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔[۴۹]

۸رمئی کو اخبارات میں مسلمانانِ پنجاب کے نام یہ اپیل شائع کی گئی کہ وہ مسلم لیگ اور محمد علی جناح کی حمایت کریں۔اس اپیل پر اقبال کے علاوہ درج ذیل چودہ مسلمان رہنماؤں نے دستخط کیے تھے:[۵۰]

خان بہادر ملک زماں مہدی، ملک برکت علی بیرسٹر، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین بیرسٹر، نواب زادہ مظفر علی خان قزلباش، نواب زادہ رشید علی خان، راجہ غضنفر علی خان، سید کریم بخش حیدری، سید تصوف حسین، خان صاحب شیخ محمد حسین، شیخ محمد معظم قریشی، اکبر علی، پیر تاج دین، مولوی عبدالحنان اور غلام رسول خان بیرسٹر۔

۸رمئی کو میاں بشیر احمد مدیر ہمایوں کی کوٹھی، المنظر، ۲۳، لارنس روڈ، لاہور، میں انجمن اردو پنجاب لاہور کا قیام عمل میں آیا۔[۵۱]

۱۲رمئی کو پنجاب مسلم لیگ کا اجلاس میاں عبدالعزیز بیرسٹر کے مکان واقع یکی دروازہ میں

منعقد ہوا۔ اقبال نے صدارت فرمائی۔ اس میں متفقہ طور پر صوبائی مسلم لیگ کا صدر اقبال کو منتخب کر لیا گیا۔[۵۲]

۱۳؍ مئی کو انجمن اردو پنجاب لاہور کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں ''سر'' کا خطاب رکھنے والے حضرات کو انجمن کا سرپرست بنایا گیا۔ ان اصحاب کے نام یہ ہیں: سر محمد اقبال، سر تیج بہادر سپرو، سر اکبر حیدری، سر راس مسعود اور سر عبدالقادر۔ انجمن کے صدر پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور نائب صدر مولانا ظفر علی خان منتخب ہوئے جبکہ ارکان میں خواجہ دل محمد اور محمد دین تاثیر شامل تھے۔[۵۳]

۲۱؍ مئی کو محمد علی جناح نے سری نگر میں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیا۔ ان میں اقبال کا نام بھی شامل تھا۔ پنجاب سے تعلق رکھنے والے دوسرے ارکان یہ تھے:

میاں عبدالعزیز بیرسٹر، مولانا عبدالقادر قصوری اور راجہ غضنفر علی خان،

اتحاد ملت: مولانا ظفر علی خان (صدر)، مولانا محمد اسحاق مانسہروی، سید زین العابدین گیلانی

مجلس احرار: شیخ حسام الدین، چودھری افضل حق، چودھری عبدالعزیز بیگووال اور خواجہ غلام حسین ایڈووکیٹ۔[۵۴]

۲۳؍ مئی کو محمد علی جناح کا ایک خط اقبال کے نام موصول ہوا۔ اسی روز آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ احرار اور اتحاد ملت کچھ نزاع و کش مکش کے بعد آپ کی جدوجہد میں شریک ہو جائیں گی۔ اگرچہ مولانا ظفر علی خان کے رویے کے متعلق خود اتحاد ملت والے یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔[۵۵]

۲۵؍ مئی کو ڈسٹرکٹ جج، لاہور نے مسجد شہید گنج کی بازیابی کا وہ دعویٰ خارج کر دیا جو مسلمانوں نے دائر کر رکھا تھا۔ یوں مسجد پر سکھوں کا قبضہ بحال رہا۔ اقبال کے مشورے سے مسلم رہنماؤں نے اس فیصلے کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔[۵۶]

۲۸؍ مئی کو جاوید منزل میں پنجاب مسلم لیگ کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے ارکان پنجاب کے علاوہ ان اصحاب نے بھی شرکت فرمائی: خلیفہ شجاع الدین، ملک برکت علی، سید محمد علی جعفری اور ملک نور الٰہی، پیر تاج دین بیرسٹر، ملک نور احمد، غلام رسول خاں بیرسٹر، شیخ اکبر علی ایڈووکیٹ، میاں عبدالمجید بیرسٹر اور عاشق حسین بٹالوی۔ جلسہ کی صدارت اقبال نے کی اور دو قراردادیں منظور کیں۔[۵۷]

۲۸؍ مئی ہی کو مسعود عالم ندوی کو خط لکھا کہ اطبا نے لکھنا پڑھنا بند کرا دیا ہے۔ افسوس کہ آپ کی کتاب کا مسودہ دیکھنے سے قاصر ہوں۔ آپ کے دوست (سید محمد فاروق فاروق پانسپاری بلیاوی) کا

مجموعہ نظم مَیں نے دیکھا ہے۔ ان کے اشعار اچھے ہیں۔ فی الحال ان کے کلام میں ناپختگی ہے۔[۵۸]

۲۹ر مئی کو پنڈت جواہر لال نہرو لاہور آئے۔ قادیانی رضا کار لاہور ریلوے اسٹیشن پر ان کے استقبال کو پہنچے۔ اسی روز چھ بجے شام بریڈلا ہال میں پنڈت صاحب نے ایک لیکچر دیا۔[۵۹]

مئی کی ایک شام کو محمد الدین فوق آپ سے ملنے کے لیے آئے۔ غلام رسول بیرسٹر اور دو اور اصحاب سے اسلامیہ کالج کی پرنسپل کے متعلق آپ گفتگو کر رہے تھے۔ آواز بہت مدھم اور کمزور تھی۔ ذوق صاحب آدھ گھنٹے بیٹھ کر چلے گئے۔ علامہ صاحب نے انھیں پہچانا نہیں۔[۶۰]

پروفیسر محمد الیاس برنی کو ۶ر جون کو لکھا کہ کتاب قادیانی مذہب بے شمار لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت کا کام دے گی۔ اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے تو یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔[۶۱] اسی روز آپ کو راغب صاحب کا خط موصول ہوا اور اسی روز آپ نے انھیں جواب دیا۔[۶۲]

میاں عبدالرشید دیال سنگھ کالج لاہور میں ایم اے ریاضی کے طالب علم تھے۔ انھوں نے ۸ر جون کے اپنے خط میں اقبال سے کچھ فلسفیانہ شکوک کا اظہار کیا تھا۔ اقبال نے اسی خط کی پشت پر جواب دیا کہ آپ کے سوالات ویسے ہی ٹیکنیکل ہیں، جیسے ریاضی کے مسائل جن کو بغیر خاص تربیت و تعلیم کے سمجھنا مشکل ہے۔[۶۳]

مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں ہونے والے تھے۔ اسی سلسلہ میں محمد علی جناح ۶ر جون کو ان جلسوں کی صدارت کے لیے لاہور پہنچنے والے تھے۔ ان ہی دنوں یہ خبر شہر میں گشت کرنے لگی کہ یونینسٹ پارٹی والے جناح کے خلاف سیاہ جھنڈیوں کا مظاہرہ کریں گے۔ علامہ کو اس خبر پر بڑی تشویش ہوئی۔ آپ نے فوراً یونینسٹوں کو متنبہ کیا۔ نتیجتاً ان لوگوں کو ایسا اقدام کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔[۶۴]

۸ر جون کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ اور مرکزی پارلیمنٹری بورڈ کے اجلاس ہوئے۔ اقبال اور جناح نے ان میں شرکت کی۔ برکت علی اسلامیہ ہال میں محمد علی جناح نے اجلاس کی صدارت کی۔ اقبال نے جناح کو یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبر جو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر بھی ہیں، کو کونسل سے خارج کرنے کا مشورہ دیا لیکن جناح نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے ان باغی ممبروں کو سزا دینا مناسب نہ سمجھا۔ اسی موقعہ پر اتحاد ملت کے سربراہ مولانا ظفر علی خاں نے علیحدگی اختیار کر لی، یونینسٹ خوش ہو گئے۔[۶۵]

محمد علی جناح اجلاس میں شرکت کے بعد لاہور سے روانہ ہو گئے۔ اسی روز اقبال نے اس

روز کا انگریزی اخبار ایسٹرن ٹائمز پڑھا تو اس میں آپ نے گورداسپور کے ایک وکیل کا خط پڑھا جو مسلم لیگ سے متعلق تھا۔ آپ نے اس خط کو کاٹ دیا اور ۹ر جون کو جناح کو ارسال کر دیا۔ اس خط میں آپ نے یہ تحریر کیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے منشور میں ہندوستان کے مسلمانوں کی موجودہ حیثیت کا ہندوؤں اور حکومت دونوں سے متعلق برملا اور واضح ذکر ہونا چاہیے۔ اس بیان میں یہ انتباہ بھی ہو کہ اگر مسلمانانِ ہند نے موجودہ اسکیم اختیار نہ کی تو نہ صرف یہ کہ جو کچھ گزشتہ پندرہ برس میں انھوں نے حاصل کیا ہے، ضائع کر بیٹھیں گے بلکہ اپنے ہاتھوں قومی شیرازے کو پارہ پارہ کر کے اپنے نقصان کا باعث بنیں گے۔ اقبال نے اپنا تیار کردہ (منشور کا) مسودہ بھی جناح کو ارسال کر دیا۔[۶۶]

۱۰ر جون کو ضربِ کلیم کا آخری پروف ملاحظہ کر کے پریس کے حوالے کر دیا۔[۶۷]

۱۱ر جون کے خط میں اقبال نے عبدالوحید خان کو اس امر کی اطلاع دی۔ آپ نے انھیں مزید لکھا کہ ضیاء الاسلام مرحوم (میرٹھی) کا لیکچر بذریعہ ڈاک بھیج دیجیے۔ ضربِ کلیم کے بعد ایک فارسی مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق شائع ہوگی۔[۶۸]

۱۳ر جون کو اقبال نے پروفیسر محمد الیاس برنی کے نام خط میں بھوپال میں ۳ر اپریل کی رات دیکھے گئے خواب کا ذکر کرنے کے بعد انھیں خوش خبری سنائی کہ ایک ''مثنوی'' پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق نام سے یہ عرض داشت شائع ہوگی۔ مذکورہ خط میں آپ نے اس واقعے کا ذکر بھی فرمایا کہ کس طرح عید کے روز سویاں دہی کے ساتھ کھانے سے زکام ہوا اور گلا بیٹھ گیا۔[۶۹]

۱۴ر جون کو اقبال نے حکیم محمد حسین قرشی امرتسری کے نام تعزیتی خط میں لکھا کہ مولانا خواجہ احمد دین کے انتقال کی خبر سن کر بہت رنج ہوا۔ اس زمانے میں ان کا دم غنیمت تھا۔ ایسے عالم باعمل روزانہ پیدا نہیں ہوتے۔[۷۰]

۲۰ر جون کو پنڈت جواہر لال کا خط اقبال کے نام موصول ہوا۔[۷۱]

۲۱ر جون کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام ایک مکتوب تحریر کیا۔ اقبال نے انھیں لکھا کہ آج ہندوستان میں آپ ہی وہ واحد مسلم رہنما ہیں جس کی ذات سے مسلمان قوم اس طوفانِ بلا میں صحیح و محفوظ رہنمائی کی توقع رکھ سکتی ہے، جو شمال و مغربی ہندوستان بلکہ شاید پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے۔[۷۲]

اسی روز اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی خط تحریر فرمایا۔ اس میں اقبال نے لکھا کہ

جب میں نے آپ کے مضامین کا جواب لکھا تو میرا خیال تھا آپ احمدیوں کے سیاسی رویے کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ میں نے اپنا مضمون محض اسلام اور ہندوستان کی بہتری کے لیے لکھا تھا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ لاہور میں آپ سے ملاقات کرنے سے محروم رہا۔ ان دنوں میں اتنا شدید بیمار تھا کہ اپنے کمرے سے باہر آنا بھی میرے لیے ممکن نہ تھا۔[۴۳]

۲۱ر جون ہی کے دن خواجہ غلام السیدین کو جواب دیتے ہوئے اقبال نے خط میں تحریر کیا کہ

آپ نے جو خلاصہ تیار کیا ہے، وہ نہایت عمدہ ہے۔ مجھے اس پر کسی اضافے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی...... ضرب کلیم میں ایک حصہ تعلیم و تربیت کے لیے وقف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ Leibnitz's Monadism کے تعلیمی نتائج سے واقف ہوں گے...... حالات حاضرہ میں تغیر کا امکان ہی انسان کی سب سے بڑی دولت اور ساکھ ہے۔[۴۴]

عبدالوحید خان نے ضیاء الاسلام کا لیکچر اقبال کو بذریعہ ڈاک ارسال کر دیا۔ ۲۲ر جون کو اقبال نے انھیں لیکچر کے موصول ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے خط میں لکھا کہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے، مصنف نہایت نکتہ رس آدمی تھے۔ وہ دین اسلام کے مخفی حقائق سے بھی آگاہ تھے۔ اگر زندہ رہتے تو یقیناً ہندوستان میں اپنی قسم کے پہلے ناقد ہوتے۔[۴۵]

تاج کمپنی، لاہور کے مینیجنگ ڈائریکٹر شیخ عنایت اللہ اقبال سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے انھیں ۲۴ر جون کے خط میں تحریر فرمایا کہ میں تمام دن گھر میں ہوتا ہوں۔ برائے ملاقات صبح آٹھ بجے یا نو بجے کا وقت بہتر رہے گا۔ اگر یہ وقت آپ کے لیے موزوں نہ ہو تو شام چھ سات بجے آسکتے ہیں۔[۴۶]

فضل حسین، مولانا ظفر علی خان کے مستعفی ہونے پر بڑے خوش تھے۔ دوسری طرف سر سکندر حیات اپنی شاطرانہ چالیں چل رہے تھے۔ انھوں نے مسلم لیگ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اپنے عزیز دوست، احمد یار خان دولتانہ کو علامہ اقبال کی خدمت میں بھیجا۔ دولتانہ صاحب ۲۴ر جون کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک فارمولا پیش کیا۔ وہ یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کے مابین اتحاد کا پہلا قدم تھا۔[۴۷]

اقبال نے اگلے روز محمد علی جناح کو اس ملاقات کی اطلاع دیتے ہوئے فارمولے کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اسی خط میں آپ نے جناح صاحب کو یہ خبر بھی دی کہ سر سکندر حیات آپ سے بمبئی میں ملاقات کریں گے۔ اگر آپ انھیں اپنے موقف کے سلسلے میں قائل کرلیں تو ممکن ہے، وہ

ہمارے ساتھ مل جائیں۔[۷۸]

جون ۱۹۳۶ء سے اخبار زمیندار تیسری بار شائع ہونے لگا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس کے ابتدائی تین شمارے اقبال کو بھی بھجوائے۔ آپ نے ایک مراسلے کی صورت بہ تاریخ ۲۶ر جون مولانا کو شمارے ملنے پر جواب دیا۔[۷۹]

اقبال نے پروفیسر محمد الیاس برنی کے نام چھ خطوط تحریر فرمائے۔ آپ نے ان مکتوبات میں انھیں اپنی بیماریوں سے آگاہ کیا۔ برنی صاحب نے آپ کو ایک دوا بھیجی، جس کے استعمال سے آپ کو کچھ افاقہ ہوگیا۔ آپ نے ۲۷ر جون کو انھیں تحریر فرمایا کہ آپ کی گولیاں کھاتے ہوئے آج چوتھا روز ہے، ان کے استعمال سے بلغم آنا کم ہوگیا ہے...... آواز میں ابھی تک کوئی اثر نہیں پڑا۔ اگر جواہر مہرہ اور سفوف بھی ارسال کر دیں تو عین عنایت ہوگی۔[۸۰]

آپ نے بھوپال میں سرسید کو خواب میں دیکھنے کے بعد فارسی میں ساٹھ اشعار کہے تھے۔ آپ نے عرض داشت کے ان اشعار کو ایک فارسی مثنوی پس چه باید کرد اے اقوام شرق کی صورت مکمل کر لیا۔[۸۱]

۲۹ر جون کو سر راس مسعود کے خط کا جواب دیتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا کہ ضرب کلیم ابھی تیار نہیں ہوئی۔ مذکورہ خط میں بھی آپ نے خواب کا ذکر کیا اور دوست کو بتایا کہ وہ فارسی مثنوی اب ختم ہوگئی ہے۔[۸۲]

شیخ مراغی، جامعہ ازہر قاہرہ نے اقبال کے نام ایک مکتوب بھجوایا۔ بعدازاں اسے روزنامہ احسان لاہور نے ۲ر جولائی کو شائع کر دیا۔ اسی روز آپ نے انجمن حمایت اسلام کے سیکریٹری، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کو خط تحریر فرماتے ہوئے، شیخ صاحب کے خط کا ذکر کیا اور لکھا کہ جامعہ ازہر کا ارادہ ہے، شودروں میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک وفد ہندوستان روانہ کرے۔ اس وفد کے متعلق انھوں نے مجھ سے ضروری مشورہ طلب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وفد کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جو عربی تقریروں کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کر سکیں۔ انجمن کو چاہیے کہ وہ مصری وفد کے لیے ایسے مترجم فراہم کرے اور ان کے اخراجات ادا کر دے۔[۸۳]

اس معاملے پر غور کرنے کے لیے ۵ر جولائی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ جنوبی ہند میں ایسے مترجمین کی تلاش کے لیے اخبارات میں اپیل شائع کی جائے۔ ہندو پریس کو جب معاملے کا علم ہوا تو اس نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مجبوراً اقبال نے شیخ صاحب کو قاہرہ تحریر فرمایا کہ ابھی مصری علما کی جماعت ہندوستان نہ بھجوائیں، یہ فریضہ ہندوستان کے علما ہی

انجام دے سکتے ہیں۔[۸۴]

۹؍جولائی کو سر فضل حسین لاہور میں وفات پا گئے۔ ان کی جگہ سکندر حیات کو یونینسٹ پارٹی کا نیا صدر منتخب کر لیا گیا۔[۸۵]

۲۷؍جولائی کے خط میں اقبال نے قاضی تلمذ حسین کو مطلع کیا کہ انھوں نے حضرت رومی پر کوئی مقالہ تحریر نہیں کیا۔[۸۶]

۲۹؍جولائی کو راس مسعود کا خط موصول ہوا۔ آپ نے اسی روز انھیں جواب دے دیا۔ اس خط میں اقبال نے بھوپال میں دیکھے گئے خواب کا ذکر کیا۔ آخر میں رقم فرمایا کہ مثنوی اب ختم ہو گئی ہے۔ ضرب کلیم کی طباعت کے بعد اس کتاب کی تیاری اشاعت شروع ہو گی۔[۸۷]

اقبال نے مسعود صاحب کا خط سپرد ڈاک کیا ہی تھا کہ ضرب کلیم کی آٹھ جلدیں آپ کو موصول ہو گئیں۔ ۲۹؍جولائی ہی کے دن پروفیسر محمد الیاس برنی کی جانب سے روانہ کردہ دوا کا پارسل موصول ہوا۔ آپ نے اسی روز برنی صاحب کو جواب روانہ فرمایا اور ضرب کلیم کا ایک اعزازی نسخہ بھی ساتھ بھجوایا۔[۸۸]

پہلے ضرب کلیم کا نام صور اسرافیل رکھا گیا تھا۔ ضرب کلیم پانچ ہزار کی تعداد میں کیور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور سے باہتمام کتاب خانہ طلوع اسلام، لاہور شائع ہوئی۔ اس کی قیمت فی کتاب ۲ روپے تھی۔[۸۹]

یکم اگست کو آپ نے ضرب کلیم کی چھ مجلد جلدیں راس مسعود کے نام بھوپال ارسال کر دیں۔ راس مسعود کے نام خط میں اقبال نے تحریر فرمایا کہ ان میں سے ایک جلد آپ کی ہے اور باقی شاہی خاندان کے لیے۔ ایک اعلیٰ حضرت، ایک ہز ہائی نس، ایک شہزادی ولی عہد اور دو اعلیٰ حضرت کے دونوں بھتیجوں کے لیے ہے۔ اعلیٰ حضرت کی جلد پر میرا نام کتاب کے صفحہ اوّل پر ڈیڈی کیشن اشعار کے نیچے درج ہے۔

اقبال نے ڈاکٹر عبدالباسط صاحب اور شعیب صاحب کو بھی ضرب کلیم کی ایک ایک جلد بذریعہ پارسل ارسال فرمائی۔[۹۰]

۲؍اگست کو سید راس مسعود کا خیریت نامہ موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں تحریر فرمایا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائی۔ آپ کا وجود مسلمانان ہند کے لیے از بس ضروری ہے۔ اسی روز آپ نے سید سلیمان ندوی کے نام مکتوب

میں لکھا کہ میں نے سنا ہے، شاہ ولی اللہ کی کتاب بدور البازغہ شائع ہوگئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ بذریعہ وی پی مجھے ارسال فرمایئے...... موسیٰ جار اللہ نے ایک کتاب عقائد شیعہ پر شائع کی ہے۔ اس میں بعض لطائف بہت جاذب ہیں۔[۹۱]

۲ راگست کو ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ کی ایک نظم بذریعہ خط اقبال کو موصول ہوئی۔ اسی روز آپ نے اپنے مکتوب میں نظم واپس کر دی اور لکھا کہ اسے بار بار پڑھا، بڑا لطف آیا۔[۹۲]

۵ راگست کو آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ کے مصطفیٰ المراغی کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ ہمارا ارادہ ہے، پنجاب کی ایک بستی میں اہم ادارے کی بنیاد رکھیں اور وہاں کچھ ایسے لوگوں کو جو جدید علم سے بہرہ ور ہوں، ان لوگوں کے ساتھ یک جا کر دیں جنہیں دینی علوم میں مہارت حاصل ہو۔ اس طرح یہ لوگ اپنے علم اور قلم سے اسلامی تمدن کے احیا کے لیے کوشاں ہو سکیں گے۔ ازراہِ کرم ایک روشن دماغ معروف عالم کو جامعہ کے خرچ پر بھجوانے کا بندوبست فرمایئے تاکہ وہ اس کام میں ہماری مدد کر سکے۔[۹۳]

اسی روز آپ نے نصر اللہ خان عزیز ایڈیٹر زمیندار کو مطلع فرمایا کہ میں ابھی علیل ہوں، اسمبلی کے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کی تمنا ہے اور نہ ارادہ۔[۹۴]

۷ راگست کو سید سلیمان ندوی کے نام خط لکھا کہ آپ کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی...... موسم سرما میں انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا، جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے...... الحمدللہ اب قادیانی فتنہ پنجاب سے رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔[۹۵]

علالت کی وجہ سے اقبال کے لیے صوبائی پارلیمانی بورڈ کے ہر اجلاس میں شریک ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لیے آپ نے ۱۳ راگست کو بورڈ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اگرچہ آپ بدستور صوبائی مسلم لیگ کے صدر رہے۔[۹۶]

اگست کے مہینے میں محمد علی جناح نے بنگال مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ اور مولوی فضل الحق کی پرجا پارٹی کے مابین مفاہمت کرا دی۔ علامہ صاحب کی خواہش تھی کہ اسی طرح پنجاب میں بھی یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت ہو جائے۔[۹۷]

اقبال نے ۲۳ راگست کو محمد علی جناح کے نام مکتوب میں لکھا کہ اس قسم کی مفاہمت کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز اس کے متعلق آپ کس قسم کی شرائط تجویز کرتے ہیں؟ بنگال میں آپ نے جو مفاہمت کرائی ہے۔ اس کی شرائط وضوابط سے مجھے مطلع فرمایئے۔[۹۸]

۲۷ راگست کو بھوپال سے راس مسعود کا خط موصول ہوا۔ اسی روز اقبال نے انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ میں نے پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت سے استعفٰی دے دیا ہے۔ تاہم بورڈ کے ارکان اصرار کر رہے ہیں کہ میں کچھ دن کے لیے اپنا ارادہ ملتوی کر دوں۔ بہرحال ماہ کے اختتام تک کلی طور پر مستعفی ہو جاؤں گا۔ ضرب کلیم کل تک عمدہ جلد میں آ جائے گی، میں اسے لیڈی مسعود کے نام ارسال کر دوں گا۔[۹۹]

جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن کے ڈاکٹر مظفر الدین قریشی، صدر شعبہ کیمیا نے اقبال کو حیدر آباد آنے کی دعوت دی۔ ۳۰ راگست کے خط میں آپ نے معذرت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میری صحت حیدر آباد کے طویل سفر کی متحمل نہیں ہو سکتی۔[۱۰۰]

ڈاکٹر مظفر الدین قریشی نے بعد ازاں جامعہ عثمانیہ کا رسالہ بھجوایا جس میں آپ سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ آپ نے انھیں ۲ رستمبر کو مجلّہ ملنے کی اطلاع دی۔ خط میں یہ بھی فرمایا کہ میں یہ مضمون غالباً پہلے بھی پڑھ چکا ہوں...... مثنوی عنقریب شائع ہو جائے گی۔[۱۰۱]

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے اقبال کو اپنی ایک تصنیف اچھوت اقوام اور اسلام بھیجی۔ آپ نے ۱۳ رستمبر کو خط میں جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ نہایت دلچسپ رسالہ ہے۔ اس قسم کا ایک رسالہ اسلامی دستورِ حیات پر بھی لکھنا چاہیے۔[۱۰۲]

میرٹھ کالج کے پروفیسر فضل شاہ گیلانی پمفلٹ کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے چند پمفلٹ لکھے اور رائے کے لیے علامہ صاحب کو بھجوائے۔ آپ نے ۱۳ رستمبر کو انھیں جواب دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ یہ پمفلٹ بہت مفید ثابت ہوں گے...... افسوس ہے کہ ہندوستان کے مسلمان عقائد کی جنگ میں اسلامی دستورِ حیات فراموش کر بیٹھے ہیں۔[۱۰۳]

ستمبر کے وسط میں آپ کی فارسی مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق دو ہزار کی تعداد میں شائع ہو گئی۔ اس کو کتاب خانہ طلوعِ اسلام، لاہور نے ۷۱ صفحات پر شائع کیا۔[۱۰۴]

حکیم محمد حسین قرشی امرتسری کے استفسار پر اقبال انھیں ۱۵ رستمبر کے مکتوب میں تحریر کیا کہ قرشی سے مراد حضور رسالت مآبؐ ہیں۔ بخاری سے بوعلی سینا، خاقان کی مثنوی تحفہ العراقین کے اشعار کا مطلب اور مجذوبِ فرنگی سے مراد حکیم نطشے ہے...... مہدی وہی ہے جو عالمِ افکار میں زلزلہ پیدا کر دے۔ محراب گل فرضی نام ہے۔[۱۰۵] یوں اس خط میں اقبال نے ان الفاظ کی وضاحت فرمائی۔

محمد احمد اللہ خان منصور حیدر آبادی نے اقبال کو اپنی تصانیف بذریعہ ڈاک پارسل بھجوا دیں۔ آپ نے

۲۱ر ستمبر کو انھیں بذریعہ خط لکھا کہ آپ کی کتابیں پڑھنے کی ہمت نہیں۔ گزشتہ دو سال سے علیل ہوں۔[۱۰۶]

۲۷ر ستمبر کو انجمن ترقی اردو ہند کے مولوی عبدالحق کی طرف سے خط موصول ہوا۔ اس سے قبل بھی اقبال کو مولوی صاحب کا ایک خط ملا تھا۔ آپ علالت کے باعث جواب تحریر نہ کر سکے۔ مذکورہ خط میں مولوی صاحب نے آپ کو اردو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ علامہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ افسوس میں ابھی تک سفر کے لائق نہیں، لیکن یقین جانیے، اس اہم مسئلے میں، میں کلیتہً آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ کی تجویز میں اختلاف کی کوئی زیادہ گنجائش نہیں...... میرے خیال میں صرف دو باتیں زیر بحث آ سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ فنڈ کہاں سے آئے گا؟ دوم یہ کہ صدر انجمن کا مستقر کہاں بنایا جائے؟ میرے خیال میں اس کا مستقر لاہور ہونا چاہیے۔[۱۰۷]

دہلی میں آل انڈیا فلسطین کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ اس سلسلے میں صدارت کے لیے اقبال کو دعوت دی گئی۔ مگر آپ نے خرابیِ صحت کی بنا پر معذوری ظاہر کر دی۔ ۲۹ر ستمبر کو پانچ بجے شام جمعیت علمائے ہند، دہلی کے دفتر میں مقامی اور بیرونی مسلمان رہنماؤں کا ایک اجلاس ہوا۔ مولانا شوکت علی کی تجویز پر اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا کہ چوں کہ علامہ محمد اقبال بیمار ہیں، لہٰذا مولانا آزاد کو دعوت برائے صدارت دی جائے۔[۱۰۸]

اکتوبر کے پہلے ہفتے میں پنجاب کے صوبائی پارلیمانی بورڈ نے انتخابی مہم شروع کر دی۔ افتتاح کے لیے اقبال نے محمد علی جناح کو لاہور آنے کی دعوت دی۔[۱۰۹]

۶ر اکتوبر کو عبداللہ چغتائی کے نام مکتوب میں اقبال نے لکھا کہ مولوی ابو مصلح کا پتا مجھے معلوم نہیں۔ ان کی خدمت میں عرض کیجیے کہ مجھے وہ کتاب درکار ہے، جس میں انھوں نے بچوں کو قرآن پڑھانے کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے...... جاوید کے لیے یہ قاعدہ چاہیے۔[۱۱۰]

مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں اقبال نے محمد علی جناح کو بہ تاریخ ۷ر اکتوبر ایک خط میں تحریر کیا کہ میں ذاتی طور پر کسی ایسے امر کے لیے جس کا اثر ہندوستان اور اسلام دونوں پر پڑے، جیل جانے کے لیے تیار ہوں...... ایشیا کے دروازے پر ایک مغربی فوجی اڈے کی تعمیر اسلام اور ہندوستان، دونوں کے لیے خطرہ ہے۔[۱۱۱]

ہندوستان ٹائمز نے اپنی ایک اشاعت میں جامعہ ازہر کے شیخ جامعہ، شیخ المراغی اور علامہ محمد اقبال کے مابین خط کتابت ایک مصری انگریزی اخبار سے نقل کی، اُسے نمایاں انداز میں چھاپا اور اس پر دو کالم کا ایک طویل مقالہ تحریر کر کے علامہ اقبال پر کڑی تنقید کر ڈالی۔ دہلی کے ہفت روزہ

منادی نے مورخہ ۹ر اکتوبر کی اشاعت میں انصاری، دہلی کا ایک شذرہ بعنوان مصری وفد اور ڈاکٹر اقبال شائع کر دیا۔ اس کے آخر میں لکھا کہ تبلیغ کا معاملہ جس پر ہندوستان ٹائمز اس قدر چراغ پا ہے، ایک قطعی غیر اختلافی مسئلہ ہے۔ ہندوستان میں کوئی ایک مسلمان بھی اس کو ایسا نہیں ملے گا جو اس کے خیال سے متفق ہو۔[۱۱۲]

۷ر اکتوبر کو اقبال نے خواجہ غلام السیدین کے نام مکتوب میں سوشلزم کے متعلق لکھا کہ اس کے حمایتی ہر جگہ روحانیت کے مذہب کے مخالف ہیں اور اُسے افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا...... میں مسلمان ہوں اور ان شاء اللہ مسلمان مروں گا...... روحانیت کا میں قائل ہوں، مگر اس مفہوم میں جو قرآن پاک میں آیا ہے...... باقی رہا سوشلزم، سو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے، جس سے مسلمانوں نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔[۱۱۳]

۹ر اکتوبر کو انتخابی مہم کے افتتاح کے لیے علامہ اقبال کی دعوت پر محمد علی جناح لاہور پہنچ گئے۔ ۱۱ر اکتوبر کو ایک جلسہ عام میں انھوں نے انتخابی مہم کا افتتاح کیا۔ علامہ اقبال کا قطعی ارادہ تھا کہ اس جلسے کی صدارت وہ خود کریں گے، لیکن عین وقت پر آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اس لیے جلسے کی صدارت ملک زمان خان مہدی نے فرمائی۔ جناح صاحب نے اس جلسے میں پُر زور تقریر کرتے ہوئے یونینسٹ پارٹی اور سر سکندر کی خوب خبر لی۔[۱۱۴]

۱۱ر اکتوبر کو اقبال بارود خانہ، لاہور میں محمد دین تاثیر اور کرسٹابل جارج کی شادی میں شریک ہوئے۔ علی بخش اور جاوید بھی ساتھ تھے۔ فریقین کا نکاح نامہ اقبال نے تحریر فرمایا، خود نکاح پڑھایا اور گواہ بھی بن گئے۔[۱۱۵]

مولوی عبدالحق علی گڑھ میں ایک اردو کانفرنس منعقد کرنا چاہتے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے علامہ صاحب کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے ۲۱ر اکتوبر کو معذرت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ کمر درد کی وجہ سے شریک کانفرنس نہیں ہو سکتا...... آپ کی یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں، جس کی ابتدا سر سید نے فرمائی تھی۔[۱۱۶]

۲۴۔۲۵ر اکتوبر کو علی گڑھ میں آل انڈیا اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔[۱۱۷] اس کی صدارت راجا صاحب محمود آباد نے فرمائی۔ کانفرنس میں صرف ایسے منتخب اصحاب کو شرکت کی زحمت دی گئی تھی جو زبان کے معاملے میں خاص بصیرت اور تجربہ رکھتے اور اپنے صوبے کے نمائندے ہو سکتے تھے۔ کانفرنس میں مولوی عبدالحق نے ان اصحاب کے چند پیغامات بھی سنائے، جو بوجہ کانفرنس میں

شریک نہ ہو سکے۔ مثلاً علامہ محمد اقبال، سر تیج بہادر سپرو، مہاراجا کشن پرشاد اور سندر لال ورما، سر تیج بہادر سپرو نے اپنے پیغام میں اس ملاقات کا ذکر کیا جو انھوں نے گزشتہ برس اپنے داماد کے ساتھ اقبال سے لاہور میں کی تھی۔ پیغام میں انھوں نے کہا کہ اقبال کے ساتھ میرے خیال میں وہ لوگ بڑی ناانصافی کرتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ وہ محض اسلامی شاعر ہیں۔ یہ کہنا ان کے دائرہ اثر کو محدود کر دیتا ہے۔[۱۱۸]

ڈاکٹر سید عبداللطیف بھی اجلاس میں شریک تھے۔ انھی دنوں انھیں علامہ اقبال کا ایک خط ملا کہ علی گڑھ کے بعد دو تین ہفتوں کے لیے لاہور آئیں۔ چنانچہ وہ کانفرنس سے فارغ ہو کر لاہور آ گئے۔ انھوں نے پھر علامہ اقبال کے ہاں تین ہفتے قیام کیا۔ دراصل اقبال انھیں اسلامیہ کالج ،لاہور کی پرنسپل شپ کی پیش کش کرنا چاہتے تھے۔ رہائش کے لیے محمد شفیع انھیں ماڈل ٹاؤن میں زیرِتعمیر مکانات دکھانے موٹر میں لے گئے۔ جاوید اقبال بھی ساتھ تھے۔

۲۶/اکتوبر کو اقبال نے مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کا ایک اعزازی نسخہ شہزادی عابدہ سلطانہ بھوپال کو ارسال کر دیا۔ اسی روز آپ نے ایک نسخہ نواب ذوالفقار جنگ سالار اور ایک نواب گوہر تاج بیگم صاحبہ بھوپال کو پیش فرمایا۔[۱۱۹]

انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ اردو کے شمارہ اکتوبر میں اقبال کے مجموعۂ کلام ضرب کلیم پر تبصرہ شائع ہوا۔[۱۲۰]

معارف نے شمارہ اکتوبر میں ضرب کلیم کی اشاعت کی خوش خبری سناتے ہوئے لکھا:

''اب اقبال کی شاعری میں جذبات کا سراب نہیں بلکہ بصیرت و موعظت ملتی ہے۔''[۱۲۱]

۵/نومبر کو اقبال نے محمد عبدالحامد قادری بدایونی کے نام خط میں ان کی تصنیف نظام عمل کے متعلق لکھا کہ آپ کی کتاب عام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرقع ثابت ہو گی۔[۱۲۲]

ماہ نومبر میں ماہنامہ الحکیم کا نمائندہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ضبط تولید کے مسئلے پر آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا، فریقین رضامند ہوں تو جہاں تک میرا علم میری رہنمائی کرتا ہے، (ضبط تولید) قابل اعتراض نہیں ہے۔ اصول شرعی یہ ہے کہ بیوی اولاد کی خواہش مند نہیں، تو خاوند اُسے اولاد پیدا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔[۱۲۳]

محمد احمد خان نے اقبال کو خط لکھ کر آپ کے کسی شعر میں روشن ضمیر، ایک اور شعر میں درون خانہ اور ایک مصرع ''فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا'' کی وضاحت دریافت کی۔ اقبال نے

۵؍دسمبر کے خط میں وضاحت فرما دی۔[۱۲۴]

۸؍دسمبر کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام مکتوب میں لکھا کہ آپ سے استدعا ہے کہ دسمبر ۱۹۳۶ء کے آخر یا جنوری ۱۹۳۷ء کے آغاز میں لاہور تشریف لائیے تاکہ (ہماری تحریک کے خلاف پیدا کیے جانے والے) ردِ عمل کی قوتوں کو توڑنے کی سعی ہو سکے۔ اگر آپ تشریف نہیں لا سکے تو مجھے اندیشہ ہے آنے والی اسمبلی میں آپ چار سے زیادہ حامی نہیں پائیں گے۔[۱۲۵]

علمائے مصر کا ایک تبلیغی وفد ۱۱؍دسمبر کو بمبئی پہنچ گیا۔ حالاں کہ اقبال نے انھیں پیغام بھجوا دیا تھا کہ یہ کام ہندوستان کے علما ہی انجام دے سکتے ہیں۔[۱۲۶]

مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے اقبال کو اپنی ایک نظم ''نذرِ اقبال'' بھجوائی۔ اس میں پروفیسر عبدالعلیم کے اقبال پر اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔ اقبال نے صدیقی صاحب کو ۱۲؍دسمبر کے خط میں تحریر فرمایا کہ معترض...... قرآن کریم کی تعلیم سے بے بہرہ، اسلامی تصوف میں مسئلہ خودی کی تاریخ اور میری تحریروں سے ناواقف ہے...... خودی خواہ مسولینی کی ہو، خواہ ہٹلر کی، اگر قانون الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے...... شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ نہیں، اس جانور میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔[۱۲۷]

سید نصیر الدین ہاشمی نے اقبال کو اپنی تصنیف دکن میں اردو ارسال فرمائی جو ۱۸؍دسمبر کو موصول ہوئی۔ آپ نے اسی روز ہاشمی کو شکریے کا خط روانہ کرایا۔[۱۲۸]

۱۹۳۶ء میں ایک روز علامہ کے ہاں محمد علی جناح کی دیانت، امانت اور قابلیت کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس موقع پر علامہ نے فرمایا ''مسٹر جناح کو خدائے تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی''۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، ''وہ خوبی کیا ہے؟''

آپ نے انگریزی میں کہا:

"He is incorruptible and un-purchasable" (وہ نہ تو بدعنوان ہیں اور نہ انھیں خریدا جا سکتا ہے۔)[۱۲۹]

اس سال اقبال کی صحت گرنے لگی، یہاں تک کہ کچھ عرصے کے لیے آپ سے دو چار قدم چلنا بھی دوبھر ہو گیا۔[۱۳۰]

موضع جمال پور واقع نزد پٹھان کوٹ کے ایک دردمند مسلمان رئیس نے دین اسلام کی

خدمت کے لیے ایک قطعہ اراضی وقف کر دیا۔ انھوں نے اس پر مسجد، مکتب، کتب خانے اور دارالاقامت کی تعمیر شروع کر دی۔ [۱۳۱]

اس سال اقبال کی فارسی مثنوی پس چہ باید کرد کے علاوہ مسافر کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ دونوں مثنویوں کو کچھ عرصے بعد یکجا کر کے فروخت کیا گیا۔

وکالت کا سلسلہ کئی ماہ سے بند تھا۔ تصانیف کی مد میں رائلٹی سے جو اس سال اقبال کو ۸۷۶۰ روپے آمدنی ہوئی، اس پر آپ نے ۳۹۹ روپے انکم ٹیکس ادا کیا۔ [۱۳۲]

❀......❀......❀

حواشی

۱- مکتوبات اقبال، ص ۳۱۵
۲- ایضاً، ص ۳۱۵۔۳۱۶
۳- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص ۳۳۷
۴- مکتوبات اقبال، ص ۳۱۶۔۳۱۷
۵- اقبال اور ظفر علی خان، ص ۸۱
۶- اقبال کی صحبت میں، ص ۲۹۵
۷- اوراق گم گشتہ، ص ۶۳
۸- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۱۳۳
۹- مکتوبات اقبال، ص ۳۱۷۔۳۱۸
۱۰- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۹۱
۱۰A- اقبال – جہان دیگر، ص ۹۳
۱۱- زندہ رود، ص ۵۶۰
۱۲- اقبال اور بھوپال، ص ۲۰۵
۱۳- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۹۲
۱۴- اوراق گم گشتہ، ص ۶۵
۱۵- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۱۳۴
۱۶- روح مکاتیب اقبال، ص ۵۹۳
۱۷- ایضاً، ص ۵۹۴

۱۸- ایضاً، ص۵۹۵
۱۹- ایضاً، ص۵۹۵-۵۹۶
۲۰- اوراق گم گشتہ، ص۱۵
۲۱- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۱۳۲-۱۳۴
۲۲- مکتوبات اقبال، ص۳۲۵
۲۳- روح مکاتیب اقبال، ص۵۹۶
۲۴- انجمن حمایت اسلام، ص۱۳۶
۲۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۵۵
۲۶- اوراق گم گشتہ، ص۴۷
۲۷- مکتوبات اقبال، ص۳۲۵
۲۸- روح مکاتیب اقبال، ص۵۹۷
۲۹- ایضاً، ص ۵۹۸
۳۰- زندہ رود ص۵۶۱؛اقبال اور بھوپال، ص۲۰۸، ۲۷۸
۳۱- مفکر پاکستان، ص۳۵۷-۳۵۰
۳۲- روح مکاتیب اقبال، ص۵۹۹
۳۳- ایضاً، ص۵۹۹
۳۴- مکتوبات اقبال، ص۳۲۷
۳۵- اقبال اور بھوپال، ص۲۱۱
۳۶- ثاقف نفیس، مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین، ص۳۳-۴۲
۳۷- مکتوبات اقبال، ص۳۲۸
۳۸- ایضاً، ص۳۲۹
۳۹- اقبال اور بھوپال، ص۲۱۴
۴۰- زندہ رود، ص۵۶۲
۴۱- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۴۵۸
۴۲- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۸۹
۴۳- مجلّہ اقبالیات، لاہور، مارچ ۱۹۸۸ء، ص۹۲؛ ذکر اقبال، ص۱۹۸
۴۴- روح مکاتیب اقبال، ص۶۰۲
۴۵- ایضاً، ص۶۰۲
۴۶- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۲۶

۴۷- اقبال اور ظفر علی خان،ص۱۳۸
۴۸- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۳
۴۹- زندہ رود،ص۵۶۶؛اقبال کی صحبت میں،ص۴۴۹
۵۰- گفتار اقبال،ص۲۰۳-۲۰۶
۵۱- اقبال اور ظفر علی خان،ص۶۹
۵۲- مفکر پاکستان،ص۳۳۰
۵۳- اقبال اور ظفر علی خان،ص۶۹
۵۴- زندہ رود،ص۵۶۷؛سرگزشت اقبال،ص۵۱۶
۵۵- اقبال کے خطوط جناح کے نام،محمد جہانگیر عالم،دائرہ معارفِ اقبال،فیصل آباد،۱۹۹۵ء،ص۵۷؛ سرگزشت اقبال،ص۵۱۶
۵۶- زندہ رود،ص۵۶۴
۵۷- اقبال کے آخری دو سال،ص۳۱۸
۵۸- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۴
۵۹- اقبال اور ظفر علی خان،ص۱۷۴
۶۰- حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں،ص۲۷۳
۶۱- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۵
۶۲- اقبال- جہان دیگر،ص۹۵
۶۳- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۶-۶۰۷
۶۴- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۳۳
۶۵- اقبال کے آخری دو سال،ص۴۸۳
۶۶- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۵۸-۶۰
۶۷- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۷
۶۸- ایضاً،ص۶۰۷
۶۹- ایضاً،ص۶۰۷
۷۰- ایضاً،ص۶۰۸
۷۱- خطوط اقبال،ص۲۵۷
۷۲- ذکر اقبال،ص۲۰۰
۷۳- روح اقبال،ص۶۰۹
۷۴- اقبال نامہ،ص۳۱۵-۳۱۶

۷۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۰۹
۷۶- ایضاً،ص۶۱۰
۷۷- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۳۵
۷۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۶۱-۶۲
۷۹- اقبال ریویو،جنوری۱۹۸۳ء،ص۵۹
۸۰- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۱
۸۱- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ،ص۱۶۲-۱۶۳
۸۲- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۲
۸۳- ایضاً،ص۶۱۳
۸۴- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۳۷-۱۳۹
۸۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۳۶
۸۶- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۳
۸۷- اقبال اور بھوپال،ص۲۱۴
۸۸- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۴
۸۹- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ،ص۴۵۰
۹۰- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۵
۹۱- ایضاً،ص۶۱۵
۹۲- ایضاً
۹۳- ایضاً،ص۶۱۶
۹۴- ایضاً،ص۶۱۵
۹۵- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۲۲۹
۹۶- زندہ رود،ص۵۶۸
۹۷- ذکر اقبال،ص۸۸
۹۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۶۳
۹۹- اقبال اور بھوپال،ص۲۲۸
۱۰۰- مجلّہ اقبال،لاہور،جولائی۱۹۸۸ء،ص۱۷۲
۱۰۱- روح مکاتیب اقبال،ص۶۱۹
۱۰۲- ایضاً،ص۶۲۰
۱۰۳- ایضاً

۱۰۴- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص۱۶۲۔۳۶۲
۱۰۵- روح مکاتیب اقبال، ص۶۲۱
۱۰۶- ایضاً
۱۰۷- اقبال اور مولوی عبدالحق، ص۴۳
۱۰۸- ایضاً، ص۶۱
۱۰۹- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۳۹
۱۱۰- روح مکاتیب اقبال، ص۶۲۳
۱۱۱- ذکر اقبال، ص۲۰۲
۱۱۲- اوراق گم گشتہ، ص۱۱۴۔۱۱۶
۱۱۳- روح مکاتیب اقبال، ص۶۲۳
۱۱۴- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۳۹
۱۱۵- زندہ رود، ص۵۶۹
۱۱۶- اقبال اور مولوی عبدالحق، ص۱۰۲
۱۱۷- ایضاً، ص۱۱۷۔۱۳۷
۱۱۸- اوراق گم گشتہ، ص۲۵۱۔۲۵۳
۱۱۹- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص۱۶۳؛اقبال اور بھوپال، ص۲۸۰
۱۲۰- اقبال اور مولوی عبدالحق، ص۱۱۷
۱۲۱- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۷۹
۱۲۲- مجلّہ اقبالیات، لاہور، جنوری۔مارچ ۱۹۸۸ء، ص۲۷۔۲۸
۱۲۳- زندہ رود، ص۵۶۹
۱۲۴- روح مکاتیب اقبال، ص۶۲۵
۱۲۵- اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص۶۴
۱۲۶- زندہ رود، ص۶۰۲
۱۲۷- مجلّہ اقبال، لاہور، جولائی ۱۹۸۸ء، ص۱۷۲
۱۲۸- روح مکاتیب اقبال، ص۶۲۶
۱۲۹- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۴۸۵
۱۳۰- ایضاً، ص۴۴۹
۱۳۱- زندہ رود، ص۶۱۲
۱۳۲- ایضاً، ص۵۴۴

۱۹۳۷ء...... بینائی کمزور ہوگئی

۱۴رجنوری کی شام علامہ اقبال اور علی بخش محو گفتگو تھے کہ باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا کہ کئی دن ہو گئے مسعود کا خط نہیں آیا، خدا خیر کرے۔ اگلے روز دو پہر کو بھوپال سے راس مسعود کا خط موصول ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ میری صحت دن بہ دن سنبھل رہی ہے۔ آواز میں بھی فرق آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ دربارِ رسالت میں جو کچھ میں نے عرض کیا، وہ قبول ہو گا۔ امسال دربارِ حضورؐ میں حاضری دینا چاہتا تھا، مگر بعض امور مانع ہو گئے۔ آئندہ سال حج کروں گا اور دربارِ رسالتؐ میں بھی حاضری دوں گا۔ اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کریں گے۔[۱]

حیدر آباد دکن کی یادگار ولی کمیٹی نے اردو شاعر، ولی دکنی کی دوسوسالہ سالگرہ کے موقع پر جشن منانے کا اہتمام کیا۔ اقبال کو شرکت کی دعوت ملی۔ آپ نے ۲۳رجنوری کو بذریعہ خط معذرت کر لی کہ طویل علالت کے باعث شرکت سے معذور ہوں۔[۲]

۲۳رجنوری کو علمائے مصر کا تبلیغی وفد پشاور سے لاہور پہنچ گیا۔ مصری علما آپ سے ملنے جاوید منزل تشریف لائے۔ آپ نے انھیں ۲۷رجنوری بروز بدھ ڈیڑھ بجے بعد دو پہر اسپنسر ہوٹل میں کھانے کی دعوت دی۔

۲۳رجنوری کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام خط میں وفد پہنچنے کی اطلاع دی۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ ۲۷رجنوری کے کھانے میں آپ بھی مع راجا حسن اختر ضرور تشریف لایئے۔[۳]

اسی روز آپ نے پروفیسر قریشی صاحب کو اطلاع دی کہ حکیم صاحب کی گولیاں مل گئی ہیں۔[۴]

۲۴رجنوری کے خط میں اقبال نے میجر شمس الدین قریشی، وزیر تعلیم، ریاست بہاول پور کو پیغام بھجوایا کہ علمائے مصر لاہور آئے ہوئے ہیں۔ ریاست بہاول پور بلکہ اعلیٰ حضرت کو چاہیے کہ انھیں مدعو کریں تا کہ وہ ریاست کے کالج کا معائنہ کر سکیں۔[۵]

۲۷/جنوری کو اسپنسر ہوٹل میں کھانے کی دعوت بہت بے لطف رہی۔ اس لیے کہ ظہر کا وقت تھا اور طبیعت آرام کی طرف مائل تھی۔ کچھ اس لیے بھی کہ اقبال کی صحت ان دنوں بہت گر گئی تھی۔ پھر عربی سے ناواقفیت نے بھی شرکائے دعوت کو موقع نہ دیا کہ مہمانوں سے کھل کر گفتگو کر لیتے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ ہوٹل والوں نے اقبال کی نشست سے کوئی دس قدم دور مگر عین مقابل ایک پرانی وضع کا بڑا سا گراموفون یوں رکھ دیا کہ اس کا بھونپو آپ کی طرف رہا اور پھر ریکارڈ بھی لگایا:

یا دل سے باز آجا، یا دل نواز ہو جا

یہ گانا بجا، تو محفل میں بڑے زور کا قہقہہ پڑا اور یہ صحبت برخاست ہوگئی۔

مذکورہ دعوت میں دیگر شخصیات کے علاوہ جاوید اقبال بھی شریک تھے۔ کھانے کے بعد ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔[۶]

یکم فروری کو اقبال نے روزنامہ احسان کے مدیر، مرتضٰی خان میکش کو ایک ضروری کام کے سلسلے میں گھر پر بلایا۔[۷]

۱۵/فروری کو انجمن اردو پنجاب کی طرف سے لاہور کے وائی ایم سی اے ہال میں یوم غالب منایا گیا۔ اس موقع پر انجمن کے سیکریٹری، میاں بشیر احمد، مدیر ہمایوں نے اقبال کا ارسال کردہ تحریری پیغام پڑھ کر سنایا۔[۸]

ڈیرہ غازی خان کے ایک مدرس، محمد رمضان نے اقبال سے التجا کی کہ وہ اپنی درج ذیل رباعی ان کے نام کر دیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اقبال نے ۱۹/فروری کے خط میں انھیں تحریر فرمایا کہ شعر کسی کی ملکیت نہیں۔ آپ کو جو رباعی پسند آگئی ہے اسے بلا تکلف اپنے نام سے مشہور کریں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔[۹]

فروری میں انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوا۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے امیدوار ملک برکت علی اور راجا غضنفر علی کامیاب ہوگئے۔ لیکن کامیابی کے فوراً بعد راجا صاحب نے یونینسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔[۱۰]

سر راس مسعود کے گھر ایک دختر پیدا ہوئی۔ والدین کی درخواست پر اقبال نے بچی کا نام "نادرہ" رکھا کیوں کہ آپ کو یہ نام بہت پسند تھا۔ آپ نے اپنے بھتیجے، شیخ اعجاز احمد کی بیٹی کے لیے بھی یہی نام تجویز کیا تھا۔ یکم مارچ کو اقبال نے "نادرہ مسعود" کی پیدائش پر ایک تاریخی قطعہ تخلیق کیا۔ قطعہ کا آخری شعر ملاحظہ فرمائیے:

کس قدر برجستہ ہے تاریخ بھی
با سعادت دختر مسعود ہے[۱۱]

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے استاد، آل احمد سرور نے اقبال کو فاشزم اور کمیونزم سے متعلق ایک خط تحریر کیا۔ آپ نے ۱۲؍ مارچ کو انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ میرے نزدیک فاشزم، کمیونزم یا زمانہ حال کے دیگر ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی روح سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے، وہ بنی نوع انسان کے لیے ہر نقطۂ نگاہ سے موجب نجات ہو سکتا ہے۔[۱۲]

ہرنائی، بلوچستان کے ایک کمیشن ایجنٹ، نور حسین نے بذریعہ خط اقبال کو مطلع کیا کہ وہ لاہور میں ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۷؍ مارچ کو آپ نے انھیں تحریر فرمایا کہ یہاں سیکڑوں تعلیم یافتہ نوجوان بے کار پھر رہے ہیں۔ سرکاری ملازمت کی راہ بند ہے۔ تجارت کی کساد بازاری کی وجہ سے نجی ملازمت ملنا بھی قریباً ناممکن ہو گئی ہے۔[۱۳]

انتخابات میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے دہلی میں ۱۹؍ مارچ کو ایک کل ہند قومی کنونشن طلب کر لیا۔ اس میں کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب شدہ صوبائی اسمبلیوں کے آٹھ سو ارکان مدعو تھے۔ اس کنونشن میں پنڈت جی نے طویل تقریر کی۔ اور اپنے مخصوص اشتراکی نقطۂ نظر سے ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی عوام کی حالت زار کا تجزیہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ان کا اصل مسئلہ روٹی ہے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ عام مسلمانوں اور ان کے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کر کے ملک کو ہر قسم کی فرقہ پرستی سے پاک کر دیں۔[۱۴]

اگلے روز علامہ اقبال نے محمد علی جناح کو خط لکھتے ہوئے فرمایا کہ پنڈت جی کی تقریر کا پُر زور جواب دینے کے لیے آپ دہلی میں جلد از جلد ایک آل انڈیا مسلم کنونشن منعقد کیجیے تا کہ اس اسلامی موتمر میں پوری قوت اور قطعی وضاحت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی جداگانہ سیاسی وحدت کا بطور

نصب العین اعلان کیا جا سکے۔[۱۵]

اقبال چوں کہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے، اس لیے آپ احباب سے خطوط لکھوایا کرتے تھے۔

مارچ میں مصری علما کا وفد واپس مصر چلا گیا۔[۱۶]

۲/اپریل کو اقبال علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے۔ ۳/اپریل کے دن حکیم نابینا کو نبض دکھائی۔ آپ نے افغان قونصل جنرل، صلاح الدین سلجوقی کے ہاں تین روز قیام فرمایا، لیکن محمد علی جناح سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بہ تاریخ ۳/اپریل آپ نے اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کے نام خط میں لکھا کہ حکیم صاحب نابینا کو تمھاری بیوی کے متعلق تفصیل سے بتا دیا ہے۔ تم کسی روز ان سے مل کر والدہ تحسین کی نبض دکھانے کے لیے وقت مقرر کر لو۔ شیخ اعجاز احمد ان دنوں دہلی میں سب جج تھے۔ ان کی بیوی کے بدن پر گاہے گاہے دھپڑ نکل آتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے آپ سے اس مرض کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم دہلی میں تعینات ہو، حکیم عبدالوہاب صاحب کو کیوں نہیں دکھاتے؟ خط ملتے ہی اعجاز احمد نے حکیم صاحب سے وقت لے لیا۔ حکیم صاحب کی دوا سے ان کی اہلیہ کو فائدہ ہوا۔[۱۷]

۱۸/اپریل بروز اتوار دس بجے صبح برکت علی ہال میں انجمن اسلامیہ کا اجلاس ہوا۔ صدر جلسہ خان بہادر مولوی شیخ انعام تھے۔ جلسے میں ایک سو ایک ارکان شریک تھے۔ اتفاق رائے سے ڈاکٹر محمد اقبال کو انجمن اسلامیہ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ چھ نائب صدور اور دیگر عہدیداران کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔[۱۸]

۱۹/اپریل کو بذریعہ خط اقبال نے راس مسعود سے دریافت فرمایا کہ کیا تم کشمیر کے ہوم منسٹر بننے والے ہو؟ کیا اس افواہ میں کوئی صداقت ہے؟[۱۹]

۲۲/اپریل کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام مکتوب میں زور دیا کہ مسلم کنونشن جلد از جلد منعقد کیا جائے...... حالات کا تقاضا ہے کہ اسلامی پالیسی کا مکرر اعلان کر دیا جائے۔[۲۰]

۲۳/اپریل کو آپ نے شیخ اعجاز احمد کا خط موصول ہونے کی اطلاع دی اور لکھا کہ خوشی ہوئی، تمھاری بیوی کو حکیم صاحب کے علاج سے فائدہ ہوا ہے۔[۲۱]

۲۵/اپریل کو صوبائی مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اقبال کی ہدایت پر ملک زمان مہدی خان کی قیادت میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کو پنجاب میں مسلم لیگ کی ضلع وار اور مقامی شاخیں قائم کرنے اور مسلم عوام کے ساتھ مسلم لیگ کا ربط وضبط بڑھانے کے کام سونپے گئے۔[۲۲]

مولوی عبدالحق نے اقبال کو ایک خط روانہ فرمایا۔ اس میں انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد اور جلسوں کی کارروائی موجود تھی۔ ۲۸؍اپریل کے خط میں آپ نے مولوی صاحب کو اطلاع دی کہ آپ کا والا نامہ مع روداد موصول ہوا۔ انجمن کی مدد کرنا ضروری ہے۔ اردو کی اشاعت اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ آپ نقل مکانی کر کے دلّی آ جائیے۔ کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ کر اردو کی خدمت کر سکتا۔[۲۳]

گزشتہ برس پٹھان کوٹ کے ایک مسلمان رئیس چودھری نیاز علی خان نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے ایک قطعہ اراضی وقف کر دیا تھا۔ اس پر اب وہ مختلف عمارات تعمیر کرا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ علامہ صاحب سے بھی لاہور آ کر ملے اور تبادلۂ خیال کیا۔ اقبال نے انھیں مشورہ دیا کہ جامعہ ازہر سے ایک روشن خیال اور قابل مصری عالم اپنے مستقر میں بلوا لیجیے۔ چودھری صاحب نے اس سلسلے میں ماہ اپریل میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ایک خط لکھا اور ان سے کہا کہ مجوزہ درخواست کا ڈرافٹ عربی میں تحریر کر دیجیے۔[۲۴]

۳؍مئی کو اقبال نے بذریعہ خط شیخ محمد اکرام کو ان کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے تحریر کیا کہ غالب نامہ کے لیے بے تاب ہوں۔[۲۵]

۶؍مئی کو آپ نے ڈاکٹر ظفر الحسن کے نام خط میں لکھا کہ فلسفہ اسلام کی ایک مفصل تاریخ لکھنے کا آغاز کیجیے۔[۲۶]

پنڈت جواہر لال نہرو نے کانگریس کے اجلاس دہلی میں تقریر کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے بارے میں کہا تھا کہ انھیں صرف روٹی کی فکر ہے۔ اس تقریر کا توڑ کرنے کے لیے اقبال نے مسلمان نوجوانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ایک مسلم انڈیا سوسائٹی قائم کر لیں۔ رسالہ *Truth* نے ۴؍مئی کی اشاعت میں ایک مضمون بہ عنوان ''مسلم انڈیا سوسائٹی'' شائع کر کے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ علامہ اقبال آل انڈیا مسلم لیگ کے بجائے ایک دوسری سیاسی جماعت بنانے کے آرزومند ہیں۔ اس سلسلے میں میاں محمد شفیع نے اقبال سے دریافت کیا تو آپ نے اس خبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلم انڈیا سوسائٹی کو سیاسی جماعت نہیں ہونا چاہیے۔ اس جماعت کے ذریعے میرا مقصد ہے کہ یہ مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کے اقتصادی پہلوؤں کے متعلق پُر جوش ذہنی انہماک پیدا ہو جائے۔ آپ کا یہ وضاحتی بیان انقلاب کے شمارہ ۷؍مئی میں شائع ہوا۔[۲۷]

محمد علی جناح نے اقبال کے خط کا جواب دے دیا۔ آپ نے ۱۰؍مئی کو خط میں تحریر فرمایا کہ

کیا آپ کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ آپ شمالی ہند کا دورہ کریں اور میرٹھ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے قبل، ہر صوبے کے اہم شہروں میں جائیں...... میرے خیال سے، مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہے تاکہ جماعت کو عوام الناس کے قریب لایا جاسکے۔ مسلم عوام نے اب تک مسلمانوں کے بالائی متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ [۲۸]

قاضی نذیر احمد نے اقبال کے نام اپنے ایک خط میں لفظ خودی کی وضاحت دریافت فرمائی۔ عصبیت اور تعصب میں فرق کا بھی پوچھا۔ آپ نے ۱۲ رمئی کو قاضی احمد صاحب کے نام مکتوب میں درج بالا الفاظ کی وضاحت فرمائی۔ حسب وعدہ شیخ محمد اکرام نے آپ کو اپنی تصنیف غالب نامہ بھجوا دی۔ آپ نے ۱۲ رمئی ہی کو انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ نے مقدمے کی تیاری اور غالب کی نظمیں تاریخ وار ترتیب دینے میں محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ اگرچہ مجھے آپ کے چند خیالات سے اتفاق نہیں...... میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ حضرت غالب کو اردو نظم میں بیدل کی تقلید کرتے ہوئے ناکامی ہوئی۔ غالب نے بیدل کے الفاظ کی نقالی تو ضرور کر لی، لیکن بیدل کے معانی سے اس کا دامن تہی رہا۔ [۲۹]

اقبال کی حالت روز بروز گر رہی تھی۔ چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا۔ بینائی میں بھی بڑی کمی آ گئی۔ اسی لیے آپ نے انجمن اسلامیہ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۵ رمئی کو بروز ہفتہ ساڑھے سات بجے شام انجمن اسلامیہ کا اجلاس جنرل سیکریٹری محمد سعادت علی خان کی کوٹھی پر منعقد ہوا۔ اجلاس میں آپ کا استعفیٰ پیش کیا گیا۔ فیصلے کی رو سے انجمن کا ایک وفد اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا اور استعفیٰ واپس لینے کی درخواست فرمائی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ مجبوراً استعفیٰ منظور کرنا پڑا۔ تاہم آپ کو تاحیات اعزازی صدر منتخب کر لیا گیا۔ [۳۰]

ندوہ کی معرفت مصر سے چند عربی کتب منگوانے کے لیے اقبال نے ۱۹ رمئی کو سید سلیمان ندوی کے نام خط روانہ فرمایا۔ [۳۱]

۱۹ رمئی کو جاوید اقبال کے ماموں عبدالغنی وفات پا گئے۔ اقبال کو بہت رنج ہوا۔ آپ نے انھیں اپنی وصیت میں اپنے بچوں کا گارڈین مقرر کر رکھا تھا۔ [۳۲]

ادویہ منگوانے کے سلسلے میں اقبال نے ایک رجسٹرڈ خط حکیم صاحب کو دہلی تحریر فرمایا۔ مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مجبوراً آپ نے ۲۰ رمئی کو شیخ اعجاز احمد کے نام مکتوب بھجوایا۔ اس میں دواؤں کے استعمال کے بعد آپ کی جو حالت ہوئی تھی، وہ تفصیل سے بیان فرمائی۔ آپ نے

انھیں لکھا کہ یہ خط خود جا کر حکیم صاحب کو دیجیے۔ وہ جو دوا دیں، اسے مجھے پارسل کر دیں۔ [۳۳]

رسالہ ہمایوں کے مدیر، میاں بشیر احمد کے ایک دوست علامہ اقبال کی اردو رباعیات کا انگریزی ترجمہ کرنا چاہتے تھے۔ میاں صاحب نے اس سلسلے میں ایک خط لکھا، جو ۲۲رمئی کو موصول ہوا۔ آپ نے اسی روز انھیں تحریر فرمایا کہ اپنے دوست کی رباعیات کا انگریزی ترجمہ دکھائیں تو کوئی رائے دے سکوں گا۔ [۳۴]

پروفیسر محمد الیاس برنی کو ۲۷رمئی کے خط میں اقبال نے اطلاع دی کہ ان کی ارسال کردہ کتاب قادیانی مذہب مل گئی ہے۔ اقبال نے انھیں جواباً تحریر فرمایا کہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے جو آپ کے ذاتی افکار کا نتیجہ ہو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، مسئلہ ''قادیانی تحریک'' عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آریائی ہے۔ اسی روز آپ نے شولال شوری کو جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آپ کے مرسل کاغذات کا مطالعہ میرے لیے ناممکن ہے، کیوں کہ معالجین نے مجھے لکھنے پڑھنے کی قطعاً ممانعت کر رکھی ہے۔ [۳۵]

۲۸رمئی کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام مکتوب میں لکھا کہ جو سیاسی جماعت عام مسلمانوں کی بہبود کی ضامن نہ بنے، وہ عوام کے لیے باعث کشش نہیں ہو سکتی...... جواہر لال نہرو کی منکر خدا اشتراکیت مسلمانوں میں کوئی خاص اثر نہیں کر سکے گی۔ تاہم لیگ کا مستقبل اس امر پر موقوف ہے کہ وہ مسلمانوں کو افلاس سے نجات دلانے کے لیے کیا اقدامات کرتی ہے۔ خوش قسمتی سے اسلامی قانون میں اس مسئلے کا حل موجود ہے۔ لیکن اُسے نافذ کرنے کے لیے ملک کی تقسیم کے ذریعے ایک یا زائد اسلامی ریاستوں کا قیام اشد ضروری ہے۔ [۳۶]

مرکزی اسمبلی میں پنجاب کی ایک نشست خالی ہوگئی۔ مئی میں اس کے لیے ضمنی انتخاب کرانے کا اعلان ہوا۔ اس نشست پر مولانا ظفر علی خان کھڑے ہوگئے۔ کانگریس نے ان کے مقابلے میں ایک گمنام اور مالدار شخص عبدالعزیز کو کھڑا کر دیا۔ علامہ اقبال چاہتے تھے کہ عبدالعزیز دست بردار ہو جائے۔ ان کی فرمائش پر عبدالعزیز کے والد نے فیصلہ ایک ثالثی بورڈ کے سپرد کر دیا۔ نتیجتاً عبدالعزیز انتخابات میں بیٹھ گئے۔ یوں مولانا ظفر علی خان بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ [۳۷]

اقبال اپنے برادر نسبتی کے انتقال سے بڑے پریشان ہوئے۔ ۳رجون کو آپ نے راس مسعود کے نام مکتوب میں فرمایا کہ وہ نہایت نیک اور مخلص انسان تھا۔ میرے دونوں بچوں سے بہت محبت رکھتا تھا اور مجھے اس پر کامل بھروسا تھا۔ وہ ماں کی طرف سے ان دونوں بچوں کا بھی بازو تھا۔ [۳۸]

بچوں کی نگہداشت اور گھر کا نظم و نسق چلانے کے لیے اقبال گزشتہ کئی ماہ سے مناسب خاتون کی تلاش میں تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں احباب سے کہہ رکھا تھا اور رسالوں میں اشتہار بھی دیے تھے۔ آخر آپ نے اس سلسلے میں ایک جرمن خاتون کا انتخاب کر لیا۔ اس خاتون کا نام ڈورس تھا۔ وہ اسلامی شریعت سے واقف تھی اور اردو بول سکتی تھی۔ فی الوقت وہ علی گڑھ میں مقیم تھی۔ علی گڑھ کے پروفیسر رشید احمد صدیقی اور دیگر احباب نے بذریعہ خطوط اس کی شرافت و دیانت کی تعریف لکھ بھیجی۔ ۸ر جون کے خط میں اقبال نے راس مسعود کو بھی اس کی اطلاع کر دی۔[۳۹]

سکندر علی وحید، اقبال کی تصانیف پر تنقیدی مضامین لکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے خط لکھا۔ آپ نے ۹ر جون کو جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ مضامین لکھنے کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں...... مضمون لکھنے سے قبل آپ فارسی کتابیں بغور پڑھ لیں تاکہ مصنف کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو سکیں۔[۴۰]

۱۰ر جون کو اقبال نے راس مسعود کے نام خط میں اپنے وصیت نامہ میں شامل گارڈین حضرات کا ذکر کیا اور پھر لکھا کہ اب وہ شیخ اعجاز احمد کی جگہ انھیں گارڈین مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس لیے کہ اعجاز احمد بہت مال دار ہے اور عموماً لاہور سے باہر رہتا ہے۔[۴۱]

اقبال نے ۱۲ر جون کو راغب صاحب کے نام مکتوب میں سید نذیر نیازی سے لکھوایا کہ بیت المال ضرور قائم ہونا چاہیے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسٹر جناح ہی اس کے صدر ہوں۔[۴۲]

۱۳ر جون کو عبداللہ چغتائی کے نام جوابی خط میں فرمایا کہ پیرس میں علمی مشاغل میں مصروف رہنا آپ کو مبارک ہو...... میں بہ حیثیت مجموعی دائم المرض کی زندگی بسر کر رہا ہوں...... قصد تو یہ تھا کہ زندگی کے باقی دن جرمنی اور اٹلی میں گزاردوں مگر بچوں کی تربیت کس پر چھوڑوں؟...... اب مجھ جیسے گناہ گاروں کے لیے آستانِ رسالتؐ کے سوا اور کہاں جائے پناہ ہے؟[۴۳]

لندن سے سر اکبر حیدری کا ایک خط موصول ہوا۔ یہ اس مکتوب کا جواب تھا جو اقبال نے ماہ اپریل میں انھیں لکھا تھا۔ ۱۳ر جون کو آپ نے اپنی آخری دلی تمنا کا ذکر کرتے ہوئے سر اکبر حیدری کے نام مکتوب میں لکھا کہ اگر ممکن ہو سکے، تو حج کے لیے مکہ جانا چاہتا ہوں...... وہاں سے پھر اس ہستی کی تربت پر حاضری دوں گا جس کی بے پایاں شفقت میرے لیے وجہ تسکین اور سرچشمہ الہام رہی ہے۔[۴۴]

۱۴ر جون کو بھوپال سے راس مسعود نے اقبال کے دونوں خطوط کا جواب دیا۔ مسعود صاحب نے تحریر کیا کہ چوں کہ میں لاہور میں نہیں رہتا لہٰذا مجھے گارڈین مقرر نہ کیجیے بلکہ کسی ایسے دوست کا

انتخاب کریں جو کم سے کم پنجاب میں مقیم ہو۔ البتہ اپنی وصیت میں یہ ضرور لکھ دیجیے کہ اگر گارڈین کو کسی معاملے میں جہاں تک منیرہ اور جاوید کی تعلیم کا تعلق ہے، کوئی مالی دقت پیش آئے تو پہلے مجھے مطلع کیا جائے، کیوں کہ جب تک ان دونوں کی ۲۲ برس کی عمر نہ ہو جائے، میں ہر ممکن طریقے سے مدد دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ میں زندہ رہا۔ میں اپنے اوپر یہ خود ایک بڑی ذمے داری اس عشق کے ثبوت میں لے رہا ہوں جو مجھے تم سے ہے۔[۴۵]

۱۴ر جون کو اقبال نے ضلع رحیم یار خان کے پیر، سید غلام میراں شاہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔[۴۶]

شیخ محمد اکرام نے اعلیٰ درجے کے آموں کی ایک پیٹی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ اقبال نے ۲۰ر جون کے خط میں ان کا شکریہ ادا فرمایا۔ اسی روز محمد علی جناح کا ایک خط موصول ہوا۔[۴۷]

۲۱ر جون کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام ایک طویل مکتوب تحریر کیا۔ آپ نے لکھا کہ اس وقت مسلمانوں کو اس طوفانِ بلا میں جو شمال مغربی ہندوستان اور شاید ملک کے گوشے گوشے سے اٹھنے والا ہے، صرف آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے رہنمائی کی توقع ہے...... گزشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ہندو اور سکھ توہینِ رسالت کی کم از کم چار وارداتیں کر چکے ہیں...... ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں نہ معاشی بلکہ خالص سیاسی ہیں...... میرے خیال میں تو نئے دستور میں ہندوستان کو ایک ہی وفاق میں مربوط رکھنے کی تجویز بالکل بے کار ہے۔ مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس پنجاب میں منعقد کرنا بہتر رہے گا۔[۴۸]

۲۳ر جون کو اقبال نے سید غلام میراں شاہ کو بذریعہ خط تحریر فرمایا کہ میں آپ کا وجود غنیمت تصور کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا اخلاص اور وہ محبت جو آپ کو حضور رسالت مآبؐ سے ہے، آپ کے خاندان پر بڑی برکات کے نزول کا باعث بن جائے گی۔[۴۹]

۳۱ر جون کو اقبال نے سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں فرمایا کہ فلسفہ اسلام پر لکھا جعفری صاحب کا مضمون مجھے بھیج دیجیے۔[۵۰]

جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن کی ڈاکٹر حبیب النسا بیگم کا خط موصول ہوا۔ وہ اقبال کی ڈاکٹریٹ کے مقالے کا ایک نسخہ منگوانا چاہتی تھیں۔ آپ نے انھیں یکم جولائی کو خط لکھ کر معذرت کر لی۔[۵۱]

اسی روز اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے سیکریٹری کو خط کے ذریعے مطلع کیا کہ میرا استعفیٰ ازراہ عنایت ۴ر جولائی کے اجلاس میں ضرور پیش فرما کر منظور کرا دیں۔[۵۲]

یکم جولائی ہی کو سید غلام میراں شاہ کے نام مکتوب میں لکھا کہ میں بھی ۱۶ر جولائی کے بعد

کشمیر جانے کا عزم رکھتا ہوں۔[۵۳]

اقبال کے استعفیٰ کی خبر انجمن حمایت اسلام نے اخبارات میں شائع کرا دی۔ اشاعت کو انھوں نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اور اس ضمن میں شیخ عظیم اللہ اور شیخ گلاب دین سے شکوہ کیا۔ آپ نے شیخ عبداللہ کے نام خط میں فرمایا کہ اگر میں اخباروں کی خبر کی تردید کردوں تو اس کے نتائج انجمن کے حق میں اچھے نہیں نکلیں گے۔ میں انجمن کے موجودہ حالات میں صدارت کا بارِ گراں نہیں اٹھا سکتا۔ میرا استعفیٰ قبول کر کے مجھے ممنون فرمایئے۔[۵۴]

فضل کریم، سیکریٹری فلاسوفیکل ایسوسی ایشن، علی گڑھ اقبال سے ایک تحقیقی کام کروانا چاہتے تھے۔ آپ نے انھیں جوابی خط میں لکھا کہ خرابی صحت کی اس حالت میں بھی میں کسی حد تک ایک نوجوان محقق کے کام آسکتا اور ان مسائل کی تفہیم میں اس کی مدد کر سکتا ہوں جنھوں نے ہمارے آباء کے دلوں میں ولولہ پیدا کر دیا تھا۔[۵۵]

اقبال کشمیر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ موسم گرما کی تعطیلات میں اسکول بند ہونے کے بعد جاوید کے ہمراہ آپ نے ۱۲ر جولائی کو کشمیر جانے کا پروگرام بنا لیا۔ سر مراتب علی نے اپنی گاڑی دینے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن تحریک کشمیر کے دنوں سے وادی میں آپ کے داخلے پر پابندی تھی۔ اس لیے ریاست سے اجازت حاصل کرنے کے لیے درخواست دے دی گئی۔[۵۶]

جولائی کے ابتدائی دنوں میں سر راس مسعود بیمار ہو گئے۔ وہ بارہ روز ملیریا میں مبتلا رہے۔ سر درد کی تکلیف بھی رہی۔ بھوپال سے ان کے سیکرٹری ممنون حسن خان نے مسعود کی بیماری سے متعلق اقبال کو مطلع کیا۔ آپ نے ممنون حسن خان کے نام خط میں ۱۶ر جولائی کو تحریر کیا کہ میں اپنے دوست کی بیماری کے سلسلے میں بہت متردد ہوں۔ بارہ دن کا ملیریا اور اس پر مسلسل سر درد، یہ بڑی اذیت ناک کیفیت ہے۔[۵۷]

حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری اسلامی تحقیق کے سلسلے میں یورپ جانا چاہتے تھے۔ رہنمائی کے لیے انھوں نے اقبال کو خط لکھا۔ اقبال نے ۱۶ر جولائی کو جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ یورپ جانا بے سود ہے۔ آپ مصر جایئے اور عربی زبان میں مہارت پیدا کیجیے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی اور سیاسی تاریخ، تصوف، فقہ اور تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔[۵۸]

چودھری نیاز علی نے اپنے مجوزہ اسلامی ادارے کے سلسلے میں اقبال سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے ۲۰ر جولائی کو انھیں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ضرور تشریف لائیں...... جن لوگوں

کو اپنے دین اور مذہبی روایات کا کچھ احساس ہے، ان کا فرض ہے کہ ان روایات کی حفاظت کے لیے اس ملک میں ہر ممکن کوشش کریں۔ ان شاء اللہ آپ کا ادارہ اس مقصد کو بہ احسن پورا کرے گا۔[۵۹]

۲۰/ جولائی کو اقبال نے فخر النسا کے نام ایک خط میں فلسطین رپورٹ پر اظہار خیال فرمایا۔ اسی روز آپ نے انگلستان کی مس فارقوہرسن کو بھی رپورٹ سے متعلق خط تحریر فرمایا۔[۶۰]

۲۱/ جولائی کو انجمن حمایت اسلام کا ایک وفد اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ انجمن کی صدارت سے استعفیٰ واپس لے لیجیے۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میری صحت مجھے ایسی سرگرمیوں میں شمولیت کی اجازت نہیں دیتی۔ ڈاکٹروں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اس ذمے داری کا بوجھ نہ اٹھاؤں۔[۶۱]

۲۱/ جولائی کی رات اقبال کے بائیں گردے میں درد ہونے لگا۔ دس سال قبل بھی ایسا ہی درد ہوا تھا۔ حکیم صاحب نے اس کا علاج کیا تھا۔ ۲۲/ جولائی کو آپ نے اعجاز احمد کے نام مکتوب لکھا اور انھیں حکیم صاحب سے مل کر دوائی بھجوانے کا کہا۔[۶۲]

۲۵/ جولائی کو غلام میراں شاہ کے نام مکتوب میں اقبال نے فرمایا کہ میں اب تک کشمیر نہیں جاسکا۔ سر عبدالصمد خان، ہوم منسٹر کشمیر کے اجازت نامے کا انتظار ہے۔

حکومت ہند نے جولائی کے دوسرے ہفتے فلسطین سے متعلق سرکاری رائل کمیشن کی رپورٹ شائع کردی۔ اس میں مسلمانوں اور یہود کے مابین تقسیم فلسطین کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اقبال اس تجویز سے بے حد مضطرب ہوئے، آپ کی خواہش پر صوبائی مسلم لیگ نے رپورٹ کے خلاف ۲۶/ جولائی کو زیر صدارت ملک برکت علی باغ بیرون موچی دروازہ ایک جلسہ منعقد کیا۔ جلسے میں غلام رسول خان نے اقبال کے بیان کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا۔[۶۳]

اقبال کو بذریعہ خط اطلاع ملی کہ غیر ملکی خاتون ڈورس ریل کے ذریعے لاہور پہنچ رہی ہیں۔ موصوفہ کو لینے میاں محمد شفیع، علی بخش اور منیرہ بانو بہ تاریخ ۲۷/ جولائی ریلوے اسٹیشن لاہور پہنچ گئے اور انھیں تانگے سے جاوید منزل لے آئے۔ ڈورس نے آتے ہی علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ وہ معمول کے مطابق دھوتی اور بنیان پہننے کے بجائے ان کی خاطر شلوار قمیص زیب تن کیے صوفے پر بیٹھے منتظر تھے۔ آپ نے انھیں گھر کا انتظام اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمے داریاں سونپ دیں۔[۶۴]

۲۹/ جولائی کو بذریعہ خط اقبال نے حکیم راغب مرادآبادی کو رائے دی کہ کانگریس میں مسلمانوں کی غیر مشروط شمولیت اسلام اور مسلمانوں، دونوں کے لیے مضر ہے۔[۶۵]

۳۰ر جولائی کو اقبال کے گہرے دوست، سر راس مسعود انتقال کر گئے۔ [۶۶]

اگلے دن اخبارات کے ذریعے اقبال کو یہ اندوہناک خبر ملی۔ آپ کو انتہائی دکھ ہوا۔

۳۱ر جولائی ہی کو اقبال نے ممنون حسن خان کے نام تعزیت نامہ بھجوایا اور لکھا کہ سید مرحوم کے انتقال کی ناگہانی خبر زمیندار سے معلوم ہوئی۔ میں نے یہ خبر مشتبہ سمجھ کر آپ کے نام تار لکھا کہ اتنے میں سول ملٹری گزٹ سے مرحوم کے انتقال کی سرکاری اطلاع معلوم ہوگئی۔ میرے لیے یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے۔

یہ خط اقبال نے سپرد ڈاک کیا ہی تھا کہ شملہ میں مقیم قونصل جنرل افغانستان، سردار صلاح الدین سلجوقی کا تعزیتی تار اقبال کے نام آ گیا۔ انھوں نے درخواست کی تھی کہ اسے مرحوم کے اعزہ تک پہنچا دیا جائے۔ اقبال نے اس وقت وہ تار ممنون حسن خان کو بھوپال ارسال کر دیا اور تاکید فرمائی کہ اسے لیڈی مسعود اور مرحوم کی والدہ تک پہنچا دیا جائے۔ ۳۱ر جولائی ہی کو اقبال نے ایک تعزیتی تار بیگم مسعود کے نام بھوپال اور دوسرا والدہ مسعود کے نام علی گڑھ بھجوا دیا۔ [۶۷]

۳۱ر جولائی ہی کو آپ نے انجمن حمایت اسلام کے اعزازی سیکریٹری کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا کہ سید راس مسعود نے اپنے مرحوم دادا کی طرح ملک و ملت کی بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ مرحوم کی بے وقت موت سے مسلمانانِ ہند کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ لہٰذا تعزیت کی قرارداد منظور کی جائے۔ [۶۸]

یکم اگست کو آپ نے بیگم مسعود کے نام تعزیتی خط میں تحریر کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں، آپ کے دکھ درد میں شریک رہوں گا۔ غالباً مرحوم کے دوستوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا، جس کے دل پر مرحوم نے اپنی دل نوازی، بلند نظری اور سیر چشمی کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ [۶۹]

یکم اگست بروز اتوار صبح پونے نو بجے صبح دفتر انجمن حمایت اسلام میں خان بہادر مولوی انعام علی، نائب صدر کی صدارت میں جنرل کونسل کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں سب سے پہلے علامہ اقبال کی وہ چٹھی پیش ہوئی جو آپ نے اعزازی سیکریٹری کے نام تعزیتی قرارداد منظور کرنے کے سلسلے میں لکھی تھی۔ اجلاس میں راس مسعود کی وفات حسرت آیات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔ اس کے علاوہ حاضرین نے مرحوم کے لیے بارگاہِ رب العزت میں دعائے مغفرت فرمائی اور پس ماندگان سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ بعدازاں قرارداد کی نقول مرحوم کی بیگم کو، ریاض منزل، بھوپال اور مرحوم کی والدہ کی خدمت میں علی گڑھ ارسال کر دی گئیں۔ [۷۰]

دوسرے روز اقبال نے ممنون حسن خان کو خط لکھ کر حالات دریافت فرمائے اور لکھا کہ میں ذرا سفر کے قابل ہو جاؤں تو سید مسعود کے مزار پر فاتحہ خوانی کرنے علی گڑھ جانے کا قصد رکھتا ہوں۔[۱]

۳۱/اگست کو اقبال نے مرحوم دوست کے یاد میں چند اشعار تخلیق کیے، جو مولوی عبدالحق کو بھجوا دیے۔ مورخہ ۳/اگست کے اسی خط میں علامہ صاحب نے اپنے عزیز دوست کے متعلق لکھا کہ مسعود مرحوم کا اخلاص، اس کی دردمندی اور اس کا اخلاق جس میں باپ دادا، دونوں کی جھلک نظر آتی تھی، اب ہندوستان میں یہ باتیں کہاں نظر آئیں گی؟ میں نے ان کی وفات کے روز ہی چند اشعار لکھے تھے جو ارسالِ خدمت ہیں، مگر یہ اشعار مرثیہ کہلانے کے مستحق نہیں۔[۲]

۷/اگست کو اقبال نے ممنون حسن خان کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا کہ مسعود مرحوم کے کتبہ مزار کے لیے میں نے مندرجہ ذیل رباعی منتخب کی ہے:

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل
زبندِ این و آں آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند
گلاں را رنگ و آبے دادہ رفتم

خط میں مزید لکھا کہ یہ رباعی میں نے اپنے کتبہ مزار کے لیے تحریر کی تھی۔ لیکن تقدیرِ الٰہی یہ تھی کہ مسعود مرحوم مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جائیں، حالاں کہ عمر کے اعتبار سے مجھے ان سے پہلے جانا چاہیے تھا۔

لیکن ان کے سنگ مزار پر صرف مطلع لکھنا ہو، تو میرے خیال میں مندرجہ ذیل شعر بہتر رہے گا:

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب را مرگ سبک داں مرگ را خواب گراں

مسعود کی ناگہانی مرگ کا غم باقی رہے گا، جب تک میں زندہ ہوں۔[۳]

۱۱/اگست کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام مکتوب میں تحریر کیا کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے...... مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ لاہور میں لیگ کا اجلاس جماعت کی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں باب اور عوام کو لیگ سے مربوط کرنے کا اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔[۴]

اسی روز آپ نے عبداللہ چغتائی کو بذریعہ خط پیغام بھجوایا کہ اطالوی رسالے اور ان کے

مضامین کے انگریزی تراجم جلد ارسال کر دیجیے......قادیان کے احمدیوں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اور خلیفہ قادیان پر ان کے باغی مُریدوں کی ایک جماعت نے نہایت فحش الزام لگائے ہیں۔[۷۵]

۱۱ر اگست کو اقبال نے غلام میراں شاہ کے نام جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ حج بیت اللہ کی آرزو گزشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے اور اگر آپ رفیق راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہوگی۔[۷۶]

۱۳ر اگست کے خط میں اقبال نے جناح صاحب کو مطلع فرمایا کہ پنجاب کے مختلف شہروں میں لیگ کی تقریباً بیس شاخیں قائم ہوگئی ہیں۔ لیکن ابتدائی اخراجات کے لیے رقم کا فقدان بڑی دشواری پیدا کر رہا ہے۔ کیا آپ مرکزی فنڈ سے تقریباً ۵۰۰ روپے عطیہ کر سکیں گے؟[۷۷]

۱۳ر اگست کو راغب صاحب کے خط کا جواب دیا۔ اقبال نے جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ عرب فیڈریشن کی بابت آپ کی تجویز اچھی معلوم ہوتی ہے...... سر محمد یعقوب کا مشورہ خاصا شرارت آمیز ہے اور غالباً کسی کے ایما پر دیا گیا ہے۔[۷۸]

مولانا مودودی نے مطلوبہ خط عربی میں لکھ کر چودھری نیاز احمد کو بھجوا دیا۔ چودھری صاحب وہ خط لے کر اقبال کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے۔ وہ خط جامعہ ازہر کے مفتی، شیخ مصطفیٰ المراغی کے نام تھا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ ۱۵ر اگست کو یہی خط علامہ اقبال کے نام سے شیخ مصطفیٰ المراغی کو ارسال کر دیا گیا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ ہم پنجاب کی ایک بستی میں ایک اسلامی دینی ادارہ قائم کر رہے ہیں۔ اس ادارے کے لیے ایک روشن دماغ مصری عالم جامعہ ازہر کے خرچ پر بھجوانے کا بندوبست فرمائیے تاکہ وہ اس دینی کام میں ہماری مدد کر سکیں۔ لازم ہے، وہ عالم علوم شرعیہ نیز تاریخ تمدن اسلامی میں کامل دستگاہ رکھتا ہو۔ نیز اسے انگریزی زبان پر بھی قدرت حاصل ہو۔[۷۹]

مولوی عبدالحق رسالہ اردو کا مسعود نمبر نکالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ۲۳ر اگست کو اقبال نے انھیں اردو میں شائع کرنے کے لیے وہ اشعار بھیج دیے، جو آپ نے مسعود مرحوم پر تخلیق فرمائے تھے۔ اس امر کی اطلاع آپ نے بھوپال میں ممنون حسن خان کو بھی دے دی۔[۸۰]

۲۹ر اگست کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس میں اقبال کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔ آپ کی جگہ خان بہادر نواب مظفر خان، سی آئی ای انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔[۸۱]

۳۱ر اگست کو اقبال نے ڈاکٹر محمد عباس لمعہ کے نام جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ دیوانِ غالب بھجوانے کے لیے شکر گزار ہوں۔[۸۲]

سید غلام میراں شاہ نے آپ کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ وہ حج پر جانے والے ہیں اور اس سلسلے میں تیاریاں کررہے ہیں۔ آپ نے انھیں ۲ر ستمبر کو جواب دیتے ہوئے مبارک باد دی اور لکھا کہ کاش میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا۔[۸۳]

۴ر ستمبر کو بھوپال سے ممنون حسن خان کا خط موصول ہوا۔ اقبال نے اسی روز انھیں جواب میں تحریر فرمایا کہ میں لیڈی مسعود صاحبہ کی طرف سے بہت متفکر ہوں...... بچی کی صحت اور پرورش کے لیے ان کا تندرست رہنا نہایت ضروری ہے۔[۸۴]

۶ر ستمبر کو انگلستان مس فارقوہرسن کو جوابی خط میں اقبال نے تحریر فرمایا، مجھے اس اطلاع سے نہایت مسرت ہوئی کہ نیشنل لیگ مسئلہ فلسطین میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ بات اب بالکل واضح اور قطعی ہے کہ تمام دنیائے اسلام مسئلہ فلسطین کے معاملے پر متحد ہے...... میں نے آپ کا خط اردو اور انگریزی اخبارات کو لاہور، دہلی اور کلکتہ بھجوا دیا ہے۔[۸۵]

مولوی عبدالحق کا خط ملنے پر اقبال نے انھیں ۹ر ستمبر کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اردو زبان کو تحفظ دینے کے لیے جو کوششیں آپ کررہے ہیں، ان کے لیے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں آپ کی شکرگزار رہیں گی...... زبان کے بارے میں سرکاری امداد پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کی کوششوں کا مرکز وہی پروگرام ہونا چاہیے جو آپ علی گڑھ میں بنا چکے ہیں۔[۸۶]

خواجہ غلام السیدین نے خط لکھ کر اقبال کی صحت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے اپنا ایک مضمون بھی برائے مطالعہ منسلک کیا۔ آپ نے ۱۱ر ستمبر کو خواجہ صاحب کو جواب دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ صحت پہلے سے اچھی ہے مگر ضعف بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کردیا ہے...... اسلامی اصول فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا، مگر اب یہ امید موہوم لگتی ہے۔ مسٹر نکلسن کا ترجمہ غلط ہے۔[۸۷]

۱۷ر ستمبر کو اقبال نے شیخ اعجاز احمد کے نام دہلی دواؤں کے متعلق خط تحریر کیا۔[۸۸]

۱۹ر ستمبر کو پنجاب مسلم فیڈریشن کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال، اسلامیہ کالج، لاہور میں ایک جلسہ زیر صدارت ملک برکت علی منعقد ہوا۔ اس جلسے میں اقبال کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا آپ نے فرمایا کہ میں مسٹر جناح کے ایک ایک حرف کی تائید کرتا ہوں۔ مسلمان نوجوانوں کو اس سے بہتر کوئی مشورہ نہیں دیا جاسکا۔ مجھے مسرت ہے کہ مسلم طلبہ کو موجودہ صورتِ حال کی نزاکت اور اپنی ذمے داریوں کا احساس پیدا ہورہا ہے۔[۸۹]

اسی روز اقبال نے راغب صاحب کے نام مکتوب میں لکھا کہ میں طویل علالت کے باعث کلکتہ میں منعقد ہونے والی فلسطین اور لیگی کانفرنسوں میں شرکت کرنے سے معذور ہوں۔[۹۰]

اسی دن آپ نے راس مسعود کے فرزند انور کو خط لکھ کر کچھ باتیں دریافت فرمائیں۔[۹۱]

دہلی سے حکیم صاحب نے ادویہ بھجوادیں۔ ۲۴ر ستمبر کے خط میں اقبال نے اعجاز احمد کو ادویہ ملنے کی اطلاع دی۔ اسی خط کے ذریعے آپ نے ان کے استعمال کے سلسلے میں وضاحت طلب فرمائی۔[۹۲]

۲۳ر ستمبر کو اقبال نے بذریعہ خط راغب صاحب کو فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے یہی راہِ عمل کھلی ہے کہ وہ مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں اپنی تنظیم کر لیں...... مجھے جناح صاحب کی دیانت پر مکمل اعتماد ہے۔[۹۳]

۲۳ر ستمبر کو محمد علی جناح نے مولوی عبدالحق کے نام خط میں فرمایا کہ وہ لکھنؤ میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۱۵۔۱۷ر اکتوبر میں ضرور شرکت کریں۔[۹۴]

۲۵ر ستمبر کو اقبال نے ممنون حسن کے نام خط میں لکھا کہ میں نے مسعود مرحوم کے کتبہ کے سلسلے میں جو رباعی بھجوائی تھی، اس کی ایک نقل مجھے بھیج دیجیے......میاں انور کے جواب کا منتظر ہوں۔[۹۵]

۲۵ر ستمبر ہی کو خواجہ غلام السیدین کا خط موصول ہوا۔ انھوں نے اقبال سے درخواست کی تھی کہ مسعود مرحوم کے سنگ مزار کے لیے رباعی لکھیے۔ آپ نے اسی روز خواجہ صاحب کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں کتبہ مزار کے لیے ایک رباعی ممنون حسن خان کو بھیج چکا ہوں۔ مرحوم کی وفات پر چند اشعار بھی کہے تھے جو رسالہ اردو کے مسعود نمبر میں شائع ہوں گے۔[۹۶]

خواجہ صاحب نے اپنے خط میں یہ تجویز بھی دی تھی کہ پنجاب یونی ورسٹی کے زیر اہتمام اقبال کے فلسفہ تعلیم کے متعلق توسیعی لیکچر دیے جائیں۔ اقبال نے ۲۵ر ستمبر ہی کو اس سلسلے میں انھیں تحریر فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں مسٹر ڈارلنگ (وائس چانسلر، پنجاب یونی ورسٹی) یا مسٹر عبدالحیٔ (وزیر تعلیم) کو آپ کا یا میرا لکھنا مناسب نہیں ہے۔[۹۷]

۲۶ر ستمبر کو چودھری محمد حسین نے اقبال کو پنڈت ا نلرتھ مدن ساحر لدھیانوی کا ارسال کردہ دیوان کفر عشق مرحمت کیا۔[۹۸]

اقبال نے ۲۶ر ستمبر کو اپنے فرزند جاوید اقبال سے پنڈت ا نلرتھ کے نام شکریہ کا خط لکھوایا۔ اقبال نے لکھا کہ آپ کا کلام تصوف اور ویدانت کے نکات سے لبریز اور ہر پہلو سے آپ کے شایانِ شان ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دہلی اب تک اہلِ کمال سے خالی نہیں ہوا۔[۹۹]

راس مسعود کے فرزند، انور صاحب نے خط کا جواب دے دیا۔ وہ ۲راکتوبر کو موصول ہوا۔ اقبال نے اس خط کا جواب تحریر فرمایا۔ ۲راکتوبر ہی کو ممنون صاحب کو بھی جواب دیا۔ اور انھیں فرمایا کہ میری حالت تو بہتر ہے، لیکن ابھی طویل سفر کے لائق نہیں۔ [۱۰۰]

اس دوران حکیم نابینا نواب صاحب حیدرآباد دکن کی دعوت پر حیدرآباد چلے گئے۔ اقبال نے ۵راکتوبر کو ڈاکٹر قریشی صاحب کے نام خط میں دریافت فرمایا کہ حکیم صاحب کب تک واپس پہنچیں گے۔ ان سے استدعا کیجیے کہ مطلوبہ دوا تیار کر کے ارسال فرمائیں۔ [۱۰۱]

۷راکتوبر کو اقبال نے محمد علی جناح کو بذریعہ خط تحریر فرمایا کہ مسلم لیگ کے لکھنؤ اجلاس میں پنجاب سے ارکان کی خاصی تعداد شرکت کرے گی۔ مسلم لیگ کونسل کی خالی نشستوں کے لیے میں ۲۸ افراد کی فہرست تیار کر لوں گا...... لیگی رہنما و کارکن ۱۳ر تاریخ کو لاہور سے روانہ ہوں گے...... ذاتی طور پر ایسے ہر امر کے لیے جس کا اثر ہندوستان اور اسلام دونوں پر پڑتا ہو، جیل جانے کے لیے تیار ہوں۔ [۱۰۲]

۷راکتوبر کے خط میں آپ نے مولوی عبدالحق کو تحریر فرمایا کہ لکھنؤ میں مسلم لیگ کے اجلاس میں ضرور شرکت کیجیے۔ اردو کے متعلق اگر لیگ کے کھلے سیشن میں کوئی مناسب قرارداد منظور ہو جائے، تو مجھے یقین ہے کہ اس کا اثر بہت اچھا پڑے گا...... میرے رجسٹرڈ خط کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ [۱۰۳]

محمد نعمان، آرگنائزنگ سیکریٹری، آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے اکتوبر میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کے سلسلے میں اقبال سے درخواست کی۔ لیکن آپ نے علالت کے باعث معذرت کر لی۔ آپ نے جو خط بھجوایا، اس کا اردو ترجمہ روزنامہ انقلاب نے ۹راکتوبر کی اشاعت میں شائع کیا۔ [۱۰۴]

۱۵راکتوبر کو لکھنؤ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جو تین روز تک جاری رہا۔ علالت اور بینائی کی کمزوری کی وجہ سے اقبال اس میں شرکت نہ کر سکے۔ مولانا ظفر علی خان شریک ہوئے۔ سر سکندر حیات بھی اپنے حامیوں اور مددگاروں کی پوری جمعیت کے ساتھ موجود تھے۔ اجلاس میں سکندر حیات نے ایک بیان پڑھ کر سنایا۔ اس سے یہ تاثر ملا کہ مسلم لیگ، یونینسٹ پارٹی کی تابع پارٹی ہے۔ اجلاس کی تیسری نشست اتوار ۱۷راکتوبر کو منعقد ہوئی۔ اس میں صدرِ جلسہ محمد علی جناح نے پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ سے لیگ کا پرچم لہرایا۔ انھوں نے آٹھ دس منٹ کی مختصر تقریر میں قومی پرچم کی

اہمیت بیان فرمائی۔ مولانا ظفر علی خان نے تقریر کا اردو ترجمہ سنایا۔ اجلاس میں مسجد شہید گنج کے سلسلے میں ایک جامع قرارداد منظور ہوئی۔ [۱۰۵]

لکھنؤ میثاق کی شرائط ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ۲۲ر اکتوبر کو اقبال کی ہدایت پر غلام رسول خان، سیکریٹری صوبائی مسلم لیگ نے سر سکندر حیات کے پاس مسلم لیگ کی رکنیت کے ۹۳ فارم بھجوا دیے اور درخواست کی کہ ان پر یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ارکان سے دستخط کروا لیجیے لیکن سکندر حیات نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ مسلم لیگ اپنے طور پر بعض ارکان یونینسٹ پارٹی سے فارموں پر دستخط لینے لگی تو سکندر نے انھیں دستخط کرنے سے منع کر دیا۔ [۱۰۶]

خواجہ حسن نظامی کے رسالہ منادی کے شمارہ ۲۲ر اکتوبر میں خواجہ صاحب کے تیار کردہ آسان قاعدہ کے متعلق اقبال کی رائے شائع ہوئی۔ [۱۰۷]

میاں انور مسعود، سر راس مسعود کے صاحبزادے تھے۔ وہ نواب صاحب بھوپال کی ملازمت کر رہے تھے۔ لیکن ان کی خواہش تھی کہ امپیریل پولیس سروس میں چلے جائیں۔ اس سلسلے میں ۲۸ر اکتوبر کو اقبال نے بیگم مسعود کے نام مکتوب میں فرمایا کہ ڈاکٹر ظفر الحسن، نیو کالج کے وارڈن کو خط لکھیے۔ وہ سر ہیری ہیگ، گورنر یوپی کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیں گے۔ بعد ازاں سر ہیری ہیگ انور مسعود کے خاندان کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے وائسرائے ہند سے انھیں امپیریل پولیس سروس میں لیے جانے کی سفارش کر دیں گے۔ اگر اعلیٰ حضرت بھی وائسرائے کی خدمت میں سفارش کرنے کو تیار ہو جائیں، تو یہ سب سے اچھی بات ہوگی۔ [۱۰۸]

۳۰ر اکتوبر کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام خط میں فرمایا کہ ہم سب کانگریس کی قرارداد پر آپ کے تاثرات جاننے کے منتظر ہیں۔ ٹریبون لاہور نے تو اس پر تنقید کر دی ہے مجھے امید ہے کہ ہندوؤں کی رائے بالعموم اس کے خلاف ہی ہوگی...... ہمیں اس وقت تک دم نہیں لینا چاہیے جب تک کہ پانچ صوبوں میں مسلم حکومتیں قائم نہیں ہو جاتیں۔ نیز بلوچستان میں اصلاحات کا نفاذ نہیں ہو جاتا...... ابھی تک سر سکندر اور ان کی پارٹی کے ارکان نے مسلم لیگ کے فارموں پر دستخط نہیں کیے۔ [۱۰۹]

۳۱ر اکتوبر کو سر سکندر حیات اپنے چند رفقا کے ساتھ اقبال سے ملنے آئے۔ اس موقع پر مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے باہمی اختلافات زیر بحث آئے۔ سکندر حیات میثاق لکھنؤ پر اپنی مرضی کے مطابق گفتگو کرتے رہے۔ آپ نے ان کی باتوں سے اتفاق نہ کیا۔ اسی روز رات کے وقت مسلم لیگ نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا جو خاصا کامیاب رہا۔ [۱۱۰]

رسالہ اردو کا شمارہ اکتوبر مسعود نمبر کی حیثیت سے شائع ہوا۔ اس نمبر میں اقبال کے چار اشعار بھی شائع ہوئے جو آپ نے ان کی وفات پر کہے تھے:

رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
زوالِ علم و ہنر مرگ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعود[۱۱۱]

یکم نومبر کو اقبال نے جناح صاحب کو مکتوب روانہ کیا اور اس میں سکندر حیات کی آمد اور ان سے ہونے والی گفتگو کا ذکر فرمایا۔ آپ نے تحریر کیا کہ ہر فریق جناح۔سکندر معاہدے کے سلسلے میں اپنی اپنی تاویل کر رہا ہے۔ اس سے بہت زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ مجھے اس سمجھوتے کی ایک نقل جلد بھجوا دیجیے جس پر سکندر کے دستخط ہیں۔ کیا آپ صوبائی پارلیمانی بورڈ کو یونینسٹ پارٹی کے اختیار میں دینے پر رضامند ہو گئے تھے؟[۱۱۲]

۶رنومبر کو مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں آپ نے ایک خط مس فخر النسا کو تحریر فرمایا۔[۱۱۳]

۸رنومبر کو اقبال نے غلام رسول خان کے ذریعے دوبارہ جناح صاحب کے نام مکتوب میں لکھا کہ لکھنؤ میں آپ اور سر سکندر کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا، وہ پنجاب میں شدید اختلافات کا سرچشمہ بن گیا ہے۔[۱۱۴]

سر سکندر حیات اور ان کے احباب سے اقبال کی کئی مرتبہ گفتگو ہوئی۔ بعدازاں آپ نے جناح صاحب کو بہ تاریخ ۱۰رنومبر پھر خط تحریر فرمایا اور لکھا کہ سر سکندر اس سے کم کسی چیز کے خواہش مند نہیں کہ مسلم لیگ اور صوبائی پارلیمانی بورڈ پر ان کا مکمل قبضہ ہو جائے۔ ذاتی طور پر مجھے انھیں وہ دینے میں کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا جس کے وہ خواہش مند ہیں، لیکن جب وہ مسلم لیگ کے عہدیداروں میں مکمل ردوبدل کا مطالبہ کرتے ہیں تو معاہدے سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ وہ مسلم لیگ کی مالیات پر بھی اپنے آدمیوں کا اختیار چاہتے ہیں...... میرے خیال میں وہ صوبے میں زمیندارہ لیگ کے قیام و استحکام کی خاطر مہلت کے طلب گار ہیں۔[۱۱۵]

۱۸رنومبر کو اقبال نے ڈاکٹر مظفر الدین قریشی، جامعہ عثمانیہ کی وساطت سے حکیم نابینا کے نام مکتوب روانہ فرمایا۔[۱۱۶]

۲۱رنومبر کو پروفیسر عبدالواحد اور پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ اقبال سے ملاقات کرنے آئے۔

اس وقت آپ کی صاحبزادی منیرہ بانو بیمار تھی اور علاج کے لیے ایک ہندو ڈاکٹر آیا ہوا تھا، دوران گفتگو اقبال نے اپنی والدہ کی بیماری دردِ گردہ اور اپنے دردِ گردہ کا ذکر بھی فرمایا۔ پیرس میں برگساں سے ملاقات، دست غیب اور کرامت و بخشش کا بھی ذکر ہوا۔[۱۱۷]

۲۶ر نومبر کو عباد علی، ملک محمد عاقل خان اور رام لال بسی، طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور اقبال کے دولت کدے پر حاضر ہوئے۔ رام لال بسی نے ہندو مسلم اتحاد، ملک عاقل خان نے دوسری جنگ عظیم میں ترکوں کی شرکت اور عباد علی نے خودی کے متعلق سوالات کیے۔[۱۱۸]

اقبال کو عرصہ دراز سے دردِ گردہ کی شکایت تھی۔ حکیم صاحب نے آپ کی فرمایش پر حیدر آباد دکن سے دوا روانہ کر دی۔ وہ دوا آپ استعمال کرنے لگے۔ ۲۶ر نومبر کو پتھر کا ایک ریزہ پیشاب کے ساتھ خارج ہو گیا۔ آپ نے اگلے روز ڈاکٹر قریشی کے نام خط میں لکھا کہ پڑیا میں پتھر کا ریزہ بھجوا رہا ہوں۔ پتھر کا خارج ہونا حکیم صاحب کی دوا کا اعجاز معلوم ہوتا ہے...... حکیم صاحب سے دوا دفع بلغم جلد بھجوا دیجیے۔[۱۱۹]

آنکھوں کی بیماریوں کے ماہر، ڈاکٹر متھراداس موگا منڈی کے ہسپتال کے انچارج تھے۔ ۱۹۳۷ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ انھی دنوں اعجاز احمد بھی موگا منڈی میں تعینات تھے۔ اعجاز احمد نے ڈاکٹر متھراداس سے اقبال کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اقبال نے نومبر میں اعجاز احمد کو اس سلسلے میں خط تحریر فرمایا۔ یکم دسمبر کو آپ نے اعجاز احمد کے نام دوسرے مکتوب میں فرمایا کہ میں نے تمھیں متھراداس کے متعلق خط لکھا تھا، اس کا جواب اب تک نہیں ملا...... دسمبر کی چھٹیوں میں لاہور آ جاؤ تا کہ جاوید اور منیرہ تمھارے ساتھ سیالکوٹ جا سکیں۔ شیخ اعجاز احمد نے اقبال کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ منشی طاہر دین کو بھیج کر ڈاکٹر متھراداس سے وقت لے لیجیے۔ اعجاز نے متھراداس کو بھی خط لکھ دیا۔ ۲ر دسمبر کو ڈاکٹر متھراداس خود ہی اقبال کے ہاں چلے آئے اور آپ کی آنکھ کا معائنہ کیا۔ انھوں نے انکشاف کیا کہ موتیا تیزی سے اتر رہا ہے۔ ممکن ہے، ماہ مارچ میں آنکھ آپریشن کے لائق ہو جائے۔ اسی روز آپ نے خط کے ذریعے اعجاز احمد کو ڈاکٹر متھراداس کے معائنے کی تفصیل سے آگاہ کر دیا۔[۱۲۰]

۵ر دسمبر کو سر سکندر حیات نے یوم اقبال منانے کے سلسلے میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ جس جس شہر میں یوم اقبال منایا جائے، وہاں کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ شاعر اعظم کی خدمت میں رقم کی ایک تھیلی نذر کریں۔ اقبال کمیٹی کو چاہیے کہ امپیریل بینک آف انڈیا میں ''یوم اقبال فنڈ'' کے نام سے ایک حساب کھول لے۔ اقبال کے نیازمندوں اور ان کی شاعری کے مداحوں کا فرض ہے

کہ وہ جملہ رقوم براہ راست بینک کو ارسال کردیں، وہ انجام کار ہمارے محبوب شاعر کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔

دسمبر میں انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ کے زیر اہتمام لاہور میں یوم اقبال منانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔[۱۲۱]

دسمبر ۱۹۳۷ء کے آغاز میں اقبال حج پر جانے کے لیے مختلف جہاز ران کمپنیوں سے خط کتابت کرنے لگے۔ آپ کا خیال تھا کہ مارچ میں آپریشن سے شاید بینائی واپس آجائے۔[۱۲۲]

۸؍دسمبر کو حکیم نابینا صاحب کے نام مکتوب میں اقبال نے فرمایا کہ اس وقت ہندوستان بلکہ تمام ایشیا میں اسلامی طب آپ کے نام سے زندہ ہے۔ یہ خط بذریعہ ڈاکٹر مظفرالدین قریشی بھجوایا گیا۔ اسی خط میں یہ بھی درج تھا کہ حکیم صاحب کا سرمہ مفید ثابت نہ ہوا...... کیا اسلامی طب میں موتیے کا کوئی علاج ہے؟[۱۲۳]

سکندر حیات نے یوم اقبال منانے کے سلسلے میں یہ بیان دیا تھا کہ شاعر اعظم کی خدمت میں روپوں کی تھیلی نذر کی جائے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک قسم کی اقبال کی غربت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور آپ کا مذاق اڑانا تھا۔ اس بیان کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ۱۰؍دسمبر کو ایک بیان میں فرمایا کہ موجودہ حالات میں قوم کی اجتماعی ضروریات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے مقابلے میں ایک شخص کی انفرادی ضرورت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ آج وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے کہ اسلامی علوم کی جدید تحقیق کے لیے اسلامیہ کالج، لاہور میں ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اسلامی فکر اور طرزِ حیات کا بغور مطالعہ کرکے عوام کو بتایا جائے کہ اسلام کا اصل مقصد کیا تھا اور ہندوستان میں اسے کس طرح تہہ بہ تہہ پردوں میں چھپا کر اسلام کی روح کو مسخ کردیا گیا۔ مجھے امید ہے کہ میری تجویز وزیر اعلیٰ پسند فرمائیں گے۔ تاہم میں ایک سو روپے کی حقیر رقم اس مجوزہ فنڈ کی نذر کرتا ہوں۔[۱۲۴]

۱۳؍دسمبر کو اقبال نے ڈاکٹر قریشی کی معرفت حکیم صاحب کو خط لکھا کہ بلغم اور کھانسی کی دوا جلد ارسال فرما دیجیے۔[۱۲۵]

عبدالسلام خورشید مسلم اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے ایک سرگرم رکن تھے۔ ایک دن وہ آپ سے ملاقات کرنے آئے۔ اس روز آپ باہر چارپائی پر دراز تھے اور طبیعت علیل تھی۔ اس لیے زیادہ دیر گفتگو نہ ہو سکی۔[۱۲۶]

۱۸ر دسمبر کو اقبال نے حکیم صاحب کی طرف ایک اور خط روانہ فرمایا۔[۱۲۷]

انھی دنوں عابد علی عابد اور راجہ حسن اختر اقبال سے ملنے آئے۔ علمی گفتگو کے دوران راجا صاحب نے آپ سے عرض کی کہ عابد صاحب یوم اقبال کے موقع پر ''اقبال اور فنون لطیفہ'' ایک مقالہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ ایک منٹ چپ رہنے کے بعد آپ نے فرمایا ''میرے کلام کو آرٹ سے کیا تعلق ہے؟ میری شاعری اسلامی تفکر اور فقہ کی تفسیر اور تعبیر ہے''۔ اس پر عابد صاحب نے عرض کیا کہ میرا مقصد ہے، یہ بات واضح کردوں کہ آپ کے خیال میں فنون لطیفہ کا نصب العین کیا ہے؟ یہ سن کر فرمایا: ''ہاں! اس اعتبار سے مقالہ لکھا جاسکتا ہے''۔ اسی دوران شفیع صاحب آگئے اور اقبال کے شانے دبانے لگے۔ اس موقع پر نیازی صاحب بھی موجود تھے۔[۱۲۸]

الہ آباد یونی ورسٹی نے مولوی عبدالحق کو ان کی خدمات کے صلے میں ڈی لِٹ کی اعزازی ڈگری عطا فرمائی۔ اقبال نے اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ ۲۳ر دسمبر کو انھوں نے مولوی صاحب کے نام مبارک باد کا خط لکھا اور فرمایا کہ الہ آباد یونی ورسٹی نے آپ کی قدر شناسی کر کے اہلِ ہنر کی نگاہوں میں آپ کو مستحق مبارک باد کر دیا۔

اسی سال علامہ اقبال کو بھی الہ آباد یونی ورسٹی نے اپنی جوبلی تقریب میں ڈی لِٹ کی اعزازی ڈگری عطا فرمائی۔ تاہم آپ ناسازی طبیعت کی وجہ سے اس تقریب میں شرکت نہ کر سکے۔[۱۲۹]

۲۶ر دسمبر کو انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ لاہور نے یوم اقبال منانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس موقع پر سیکریٹری کی جانب سے اعلان ہوا کہ ہندوستان کے تمام مسلمان اس سلسلے میں ان کا ساتھ دیں اور مقامی طور پر جلسے منعقد کر کے علامہ اقبال کا منظوم پیغام کو عوام تک پہنچائیں۔

بعض وجوہ کی بنا پر مذکورہ تاریخ کو یہ پُر وقار تقریب منعقد نہ ہو سکی۔ طے پایا کہ اگلے سال ۹ر جنوری کو یوم اقبال منایا جائے گا۔[۱۳۰]

۲۷ر دسمبر کو شاہی مسجد لاہور میں مسجد شہید گنج کے سلسلے میں مجلس اتحاد ملت اور مسلم لیگ کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس میں تقریر کرتے ہوئے صاحب صدر، مولانا ظفر علی خان نے مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیا۔[۱۳۱]

اس سال فقیر سید نجم الدین وفات پاگئے۔ مرحوم اقبال کے عزیز دوست تھے۔ آپ کو مرحوم کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ ان دنوں آپ بیماری کے باعث اچھی طرح چل پھر نہیں سکتے تھے۔ اس لیے دوست کے جنازے میں شرکت نہ کر سکے۔ البتہ اس واقعہ سے کئی دنوں بعد شام کو

علی بخش کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ مرحوم کے فرزند فقیر سید وحیدالدین گھر پر موجود تھے۔ آپ وہاں دیر تک بیٹھے رہے۔ تعزیت کے چند جملے کہنے کے بعد اقبال کو چپ سی لگ گئی۔[۱۳۲]

۱۹۳۷ء میں نواب زادہ راحت سعید خان (چھتاری) مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے۔ ایک روز اپنے استاد، پروفیسر آل احمد سرور سے علامہ اقبال کے اس شعر پر ان کا اختلاف ہوگیا:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

استاد اور شاگرد کے درمیان شعر کی تشریح کے سلسلے میں بحث ہونے لگی جو خاصی طویل ہوگئی۔ دونوں اپنے اپنے موقف پر جمے رہے۔ آخر طے پایا کہ ڈاکٹر صاحب سے شعر کا مفہوم دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو لاہور خط لکھا گیا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ دونوں حضرات کے مفہوم اپنی جگہ خوب ہیں، لیکن میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، اسے آنے والا وقت ہی بخوبی سمجھا سکتا ہے۔[۱۳۳]

اس سال اقبال کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا۔ یوں لکھنا پڑھنا بالکل ہی ممنوع ہوگیا۔ میاں محمد شفیع (م ش) آپ کی صحبت میں رہنے لگے۔ وہی اخبارات پڑھ کر سناتے، خطوط پڑھتے اور جواب بھی لکھ دیتے تھے۔ سید نذیر نیازی بھی ایسی ہی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں بعض اوقات مس ڈورس یا جاوید اقبال بھی اقبال کے متفرق کام کر دیتے۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ جو کوئی بیٹھا ہوتا، آپ اس سے متعلقہ تحریر پڑھوا یا لکھوا لیتے۔ ایک عقیدت مند، نصراللہ خان ان دنوں زمیندار سے وابستہ تھے۔ کبھی کبھار وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سول اینڈ ملٹری گزٹ یا ٹریبون پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

جاوید منزل میں علی بخش کے علاوہ رحمان اور دیوان علی بھی گھر کے کام کاج کرتے تھے۔ عبدالمجید خانساماں کھانا پکاتا تھا۔ رحمت بی بی منیرہ کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ رحمان مالی کا کام کرتا تھا۔ سودا سلف علی بخش لاتا۔ علی بخش، رحمان اور دیوان علی باری باری آپ کے پاؤں، کمر اور شانے دباتے تھے۔ علی بخش منیرہ کو ٹانگے پر اسکول چھوڑتا اور لینے جاتا۔ جاوید علیحدہ ٹانگے پر اسکول جاتا تھا۔ دیوان علی کی آواز اچھی تھی، کبھی کبھار وہ اقبال کو ہارمونیم پر خواجہ غلام فرید، سلطان باہو، بلھے شاہ اور دیگر شعراء کا کلام سناتا تھا۔ انھی ایام میں ایک عرب باشندہ بھی روزانہ آپ سے ملنے آنے

لگا۔ وہ آپ کو قرآن مجید پڑھ کر سناتا۔ جاوید نے بھی چند ماہ ان سے قرآن پاک پڑھا۔ گرمیوں میں اقبال باہر دالان میں سویا کرتے تھے۔ جاوید کی چارپائی بھی آپ کے قریب ہوتی۔ ڈورس کو سب بچے آپا جان کہتے تھے۔ چودھری محمد حسین بلاناغہ شام کو آپ کے پاس آیا کرتے یا بالعموم اس وقت جب آپ تنہا ہوتے۔ علی بخش کی چودھری محمد حسین سے اکثر نوک جھوک ہوتی جس سے اقبال محظوظ ہوتے۔ آپ آم رغبت سے کھاتے تھے اسی لیے احباب تحفے میں آموں کی پیٹیاں بھیجا کرتے تھے۔[۱۳۴]

❁......❁......❁

حواشی

۱- اقبال اور بھوپال، ص ۲۳۵
۲- روح مکاتیب اقبال، ص ۶۲۷
۳- مکتوبات اقبال، ص ۳۳۷
۴- انوار اقبال، ص ۱۲۸
۵- روح مکاتیب اقبال، ص ۶۲۸
۶- انوار اقبال، ص ۳۳۷
۷- ایضاً، ص ۲۹۲
۸- گفتار اقبال، ص ۲۰۷
۹- روح مکاتیب اقبال، ص ۶۳۰
۱۰- زندہ رود، ص ۶۰۳
۱۱- روزگار فقیر، جلد اوّل، ۱۶۲۔۱۶۴
۱۲- روح مکاتیب اقبال، ص ۶۳۱
۱۳- ایضاً
۱۴- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص ۴۴۲۔۴۴۴
۱۵- اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص ۶۶
۱۶- زندہ رود، ص ۶۰۲
۱۷- زندہ رود، ص ۶۰۵؛ مظلوم اقبال، ص ۳۶۶۔۳۶۷
۱۸- مفکر پاکستان، ص ۱۶۰

۱۹- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۲
۲۰- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۶۸
۲۱- مظلوم اقبال،ص۳۶۷
۲۲- زندہ رود،ص۶۰۶
۲۳- اقبال اور عبدالحق،ص۴۷
۲۴- زندہ رود،ص۶۱۲
۲۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۴
۲۶- اقبال ریویو،لاہور،جنوری۱۹۸۳ء،ص۴۲
۲۷- گفتار اقبال،ص۲۰۸
۲۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۶۹
۲۹- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۵
۳۰- مفکر پاکستان،ص۱۶۰
۳۱- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۲۳۰-۲۳۱
۳۲- مظلوم اقبال،ص۳۷۰-۳۷۱
۳۳- ایضاً
۳۴- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۶
۳۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۷
۳۶- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۷۰-۷۲
۳۷- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۴۳
۳۸- زندہ رود،ص۶۰۸
۳۹- اقبال اور بھوپال،ص۲۳۸
۴۰- روح مکاتیب اقبال،ص۶۳۹
۴۱- اقبال اور بھوپال،ص۲۳۹
۴۲- اقبال – جہان دیگر،ص۱۰۲
۴۳- روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۱
۴۴- ایضاً
۴۵- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۰
۴۶- مجلّہ اقبالیات،لاہور،جنوری-مارچ۱۹۸۷ء،ص۱۰
۴۷- روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۲

۴۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۴۳

۴۹- روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۳

۵۰- ایضاً،ص۶۴۳

۵۱- ایضاً،ص۶۴۴

۵۲- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۳۸

۵۳- روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۵

۵۴- ایضاً

۵۵- ایضاً،ص۶۴۶

۵۶- زندہ رود،ص۶۱۱

۵۷- روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۷

۵۸- ایضاً

۵۹- زندہ رود،ص۶۱۲

۶۰- *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P. 292؛ روح مکاتیب اقبال،ص۶۴۸

۶۱- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۴۲

۶۲- مظلوم اقبال،ص۳۷۰

۶۳- زندہ رود،ص۶۱۳-۶۱۴

۶۴- روح مکاتیب اقبال،ص۶۵۰

۶۵- اقبال اور بھوپال،ص۶۴۱

۶۶- ایضاً،ص۲۴۲

۶۷- ایضاً

۶۸- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۴۲

۶۹- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۳

۷۰- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۴۳

۷۱- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۴

۷۲- اقبال اور عبدالحق،ص۴۸

۷۳- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۴

۷۴- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۴۷۸

۷۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۵۵

۷۶- ایضاً،ص۶۵۵
۷۷- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۸۰۔۷
۷۸- اقبال۔ جہان دیگر،ص۱۳۳
۷۹- زندہ رود،ص۶۱۲
۸۰- روح مکاتیب اقبال،ص۶۵۷
۸۱- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۴۴
۸۲- روح مکاتیب اقبال،ص۶۵۷
۸۳- ایضاً
۸۴- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۶
۸۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۵۹
۸۶- اقبال اور عبدالحق،ص۵۰
۸۷- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۰
۸۸- مظلوم اقبال،ص۳۷۲
۸۹- گفتار اقبال،ص۲۰۹۔۲۱۰
۹۰- اقبال۔ جہان دیگر،ص۱۳۷
۹۱- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۰
۹۲- مظلوم اقبال ،ص۳۷۲
۹۳- اقبال۔ جہان دیگر،ص۹۹
۹۴- اقبال اور عبدالحق،ص۱۳۷-۱۴۱
۹۵- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۰
۹۶- ایضاً،ص۶۶۱
۹۷- ایضاً
۹۸- انوار اقبال،ص۶۹۴
۹۹- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۲
۱۰۰- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۸
۱۰۱- انوار اقبال،ص۱۲۰
۱۰۲- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۷۹
۱۰۳- اقبال اور عبدالحق،ص۵۱
۱۰۴- گفتار اقبال،ص۲۱۰

۱۰۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۴۶؛ سرگزشت اقبال،ص۵۰۷؛اقبال اور ظفر علی خان، ص۱۴۳-۱۴۴
۱۰۶- زندہ رود،ص۶۲۶؛اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۴۸-۵۴۹
۱۰۷- اوراق گم گشتہ،ص۴۶
۱۰۸- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۹-۲۵۰
۱۰۹- اقبال کے خطوط جناح کے نام،۸۱
۱۱۰- زندہ رود،ص۶۲۷؛ اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۸۲
۱۱۱- اقبال اور بھوپال،ص۲۴۶
۱۱۲- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۸۲
۱۱۳- *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P.115
۱۱۴- اقبال کے خطوط جناح کے نام،ص۸۳
۱۱۵- ایضاً
۱۱۶- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۹
۱۱۷- ملفوظات اقبال،ص۱۳۰
۱۱۸- اوراق گم گشتہ،ص۳۸۲
۱۱۹- روح مکاتیب اقبال،ص۶۶۹
۱۲۰- مظلوم اقبال،ص۳۷۴-۳۷۷
۱۲۱- زندہ رود،ص۶۳۲
۱۲۲- ایضاً،ص۶۳۱
۱۲۳- انوار اقبال،ص۱۲۵
۱۲۴- زندہ رود،ص۶۳۲-۶۳۳؛ *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, P.246
۱۲۵- انوار اقبال،ص۱۲۶
۱۲۶- سرگزشت اقبال،ص۵۶۲
۱۲۷- روح مکاتیب اقبال ،ص۶۷۲
۱۲۸- ملفوظات اقبال،ص۲۲۱
۱۲۹- اقبال اور عبدالحق،ص۵۲؛ مفکر پاکستان،ص۱۹۷
۱۳۰- اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص۱۶۸-۱۶۹
۱۳۱- اقبال اور ظفر علی خان،ص۱۴۶
۱۳۲- روزگار فقیر،جلداوّل،ص۶۱
۱۳۳- ایضاً،ص۱۶۸
۱۳۴- زندہ رود،ص۶۱۸-۶۲۴

۱۹۳۸ء......زندگی کے آخری ایام

یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو نئے سال کی آمد کے موقع پر اقبال نے آل انڈیا ریڈیو لاہور سے ایک پیغام نشر کیا۔ آپ نے فرمایا...... سال نو کی آمد کی خوشیوں میں جب میری نگاہ دنیا پر پڑے، تو میں محسوس کرتا ہوں کہ خواہ ابی سینیا ہو یا فلسطین، ہسپانیہ ہو یا چین، انسان کے ارضی گھر پر غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ سیکڑوں بلکہ ہزاروں انسان روزانہ بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں۔ سائنس کی تیار کردہ تباہی کی مشینیں انسانی تمدن کے عظیم شاہ کاروں کو نیست و نابود کرتی جارہی ہیں۔ ہمیں نئے سال کی ابتدا اس دعا سے کرنی چاہیے کہ خداوند کریم دنیا کے حاکموں کو انسانیت اور بنی نوع انسان کی محبت عطا فرمائے۔[1]

یکم جنوری بروز ہفتہ دوپہر کے قریب سید نذیز نیازی اقبال کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ہلکے گلابی رنگ کی شال اوڑھے اور تکیوں کا سہارا لیے باہر دھوپ تاپ رہے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ زیر بحث آئی۔ میر افضل علی کے عقیدے پر گفتگو ہوئی۔ بحث میں کافی وقت لگ گیا۔ جب دھوپ کم ہونے لگی تو آپ کمرے میں تشریف لے آئے۔ محمد شفیع بھی آ گئے۔ ان سے یوم اقبال کی باتیں ہونے لگیں۔ اس موقع پر علی بخش اور رحمان آئے اور آپ کے شانے اور پاؤں دبانے لگے۔[2]

۳ر جنوری کو تین بجے کے قریب سید نذیر نیازی حاضر ہوئے۔ اسی دوران میاں شاہ نواز بیرسٹر کار میں اقبال سے ملنے آئے۔ میاں صاحب فالج سے معذور تھے۔ اس لیے علامہ صاحب اٹھ کر باہر ان سے برائے ملاقات تشریف لے گئے۔ کار کے اندر ہی میاں صاحب کی مزاج پرسی فرمائی۔ پھر نیازی صاحب کو باہر بلوا کر میاں صاحب سے تعارف کرایا۔ میاں صاحب بڑی شفقت سے ملے اور کہنے لگے ''میں آپ لوگوں کی بہت قدر کرتا ہوں۔ آپ میرے دوست کا خیال رکھتے ہیں''۔ یہ الفاظ رک رک کر کہے گئے۔ میاں صاحب کے جانے کے بعد اقبال کمرے

میں آ گئے اور نذیر نیازی کو بتایا کہ میاں صاحب نے جاوید کے نام جو پانچ مربع ہبہ کیے تھے (تھل میں)، ان میں انھوں نے مزید پانچ کا اضافہ کر دیا ہے۔ شام ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ کل ٹھیک بارہ بجے آ جانا، حکیم صاحب ساتھ ہوں۔[۳]

۳؍جنوری کو اقبال نے ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کے ذریعے سے حکیم صاحب کو خط بھجوایا اور دواؤں کے استعمال اور ان کے اثرات کے سلسلے میں دریافت فرمایا۔[۴]

۴؍جنوری سہ شنبہ کو ٹھیک بارہ بجے شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے ساتھ نیازی صاحب حاضر ہو گئے۔ تب اقبال باہر منشی خانے کے قریب صحن میں لیٹے ہوئے تھے۔ علی بخش انھیں دیکھ کر اندر سے دو کرسیاں اٹھا لایا اور پلنگ کے قریب رکھ دیں۔ حکیم صاحب پھر آپ کی نبض دیکھنے لگے۔ اسی اثنا میں میاں صاحب کار میں پہنچ گئے۔ حکیم قرشی نے ان کا بھی طبی معائنہ کرنا تھا۔ وہ کار میں بیٹھ گئے اور کار سائبان تلے چلی گئی تاکہ میاں صاحب تخلیے میں باطمینان اپنا حال کہہ سکیں۔ علامہ صاحب نے نذیر نیازی سے فرمایا کہ حکیم صاحب ماشاء اللہ بڑے سمجھ دار ہیں۔ لاہور میں ان کا دم غنیمت ہے۔ ان کا ایک دواخانہ بھی ہونا چاہیے۔ بعدازاں نذیر نیازی سے فرمایا ''اپنے مضمون میں ایک بات کا خاص خیال رکھنا، وہ یہ کہ میرے جو بھی خیالات ہیں، واضح ہیں۔ ان میں کوئی بات ایسی نہیں جو مبہم ہو۔ لہٰذا اس باب میں کہ میرا موقف کیا ہے؟ کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ جو کچھ کہو، ٹھیک ٹھیک اور صاف لفظوں میں کہنا''۔

میاں صاحب اور حکیم صاحب گفتگو کر چکے تو گاڑی علامہ صاحب کے پلنگ کے قریب آ کر رک گئی۔ آپ نے پھر بستر پر لیٹے لیٹے میاں صاحب کو خدا حافظ کہا۔ حکیم صاحب بھی میاں صاحب کے ساتھ ہی چلے گئے۔ بعدازاں علی بخش جا کر دوا لے آیا۔ نذیر نیازی سے گفتگو کے دوران اقبال نے فرمایا کہ اطمینان قلب بڑی نعمت ہے۔ اور یہی وہ نعمت ہے جو یورپ نے اپنی مادیت پرستی کے باعث کھو دی۔ اس کے بعد روز مرہ سیاست کی باتیں ہونے لگیں۔ سیاسی جماعتوں پھر گفتگو ہوئی پھر ان افراد کی طرف باتوں کا رخ مڑ گیا جو یکے بعد دیگرے میدان سیاست میں ابھرے۔ سرسید کے متعلق فرمایا کہ ان کی ذات بڑی بلند تھی اور بڑی ہمہ گیر۔ افسوس، مسلمانوں کو پھر ویسا کوئی رہنما نہیں ملا۔ علی گڑھ اور قانون وراثت پر بھی باتیں ہوئیں۔[۵]

۸؍جنوری کو مولانا حسین احمد مدنی نے دہلی کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں اور یہ کہ انگلستان میں بسنے والے سب ایک قوم

ہیں۔ حالاں کہ ان میں یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی، پروٹسٹنٹ بھی اور کیتھولک بھی ہیں۔[۶]

علی بخش کے ذریعے اقبال نے نذیز نیازی کو گھر بلوالیا۔ تین بجے سہ پہر نیازی صاحب جاوید منزل پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ چند اشعار ہو گئے ہیں، تمھارا آنا ضروری تھا تا کہ بیاض میں درج ہو سکیں۔ کچھ رباعیاں ہیں۔ قلم بند کر دو۔ نیازی صاحب نے علامہ صاحب کے سرہانے دیوار میں نصب الماری سے بیاض نکالی، قلم دان اٹھایا اور اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ اقبال نے قریب رکھی تپائی سے دو چار پرانے کاغذ اٹھائے جن پر ٹوٹے پھوٹے حروف کی صورت میں کچھ نشان لگے ہوئے تھے۔ آپ ان پر نظر ڈالتے اور ہر نشان پڑھتے تو کوئی رباعی ذہن میں لوٹ آتی۔ آپ پھر اسے لکھوانا شروع کر دیتے۔ یوں ساری رباعیاں قلم بند ہو گئیں۔ اقبال نے پھر ایک ایک رباعی پڑھوا کر سنی۔ کبھی ایک بار، کبھی مکرر اور پھر مناسب اصلاح بھی کرا دیتے۔ اس کے بعد آپ نے مضمون کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس سلسلے میں نطشے کے فوق البشر، فرد اور جماعت پر بھی گفتگو ہوئی۔[۷]

۹ر جنوری کو انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ کے زیر اہتمام مینار ڈ ہال، لاہور میں بڑے تزک و احتشام سے ''یوم اقبال'' منایا گیا۔ تقریب میں جاوید اقبال بھی شریک تھے۔ اس موقع پر اقبال کے فکر و شاعری پر کئی مقالات پڑھے گئے۔ ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ ہال سے باہر بھی برآمدوں میں لوگ کھڑے تھے۔ سید سلیمان ندوی، خواجہ غلام السیدین اور اقبال کے متعدد شیدائیوں نے تقریب میں شرکت کی۔ سید سلیمان ندوی نے 'ڈاکٹر اقبال کا علم کلام' پر ایک مربوط مقالہ پڑھا۔ سید نذیز نیازی نے آپ کی شاعری پر مقالہ لکھا تھا۔ میاں بشیر احمد نے انگریزی میں ایک مقالہ پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے ''یوم اقبال'' کے سلسلے میں اردو میں ریڈیو پر ایک تقریر بھی نشر کی۔ تین تین گھنٹے کی تین نشستیں صبح ساڑھے نو بجے سے رات ساڑھے نو بجے تک رکھی گئی تھیں۔ پہلی نشست کی صدارت گوکل چند نارنگ نے فرمائی۔ دوسری نشست ڈیڑھ بجے شروع ہوئی۔ صدر شیخ عبدالقادر ممبر انڈیا کونسل تھے آخری نشست کی صدارت علامہ عبداللہ یوسف علی نے فرمائی۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، خواجہ غلام السیدین، مولانا اسلم جیراجپوری اور سردار گور جنرل سنگھ نے بھی مقالے پڑھے۔ حفیظ جالندھری، مولانا حامد علی خان اور حفیظ ہوشیار پوری نے نظمیں پڑھ کر سنائیں۔[۸]

۹ر جنوری کو ہی حیدر آباد دکن میں باغ عامہ کے ٹاؤن ہال میں اقبال کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے یوم اقبال منایا گیا۔ ملک کی نامور شخصیات نے اس موقع پر اپنے خصوصی پیغامات سے نوازا۔ ان میں پنجاب کے سر سکندر حیات، ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال حمید اللہ

خان، ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور، سر آغا خان، نواب صاحب میسور، بیگم سروجنی نائیڈو اور پنڈت جواہر لال نہرو قابل ذکر ہیں۔ اسٹیج پر اقبال کی قد آدم تصویر کرسی صدارت کے پیچھے رکھی تھی۔ ریاست کے وزیر مالیات فخر یار جنگ اور صدر مسلم کلچر سوسائٹی نے نظام دکن کے ولی عہد، شہزادہ برار کو کرسی صدارت پر بٹھایا۔ شہزادہ برار کی مختصر تقریر کے بعد سر اکبر حیدری نے بحیثیت امیر جامعہ عثمانیہ، اقبال کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد خصوصی پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔[9]

تقریب میں ڈاکٹر عبداللطیف نے انگریزی میں تقریر فرمائی۔ ڈاکٹر محی الدین زور نے اقبال کے محاسن شعری پر ایک مقالہ پڑھا۔

سہ پہر کو دوسری نشست کے صدر مہاراجا کشن پرشاد تھے۔ اس میں نواب بہادر یار جنگ، ڈاکٹر یوسف حسن خان اور مخدوم محی الدین نے اقبال کے فکری محاسن پر مقالے پڑھے۔ شعرا نے نظمیں بھی پڑھ کر سنائیں۔ مہاراجا صاحب نے خطبہ صدارت میں علامہ اقبال سے اپنے دوستانہ تعلقات کا ذکر کیا۔ مہاراجا صاحب نے فرمایا ''خودی اقبال کے کلام کا سرمایہ امتیاز ہے اور یہی ایک لفظ اس دعوت سعی و عمل کا آئینہ دار ہے جو انھوں نے پیش فرمائی۔ خودی احساس نفس بلکہ نفس کا درس دیتا ہے...... حقیقت میں اقبال جس بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے، وہ اس کا جائز حق ہے۔ اس کا پیام فرزندان مشرق کبھی فراموش نہ کر سکیں گے...... میری دعا ہے کہ خدا سر اقبال کو تادیر زندہ رکھے۔

۱۰ ارجنوری کو نظام حیدر آباد دکن کے صدر اعظم سر اکبر حیدری نے ایک ہزار روپے کا چیک اقبال کو ارسال کیا۔ ساتھ تحریر کیا کہ یہ رقم شاہی توشہ خانے سے بطور تواضع بھیجی جا رہی ہے۔ واضح رہے، توشہ خانے کا انتظام سر اکبر حیدری کے ذمے تھا۔ یہ خط پڑھ کر اقبال بہت برہم ہوئے اور انھوں نے سر اکبر حیدری کو چیک واپس بھیج دیا۔[10]

۱۰ ارجنوری کو صبح آٹھ بجے سے قبل نذیز نیازی جاوید منزل پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مولانا اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز اور قاضی محمد اشرف تھے۔ یہ اصحاب کل یوم اقبال کی تقریب میں شریک تھے۔ ان اصحاب کے دریافت کرنے پر اقبال نے فرمایا کہ حج کا ارادہ تو ہے، بہ شرط صحت اجازت دے۔ ورنہ اب نہیں تو اگلے سال سہی۔ اس موقع پر مہمانوں نے کلام سننے کی فرمائش کر ڈالی۔ آپ نے فرمایا: میں تو معذور ہوں۔ انھیں کچھ یاد ہو، تو سن لیجیے۔ اشارہ نیازی صاحب کی طرف تھا۔ اجازت ملنے پر نیازی صاحب نے کلام اقبال میں سے فارسی کی چند رباعیات سنائیں۔ بعد میں سلطان ابن سعود پر گفتگو ہونے لگی۔ اس کا انداز حکومت زیر بحث آیا۔ مقاصد حج پر بھی بحث ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے تو مسلمانوں کے مستقبل سے قطعاً مایوسی نہیں...... ہمارا کوئی مسئلہ ہے تو قیادت کا ہے ورنہ ہم میں ہر طرح کی استعداد موجود ہے۔ بس اچھی قیادت کی کمی ہے...... کل کے جلسوں میں جو مقالے پڑھے گئے، ان میں نطشے اور برگساں کا اکثر ذکر آیا۔[۱۱]

ایک روز ایک سکھ اقبال سے ملنے آیا۔ اس وقت آپ ایک عرب قاری سے قرآن پاک سن رہے تھے۔ علی بخش سمجھا کہ سردار صاحب آپ کے دوست اور عقیدت مند ہیں۔ اس نے انھیں آپ تک پہنچا دیا۔ کچھ دیر تک آپ سکھ سے باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ کمرے سے باہر آیا اور علی بخش سے کہا کہ ٹانگے میں رکھی بوتل اور گلاس لے آؤ۔ علی بخش بوتل اور گلاس لے آیا۔ سردار صاحب پھر برآمدے میں بیٹھ کر بے دھڑک شراب پینے لگے۔ بیس پچیس منٹ بعد اقبال نے علی بخش کو بلوا کر پوچھا: کیا سردار صاحب چلے گئے؟ علی بخش نے جواب دیا، نہیں! وہ تو برآمدے میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔ یہ سن کر اقبال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ بیماری کی حالت میں ہی بنیان اور دھوتی پہنے یکدم بستر سے اٹھے اور باہر نکل آئے۔ عرب قاری آپ کے پیچھے بھاگا۔ آپ نے آتے ہی سکھ کو گریبان سے پکڑنے کی کوشش کی اور اس کشمکش میں بوتل فرش پر گر کر چکنا چور ہو گئی۔ گھر میں شور سن کر جاوید اقبال بھی بھاگتا ہوا موقع پر پہنچ گیا۔ سکھ آپ کو انتہائی غصّے کی حالت میں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور ٹانگہ میں بیٹھ رفو چکر ہو گیا۔ اقبال غصے سے کانپ رہے تھے اور قاری نے آپ کو تھام رکھا تھا۔ اس کے بعد برآمدے کا فرش دھلوایا گیا۔ نیز آپ نے دو تین روز تک علی بخش سے بات نہ کی۔[۱۲]

۱۱ر جنوری کو سید نذیر نیازی آئے اور دیر تک اقبال کے پاس بیٹھے رہے۔ جب ایک پیر صاحب ملاقات کرنے آئے تو اپنے ساتھ کچھ تیتر اور بٹیر بھی تحفۃً لائے۔ کیوں کہ حکیم نابینا نے مشورہ دیا تھا کہ ان کا گوشت استعمال کیا جائے۔ علی بخش نے یہ تحفے رکھ لیے، گھنٹہ بھر تک پیر صاحب بیٹھے رہے۔ شام کے وقت نیازی صاحب پھر حاضر ہوئے۔ اقبال نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو نیازی صاحب نے جواب دیا، چکرورتی کے ہاں چائے کی دعوت تھی۔[۱۳]

۱۳ر جنوری کو مولانا ظفر علی خان نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لاہور سے ایک تقریر نشر فرمائی۔ موضوع علامہ اقبال کی شاعری تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ غالب کے بعد میری رائے میں اقبال وہ پہلا شاعر ہے، جس کی حکیمانہ ژرف نگاہی نے ذرے سے لے کر آفتاب تک ہر چھپی اور کھلی حقیقت کا جائزہ لیا ہے۔ اقبال نے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے گوشے گوشے کو ٹٹولا اور کوئی راز شاعر کی عقابی نگاہ سے اوجھل نہیں رہ سکا۔[۱۴]

۱۴ر جنوری بروز جمعۃ المبارک نیازی صاحب سیالکوٹ چلے گئے کیوں کہ وہاں یوم اقبال منایا جا رہا تھا۔ تقریب میں انھوں نے ایک مضمون پڑھنا تھا۔ آج چودھری محمد حسین اور حکیم قرشی اقبال سے ملنے آئے تھے۔ ملکیت سرمایہ اور محنت کے موضوعات پر تھوڑی بہت بحث ہوئی۔[۱۵]

ایک روز ڈاکٹر چکرورتی اقبال کے ہاں آئے اور کہا کہ پنڈت نہرو سے جب کبھی آپ کا ذکر آیا، انھوں نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ وہ آج لاہور آ رہے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی آپ سے ملاقات ہو جائے۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ آپ کو جب موقع ملے، انھیں ملانے لے آیئے۔ اس وقت رسمی دو مسئلے در پیش ہیں...... ایک ہندوستان کی آزادی، دوسرے آزادی کی اس جدوجہد میں مسلمانوں کا حصہ۔ پنڈت جی ان دونوں مسائل پر غور کر کے آئیں۔ ڈاکٹر صاحب اس روز شام کو پھر آئے اور کہنے لگے، پنڈت جی کو آج فرصت ہے، ہم لوگ آٹھ بجے حاضر ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ بسر و چشم تشریف لایئے۔ کہنے لگے، آپ کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ اس وقت شاید آپ سو جاتے ہیں۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ آج ہم ذرا دیر سے سو جائیں گے۔

پنڈت صاحب کا استقبال کرنے کے لیے آپ نے جاوید اقبال اور میاں محمد شفیع کو برآمدے میں کھڑے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ پنڈت نہرو آٹھ بجے کے قریب پہنچے، ان کے ساتھ ڈاکٹر چکرورتی بھی تھے۔ دو ایک خواتین اور میاں و بیگم افتخار الدین بھی ساتھ آئے۔ پنڈت نہرو جاوید اقبال سے بڑی محبت کے ساتھ پیش آئے اور کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے ساتھ اقبال کے کمرے تک لے گئے۔ کمرے میں کرسیاں رکھ دی گئی تھیں۔ لیکن پنڈت نہرو اور ان کے ساتھی کرسیوں پر نہ بیٹھے بلکہ تعظیماً فرش پر بچھے قالین پر براجمان ہوئے۔ دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ روس، انگلستان، جرمنی اور اٹلی کی سیاست زیر بحث آئی۔ دورانِ گفتگو پنڈت جی نے کہا کہ اگر مسلمان بلا شرط کانگریس کا ساتھ دیں تو کیا اچھا ہو! یوں آزادی کی منزل جلد طے ہو جائے گی۔ انگریز بھی دیر تک ہمارا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ اقبال اور پنڈت جی کے درمیان اس موضوع پر مکالمے ہوئے۔ پنڈت جی نے کہا، اگر ہم نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں، تو انگریز خود ہی اس ملک سے نکل جائیں گے۔ انگریز گئے تو ہم دستور ساز اسمبلی طلب کریں گے وہ پھر اشتراکی آئین نافذ کرے گی۔ آپ نے پنڈت جی سے دریافت فرمایا کہ سوشلزم کے سلسلے میں کانگریس کے کتنے آدمی آپ کے ہم خیال ہیں؟ نہرو نے جواب دیا۔ نصف درجن کے قریب۔

علامہ صاحب نے فرمایا: تعجب ہے، آپ کی جماعت میں آپ کے ہم خیال رہنما صرف چھ ہیں۔ ادھر آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہو جانے کا مشورہ دوں۔ اس کا مطلب ہے کہ میں دس کروڑ مسلمانوں کو چھ آدمیوں کی خاطر آگ میں جھونک دوں؟

یہ سن کر پنڈت صاحب خاموش ہو گئے، اقبال پھر ہندو مسلم تعلقات کا ذکر فرمانے لگے۔ انھوں نے دونوں اقوام کے مابین خوشگوار تعلقات قائم کرنے پر زور دیا۔ ابھی سلسلہ گفتگو جاری تھا کہ میاں افتخار الدین کہنے لگے: ''ڈاکٹر صاحب! آپ مسلمانوں کے لیڈر کیوں نہیں بن جاتے؟ مسلمان مسٹر جناح سے زیادہ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کی طرف سے کانگریس سے گفت وشنید کریں تو نتیجہ بہتر نکلے گا''۔

ڈاکٹر صاحب اب تک لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی غصہ میں آ گئے۔ اٹھ کر بیٹھے اور انگریزی میں فرمایا:

''اچھا تو یہ خیال ہے، آپ مجھے بہلا پھسلا کر مسٹر جناح کے مقابلے پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے اصل لیڈر ہیں۔ میں تو ان کا ایک معمولی سپاہی ہوں''۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے اور کمرے میں سکوت طاری ہو گیا۔ جس میں تکدر نمایاں تھا۔ پنڈت نہرو پھر اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔ پنڈت نہرو بیرسٹر ڈاکٹر محمد عالم کے مقدمے ازالہ حیثیت عرفی برخلاف سول اینڈ ملٹری گزٹ وغیرہ میں شہادت دینے بطور گواہ لاہور آئے تھے۔ وہ میاں افتخار الدین کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ [۱۶]

۱۶ر جنوری کو تین بجے بعد دوپہر چودھری محمد حسین اور حکیم قرشی صاحب جاوید منزل تشریف لائے۔ وہ اقبال سے بیماری کی کیفیت دریافت کر رہے تھے کہ میاں شاہ نواز تشریف لے آئے۔ انھیں دیکھتے ہی اقبال کہنے لگے ''لو آج پھر وہی محفل قائم ہو گئی۔'' [۱۷]

۲۳ر جنوری کو آٹھ روز سیالکوٹ میں گزار کر نیازی صاحب بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ محمد شفیع، اقبال کے پلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے فرش پر بیٹھے تھے۔ حضرت علامہ صاحب انھیں مولوی حسین احمد کے غلط خیال کے جواب میں کچھ لکھوا رہے تھے۔ [۱۸]

۲۴ر جنوری کو چاشت کے وقت نیازی صاحب تشریف لائے۔ اقبال نے ان سے حکیم نابینا کے نام مفصل خط لکھوایا جو ابھی حیدر آباد دکن ہی میں مقیم تھے۔ مدراس میں بھی یوم اقبال بڑے جوش

وخروش سے منایا گیا۔ اس جلسے میں واتل صاحب نے بھی تقریر کی تھی۔ علامہ صاحب نے دوران گفتگو واتل صاحب کے حوالے سے ارتقائے خودی اور اس کی تربیت پر روشنی ڈالی۔ حیات بعدالموت پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اسی دوران ڈاکٹر جمعیت سنگھ آ گئے۔ انھوں نے آپ کا حال دریافت کیا اور پھر طبی معائنہ کرنے لگے۔ غذا کا ذکر آیا، آپ نے فرمایا: ''ویسے تو طبیعت اچھی ہے۔ دوائیں وہی حکیم صاحب کی استعمال کر رہا ہوں یا پھر ان کی مناسبت سے قرشی صاحب کے مرکبات استعمال کر لیتا ہوں۔ البتہ ایک غلطی ہو گئی۔ حکیم محمد افضل نے ایک کشتہ طلا تیار کیا ہے۔ میں نے اس کی ایک ہی خوراک کھائی تھی کہ مجھے بے خوابی کی شکایت پیدا ہو گئی۔ بھوک بھی جاتی رہی۔ معلوم نہیں ایسا کیوں ہوا؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ میں ایک مکسچر تجویز کر دیتا ہوں۔ وہ دو تین روز استعمال کر لیجیے، فائدہ ہو گا۔ اس سے بے خوابی اور ضعف اشتہا کی شکایت جاتی رہے گی۔

ڈاکٹر صاحب نے پھر اقبال سے پوچھا، پنڈت جی جواہر لال نہرو آپ سے ملنے آئے تھے۔ میں نے سنا ہے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ گفتگو کا کیا رنگ تھا؟ آپ نے فرمایا کہ باتیں تو بہت ہوئیں مگر بے نتیجہ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ پنڈت جی پر مہاتما گاندھی کا بڑا اثر ہے۔ پھر قدرے تامل کے بعد فرمایا: ڈاکٹر صاحب اس ملک کا مسئلہ کیسے حل ہو گا۔ اس ملک میں دھوتی کی بڑی قدر ہے۔ ڈاکٹر مسکرا دیے۔ وہ پھر مزید چند منٹ بیٹھے اور چلے گئے۔ اس دوران علی بخش چائے لے آیا۔ چائے پی کر آپ نے فرمایا کہ سر اکبر حیدری نے مجھے ایک ہزار کا چیک بھیجا تھا، میں نے واپس کر دیا۔ اس سلسلے میں کچھ اشعار ہو گئے، وہ لکھ دیجیے۔ نیازی صاحب نے پھر بیاض میں درج ذیل چار اشعار درج کر دیے۔

تھا یہ اللہ کا فرمان کہ شکوہ پرویز
دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات
غیرت فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے، یہ ہے میری خدائی کی زکات

اقبال نے چیک واپس کرنے کی وجہ وہ عبارت بتائی جو اکبر صاحب نے چیک بھجواتے ہوئے آپ کو تحریر کی تھی۔

اس کے بعد اہل دنیا کی باتیں ہونے لگیں۔ اس وقت علی بخش اقبال کے پاؤں دبا رہا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں یہ فقرہ چست کیا کہ انارکلی میں تھانیدار کی جگہ خالی ہے، اس کے لیے

کوشش کریں۔ یہ سن کر آپ کو ہنسی آ گئی۔ پھر آپ نے اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ میں ایک ایسے شہر میں پیدا ہوا جو تب چھوٹا سا قصبہ تھا۔ وہاں سکھوں کی حکومت ختم ہوئے پچیس برس ہی گزرے تھے۔ جب انگریزوں اور سکھوں کی جنگ ہوئی، تو میرے دادا بھی سکھوں کی طرف داری میں انگریزوں سے لڑے تھے۔ نیازی صاحب نے پوچھا: ''کہاں''؟ آپ نے فرمایا: ''گجرات میں۔ ان دنوں مقامی مسلمانوں میں علم و حکمت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لیے میرے والد کی بڑی خواہش تھی کہ وہ مجھے تعلیم دلوائیں۔ انھوں نے اوّل تو مجھے محلے کی مسجد میں بھجوایا، اس کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس وقت کس کو معلوم تھا کہ میں ایک دن اعلیٰ تعلیم حاصل کروں گا...... اس اثنا میں محمد شفیع بھی آ گئے۔ وہ آپ کی باتیں سنتے اور پاؤں دباتے رہے۔ جب علی بخش کھانا لے آیا تو آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ بعدازاں حقے کے ایک دو کش لے کر فرمایا...... ایک رات میرے والد نے خواب دیکھا کہ ایک سفید کبوتر بہت اونچا اڑ رہا ہے وہ اڑتے اڑتے دفعۃً ان کی جھولی میں آ گرا۔ یہ خواب میری پیدائش سے کچھ دن پہلے کا ہے۔ وہ اسے اشارہ غیبی سمجھے۔ جب گفتگو کا اختتام ہوا، تو نیازی صاحب چلے گئے لیکن سہ پہر کو پھر چلے آئے۔ ان کے آنے پر شفیع صاحب چلے گئے۔ اس دوران میاں بشیر احمد بھی آ گئے۔ تب تک شام ہو گئی تھی [19]

۲۵ر جنوری بروز سہ شنبہ دن بھر بارش ہوتی رہی۔ تیسرے پہر مطلع صاف ہوا تو نذیر نیازی جاوید منزل پہنچے۔ نیازی صاحب نے اقبال کا مزاج پوچھا تو آپ نے اس سلسلے میں طبیعت پر موسم کے اچھے برے اثرات کا ذکر چھیڑ دیا۔ پھر آپ نے نیازی صاحب سے دریافت کیا: کیا سارٹن کا ترجمہ ہو رہا ہے؟ نیازی صاحب نے جواب دیا: جی ہاں، ترجمہ جاری ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کتاب کی خوبی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے مولوی صاحب کو کتاب کے ترجمے پر اس لیے آمادہ کیا تا کہ مسلمان علوم طبعی میں اپنے کارناموں سے واقف ہو سکیں اور از سر نو ان علوم کی تحصیل کریں۔ ان کی توجہ افسانوں کے بجائے حقائق پر ہونی چاہیے۔ اقبال نے پھر کلام اور علم کلام پر اظہار خیال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عالم اسلام میں کلام سے مقصود تھا: ''مذہب پر فلسفیانہ گفتگو''۔ مزید براں اس کے مسئلے بھی علم و حکمت کے مسائل تھے۔ عقائد نہیں تھے کہ ان میں عقل کو مطلقاً دخل نہیں ہوتا۔ اس دوران آسمان دوبارہ ابر آلود ہو گیا۔ بعدازاں محمد شفیع آئے اور ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔ چودھری محمد حسین بھی آ گئے۔ [20]

لاہور کی عدالت عالیہ نے ۲۶ر جنوری کو مسجد شہید گنج کی اپیل خارج کر دی۔ یوں سکھوں

کے حق میں زیریں عدالت کا فیصلہ برقرار رہا۔ اپیل کی پیروی ملک برکت علی بیرسٹر نے کی تھی۔ اس فیصلے پر مسلمانوں میں سخت اضطراب پھیل گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے احتجاجی جلوس نکلنے لگے۔ غلام رسول خان، سیکریٹری مسلم لیگ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ آپ رو پڑے اور کہنے لگے:

''مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میری چار پائی اپنے کندھوں پر اٹھاؤ اور اس طرف لے چلو جدھر مسلمان جارہے ہیں۔ اگر گولی چلی تو میں بھی ان کے ساتھ مروں گا''۔[۲۱]

اگلے روز مولانا ظفر علی خان بھی آپ کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا کہ اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ قانون شکنی کی تحریک عام کردی جائے۔ بلکہ اس میں سارے مسلمانانِ ہند شامل ہونے چاہییں۔ مسجد کی قربانی اگر مسلمانوں کے لیے زندگی کا وسیلہ بن جائے، تو کیا برا ہے؟ ۲۷ جنوری کو شہر میں عدالتی فیصلے کے خلاف ہڑتال کی گئی۔[۲۲]

۲۸ر جنوری کو سید نذیر نیازی دو روز بعد اقبال سے ملنے آئے۔ اس وقت تک آپ کو بخار ہوگیا تھا۔ لہٰذا صبح علی بخش انھیں بلانے چلا گیا۔ اقبال نے ظفر علی خان سے کل کی ملاقات کا ذکر فرمایا۔ فیصلے سے متعلق کہا کہ دو ججوں، ینگ اور بڈھے نے تو ڈسٹرکٹ جج سے اتفاق کیا لیکن تیسرے جج، دین محمد نے اختلاف کردیا۔ آپ نے قانونی طور پر دین محمد کے اختلافی فیصلے کو درست قرار دیا۔

اقبال کی ہدایت پر نیازی صاحب نے فارسی کے تین شعر حسین احمد کے عنوان سے بیاض میں درج کیے جو یہ ہیں:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است[۲۳]

۲۹ر جنوری کی شام کو نیازی صاحب حاضر ہوئے۔ اس موقع پر سید سلامت شاہ اور چودھری محمد حسین بھی موجود تھے۔ اقبال کی طبیعت بڑی ناساز تھی۔ نقرس کا درد عود کر آیا تھا۔ اس کی

مناسبت سے آپ نے فرمایا: نقرس کا زہر سرایت کر جائے تو انسان چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ اب مجھے بھی سہاروں کی ضرورت ہے۔ یہ سن کر سلامت شاہ اور چودھری صاحب نے کچھ تسلی آمیز کلمات ادا کیے اور پھر دل بہلانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں چھیڑ دیں۔ کچھ لطائف بیان ہوئے اور واقعات حاضرہ پر تبصرہ ہوتا رہا۔ اسی دوران راجا صاحب بھی آ گئے۔[۲۴]

۳۰/جنوری نیازی صاحب حسب معمول حاضر خدمت ہوئے۔ رات کو اقبال کو سوئے ہضم کی شکایت رہی۔ تاہم صبح طبیعت بحال ہو گئی۔ اقبال نے ان سے دریافت فرمایا، آج کیا خبر ہے؟ نیازی صاحب نے جواب دیا، خبر تو کوئی نہیں عام لوگ بھی خاموش ہیں۔ وہ منتظر ہیں کہ ان کے لیڈر کیا کرتے ہیں۔ البتہ آج اخبار میں دیکھا، ڈاکٹر اسٹینلے جونز (Stanley Jones) کا بیان آیا ہے کہ موجودہ تہذیب کا سب سے بڑا مرض دل کا دورہ ہے۔

اقبال نے فرمایا، یہ ٹھیک بات ہے...... تاریخ سے اتنا تو ضرور ثابت ہے کہ بعض اقوام اور ملکوں پر اخلاقی موت طاری رہی، لیکن بحیثیت مجموعی آج کا انسان کہیں زیادہ گر گیا ہے۔ مسلمانوں ہی کو دیکھو، دنیا کا ہر عیب ان میں نظر آتا ہے۔ ہماری ہستی کیسی افسوس ناک ہے۔ یہ کہہ کر حقے کے دو ایک کش لیے اور تکیوں کا سہارا لے کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر آرام کیا پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: مسلمانوں میں تھوڑا بہت اتحاد جو لیگ کی بدولت قائم ہوا ہے، امید افزا ہے۔ کانگریس اب مسلمانان ہند سے کسی قدر مرعوب ہے۔ اس اتحاد کے نتائج بڑے شاندار ہوں گے۔ اگر کہیں مسلمانوں کو ایک قطعہ اراضی مل جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ نیازی صاحب نے کہا: ''پاکستان''؟ اقبال نے فرمایا، ہاں پاکستان یا اسے جو بھی چاہے کہہ لو۔[۲۵]

۳۰/جنوری کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس دہلی میں ہوا۔ اس میں فیصلہ ہوا کہ یکم فروری کو پورے ہندوستان میں یوم شہید گنج منایا جائے۔ نیز اس مسئلے پر آئندہ منصوبہ بنانے کے لیے لیگ کا اجلاس خصوصی بلایا جائے۔ اجلاس میں محمد علی جناح بھی شریک تھے۔[۲۶]

۳۱/جنوری: بروز دوشنبہ نیازی صاحب جاوید منزل پہنچے تو راجا حسن اختر بھی موجود تھے۔ اس موقع پر عالم اسلام کے اخلاقی اور ذہنی زوال پر گفتگو ہوئی۔ اقبال نے مسلمانوں کی زبوں حالی پر افسوس ناک لہجے میں فرمایا، ہماری روحانی حالت اچھی نہیں۔ اب مسلمان کیا ہیں؟ راکھ کا ڈھیر...... مسلمانوں نے آنکھ کھولی تو لایعنی روایات، بدعات اور توہمات کا زور تھا، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ان میں اسلام کی تحریک پھیل گئی۔ بخاری اور مسلم کی اشاعت ہونے لگی اور صورت حالات کچھ بدل گئی...... اب زمانہ قرآن مجید کے مطالعہ کا ہے۔ اگر مسلمانوں نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تو خود ہی سمجھ لیں گے۔[۲۷]

۳۱؍جنوری کو روزنامہ احسان میں اقبال کا فارسی قطعہ شائع ہوا، جو مولانا حسین احمد کے سلسلے میں لکھا گیا تھا۔[۲۸]

وزیراعلیٰ پنجاب سر سکندر حیات مسجد شہید گنج کے ہنگاموں سے سخت پریشان تھے۔اس ضمن میں انھوں نے اپنے بعض دوستوں کو اقبال کے پاس بھیجا۔ان میں سے دو حضرات پہلے پہنچ گئے اور ابھی مصروف گفتگو ہی تھے کہ سکندر کے فرستادہ، نواب مظفر خان بھی جاوید منزل میں داخل ہوئے۔اقبال انھیں دیکھ کر اندر چلے گئے۔اب تینوں اصحاب باہر بیٹھے انتظار کرتے رہے۔جب کافی دیر ہوگئی اور آپ باہر نہ آئے تو نذیر نیازی اندر گئے اور عرض کیا، وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ اقبال نے جھلا کر جواب دیا: ''مظفر خان بیس سال بعد آج میرے مکان پر آیا ہے۔مسجد اس نے خود گروائی ہے اور اب بیان دلوانا چاہتا ہے۔جب تک یہ شخص بیٹھا ہے، میں باہر نہیں جاؤں گا۔[۲۹]

پیغام حق، دارالاسلام، گورداس پور شمارہ جنوری میں اقبال کا ایک بیان شائع ہوا جو صوبائی مسلم لیگ کے زیر اہتمام مسلمانان لاہور کے جلسے منعقدہ ۲۶؍جولائی میں پڑھا گیا تھا۔[۳۰]

یکم فروری: نیازی صاحب آج جاوید منزل نہیں آ سکے۔قرشی صاحب تشریف لائے۔ علامہ صاحب کو دم کشی کی تکلیف تھی۔بعدازاں قرشی صاحب نیازی صاحب کے گھر پہنچے اور ان سے علامہ صاحب کی طبیعت کے متعلق تشویش کا اظہار کیا۔[۳۱]

۲؍فروری کی صبح نیازی صاحب پہنچے، تو راجا صاحب بھی ساتھ تھے۔اقبال نے ملک کے حالات پوچھے تو راجا صاحب نے دہلی میں مسلم لیگ کے اجتماع کا ذکر چھیڑ دیا۔کہنے لگے، جناح کی زبان سے دین کا لفظ بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے۔اسی دوران رحما اخبار انقلاب لے آیا۔اقبال کی فرمائش پر نیازی صاحب اخبار سے خبریں پڑھ کر سنانے لگے۔ایک صفحے پر جناح صاحب کی پوری تقریر درج تھی۔ارشاد ہوا کہ ساری تقریر پڑھ ڈالو۔پوری تقریر سنائی گئی تو آپ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ارشاد ہوا کہ دو باتوں سے جی بہت خوش ہوا۔ایک تو جناح کے یہ کہنے پر کہ بندے ماترم سے شرک کی بو آتی ہے۔دوسرے اس پر کہ ہندی زبان کی تحریک دراصل اردو پر حملہ ہے اور اردو کے پردے میں بالواسطہ اسلامی تہذیب پر حملہ ہے۔[۳۲]

۳؍فروری کو سید نذیر نیازی دیر تک حاضر خدمت رہے۔علامہ صاحب نے آج کی تازہ خبر دریافت کی تو جاپان کی ان کوششوں کا ذکر آیا کہ وہ عالم اسلام سے گہرے روابط قائم کرنا چاہتا تھا۔ شام کو نیازی صاحب پھر آئے تو راجا صاحب اور چودھری صاحب پہلے سے موجود تھے۔[۳۳]

۳؍فروری کے انقلاب میں سیالکوٹ کے میاں رشید، اس کے والد اور بھائیوں سے علامہ اقبال کی ملاقات کی روداد شائع ہوئی۔ اس وقت میاں رشید احمد سولہ برس کے نوجوان تھے۔ یوم اقبال منائے جانے کی خبریں اخبارات میں پڑھیں تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوگئی کہ عالم گیر شہرت رکھنے والے اقبال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے۔ میاں صاحب نے ملاقات کے سلسلے میں آپ کو خط تحریر کیا۔ آپ نے فوراً جواب دے دیا۔ یوں میاں رشید احمد، اپنے پانچ بھائیوں اور والد صاحب کے ساتھ جاوید منزل پہنچ گئے۔ علامہ اقبال صحن میں چارپائی پر دراز آرام کررہے تھے۔ آپ نے بکمال محبت وشفقت انھیں قریب بلایا اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے سب سے مصافحہ کیا، اپنے اردگرد کرسیوں پر بٹھالیا اور رقت آمیز لہجے میں کہا کہ اے بچو، تم کب آئے جب موتیا اتر آنے کے باعث میں تمھیں اچھی طرح دیکھ بھی نہیں سکتا۔ آؤ بیٹھو...... میں تم کو مایوس کرنا نہیں چاہتا۔ رشید احمد کے والد محترم نے اپنے لڑکوں کی ترجمانی کرتے ہوئے گزارش کی، عالی جاہ یہ ننھے طالب علم مدت سے آپ کو دیکھنے کے مشتاق تھے۔ اپنے پندونصائح سے انھیں مستفیض کیجیے اور ان کے لیے دعائے خیرو برکت فرمایئے۔ یہ سن کر اقبال نے دھیمی لیکن رقت آمیز اور پُرسوز آواز میں انھیں مخاطب کیا:

''دیکھو اب تم لوگوں کو ہی یہاں رہنا ہے، ہم تو مسافر ہیں۔ یاد رکھو، مسلمانوں کے لیے جائے پناہ صرف قرآن ہے۔ زمانے کے ساتھ ضرور چلنا چاہیے لیکن ساتھ ساتھ کلام مجید کا صرف مطالعہ ہی نہ کرو بلکہ اسے سمجھنے کی بھی کوشش کرو''۔[۳۴]

۳؍فروری کو اقبال نے پروفیسر قریشی کی وساطت سے حکیم صاحب کے نام خط میں لکھا کہ گلا بیٹھ گیا ہے۔ سرمے سے بینائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ معجون دو روز استعمال کی ہے اس سے بلغم کا اخراج بہت کم ہوگیا ہے۔[۳۵]

۵؍فروری: بروز شنبہ نیازی صاحب چاشت کے وقت حاضر ہوئے۔ اقبال کے دریافت کرنے پر انھوں نے کانگریس کی مجلس عاملہ کا حال بیان کیا اور بتایا کہ طے پایا ہے پنڈت جواہر لال نہرو، گاندھی جی اور مسٹر جناح سے خط کتابت کریں گے۔ آپ نے فرمایا، میں نے جناح کو لکھ دیا ہے کہ تین باتوں پر خاص طور سے زور دیں۔ (۱) آئینی تحفظات (۲) سندھ کا الحاق پنجاب سے (۳) شخصی اور دیوانی قوانین کی برقراری۔

نیازی صاحب شام کو پھر حاضر ہوئے۔ اس موقع پر ہٹلر کی سامیت دشمنی کے حوالے سے یہود کی نسلی عصبیت پر گفتگو ہوئی۔ اسی دوران قریشی صاحب، راجہ صاحب اور چودھری صاحب بھی

تشریف لے آئے۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ [۳۶]

۶ رفروری: قرشی صاحب حسب معمول صبح نبض دیکھ گئے۔ اس کے بعد چودھری محمد حسین آ گئے۔ وہ اٹھ کر جا رہے تھے کہ نیازی صاحب پہنچ گئے۔ اقبال نے چودھری صاحب سے ملک کی صورت حال پر گفتگو فرمائی تھی۔ نیازی صاحب سے انسانی نسل اور نسلی تعصب پر گفتگو ہوئی۔ اس دوران نواب شاہنواز خان ممدوٹ آ گئے۔ علامہ صاحب نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنے عزیز دوست کا خیر مقدم کیا۔ باہر صحن میں سالک اور مہر کھڑے کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی صحن میں داخل ہوئی۔ نواب مظفر خان، سید محمد علی جعفری، سید محسن شاہ اور مزید چند حضرات گاڑی سے نکل کر برآمدے میں داخل ہوئے۔

علی بخش نے انھیں نشست گاہ میں بٹھا دیا۔ یہ لوگ شہید گنج اپیل کرنے کے سلسلے میں اقبال سے مشورہ لینے آئے تھے۔ آپ دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے نیازی صاحب چلے گئے۔ اقبال کا کہنا تھا کہ پریوی کونسل میں اپیل دائر نہ کی جائے۔ [۳۷]

۷ رفروری: صبح آٹھ بجے سے قبل نیازی صاحب آ گئے۔ اقبال نے انھیں ''حضرت انسان'' پر چھ اشعار بیاض میں درج کرائے۔ اس دوران چودھری صاحب چلے آئے۔ وہ خاصے برافروختہ معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے انقلاب اور زمیندار اخبار تپائی پر رکھ دیے۔

اخبار پڑھ کر اقبال کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے: ھذا بہتان عظیم۔

پھر آپ نے فرمایا: چودھری صاحب، اس خبر کی فوراً تردید ہونی چاہیے۔

بعد ازاں اقبال اور چودھری صاحب کے مشورے سے نیازی صاحب نے ایک مختصر تردیدی بیان جاری کر دیا۔

اقبال اور نیازی صاحب کے درمیان پھر خودی وغیرہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ دوپہر ہوئی تو نیازی صاحب چلے گئے۔ وہ پھر سالک اور مہر کے پاس پہنچے۔ انھوں نے تردیدی بیان شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

شام کو نیازی صاحب پھر حاضر خدمت ہوئے اور اقبال کو سالک و مہر سے بات چیت سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں آپ نے نیازی صاحب سے فارسی کی ایک رباعی بیاض میں لکھوائی۔ اس کے بعد مغرب کی لادینیت پر گفتگو ہونے لگی۔ اعمال حسنہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اقبال نے اپنے والد کا واقعہ بیان فرمایا۔ ایک بار انھوں نے بھوک کے مارے دم توڑتا کتا دیکھا، تو اسے کھانے کو مٹھائی دی اور پانی بھی پلایا۔ رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت

مکان میں مٹھائی کے طبق رکھے ہیں۔ صبح آنکھ کھلی توان کو احساس ہوا کہ یہ اس نیک عمل کا ثمرہ ہے جو کل انھوں نے انجام دیا تھا۔ چناں چہ اس دن کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ ہمارے دن پھرنے والے ہیں۔ اقبال نے پھر بتایا کہ ان کے والد کو دھسوں کی تجارت کرنے کا مشورہ دیا گیا، اس تجارت سے ان کی مالی حالت سدھر گئی

اس دوران شام ہو چکی تھی۔ معراج آئے اور حال احوال پوچھ کر چلے گئے۔ چودھری صاحب بھی آ گئے۔ [۳۸]

۸رفروری، سہ شنبہ: دس بجے کے قریب نیازی صاحب جاوید منزل پہنچے۔ چودھری صاحب ابھی اٹھ کر گئے تھے۔ اقبال کا تردیدی بیان انگریزی اخبار ٹریبون نے شائع کر دیا تھا۔ اس لیے آپ مطمئن تھے۔ نیازی صاحب سے مسلمانوں کے ذہنی تحفظ پر بات ہوئی۔ اس دن احمدیہ جماعت کے امیر، مولوی محمد علی تشریف لائے۔ دولتانہ بھی حال پوچھنے آئے اور پھر چلے گئے۔ [۳۹]

۹رفروری: سہ پہر کو نیازی صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ بعدازاں چودھری محمد حسین، قرشی صاحب اور راجا صاحب بھی آ گئے۔ شہید گنج اور یونینسٹ پارٹی پر باتیں ہوئیں۔ [۴۰]

۱۰رفروری: آج نیازی صاحب حاضر ہوئے، تو اقبال نے یوسف سلیم چشتی کو یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہاں ہیں؟ انھوں نے تحریک وہابیت پر مضمون کیوں نہیں لکھا اگر وہ لکھ چکیں تو مجھے دکھا دیں۔

مسٹر ہیوم آج ملنے آئے۔ انھوں نے اقبال سے کہا کہ کسی صوفی بزرگ کا پتا بتا دیجیے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ذرا مشکل سی بات ہے۔ ہماری تو عمر گزر گئی، آج تک کوئی مرد کامل نہیں ملا۔

مسٹر ہیوم نے آپ کو بتایا کہ پروفیسر میسی نون (Massignon) نے خود مجھ سے کہا ہے کہ اگر وہ حلّاج کی تحریریں نہ پڑھتے تو دہریہ ہو جاتے۔

یہ سن کر اقبال نے ہنستے ہوئے فرمایا: ہمارا بھی شاید یہی حال ہوتا، لیکن رومی نے ہماری دست گیری کر دی۔ [۴۱]

۱۱رفروری: آج عیدالاضحیٰ کا دن جمعہ کا روز ہے۔ نذیز نیازی نماز عید پڑھنے کے بعد اپنے بھائی، سید نصیر احمد اور سید سلامت شاہ کے ساتھ جاوید منزل تشریف لائے۔ ملک برکت علی، غلام رسول خان اور شیخ عظیم پہلے سے موجود تھے۔ اس موقع پر یونینسٹ پارٹی، لیگ کے اجتماع، وزارت پنجاب، نواب ممدوٹ اور سکندر حیات کی سیاسی زندگی پر گفتگو ہوتی رہی۔ [۴۲]

۱۲رفروری: شام کے قریب سید نذیز نیازی حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ دیر تک نشست

رہی۔ اس دوران چودھری محمد حسین اور راجا صاحب جلد آ گئے۔ قرشی صاحب دیر سے آئے۔ پھر محمد شفیع بھی آ گئے۔ اس موقع پر قرشی صاحب نے اقبال کو بتایا کہ انھوں نے ادویہ کا نقشہ بنا لیا ہے۔ مجھے اطلاع ہو گئی تھی۔

اس کے بعد مسلمانوں کے نفیس مزاج کا ذکر ہونے لگا۔ اقبال نے فرمایا کہ مسلمان حکما نے دوائیں تیار بھی کیں تو کیسی خوش رنگ، خوش ذائقہ اور خوشبودار ہیں۔

اس موقع پر انھوں نے یہ بھی فرمایا: قرشی صاحب ماشاءاللہ سمجھ دار ہیں۔ انھیں چاہیے کہ وہ اپنا طبی ادارہ قائم کر لیں۔ یوں ان کی شہرت پنجاب اور بیرون پنجاب پھیل جائے گی۔ ممکن ہے، یہ امر طب کی ترقی کا باعث بن جائے۔

محمد شفیع نے اس بات کی تائید کی۔ دوران گفتگو اقبال نے شیخ گلاب دین مرحوم کی تعریف فرمائی اور بتایا، مولوی سید میر حسن نے ان سے کہا تھا کہ آپ لاہور چلے جائیے اور وہیں وکالت کیجیے۔ سیالکوٹ کا قیام آپ کو راس نہیں آئے گا۔ لاہور میں آپ کے لیے بہت کچھ ہے۔ [۴۳]

۱۴ر فروری: ریڈیو اسٹیشن جاتے ہوئے نیازی صاحب شام سے کچھ دیر پہلے حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت مرزا دین محمد اقبال کے پاس بیٹھے تھے۔ بعد ازاں غلام رسول، پروفیسر یوسف سلیم چشتی اور خواجہ عبدالوحید بھی آ گئے۔ شہید گنج، وزارت پنجاب، یونینسٹ پارٹی اور انجمن حمایت اسلام کے متعلق سرسری باتیں ہوئیں۔ اسی دوران شام ہو گئی۔

دوران گفتگو خواجہ صاحب نے اقبال کی صحت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: چار برس تو کسی نہ کسی طرح گزر گئے۔ اب پانچواں برس ہے، دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے؟ پھر فرمایا، حکیم فقیر محمد مرحوم نے عرصہ ہوا مجھے دودھ اور اس سے بنی اشیا استعمال کرنے سے روک دیا تھا۔ لیکن میں نے تب ان کی بات کا مطلق خیال نہ کیا تھا۔ [۴۴]

۱۵ر فروری: چاشت سے قبل نیازی صاحب اقبال کے پاس پہنچے۔ آپ مرزا دین محمد کے بارے میں ہنس ہنس کر گفتگو کرتے رہے۔ اقبال نے اس موقع پر بتایا کہ سردار امراؤ سنگھ کے توسط سے برگساں سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ گفتگو سردار صاحب نے قلمبند کر لی تھی، مگر اس بُرے طریقے سے کہ بعد میں اپنی تحریر کا پڑھنا ان کے لیے بھی مشکل ہو گیا۔ اسی دوران برکلے کے متعلق بھی خوب باتیں ہوئیں۔ [۴۵]

۱۶ر فروری: دوپہر کے وقت نیازی صاحب پہنچے۔ تب اقبال صبح سے دمہ کی تکلیف میں مبتلا

تھے۔ آپ نے نیازی صاحب سے ڈاکٹر مظفرالدین قریشی اور علامہ طالوت کے نام دو خطوط لکھوائے۔ ڈاکٹر مظفرالدین کو فرمایا، حکیم صاحب سے ملنے کو دل بہت چاہتا ہے۔ حیدری صاحب نے بھی آنے کی دعوت دے رکھی ہے، مگر افسوس صحت اتنے طویل سفر کی متحمل نہیں ہو سکتی...... عثمانیہ یونی ورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے ڈی لِٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی جائے...... حیدری صاحب نے یوم اقبال کے موقع پر حضور نظام کے توشہ خانے سے مجھے ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا تھا، مگر میں یہ عطیہ قبول نہ کر سکا۔[۴۶]

طالوت صاحب کو تحریر فرمایا کہ مولانا حسین احمد مدنی کے معتقدین اور احباب کے خطوط کا جواب احسان میں شائع ہو جائے گا۔[۴۷]

۱۷ فروری کو غلام رسول سیکریٹری، پنجاب مسلم لیگ حاضر خدمت ہوئے۔ اقبال نے ان سے محمد علی جناح کے نام ایک خط لکھوایا اور انھیں اطلاع دی کہ آپ کی گشتی چٹھی میں دی گئی ہدایات پر عمل کرنے کے سلسلے میں مناسب اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ خاص اجلاس ۳۱ مارچ سے پہلے منعقد کر لیا جائے تاکہ پرانے آئین کی رو سے ہر مسلمان ایک روپیہ ادا کر کے بحث میں حصہ لے سکے۔[۴۸]

۱۷ فروری: نذیر نیازی حسب معمول حاضر خدمت ہوئے۔ ان کی موجودگی میں شام کے وقت دو انجینئر اقبال سے ملنے آئے۔ وہ بہاول پور ریاست کی جانب سے لاہور میں انجینئروں کے سالانہ اجتماع میں شرکت کرنے آئے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلے گئے۔ جانے کے بعد علامہ کی صحت اور سرزمین بہاول پور سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔[۴۹]

۱۸ فروری: جمعۃ المبارک، شام کے وقت نیازی صاحب تشریف لائے۔ آج قوم، متحدہ قومیت، وطن، وطنیت، آزادی اور خود اختیاری پر باتیں ہوئیں۔ اس دوران علی بخش اور رحما، اقبال کا بدن دابنے لگے۔ محمد شفیع اور چودھری محمد حسین بھی آ گئے۔ ایک موقع پر آپ نے نیازی صاحب کو میثاق مدینہ کی نقل مہیا کرنے کی ہدایت فرمائی۔

۱۸ فروری کو اقبال نے طالوت صاحب کے نام ایک وضاحتی خط لکھواتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے، مولوی صاحب کی نظر میں آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اگر ان کا مقصود یہ تھا کہ ہندی مسلمان بھی یہ نظریہ قبول کر لیں، تو بحث کی گنجائش باقی ہے۔ لیکن میں ان کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی رو سے اسلامی روح اور اس کے اساسی اصولوں کے خلاف سمجھتا ہوں۔

رات کو ۱۲ بجے سے ۳ بجے علی الصبح تک اقبال کو تنفس کی بہت تکلیف رہی تھی۔ صبح آپ نے

ڈاکٹر کو بلوایا تو انھوں نے دمہ کی تشخیص کر دی۔ ۱۸؍فروری ہی کو آپ نے حکیم صاحب کے نام مکتوب میں انھیں صورت حال سے آگاہ کیا اور معجون تیار کر کے بھجوانے کا کہا۔[۵۰]

۱۹؍فروری: آج نیازی صاحب کا بیشتر وقت پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں گزرا۔ حضرت علامہ کی خواہش اور ہدایت کی روشنی میں انھوں نے میثاق مدینہ کی نقل اور متعلقہ مواد حاصل کر لیا۔ شام کے وقت جاوید منزل پہنچے تو میثاق مدینہ کی نقل آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ چودھری محمد حسین پہلے سے موجود تھے۔ اسی دوران شفیع صاحب بھی آ گئے۔ ان کے مابین میثاق مدینہ زیر بحث آیا۔ چوں کہ اقبال کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا اور آپ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، لہٰذا متفقہ فیصلہ ہوا کہ مولانا حسین احمد کی تقریر کا جواب لکھا جائے۔ طے پایا کہ حضرت علامہ دو ایک نشستوں میں سارا مضمون چودھری صاحب کو سمجھا دیں اور وہ اسے قلمبند کر لیں گے۔ بعد ازاں سب کی موجودگی میں علامہ صاحب مضمون سنیں گے۔ جہاں کہیں ضروری ہوا، مناسب ترمیم کر لی جائے گی۔[۵۱]

۲۰؍فروری: نیازی صاحب علی الصبح حاضر ہو گئے۔ چودھری محمد حسین پہلے سے موجود تھے۔ علامہ صاحب ان سے مولانا حسین احمد والا مضمون لکھواتے رہے۔ قرشی صاحب آئے اور نبض دیکھ کر چلے گئے۔

شام کو نذیر نیازی پھر حاضر ہوئے جلد ہی حکیم قرشی صاحب، چودھری صاحب، راجہ صاحب اور شفیع صاحب بھی پہنچ گئے۔ دیر تک نشست رہی۔[۵۲]

۲۱؍فروری دوشنبہ: سہ پہر سے پہلے نیازی صاحب آ گئے۔ اس موقع پر قوم اور ملت پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ قاہرہ سے نصیر احمد بھوپالی کا خط آیا ہوا تھا، انھوں نے حضرت علامہ اقبال کی شاعری اور فلسفے پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اب اس کی طباعت کے لیے مالی امداد کی ضرورت تھی۔ خط پڑھ کر اقبال نے فرمایا کہ ہم تو انھیں کسی طرح کی مالی امداد نہیں دے سکتے۔ انھیں چاہیے تھا کہ سرکار بھوپال سے رجوع کرتے۔ نصیر احمد نے خط کے ہمراہ المقتطف کا ایک پرچہ بھی بھیجا تھا، اس میں آپ کی شاعری کے متعلق ایک مختصر مضمون شائع ہوا تھا۔ شام کے وقت مولانا میکش آ گئے۔ وہ مولانا حسین احمد، مصر اور عالم اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ موضوع تھا: ''شاہ فاروق کی خلافت اور عالم اسلام کا سیاسی افتراق''۔ دوران گفتگو قوم اور ملت کے موضوعات بھی زیر بحث آئے۔ میکش تھوڑی دیر بعد چلے گئے۔ پھر اقبال نے کھانا تناول کیا۔ پھر علی بخش اور رحما آپ کا بدن دبانے لگے۔ سات، سوا سات بجے احباب کی آمد شروع ہو گئی۔ ساڑھے دس بجے قرشی صاحب کا تجویز کردہ جوشاندہ پیا، تو آپ کو ترشی محسوس ہوئی۔[۵۳]

محمد شفیع جاوید منزل میں تادیر قیام کرنے لگے تھے تاکہ حضرت علامہ کی صحیح طور سے خبرگیری ہو سکے۔

۲۲رفروری: شام ہو رہی تھی کہ نذیر نیازی جاوید منزل پہنچے۔ اقبال کی دمے کی تکلیف کچھ بڑھ گئی تھی۔ آپ نے انھیں بتایا، میں نے ڈاکٹر جمعیت سنگھ کو بلوایا تھا۔ وہ کچھ دوائیں تجویز کر گئے ہیں۔ امید ہے، ان کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔ پھر اقبال نے بتایا کہ دہلی کے سہ روزہ اخبار انصاری میں مولانا حسین احمد نے ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ اس میں ایک طرح سے ہمیں پھر مناظرے کی دعوت دی گئی ہے۔

آپ خاموشی سے لیٹے کچھ سوچ رہے تھے کہ قریبی کمرے سے منیرہ بانو آئی اور آپ سے لپٹ گئی۔ کہنے لگی: ''ابا جان، آج نیازی صاحب ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے''۔

آپ نے نیازی صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا ''تمہیں بانو کی دعوت قبول کر لینی چاہیے''۔ یوں نیازی صاحب نے اس دن جاوید، گورنس اور محمد شفیع کے ساتھ کھانا کھایا۔

اس روز کی نشست میں اقبال نے اپنی ایک تازہ رباعی کے پہلے دو مصرعے تبدیل کرا دیے۔[۵۴]

۲۳رفروری: صبح سویرے قرشی صاحب جاوید منزل آئے۔ آپ کی نبض دیکھی اور کچھ دوائیں لکھ کر دیں۔ تب تک نیازی صاحب بھی پہنچ گئے۔ شام کو پھر آئے۔ دوسرے احباب مثلاً چودھری صاحب، راجہ صاحب اور قرشی صاحب پہلے سے موجود تھے۔ بعد میں محمد شفیع بھی آ گئے مختلف موضوعات پر باتیں ہوئیں۔[۵۵]

۲۴رفروری: نیازی صاحب چاشت کے وقت حاضر ہوئے۔ علامہ صاحب آرام کر رہے تھے۔ قرشی صاحب حسب معمول نبض دیکھ گئے تھے۔ علی بخش ان کی تجویز کردہ دوائیں لے آیا تھا۔ چودھری صاحب بھی آ کر چلے گئے تھے۔ شام کو نیازی صاحب دوبارہ آئے۔ اس دوران قرشی صاحب اور راجا صاحب بھی آ گئے۔ قرشی صاحب سے اقبال نے فرمایا: ''میرا علاج یہی ہے کہ آپ میرے پاس بیٹھے رہیں''۔ دراصل قرشی صاحب موجود ہوتے، تو آپ کو اطمینان ہو جاتا کہ عوارض کی جیسی بھی کیفیت ہے، حکیم صاحب اس کا کوئی نہ کوئی مداوا سوچ لیں گے۔

آج ڈارلنگ اور سر مالکم آپ کی عیادت کرنے آئے۔[۵۶]

۲۵رفروری: رات کے نو بجے نذیر نیازی اور سید سلامت شاہ جاوید منزل پہنچے۔ اس وقت چودھری صاحب، شفیع اور رحما اقبال کا بدن دبا رہے تھے۔ دوران گفتگو سر سکندر، یونینسٹ پارٹی، لیگ اور کانگریس پارٹی زیر بحث آئے۔ اس روز آپ کو پھر دمہ کا دورہ پڑا۔ جوشاندہ پیا، لیکن افاقہ نہیں ہوا۔[۵۷]

۲۶ر فروری: حسب معمول نیازی صاحب، چودھری محمد حسین اور قرشی صاحب حاضر خدمت رہے۔ محمد شفیع تو جاوید منزل ہی میں رات دن رہنے لگے۔ [۵۸]

۲۷ر فروری: صبح نیازی صاحب حاضر ہوئے۔ حکیم قرشی بھی حسب معمول تشریف لائے۔ انھوں نے دوا تجویز کی، تو محمد شفیع بازار سے خریدنے چلے گئے۔ اقبال کی خواہش پر دیوان علی سے کافی سنی۔ بعدازاں نیازی صاحب کو افسانہ سنانے کے لیے فرمایا۔ انھوں نے الف لیلہ سے بغداد کے حجام کا پُرلطف قصہ بیان کیا۔ قصہ سننے کے بعد فرمایا، ''مسلمانوں کی زندگی پہلے کیسی شگفتہ تھی۔ انھوں نے حتی الوسع اسے ہر آلائش سے پاک رکھا۔ وہ اس سے لطف اٹھانا اور اس میں حسن و جمال، طاقت اور قوت کے جولا متناہی امکانات موجود ہیں، ان کی قدر کرنا خوب جانتے تھے۔ دفعتہً اقبال کا ذہن عالم اسلام کی موجودہ حالت کی طرف منتقل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا زوال کیسا حسرت ناک ہے! پھر ایک آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔ [۵۹]

مصروفیات کی وجہ سے آج نیازی صاحب جاوید منزل نہیں آسکے۔ [۶۰]

یکم مارچ: نذیر نیازی صبح کے وقت حاضر ہوئے۔ اس وقت اقبال کی طبیعت بڑی خراب تھی۔ شانے میں درد تھا۔ ضیق النفس سے بھی پریشان تھے۔ اس کے باعث سیدھے لیٹنا ممکن نہیں تھا۔ بار بار کروٹ بدلتے یا پھر زانوں پر تکیے رکھ کر ان پر سر ٹیک دیتے کہ یوں کچھ آرام مل جائے۔ گیارہ بجے نیازی صاحب گھر چلے گئے تا کہ حکیم کو لا سکیں۔ دو بجے نیازی صاحب پھر حاضر ہوئے۔ حکیم محمد افضل بھی ساتھ تھے۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی۔ نیند لانے کے لیے روغن گل کی مالش تجویز کی۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ آپ کو دمہ نہیں بلکہ سانس کی تکلیف ہے اور اس کا سبب ضعف قلب ہے۔ ضعف قلب کے باعث دم کشی کی شکایت پیدا ہوئی ہے۔

نیازی پھر گھر چلے گئے۔ شام کے وقت سید سلامت شاہ کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ حسب ارشاد سیرت ابن ہشام، خطبہ فتح مکہ اور خطبہ حجۃ الوداع کے اقتباسات لیتے آئے تھے۔ [۶۱]

لاہور کی نیلا گنبد مسجد میں مولوی فیوض الرحمٰن مدرس تھے۔ آج چودھری محمد حسین مولوی صاحب کو لیے جاوید منزل پہنچے۔ علامہ صاحب نے ان سے زمان و مکاں کے مسئلے پر اسلامی تصور سے متعلق سوالات لکھ کر دریافت کیے کیوں کہ آپ کا گلا خراب تھا۔ آپ نے خواہش کا اظہار کیا کہ ہر روز ان کے ہاں آیا کریں۔ مولوی صاحب نے معذرت کر لی اور کہا کہ ۳ر مارچ کو رمضان شروع ہو رہا ہے۔ پھر کہا کہ وہ رمضان کے بعد آیا کریں گے۔ [۶۲]

۲ر مارچ چہار شنبہ: نو بجے نیازی صاحب حاضر ہوئے۔ آج اقبال کی طبیعت بہتر تھی۔

نیازی صاحب کو راستے میں چودھری صاحب، قرشی صاحب اور راجا صاحب مل گئے۔ دورانِ سفر آپ کی صحت سے متعلق گفتگو ہوئی۔ حکیم قرشی صاحب نے بتایا کہ مرض بے حد خطرناک ہے۔ اقبال کے قلب، جگر اور گردے سب ماؤف ہو چکے ہیں۔ قلب کی حالت نازک ہے۔ نیازی صاحب دوپہر بارہ بجے چلے گئے۔ چھ بجے دوبارہ آئے تو چودھری صاحب اور قرشی صاحب پہلے سے موجود تھے۔ اسی دوران راجا صاحب بھی آ گئے۔

ڈاکٹر محمد یوسف اور ڈاکٹر جمعیت سنگھ طبی معائنہ کرنے کے کچھ دیر بعد دونوں باہم مشورہ کرتے رہے۔ بالآخر نسخہ تجویز کیا اور پھر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد دوسرے احباب بھی چلے گئے۔ بعدازاں ملک زماں مہدی اور غلام رسول ملنے آئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اقبال کو خوش خبری سنائی کہ لیگ کا اجلاس لاہور ہی میں ہوگا اور اسمبلی میں لیگ پارٹی قائم ہو رہی ہے۔ آپ خوش ہو گئے۔ دورانِ گفتگو غالب کا ذکر آ گیا۔ قرشی صاحب کہنے لگے: غالب خوب شاعر تھا''۔

آپ نے کہا، غالب واقعی بہت بڑا شاعر تھا، لیکن محض پنشن میں اضافے کے خیال سے اُسے سرکارِ انگلشیہ کی مدح میں قصائد لکھنا پڑے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ غالب کی اس روش سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ غالب کا کلام دراصل فارسی ہی میں ہے۔ غالب کا فارسی کلام پڑھیے اور ضرور پڑھیے۔ [۶۳]

انھی ایام میں جاوید اقبال نے دو مرتبہ اقبال کو اپنی خواب گاہ میں مرزا اسداللہ غالب اور مولانا جلال الدین رومی سے باتیں کرتے سنا۔ آپ نے دونوں مرتبہ علی بخش کو بلوا کر پوچھا کہ مرزا غالب (یا مولانا رومی) ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔ دیکھنا، کہیں چلے تو نہیں گئے؟ جب علی بخش نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی نہیں تھا، تو فرمایا: چلو ٹھیک ہے۔ [۶۴]

۲ر مارچ کو محمد علی جناح نے اقبال کے نام ایک خط لکھا۔ اس میں انھوں نے استفسار کیا کہ آیا مسلم لیگ کا اجلاس خصوصی لاہور میں منعقد کیا جائے؟ یہ بھی دریافت فرمایا کہ اگر آپ لاہور میں خصوصی اجلاس کروانا چاہتے ہیں، تو ایک رسمی دعوت نامہ ضرور روانہ کر دیجیے گا۔ تاکہ دعوت نامہ مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں پیش کر کے منظوری لے لی جائے۔ علامہ صاحب کی خواہش تھی کہ مذکورہ اجلاس لاہور ہی میں منعقد ہو۔ چناں چہ آپ نے ۵ مارچ کو صوبائی مسلم لیگ کا عام اجلاس بلا لیا۔ [۶۵]

۳ر مارچ کی رات اچانک اقبال پر ضعف قلب کے باعث غشی طاری ہو گئی اور آپ پلنگ سے گر گئے۔ [۶۶]

مارچ کے ابتدائی دنوں میں آپ کے پاؤں اور چہرے پر ورم کے آثار نمودار ہو گئے۔ یہ خرابی اس بات کی علامت تھی کہ گردے ٹھیک کام نہیں کر رہے۔ [۶۷]

۴؍مارچ کو اقبال کے نام جناح صاحب کا خط موصول ہوا۔[۶۸]

۶؍مارچ کو لاہور میں کل پنجاب صوبائی مسلم لیگ کا عام اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں صوبے کے تمام اضلاع کے نمائندے شریک تھے۔ ۴؍مارچ کو ملنے والا جناح صاحب کا خط اس اجلاس میں پڑھا گیا۔ اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس لاہور ہی میں منعقد ہونا چاہیے۔[۶۹]

۷؍مارچ: آج صبح نو بجے نیازی صاحب تشریف لے آئے۔ راجا صاحب بھی ساتھ تھے۔ سید عابد علی عابد بھی آئے مگر چند منٹ بیٹھ کر چلے گئے۔ ان کے بعد میاں شاہ نواز اور میاں امیر الدین آئے۔ انھوں نے ملک برکت علی کے اس مسودۂ قانون کی تعریف فرمائی جس میں درج تھا کہ گوردواروں کی طرح حکومت اسلامی اوقاف کا انتظام وانصرام بھی مسلمانوں کے سپرد کردے اور ان سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ بعد ازاں نیازی صاحب اقبال سے اجازت لے کر گھر چلے گئے۔

شام کو نیازی صاحب دیر سے آئے۔ تب تک راجا صاحب جا چکے تھے۔ البتہ چودھری صاحب اور قرشی صاحب موجود تھے۔ محمد شفیع اور علی بخش اقبال کا بدن داب رہے تھے۔ قرشی صاحب بھی بدن دابنے لگے۔ اسی دوران سرسید، ان کی تحریک علی گڑھ، علمائے دیوبند، ان کے مسلک اور ان کی انگریز دشمنی پر بات ہوئی۔ کچھ دیر بعد علی بخش چائے لے آیا۔ اس دوران سنی، شیعہ، وہابی اور قادیانی فرقہ بندیوں پر تبصرہ ہونے لگا۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ انگریزوں نے سلطنت مغلیہ کے زوال و انتشار کے بعد یہ ملک مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کے لسانی اور تہذیبی غلبے کو وہ اپنے لیے ایک خطرہ تصور کرتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے بڑی تن دہی سے اردو کو فروغ دیا تاکہ مسلمانوں کا رشتہ فارسی اور عربی سے کٹ جائے اور وہ اپنے علمی وتہذیبی ورثے سے محروم ہو جائیں۔[۷۰]

۷؍مارچ ہی کی شام غلام رسول مہر اور عبدالسلام خورشید حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے اقبال کی طبیعت کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے جواب دیا، اب میں کمرے کے اندر تھوڑا بہت چل پھر لیتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا، خدا کے فضل سے چند روز میں آپ اتنے صحت مند ہو جائیں گے کہ کوٹھی کے صحن میں چہل قدمی فرما لیا کریں۔ اقبال مسکرا کر کہنے لگے، ''میں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ اس کی پیشوائی کرنے کو تیار ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا یہ شعر سنایا:

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست[۷۱]

۷/مارچ کو غلام رسول مہر نے علامہ صاحب کی طرف سے محمد علی جناح کے نام یہ مکتوب لکھا کہ آپ کا خط موصول ہو گیا ہے۔ کل صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ لیگ کا خصوصی اجلاس لاہور میں منعقد کیا جائے۔ ہماری درخواست ہے کہ مسئلہ شہید گنج کے متعلق لیگ کا خصوصی اجلاس ایسٹر کی تعطیلات کے دوران لاہور میں منعقد کیا جائے......اس خط کو ہی دعوت نامہ تصور کیا جائے......شہید گنج کے سلسلے میں پریوی کونسل میں اپیل بے سود ہے......ملک برکت علی کے تحفظ مساجد بل پر مسلمانوں میں جوش خروش پھیلا ہوا ہے۔ یونینسٹ پارٹی کے ۵۵ ارکان نے سر سکندر کی ہدایت پر بل کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔[۴۲]

۸/مارچ: نیازی صاحب صبح سویرے تشریف لائے۔ اس وقت نیو ٹائمز اخبار آ گیا تھا۔ نیازی صاحب نے اخبار کی سرخیاں پڑھ کر اقبال کو سنائیں۔ آپ نے کتابوں کے ایک بقچے کی طرف جو پلنگ کے قریب ہی رکھا تھا، اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے کسی مولوی کی نذر کر دو۔ دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ اس میں شاہ ولی اللہ کے کچھ رسائل ہیں جواب غیر ضروری ہو چکے۔

اقبال نے چائے پینے کے بعد فرمایا، شاہ صاحب کی شخصیت بڑی مسلّم ہے۔ مگر ان کی حقیقی عظمت کا اظہار حجة اللہ البالغہ میں ہوا......تصوف کے سلسلے میں انھوں نے جو کچھ لکھا۔ میں اس کا قائل نہیں مثلاً افادات میں!

چند منٹ آرام کرنے کے بعد اقبال نے پوچھا، ''یورپ کے حالات بڑے نازک ہو رہے ہیں۔ لڑائی کب ہو گی؟''

نیازی صاحب نے جواب دیا: سر دست اس کا کوئی امکان نظر تو نہیں آتا۔

اس دوران محمد شفیع بھی آ گئے۔ بعد ازاں نیازی صاحب دس بجے چلے گئے۔ حکیم قرشی صاحب دوپہر کو تشریف لائے۔

رات کے وقت نیازی صاحب دوبارہ آئے تو چودھری محمد حسین کو موجود پایا۔ اس موقع پر علامہ صاحب سے ستاروں پر بات ہوئی۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی تصانیف، ابن رشد اور امام غزالی کی شخصیت اور کارناموں پر گفتگو ہوئی۔[۴۳]

اقبال کئی روز سے مولانا حسین احمد کے اس نظریے کہ ''قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' کا مدلل جواب دینے کی فکر میں تھے۔ آخر کار آپ نے چودھری محمد حسین کو جواب لکھوا دیا۔ نیازی صاحب اور دوسرے احباب نے آپ کے خیالات کو مضمون کی شکل دی جو ۹/مارچ کو روزنامہ احسان میں

شائع ہوا۔ اس مضمون میں آپ نے مولانا کی ذات پر حملہ نہیں کیا اور نہ ان کی شخصیت پر طنز و تعریض کی بلکہ اصل موضوع پر نہایت سنجیدہ اور عالمانہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ مضمون کا عنوان ''جغرافیائی حدود اور مسلمان'' تھا۔[۴]

۹ مارچ کی شام نیازی صاحب سید سلامت شاہ کو ساتھ لیے حاضر خدمت ہوئے۔ علامہ صاحب سلامت شاہ سے مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔[۵]

۱۰ مارچ بروز جمعرات: آج نیازی صاحب دن میں تین بار جاوید منزل آئے۔ یعنی صبح، سہ پہر اور شام کو، پھر رات بارہ بجے تک موجود رہے۔ صبح آئے تو اس وقت حکیم قرشی صاحب موجود تھے۔ قرشی صاحب کا معمول تھا کہ ہر روز سیر سے واپسی پر اقبال کی خدمت میں حاضری دیتے، حال احوال دریافت کرتے اور چند منٹ بیٹھنے کے بعد چلے جاتے تھے۔ نیازی صاحب ایک گھنٹے بعد چلے گئے اور چار بجے دوبارہ آئے۔ اس دوران ڈاکٹر یوسف صاحب بھی آ گئے۔ چودھری محمد حسین بھی ساتھ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اقبال کا معائنہ کیا اور دوا تجویز کی۔ بعد میں چودھری صاحب سے تنہائی میں باتیں کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد سالک صاحب اور مہر صاحب بھی آ گئے۔ اقبال نے ان سے یونینسٹ پارٹی اور کانگریس کی سیاسی روش پر سرسری گفتگو فرمائی۔ پھر راجا صاحب اور قرشی صاحب بھی آ گئے۔ اس موقع پر قوم میں اتحاد کے فقدان، متحدہ قومیت، کانگریس، سنی اور وہابی کی تفریق، شاہ ولی اللہ کی دینی خدمات، مولانا ابوالکلام آزاد کا کانگریس کی حمایت کرنا اور قادیانیوں پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔[۶]

۱۱ مارچ: شام کے وقت نیازی صاحب جاوید منزل تشریف لائے۔ اس وقت شیخ مبارک علی، چودھری صاحب اور مہر صاحب بھی اقبال کے پاس حاضر خدمت تھے۔ کمرے میں خلاف معمول خاموشی طاری تھی۔ نیازی صاحب نے خیریت مزاج دریافت فرمائی۔ تھوڑی دیر بعد اقبال نے فرمایا، مجھ پر بیماریوں کے چار حملے ہو چکے ہیں۔ ایک قولنج کا دورہ، جو آج سے بہت پہلے شدت کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر ۱۹۲۸ء میں دردِ گردہ نے خاصا پریشان کیا۔ ۱۹۳۴ء میں گلا بیٹھ گیا اور اب چند دنوں سے میری مجموعی حالت اچھی نہیں۔ اس دوران ہی چودھری محمد شفیع آ گئے۔[۷]

۱۲ مارچ: ہفتہ: سہ پہر کو نیازی صاحب آئے۔ انھوں نے قرشی صاحب کو موجود پایا۔ تھوڑی دیر بعد چودھری محمد حسین، ڈاکٹر یوسف کو لیے پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے آپ کا مزاج دریافت کیا اور عوارض کے متعلق پوچھا۔ پھر ادویات اور غذا کے بارے میں متعدد سوالات کیے۔ اس دوران مہر و سالک بھی آئے اور مزاج پوچھ کر چلے گئے۔

رات کو نو بجے نیازی صاحب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے۔ تب دیگر احباب بھی موجود تھے۔ محمد شفیع اور رحما پائنتی کی طرف بیٹھے اقبال کے پاؤں اور پنڈلیاں داب رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر حمید ملک آ گئے یہ نشست بارہ بجے تک رہی۔[۷۸]

۱۳/ مارچ: نیازی صاحب شام کو پہنچے۔ تب چودھری صاحب اور قریشی صاحب پہلے سے موجود تھے۔ ہٹلر اور آسٹریا کا ذکر فرما رہے تھے۔ مولانا حسین احمد نے لفظ قوم کی جو تشریح کی تھی، اس پر آپ نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سے مولانا حسین احمد نے لفظ قوم کے متعلق غیر ضروری اور لاحاصل بحث چھیڑی ہے۔ قرآن، حدیث اور عربی لغت کے حوالوں سے عجیب و غریب موشگافیاں کی جا رہی ہیں۔ میں سوچتا ہوں، مسلمانوں کا ذہنی انحطاط کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ دین کو جاننے اور سمجھنے کے دعویدار ہی دین سے بہت بے خبر ہیں۔ بعد ازاں آپ نے نیازی صاحب سے فرمایا، معلوم کیجیے کہ حکیم نابینا صاحب لاہور آ سکتے ہیں؟[۷۹]

۱۴/ مارچ: آج نیازی صاحب نے خواجہ عبدالرحیم سے ملاقات کی اور پوچھا کہ حکیم نابینا صاحب اگر لاہور تشریف لے آئیں اور علامہ صاحب کو دیکھ لیں تو کیسا رہے؟ لیکن خواجہ صاحب تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ وہ پھر راجا صاحب کے دفتر گئے اور ان سے دریافت کیا۔ انھوں نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ سہ پہر کو نیازی صاحب جاوید منزل پہنچے۔ وہاں چودھری صاحب اور راجا صاحب موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد حزب الاحناف کا ایک وفد آ گیا۔ اقبال اس کے ساتھ بڑی مروت سے پیش آئے۔ ان کے پوچھنے پر آپ نے انھیں مشورہ دیا کہ یہ موقع حنفی اور غیر حنفی کی بحث کا نہیں نہ فرقہ بندی کو ہوا دینے کا...... ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں میں دین کا فہم اور اپنے دین سے محبت پیدا کی جائے۔ یہ مقصد ایک حد تک قلم کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ حزب الاحناف اور نہیں تو اچھی قسم کی دینی کتابیں ہی شائع کر سکتا ہے۔[۸۰]

۱۵/ مارچ: آج صبح نیازی صاحب جاوید منزل پہنچے تو اقبال کو بہتر پایا۔ آپ اس وقت ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتہ کے دوران ہی آپ نے نیازی صاحب سے دریافت فرمایا کہ سارٹن کا ترجمہ کہاں تک پہنچا ہے؟ نیازی صاحب نے جواب دیا کہ چند ابواب رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ترجمے کی راہ میں حائل مشکلات کا ذکر کیا۔ نیازی صاحب نے پھر عرض کیا، مولوی صاحب اکثر مالی دشواریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر وہ کتاب فوراً شائع نہ کرنی چاہیں، تو چند ماہ اور مہلت دے دیں۔ ان شاء اللہ چار چھ مہینوں میں کتاب مکمل ہو جائے گی۔

علامہ نے فرمایا: ''بہتر ہے، پھر تم میری طرف سے مولوی صاحب کو خط لکھ دو''۔

نیازی صاحب نے پھر اقبال کی طرف سے مولوی عبدالحق کے نام خط میں لکھا کہ سارٹن کی انگریزی کتاب مقدمۂ تاریخ سائنس کا ترجمہ نیازی صاحب بغرض اشاعت اردو میں کر رہے ہیں۔ میں نے ترجمے کا ایک حصہ خود بھی دیکھا ہے۔ نصف سے زیادہ کتاب کا ترجمہ مکمل ہو چکا ...... نیازی صاحب آپ کی مدد کے مستحق ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ انھیں تھوڑا سا وقت اور دیجیے تا کہ وہ اطمینان کے ساتھ ترجمے کی بقیہ اقساط آپ کو بھیج سکیں۔[۸۱]

۱۶؍ مارچ: پندرہ مارچ کی رات اقبال کو بیماری کا شدید دورہ پڑا۔ اس وقت قرشی صاحب اور چودھری صاحب موجود تھے۔ دورہ ختم ہونے پر یہ اصحاب اپنے گھر چلے گئے۔

صبح کے وقت نیازی صاحب پہنچے تو قرشی صاحب بھی موجود تھے۔ دوپہر کو نیازی صاحب دوبارہ گئے۔ اس وقت اقبال کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آواز بڑی پست تھی۔ بات کرتے کرتے رک جاتے تھے۔ اس وقت آپ نے نیازی صاحب کو بتایا کہ حکیم نابینا کا تار آیا ہے۔ لکھا ہے کہ وہ چند دنوں تک آ جائیں گے۔ آپ نے پھر نیازی صاحب سے متعدد احباب کو خطوط لکھوائے۔ حکیم نابینا کے نام مکتوب میں لکھوایا کہ بارہ روز سے آپ کی دوا کھا رہا ہوں۔۔ یا تو اس دوا میں ترمیم کی جائے یا کوئی اور دوا تجویز فرمایئے کیونکہ افاقہ نہیں ہوا۔

عصر کے وقت سید سلامت شاہ اور ڈاکٹر حمید ملک چلے آئے۔ جب شام کو نیازی صاحب دوبارہ پہنچے تو یہ دونوں صاحب موجود تھے۔ اس وقت اقبال سو رہے تھے۔ احباب تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔[۸۲]

۱۷؍ مارچ جمعرات: سولہ مارچ کی رات کو اقبال آرام سے سوئے۔

دوپہر کے وقت پھر دورہ پڑ گیا۔ ملازم نیازی صاحب کو آپ کی صورت حال بتانے گھر آ گیا۔ نیازی صاحب ملازم کے ہمراہ جاوید منزل پہنچ گئے۔ اس وقت قرشی صاحب اور چودھری صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد نیازی صاحب گھر چلے گئے۔ شام کو سیالکوٹ سے اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد آ گئے۔ شام کو نیازی صاحب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے۔ اسی دوران آپ کے علاج کے سلسلے میں کیپٹن الٰہی بخش سے مشورہ کرنے کا فیصلہ ہوا۔ کچھ دیر بعد شیخ عطا محمد دوسرے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ علی بخش علامہ صاحب کے پاؤں اور پنڈلیاں دبانے لگا۔ دیوان علی بھی پاؤں داب رہا تھا۔ علی بخش کے اشارے پر دیوان علی آپ کے لیے کافی لے آیا۔ اقبال نے کافی پیتے ہوئے۔ دعا کے بارے میں سر سید اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات پر روشنی ڈالی۔[۸۳]

۱۸؍ مارچ: سترہ مارچ کی رات بھی اقبال آرام سے سوئے۔

جب آپ جاگے تو حکیم قرشی صاحب چکر لگا کر جا چکے تھے۔ ساڑھے نو بجے نیازی صاحب آ گئے۔ آج دن پھر اقبال کی طبیعت پُرسکون رہی۔ شام کو دوبارہ نیازی صاحب آئے۔ چودھری محمد حسین اور قرشی صاحب موجود تھے۔ چودھری صاحب نے اس موقع پر بتایا کہ کیپٹن الٰہی بخش صاحب سے مشورہ کر لیا گیا ہے۔ وہ کل تشریف لائیں گے۔[۸۴]

۱۹؍مارچ: شنبہ: صبح آٹھ بجے نیازی صاحب جاوید منزل جا رہے تھے کہ راستے میں حکیم قرشی صاحب مل گئے۔ وہ انھیں ساتھ لے کر مطب پہنچے اور خمیرہ اور کچھ مرکبات علامہ صاحب کے لیے دے دیے۔ نیازی صاحب آپ کی خدمت میں نو بجے حاضر ہوئے۔ چودھری صاحب ابھی ابھی گئے تھے۔ اقبال نے نیازی صاحب کو بتایا کہ کیپٹن صاحب تیسرے پہر آئیں گے۔ تیسرے پہر ڈاکٹر آئے، تو انھوں نے بڑی نیاز مندی سے علامہ صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ پھر مزاج پوچھا اور پلنگ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ انھوں نے پھر نبض دیکھی اور قلب (رئتین) کا معائنہ کیا۔ بعد ازاں چند سوالات کیے۔ حکیم نابینا کی تشخیص اور تدبیر کے متعلق دریافت کیا۔ علی بخش کے ذریعے اپنی گاڑی سے جائے نماز منگوائی۔ علی بخش وضو کے لیے پانی لے آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نشست گاہ ہی میں نماز مغرب ادا فرمائی۔

نماز کے بعد وہ کچھ دیر مزید بیٹھے اور غذا کے متعلق اقبال کو ہدایات دیں۔ ان کے جانے کے بعد علامہ صاحب نے فرمایا: ''یہ بڑے صالح نوجوان ہیں۔ انگلستان میں رہتے ہوئے بھی ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ بڑی ترقی کریں گے۔ ایک روز کالج کے پرنسپل ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی باتیں پسند ہیں۔''[۸۵]

۲۰؍مارچ: صبح سات بجے سے قبل نیازی صاحب جاوید منزل پہنچ گئے۔ تب تک چودھری صاحب جا چکے تھے۔ انیس مارچ کی رات کو اقبال خوب سوئے تھے۔ معدہ صاف ہو گیا تھا، اس لیے بھوک بھی لگی۔ نیازی صاحب تین چار گھنٹے ٹھہرے۔ اس دوران قرشی صاحب اور سید عنایت حسین شاہ آ گئے۔ ان کے گھرانے سے اقبال کے دیرینہ تعلقات تھے۔ ان کے چچا، سید محمد حسین اقبال کے ہم جماعت تھے۔ اس موقع پر ریاست بہاول پور کی باتیں ہونے لگیں۔ کچھ دیر بعد خواجہ وحید صاحب بھی آ گئے۔ تب سید عنایت حسین اجازت لے کر چلے گئے۔ اقبال نے خواجہ صاحب سے پوچھا، کہیے شہر میں کیا ہو رہا ہے؟

خواجہ صاحب نے جواب دیا: ''شہر میں تو زندگی کی رونق جاری و ساری ہے مگر یونینسٹ پارٹی نے بڑا فتنہ پیدا کر رکھا ہے۔ اس پارٹی کی حالت اب ناقابلِ اصلاح ہے۔ اصلاح کے سلسلے میں

ہماری سب سے بڑی مشکل ہمارا سیاسی اور دینی انحطاط ہے۔ جدید تعلیم نے مسلمانوں کے دل و دماغ کو خراب ہی نہیں، ماؤف کر دیا ہے۔ میں نے ایک مجلس قائم کی ہے۔ یہ مجلس کلچرل ہوگی اور اس کا نام مجلس ثقافت اسلامیہ ہے۔ آج شام اس کا اجلاس ہونے والا ہے۔

اقبال نے فرمایا: یہ کوشش بڑی مبارک ہے۔ آپ اپنی سعی جاری رکھیے۔

سلامت شاہ کو ساتھ لیے نیازی صاحب شام کو پھر حاضر ہوئے۔ اس وقت کپتان الٰہی بخش اور ڈاکٹر حمید ملک اقبال سے محوِ گفتگو تھے۔ پھر دیر بعد چودھری صاحب اور راجہ صاحب بھی آ گئے۔ شام کو اقبال کے شانے میں درد ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر علی بخش تیل سے مالش کرنے لگا جو قرشی صاحب نے بھجوایا تھا۔

شیخ عطا محمد ابھی تک جاوید منزل میں مقیم تھے۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے کمرے سے آئے اور قرشی صاحب سے بیماری کے متعلق مختلف سوالات کرنے لگے۔[۸۶]

۲۰ / مارچ کو دہلی میں کل ہند مسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔ اس میں شرکت کے لیے اقبال کے رفقاء مثلاً ملک برکت علی، غلام رسول خان وغیرہ دہلی پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات فرمائی اور اجلاس خصوصی کے انتظامات کے متعلق گفتگو کرنے لگے، لیکن اس موقع پر قائد اعظم نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر حیرت زدہ کر دیا کہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر تو لاہور میں اجلاس خصوصی کے انعقاد کے خلاف ہیں۔ یہ کہہ کر قائد اعظم نے نواب شاہنواز خان ممدوٹ کا خط ان حضرات کو دکھایا۔ اس میں مسلم لیگ کا اجلاس خصوصی لاہور میں منعقد کرنے کی سخت مخالفت کی گئی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ نواب ممدوٹ اب علامہ اقبال کی جگہ صوبائی لیگ کے صدر منتخب ہو کر گئے تھے اور وہ سر سکندر کے گہرے دوست تھے۔[۸۷]

۲۱ / مارچ: لاہور میں چند جرمن ڈاکٹر آئے ہوئے تھے۔ اسد صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کیوں نہ وہ بھی اقبال کا طبی معائنہ کر لیں۔ یہ ڈاکٹر سیلزر (Selzer) اور ڈاکٹر کالیش (Kalisch) تھے۔

نیازی صاحب یونائیٹڈ آکشن مارٹ گئے ہوئے تھے۔ سید سلامت شاہ نے انھیں بتایا کہ اسد صاحب نے بذریعہ ٹیلی فون بتایا ہے کہ وہ دو اڑھائی بجے ڈاکٹر سیلزر کے ساتھ آئیں گے۔

تین بجے اسد صاحب ڈاکٹر صاحب کے ساتھ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے استفسار پر اقبال نے اپنی بیماری کے متعلق تفصیل سے بتایا اور علاج کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا۔ اس دوران علی بخش چائے لے آیا۔ چائے قدرے پُر تکلف تھی۔ بیگم حسین بھی چائے میں شریک ہو گئیں۔ اس موقع پر جرمنی کی باتیں بھی ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد اسد صاحب اور ڈاکٹر صاحب چلے گئے۔

شام سے پہلے نیازی صاحب دوبارہ جاوید منزل تشریف لائے۔ اقبال نے انھیں فرمایا: ایک رباعی کی تصحیح کردو۔ نیازی صاحب نے الماری میں سے بیاض نکالی اور حسب ارشاد تصحیح کردی۔

اس دوران سرحد سے کونسل کے چند ارکان آگئے۔ ان سے سیاست پر بات ہوئی۔

رات کو دس بجے نیازی صاحب دوبارہ جاوید منزل تشریف لائے۔ لیگ اور یونینسٹ پارٹی پر باتیں کرتے ہوئے اقبال نے فرمایا کہ ہمارے مسائل کا حل صرف یہی ہے کہ یونینسٹ پارٹی توڑ دی جائے۔ مسلم لیگ جو متحدہ محاذ قائم کر رہی ہے، سب اس میں شامل ہو جائیں۔ اب وقت ہے کہ سب اس کو تقویت پہنچائیں۔ مسلمانوں کی قیادت اب صرف لیگ کے ہاتھ میں رہنی چاہیے۔ ہمیں جناح سے بہتر کوئی آدمی نہیں مل سکتا۔ جناح ہی مسلم قیادت کے اہل ہیں۔[۸۸]

ایک روز اقبال کو سید واجد علی بڑے یاد آئے۔ ان کا جی واجد صاحب سے ملنے کو چاہنے لگا۔ پھر علی بخش کو انھیں بلانے بھیج دیا۔ علی بخش نے واجد صاحب کو یہ پیغام پہنچایا کہ علامہ صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ ابھی چل کر مل لیجیے۔ سید واجد علی اسی وقت جاوید منزل کی طرف چل دیے۔ پہنچے تو دیکھا کہ اقبال جائے نماز بچھائے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ واجد علی بڑی دیر تک ذرا دُور ہٹ کر بیٹھے رہے، لیکن علامہ صاحب کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انھوں نے علی بخش سے اشارہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ وہ ان کا منشا سمجھ گیا اور جواب دیا کہ اس وقت آپ واپس چلے جائیے۔ یہ وقت مخل ہونے کا نہیں۔ یوں سید واجد علی اپنے گھر لوٹ گئے۔[۸۹]

۲۸ / مارچ کو روزنامہ احسان میں اقبال کا ایک خط شائع ہوا جو مدیر کے نام تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ مولانا (حسین احمد) اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریۂ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہٰذا میں اس بات کا اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا کے اعتراف کے بعد میں ان پر کسی قسم کے اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں۔[۹۰]

۲۹ / مارچ کو ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کی وساطت سے حیدر آباد دکن میں خط لکھا کہ دمے کے متواتر دوروں سے بہت تکلیف رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت زندگی سے بھی مایوسی ہوگئی تھی۔ حکیم صاحب کی لاہور آمد کے سلسلے میں مزید کوشش ترک کر دیجیے...... کمر کا درد، اجابت کا کھل کر نہ آنا اور نیند کی کمی، یہ تینوں شکایات حکیم صاحب کی خصوصی توجہ کے لائق ہیں...... ایک سے دوسرے کمرے تک جانا ہو، تو مجھے چارپائی پر ہی لے جایا جاتا ہے۔[۹۱]

ضلع رحیم یار خان کے پیر سید غلام میراں شاہ حج بیت اللہ سے واپس آگئے، تو انھوں نے اقبال کو

خط لکھا۔ آپ نے پیر صاحب کو بہ تاریخ ۲۰ ر مارچ دلی مبارک باد پیش کی۔ اقبال نے دعائیہ انداز میں لکھا کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر و رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائق اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کیجیے۔[۹۲]

۳۰ ر مارچ کو اقبال نے پروفیسر مظفر الدین کے نام ایک اور خط لکھوایا۔ آپ نے لکھا، میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے حیدر آباد سے میرے اعتراض کیے جانے کے متعلق حیدری صاحب سے ذکر فرمایا۔ شاید آپ کو سارے حالات کا علم نہیں، اس وجہ سے آپ نے ذکر کر دیا۔ ورنہ حالات اس قسم کے نہیں کہ حیدری صاحب سے اس بات کا ذکر کیا جاتا۔ بہر حال آئندہ احتیاط رکھیے گا۔[۹۳]

ایک روز عشا کے وقت میاں بشیر احمد اقبال سے ملنے جاوید منزل آئے۔ علی بخش نے ملنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بہت خراب ہے۔ باتیں کرنے سے دمے کا دورہ سخت پڑتا ہے۔ لہٰذا ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے کہ وہ کسی سے بات نہ کرنے پائیں۔ بات نہ کرنے کا وعدہ کر کے میاں بشیر احمد اقبال کے کمرے میں چلے گئے۔[۹۴]

ماہ مارچ میں ایک شام اقبال نے منشی طاہر الدین کو بلوایا اور انھیں ٹین کی تین چار صندوقچیاں کھولنے کی ہدایت فرمائی۔ ان میں مختلف قسم کے مسودے، تصویریں، خطوط اور کاغذوں کے پرزے وغیرہ رکھے تھے۔ منشی طاہر الدین صندوقچیوں میں سے ہر کاغذ نکال کر اس کی تفصیل بتاتے۔ وہ اقبال کی منشا کے مطابق کاغذ سنبھال کر ایک طرف رکھ لیتے یا سامنے انگیٹھی میں جلتی آگ میں پھینک دیتے۔ یوں آخر میں وہی مسودے اور کاغذات بچے جنھیں آپ محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ پھرتے پھراتے جاوید اقبال بھی اس کمرے میں آ گئے۔ انھوں نے دلچسپی سے یہ ساری کارروائی دیکھی۔

لکھنؤ معاہدے کے تحت سر سکندر اور یونینسٹ پارٹی کے ارکان مسلم لیگ میں شریک کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں، لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر کار علامہ اقبال نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ کیوں نہ میثاق ہی کو ختم کر دیا جائے۔ آپ نے پھر ۴ ر اپریل کو اس مسئلے پر ایک نہایت اہم بیان غلام رسول خان بیرسٹر، معتمد صوبائی مسلم لیگ سے لکھوایا جو درج ہے:

> ۱۴ ر اکتوبر کو آنریبل سر سکندر حیات خان نے یونینسٹ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد لکھنؤ میں اعلان کیا تھا کہ وہ پنجاب جانے کے بعد اپنی جماعت کا ایک اجلاس منعقد کریں گے۔ اس میں اپنی جماعت کے ان مسلم ارکان کو جو مسلم لیگی رکن نہیں، لیگ کے دستور پر دستخط کرنے اور اس کا رکن بننے کی تلقین کروں گا لیکن تا حال سر سکندر نے ایک درخواست بھی دستخط کروا کر نہیں بھیجی ہے۔

اس بنا پر میں اعلان کرتا ہوں کہ معاہدۂ لکھنؤ بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے اور اُسے عملی جامہ پہنانے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ ایک دوسرے

سے علیحدہ ہو چکے ہیں......

اخبارات کو بیان دینے سے پہلے اقبال نے اس کی ایک نقل ۱۴/اپریل ہی کو ایک خط کے ذریعے محمد علی جناح کو بھجوا دی۔ وہ خط بھی غلام رسول ہی سے لکھوایا گیا۔ جناح صاحب نے دوسرے دن بذریعہ تار اقبال سے درخواست کی کہ فی الحال یہ بیان شائع نہ کیا جائے۔[۹۵]

پنجاب صوبائی مسلم لیگ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے الحاق کے لیے ایک درخواست دے رکھی تھی۔ ۸/اپریل کو بذریعہ چٹھی آل انڈیا مسلم لیگ نے اطلاع دی کہ بعض فنی وجوہ کی بنا پر یہ الحاق نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر اقبال کو بے حد رنج ہوا۔

۱۸/اپریل کو کلکتہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا تین روزہ اجلاس شروع ہونا تھا۔ جب آل انڈیا مسلم لیگ نے پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ سے الحاق نامنظور کر دیا، تو اقبال نے اپنے رفقا کو بہ تاریخ ۱۴/اپریل حکم دیا کہ کلکتہ جا کر اپنی جنگ خود لڑو۔ اگر گھر میں بیٹھے رہے، تو کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ملک برکت علی وفد لے جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بوقت ملاقات اس خدشہ کا اظہار کیا کہ الحاق کی نئی درخواست بھی نامنظور ہو سکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علامہ قدرے جوش میں آ گئے اور فرمایا ''کچھ فکر نہیں، درخواست منظور ہو یا نامنظور، جس اصول پر ہم نے اب تک کام کیا، اسی پر آئندہ بھی جاری رکھا جائے''۔ وفد کلکتہ روانہ ہو گیا۔[۹۶]

ضرار احمد کاظمی نے بذریعہ خط بدایوں سے اقبال کو مطلع کیا کہ ہم لوگ بدایوں میں بھی یوم اقبال منا رہے ہیں۔ آپ نے ۱۸/اپریل کو انھیں خط تحریر کرایا اور لکھا کہ خدا آپ کو مبارک کرے۔ میں نے اور علامہ یوسف علی صاحب نے آپ کا آرٹ بابت ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' مولانا حالی کی برسی پر دیکھا تھا۔ آپ محض فن مصوری میں اضافہ نہیں کر رہے بلکہ دنیائے اسلام کی بحیثیت ''مصور اقبال'' ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں۔[۹۷]

آج شام کے وقت غلام رسول حاضر خدمت ہوئے۔[۹۸] اس روز نذیر نیازی بھی تشریف لائے۔ اقبال نے ان سے مولانا مودودی کے نام خط لکھوایا اور لکھا کہ اگر لاہور آنے کا ارادہ ہو تو جلد تشریف لائیے تا کہ ملاقات ہو سکے۔ نیازی صاحب نے انھیں یہ بھی تحریر کیا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ کی حالت نہایت تشویشناک ہے۔ ایک لمحے کا بھی بھروسا نہیں۔[۹۹]

۱۹/اپریل کو عبداللہ چغتائی چند دوستوں کے ساتھ آپ کی مزاج پرسی کرنے حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت عبدالمجید سالک بھی اقبال کے پاس بیٹھے تھے۔ چغتائی صاحب ۱۸/اپریل کو

یورپ سے واپس آئے تھے۔علی بخش نے انھیں ملنے کی اجازت دے دی اور اندر لے گیا۔اس وقت مولانا غلام مرشداور غلام رسول مہر بھی موجود تھے۔علامہ صاحب گاؤ تکیے کے سہارے لیٹے تھے۔آپ نے چغتائی صاحب سے نہایت بشاشت کے ساتھ ہاتھ ملایا۔[۱۰۰]

۱۹راپریل کی شام کواقبال کے بلغم میں کسی قدر خون آنے لگا۔اطلاع دینے پر ڈاکٹر امیر چند آئے اور ڈاکٹر عبدالقیوم کو چند ہدایات دے کر چلے گئے۔اس موقع پر ڈاکٹر جمعیت سنگھ اور حکیم قرشی نے تشویش کا اظہار فرمایا۔[۱۰۱]

تین چار روز سے اقبال کے بلغم میں ہلکا سا خون آنے لگا تھا۔معالجوں کی رائے تھی کہ دل کی طرف جانے والی رگ میں انشقاق کے آثار نمایاں ہیں۔تاہم یہ بات آپ سے مخفی رکھی گئی۔[۱۰۲]

ایک موقع پر اقبال نے علی بخش سے کہا کہ قرشی صاحب شام سے بھوکے ہیں۔انھوں نے کھانا نہیں کھایا۔ان کو بسکٹ کھلاؤ اور چائے پلاؤ۔اس وقت چودھری محمد حسین،سید نذیر نیازی اور سید سلامت بھی حاضر خدمت تھے۔آپ نے راجا حسن اختر کے متعلق دریافت فرمایا،تو بتایا گیا کہ وہ ایک کام سے گئے ہوئے ہیں۔اس دوران شفیع صاحب بازار سے دوالے آئے مگر اُسے پیتے ہی آپ کا جی متلانے لگا۔یہ دیکھ کر حکیم صاحب نے خمیرہ گاؤ زبان عنبری کی ایک خوراک دی جس سے طبیعت کچھ بحال ہوگئی۔قرشی صاحب پھر رات بارہ بجے تک اقبال کے پاس بیٹھے رہے۔[۱۰۳]

۲۰راپریل کی صبح آپ کی طبیعت کچھ سنبھل گئی۔معمول کے مطابق دلیہ کھانے کے ساتھ چائے پی۔اس کے بعد شفیع صاحب سے اخبار پڑھوا کر خبریں سنیں اور پھر رشید حجام سے شیو بنوائی۔دوپہر کو ڈاک سے جنوبی امریکا سے کسی اخبار کے تراشے موصول ہوئے۔ان میں ایک نمایاں خبر یہ تھی کہ وہاں کے مسلمانوں نے نماز جمعہ کے بعد اقبال،مصطفیٰ کمال اور محمد علی جناح کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا کی ہے۔ساڑھے چار بجے بیرن فان ولتھائم آپ سے ملاقات کے لیے آگئے۔انھوں نے جرمنی میں اقبال کے زمانہ طالب علمی میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔دونوں حضرات ڈیڑھ گھنٹے تک ہائیڈل برگ اور میونخ میں اپنی لینڈ لیڈی،احباب اور اساتذہ کی باتیں کرتے رہے۔

بیرن چلے گئے،تو اقبال کا پلنگ خواب گاہ سے اٹھوا کر دالان میں بھجوا دیا گیا۔آپ گھنٹہ بھر لیٹے رہے۔پھر خنکی بڑھ گئی تو پلنگ گول کمرے میں لانے کے لیے کہا۔گول کمرے میں ساڑھے سات سالہ منیرہ،آپا جان کے ساتھ آپ کے پاس آگئی۔وہ بستر میں گھس کر آپ سے لپٹ گئی اور

ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگی۔ منیرہ عموماً دن میں تین بار اپنے والد کے کمرے میں آتی تھی۔ صبح اسکول جانے سے قبل، دوپہر کو اسکول سے واپس آنے پر اور شام کو سونے سے قبل، اس شام منیرہ آپ کے پہلو سے اٹھ جانے پر رضامند نہ ہوئی۔ دو تین بار آپا جان نے اسے چلنے کے لیے کہا مگر وہ نہ مانی۔ یہی کہتی رہی، بس تھوڑی دیر اور۔ اس پر اقبال نے مسکراتے ہوئے انگریزی میں آپا جان سے کہا ''اسے اس کی حس آگاہ کر رہی ہے کہ شاید باپ سے یہ آخری ملاقات ہے۔''

جب منیرہ اور آپا جان اندر چلی گئیں، تو اقبال فاطمہ بیگم، پرنسپل اسلامیہ کالج برائے خواتین سے آدھ گھنٹے تک کالج میں درس قرآن کے انتظامات سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ رات کو آٹھ ساڑھے آٹھ بجے چودھری محمد حسین، سید نذیر نیازی، سلامت شاہ، حکیم محمد حسن قرشی اور راجا حسن اختر آ گئے۔ اس زمانے میں میاں محمد شفیع اور ڈاکٹر عبدالقیوم تو جاوید منزل ہی میں مقیم تھے۔ اقبال کے بلغم میں مسلسل خون آ رہا تھا۔ اسی بنا پر چودھری محمد حسین نے ڈاکٹروں کے ایک بورڈ کی میٹنگ کا انتظام جاوید منزل میں کر لیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر کرنل امیر چند، ڈاکٹر الٰہی بخش، ڈاکٹر محمد یوسف، ڈاکٹر یار محمد اور ڈاکٹر جمعیت سنگھ موجود تھے۔ ان سب نے مل کر اقبال کا معائنہ کیا۔ گھر میں ہر کوئی پریشان دکھائی دیتا تھا۔ دراصل ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ اگر آج کی رات خیریت سے گزر گئی تو اگلے روز سے نیا طریق علاج شروع کیا جائے گا۔ کوٹھی کے صحن میں مختلف جگہ آپ کے احباب دو دو، تین تین کی ٹولیوں میں کھڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

اقبال سے ڈاکٹروں کی رائے مخفی رکھی گئی تھی، لیکن آپ بڑے تیز فہم تھے۔ آپ جان گئے کہ موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اس رات آپ ضرورت سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آئے۔ نو بجے کے قریب جاوید اقبال والد محترم کے کمرے میں داخل ہوئے، تو اقبال اسے پہچان نہ سکے۔ دریافت کیا، کون ہے؟ جواب دیا: جاوید۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا: جاوید بن کر دکھاؤ تو جانیں۔ پھر اپنے قریب بیٹھے ہوئے چودھری محمد حسین سے مخاطب ہو کر فرمایا ''چودھری صاحب! جاوید نامہ کے آخر میں جو دعا خطاب بہ جاوید ہے، اسے ضرور پڑھوا دیجیے گا۔'' اتنے میں علی بخش اندر داخل ہوا۔ آپ نے اسے پاس بیٹھنے کا کہا، یہ سنتے ہی علی بخش بلند آواز میں رونے لگا۔ چودھری صاحب نے اسے حوصلہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اس پر اقبال نے فرمایا ''آخر چالیس برس کی رفاقت ہے، اسے رو لینے دو۔''

رات گیارہ بجے اقبال کو نیند آ گئی۔ اس کے بعد چودھری صاحب، محمد حسن قرشی، سید نذیر

نیازی اور سلامت شاہ خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ محمد شفیع اور ڈاکٹر عبدالقیوم کے علاوہ راجا حسن اختر نے بھی اس رات جاوید منزل ہی میں قیام کیا۔ وہ باہر دالان میں چارپائی بچھا کر لیٹ گئے۔ جاوید اقبال معمول کے مطابق اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔

اقبال گھنٹہ بھر سوئے ہوں گے کہ مثانے میں شدید درد کے باعث بیدار ہو گئے۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالقیوم اور محمد شفیع نے خواب آور دوا دینے کی کوشش کی مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا ''دوا میں افیون کے اجزا ہیں اور میں بے ہوشی کے عالم میں مرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد علی بخش اور محمد شفیع آپ کے شانے اور کمر دبانے لگے، لیکن تین بجے رات تک آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ محمد شفیع فوراً حکیم قرشی کو بلانے ان کے گھر چلے گئے۔ لیکن ان تک رسائی نہ ہو سکی اور وہ ناکام واپس آ گئے۔ اقبال درد سے نڈھال ہو چکے تھے۔ محمد شفیع کو دیکھ کر فرمایا! افسوس، قرشی صاحب بھی نہیں پہنچ سکے۔ صبح تقریباً پونے پانچ بجے راجا حسن اختر اندر آئے۔ اقبال کی حالت بدستور تشویش ناک تھی۔ وہ پھر حکیم صاحب کو لانے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کے کہنے پر پلنگ گول کمرے سے آپ کی خواب گاہ پہنچا دیا گیا۔ پھر آپ کو فروٹ سالٹ کا گلاس پلایا گیا۔ اس وقت صبح کے پانچ بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ تھوڑی دیر بعد نماز فجر کی اذانیں بلند ہونے لگیں۔ سب کو یقین ہو گیا کہ مصیبت کی گھڑی کٹ گئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالقیوم اور میاں محمد شفیع صبح کی نماز پڑھنے قریب کی مسجد چلے گئے اور صرف علی بخش حضرت علامہ اقبال کے پاس رہ گیا۔

اسی اثنا میں اچانک اقبال نے اپنے دونوں ہاتھ دل پر رکھے اور آپ کے منہ سے صرف ''ہائے'' کا لفظ نکلا۔ علی بخش نے فوراً آگے بڑھ کر آپ کے شانے تھام لیے تب اقبال نے فرمایا ''دل میں شدید درد ہے۔'' قبل اس کے کہ علی بخش کچھ کرتا، اقبال نے ''اللہ'' کہا اور آپ کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ یوں ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء بروز جمعرات علی الصبح پانچ بج کر چودہ منٹ پر اللہ کے یہ نیک انسان اپنے خالق کے پاس پہنچ گئے۔ انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

نماز پڑھ کر ڈاکٹر عبدالقیوم اور میاں محمد شفیع آئے، تو انھیں اس سانحے کا علم ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر عبدالقیوم نے فون پر ریڈیو اسٹیشن اطلاع کر دی۔ اس کے علاوہ دیگر جگہوں پر بھی بذریعہ فون احباب کو مطلع کر دیا گیا۔

طلوع آفتاب کے بعد جاوید اقبال اور منیرہ نے ڈرتے ڈرتے دروازے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر اندر جھانکا، والد محترم کی خواب گاہ میں کوئی نہ تھا۔ کھڑکیاں کھلی تھیں اور اقبال پلنگ پر سیدھے لیٹے تھے۔ آپ کو گردن تک ایک سفید چادر نے ڈھانپ رکھا تھا، جو کبھی کبھار ہوا کے جھونکوں سے

ہل جاتی۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ قبلہ کی طرف تھا۔

اقبال کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کے مانند سارے شہر میں پھیل گئی۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بند ہو گئے۔ شہر کے گوشے گوشے سے آپ کے عقیدت مند جاوید منزل آنے لگے۔ وہ قطار در قطار آپ کا چہرہ دیکھ کر گزر جاتے۔ احباب جمع ہو گئے۔ اب تجہیز و تکفین کے سلسلے میں صلاح مشورہ ہونے لگا۔ چودھری محمد حسین نے تجویز پیش کی کہ آپ کو شاہی مسجد کے کسی حجرے میں دفن کیا جائے۔ چناں چہ چودھری محمد حسین، میاں نظام الدین، میاں امیر الدین، سید محسن شاہ، خلیفہ شجاع الدین، خان سعادت علی خان، مولانا غلام مرشد، غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک شاہی مسجد چلے گئے۔ وہ حجروں کا معائنہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ مسجد کے جنوب مشرقی مینار کے زیر سایہ سیڑھیوں کے بائیں جانب خالی قطعہ زمین مدفن کے طور پر استعمال کیا جائے۔ جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ سر سکندر حیات سے رابطہ قائم کیا گیا تو انھوں نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے میدان میں دفن کرنے کا مشورہ دیا۔ مزید براں بعض حلقوں کی طرف سے مسجد نیلا گنبد کے سامنے خالی پلاٹ کو بھی مدفن بنانے کی تجویز پیش کی گئی، مگر آپ کے احباب اپنے فیصلے پر اڑے رہے۔ اس دوران پانچ مسلم رہنماؤں کا ایک وفد گورنر پنجاب، سر ہنری کریک سے ملا۔ انھوں نے محکمہ آثار قدیمہ کے مرکزی دفتر دہلی سے یہ اجازت دلوا دی کہ اقبال کو شاہی مسجد میں متعین جگہ دفن کیا جا سکتا ہے۔

شام کے پانچ بجے تک ہزاروں مسلمان جاوید منزل میں جمع ہو گئے۔ ان میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ شام پانچ بجے جاوید منزل سے جنازہ اٹھا لیا گیا۔ جنازے کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی سے باندھ دیے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے کندھا دے سکیں۔ جنازے کے آگے پیدل اور گھڑسوار پولیس، سرخ پوش رضا کار، نیلی پوش رضا کار، خاکساروں کا جیش، کامریڈ مسلم جیش، الہلال پارٹی اور دوسرے کئی جیوش اپنی اپنی وردیاں پہنے چل رہے تھے۔ جاوید اقبال جنازے کے جلوس میں سب سے آخر میں تھا۔

جنازہ قلعہ گوجر سنگھ اور فلیمنگ روڈ سے ہوتا ہوا اسلامیہ کالج کے میدان میں پہنچا، وہاں تقریباً بیس ہزار مسلمان نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہو چکے تھے، لیکن یہاں نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ وہاں سے جنازہ برانڈرتھ روڈ سے ہوتا ہوا دہلی دروازہ پہنچا تو سوگواروں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ سات بجے کے بعد جنازہ شاہی مسجد پہنچا۔ آٹھ بجے شب شاہی مسجد کے صحن میں مولانا غلام مرشد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد میت مقام تدفین کے قریب لا کر رکھ دی

گئی۔ اب آپ کے برادر اکبر شیخ عطا محمد اور دوسرے عزیزوں کا انتظار کیا جانے لگا جنھوں نے سیالکوٹ سے آنا تھا۔ وہ لوگ تقریباً ساڑھے نو بجے پہنچے۔ انھوں نے آخری بار اقبال مرحوم کے چہرے کا دیدار کیا اور پھر پونے دس بجے کے قریب اس عاشق رسول اور داعی احیائے اسلام کا بدن تابوت میں رکھ کر سپرد خاک کر دیا گیا۔[۱۰۴]

پنجاب سے مسلم لیگی رہنماؤں کا جو وفد کلکتہ گیا تھا، وہ ۲۱/اپریل ہی کی صبح نو بجے لاہور پہنچ گیا۔ ریلوے اسٹیشن پر ہی انھوں نے یہ اندوہناک خبر سنی کہ ان کی رہنمائی کرنے اور ثابت قدمی کی تلقین کرنے والا قائد اس جہان فانی سے کوچ کر گیا ہے۔[۱۰۵]

❀......❀......❀

حواشی

۱- زندہ رود، ص۶۲۵
۲- اقبال کے حضور، ص۱
۳- ایضاً، ص۱۶
۴- روح مکاتیب اقبال، ص۶۷۵
۵- اقبال کے حضور، ص۱۸
۶- زندہ رود، ص۶۳۷
۷- اقبال کے حضور، ص۳۶
۸- اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۱۷۰
۹- اقبال اور بھوپال، ص۱۵۱؛ اقبال اور حیدر آباد، ص۲۲؛ اقبال بنام شاد، ص۵۳
۱۰- زندہ رود، ص۶۳۶
۱۱- اقبال کے حضور، ص۳۶
۱۲- زندہ رود، جلد دوم، ص۱۷۷
۱۳- اقبال کے حضور، ص۷۰
۱۴- اقبال اور ظفر علی خان، ص۲۱۹
۱۵- اقبال کے حضور، ص۷۵
۱۶- زندہ رود، ص۶۳۹-۶۴۰
۱۷- ملفوظات اقبال، ص۷۴

۱۸- اقبال کے حضور، ص۷۸
۱۹- ایضاً، ص۸۰۔۱۰۶
۲۰- ایضاً، ص۱۰۸
۲۱- اقبال کے آخری دو سال، ص۵۵۳
۲۲- اقبال کے حضور، ص۱۲۱
۲۳- ایضاً، ص۱۲۰۔۱۲۶
۲۴- ایضاً، ص۱۲۸
۲۵- ایضاً، ص۱۳۰۔۱۳۱
۲۶- سرگزشت اقبال، ص۵۰۹
۲۷- اقبال کے حضور، ص۱۳۳
۲۸- اقبال کی صحبت میں، ص۵۰۰
۲۹- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۵۶۔۵۵۷
۳۰- اوراق گم گشتہ، ص۳۱۱
۳۱- اقبال کے حضور، ص۱۳۵
۳۲- ایضاً
۳۳- ایضاً، ص۱۳۹
۳۴- گفتار اقبال، ص۲۱۱۔۲۱۴
۳۵- انوار اقبال، ص۱۳۲
۳۶- اقبال کے حضور، ۱۴۲۔۱۴۳
۳۷- ایضاً، ص۱۵۱۔۱۵۲
۳۸- ایضاً، ص۱۵۳۔۱۷۰
۳۹- ایضاً، ص۱۷۱
۴۰- ایضاً، ص۱۷۵
۴۱- ایضاً، ص۱۷۷۔۱۷۸
۴۲- ایضاً، ص۱۷۹
۴۳- ایضاً، ص۱۸۴۔۱۸۵
۴۴- ایضاً، ص۱۸۶۔۱۸۵
۴۵- ایضاً، ص۱۹۱۔۱۹۵
۴۶- ایضاً، ص۲۰۷؛ روح مکاتیب اقبال، ص۶۷۶؛ اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۹۵
۴۷- روح مکاتیب اقبال، ص۶۷۶

۴۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص۹۲
۴۹- اقبال کے حضور، ص۲۰۹
۵۰- ایضاً، ص۲۱۰؛ روح مکاتیب اقبال، ص۶۷۷
۵۱- ایضاً، ص۲۱۳
۵۲- ایضاً، ص۲۱۷
۵۳- ایضاً، ص۲۱۹-۲۲۵
۵۴- ایضاً، ص۲۲۶-۲۳۱
۵۵- ایضاً، ص۲۳۱
۵۶- ایضاً، ص۲۳۴
۵۷- ایضاً، ص۲۳۶؛ سر گزشت اقبال، ص۵۴۶
۵۸- ایضاً، ص۲۳۹
۵۹- ایضاً، ص۲۴۱-۲۴۲
۶۰- ایضاً، ص۲۴۳-۲۴۵
۶۱- ایضاً، ص۲۴۳-۲۴۵
۶۲- انوار اقبال، ص۲۴۸
۶۳- اقبال کے حضور، ص۲۴۷-۲۴۸-۲۷۸
۶۴- زندہ رود، ص۶۷۰
۶۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۵۹
۶۶- سر گزشت اقبال، ص۵۴۶
۶۷- اوراق گم گشتہ، ص۳۹۲
۶۸- اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص۹۴-۹۵
۶۹- ایضاً، ص۹۴-۹۵
۷۰- اقبال کے حضور، ص۲۷۹
۷۱- سر گزشت اقبال، ص۵۴۸
۷۲- اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص۹۴
۷۳- اقبال کے حضور، ص۲۹۹-۳۰۱
۷۴- زندہ رود، ص۶۴۹؛ اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۹۵
۷۵- اقبال کے حضور، ص۳۰۷
۷۶- ایضاً، ص۳۱۱-۳۱۳
۷۷- ایضاً، ص۳۳۸

۷۸- ایضاً،ص۳۴۰
۷۹- اقبال کی صحبت میں،ص۳۴۲۔۳۴۵
۸۰- ایضاً،ص۳۴۷۔۳۴۸
۸۱- ایضاً،ص۳۵۰۔۳۵۱؛اقبال اور عبدالحق،ص۵۳
۸۲- اقبال کے حضور،ص۳۵۳؛روح مکاتیب اقبال،ص۶۷۹
۸۳- اقبال کی صحبت میں،ص۳۵۶۔۳۵۷
۸۴- ایضاً،ص۳۶۴
۸۵- ایضاً،ص۳۶۸
۸۶- اقبال کے حضور،ص۳۷۶۔۳۷۹
۸۷- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۵۹۔۵۶۰
۸۸- اقبال کے حضور،ص۳۸۱۔۳۹۵
۸۹- روز گار فقیر،جلداوّل،ص۸۷
۹۰- ذکر اقبال،ص۲۱۷
۹۱- انوار اقبال ،ص۱۳۵
۹۲- روح مکاتیب اقبال،ص۶۸۰
۹۳- انوار اقبال،ص۱۳۹۔۱۴۰
۹۴- ملفوظات اقبال،ص۵۳
۹۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۵۱
۹۶- ایضاً،ص۵۶۱۔۵۶۲
۹۷- روح مکاتیب اقبال،ص۶۸۱
۹۸- اوراق گم گشتہ،ص۳۹۴
۹۹- زندہ رود،ص۶۷۱
۱۰۰- اقبال کی صحبت میں،ص۵۰۸؛اوراق گم گشتہ،ص۳۹۴
۱۰۱- ذکر اقبال،ص۲۲۲؛زندہ رود،ص۶۷۱
۱۰۲- اوراق گم گشتہ،ص۳۹۴
۱۰۳- ذکر اقبال،ص۲۲۲
۱۰۴- زندہ رود،ص۶۷۳۔۶۷۵؛ذکر اقبال،ص۲۲۴-۲۲۵؛اوراق گم گشتہ،ص۴۰۰۔
۱۰۵- اقبال کا سیاسی کارنامہ،ص۵۶۲

شخصیات

۱: آغا خان

تحریک پاکستان کے رہنما۔ اصل نام سر سلطان محمد شاہ۔ اسمٰعیلی فرقے کے سربراہ۔ ۱۸۷۷ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں فرقہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۲۔۱۹۰۴ء کے دوران ممبر امپریل لےجس لیٹو کونسل کے رُکن رہے۔ مسلم لیگ کے قیام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۰۷ سے ۱۹۱۲ء مسلم لیگ کے صدر رہے۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے قیام کے سلسلے میں تیس لاکھ روپیہ چندہ جمع کرایا۔ ملک کی متعدد سیاسی تنظیموں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ سوئٹزرلینڈ میں ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔ (ڈکشنری آف انڈین بائیو گرافی، ص ۶۔۷) (شریف المجاہد، ص ۶۶۴)

۲: آفتاب احمد خان

علی گڑھ کالج نے قومی خدمت گاروں کی جس سب سے پہلی جماعت کو جنم دیا، اس میں صاحبزادہ آفتاب احمد خان پیش پیش تھے۔ آپ سر سید کی پالیسی کے سخت ترین مقلد تھے۔ ۴ مئی ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں علی گڑھ کالج میں تعلیم پانے لگے۔ ۱۸۹۱ء میں بیرسٹری کے لیے انگلستان تشریف لے گئے۔ ۱۸۹۴ء میں بار ایٹ لا کی ڈگری لے کر واپس لوٹے اور علی گڑھ میں پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۹۱۷ء میں انڈیا کونسل کا رُکن نامزد ہو کر انگلستان چلے گئے۔ ۱۹۲۴ء میں اس عہدے سے مستعفی ہو کر واپس چلے آئے۔ اس کے بعد مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنے دور میں ایجوکیشن کانفرنس کو بے حد ترقی دی۔ انھوں نے اس کو مالی اعتبار سے بہت حد تک مستحکم اور مضبوط کر دیا۔ اس کی علیحدہ عمارت بنوائی اور اس میں تعلیمی کتب خانہ جمع کر دیا۔ آپ ۱۸ جنوری ۱۹۳۰ء کو انتقال کر گئے۔ (یادِ رفتگاں ۱۱۔۹۵)

۳: آفتاب اقبال

حضرت علامہ کے بڑے صاحبزادے۔ گجرات سے تعلق رکھنے والی بیگم کریم بی بی کے بطن

سے ۲۳ جون ۱۸۹۸ء کو پنڈ دادن خان میں پیدا ہوئے۔ وہاں ان کے نانا شیخ عطا محمد سول ہسپتال میں ڈاکٹر تھے۔ سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ سے ابتدائی تعلیم پائی۔ اس کے بعد اسٹیفنز کالج، دہلی سے بی اے آنرز کیا۔ ۱۹۲۱ء میں فلسفے میں ایم اے کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۳ء میں لندن سے بی اے آنرز کیا۔ ۱۹۲۴ء میں لندن ہی سے ایم اے فلسفہ بھی کرلیا۔ ۱۹۳۱ء میں لنکنزان سے بیرسٹری کی ڈگری لی۔ اس کے بعد ہندوستان واپس چلے آئے۔ اسلامیہ کالج کلکتہ اور لاہور میں پروفیسر رہے۔ ۱۹۴۲ء میں لاہور ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی چلے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۷۹ء میں لندن میں انتقال ہوا۔ آفتاب اقبال کراچی میں دفن ہوئے۔ آپ کا اصل نام آفتاب احمد ہے۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۱۷۶)

۴: آئن اسٹائن

سائنس داں۔ پورا نام البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein)۔ ۱۴ مئی ۱۸۷۹ء کو جرمنی میں پیدا ہوئے۔ زیورچ یونی ورسٹی سے طبیعیات پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ۱۹۱۱ء میں پراگ یونی ورسٹی میں طبیعیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں طبیعیات میں نوبل پرائز حاصل کیا۔ ۱۹۴۰ء میں امریکی شہریت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۵ء میں چل بسے۔ (*The Columbia Viking D. Ency*- P. 544)

۵: ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا

ہندوستان کے عالم دین اور مفسر قرآن۔ جماعت اسلامی کے بانی۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ کو عالم فانی سے کوچ کر گئے۔ ۱۹۳۲ء میں حیدرآباد دکن سے ایک رسالہ ترجمان القرآن جاری کیا۔ ۱۹۳۸ء میں پنجاب تشریف لے آئے۔ ۱۹۴۱ء میں ایک دینی تنظیم جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ (اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ۱، ص ۱۶۳۷)

۶: ابوالکلام آزاد، مولانا

کانگریس کے سرکردہ رہنما، عربی کے بہت بڑے عالم، نامور صحافی اور مقرر۔

۱۷ اگست ۱۸۸۸ء کو مکہ معظّمہ میں جنم لیا۔ ۱۸۹۸ء میں والدین کے ہمراہ ہندوستان چلے آئے۔ ۱۸۹۹ء میں کلکتہ سے ایک ماہ نامہ نیرنگ عالم جاری کیا۔ ۱۹۰۳ء میں درس نظامی سے فراغت لی۔ مارچ ۱۹۰۳ء میں لکھنو کے ماہنامہ فرنگ نظر کے معاون مدیر مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں سہ روزہ وکیل، امرت سر کی ادارت فرمانے لگے۔ ۱۲ نومبر ۱۹۰۵ء کو کلکتہ سے اپنا رسالہ ہفتہ وار البلاغ جاری کیا۔ اس کے بعد الہلال پرچہ بھی آپ نے دوبارہ جاری کردیا۔

تحریک آزادی وطن کے سلسلے میں کئی مرتبہ جیل گئے۔ ۱۹۴۶۔۴۰ء انڈین نیشنل کانگریس کے صدر رہے۔ آزادی کے بعد ۱۵راگست ۱۹۴۷ء کو بھارت کے پہلے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔

۷: اتاترک: مصطفیٰ کمال پاشا

جمہوریہ ترکیہ کے بانی اور پہلے صدر۔ ۱۸۸۱ء میں ترکی کے علاقے، سلونیکا میں پیدا ہوئے۔ علی رضا آفندی کے فرزند تھے۔ والدہ کا نام زبیدہ خانم تھا۔ استنبول کے مدرسہ حربیہ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی۔ پھر فنونِ حرب کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جنگ بلقان اور جنگ عظیم اول میں حصہ لیا۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ترکی کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں وفات پاگئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد۱، ص۹۶۱)

۸: احمد علی، مولانا

ہندوستان کے ممتاز عالم دین۔ قصبہ جلالی ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ شیخ حبیب اللہ بن اسلام کے فرزند۔ ۲رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ سے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم پائی۔ سرکاری مدرسے میں پانچویں جماعت تک پڑھے۔ پھر مولانا عبدالرحمٰن، خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ سے درس لینے لگے۔ انھوں نے ان کو مولانا عبیداللہ سندھی کی شاگردی میں دے دیا۔ آپ انھیں اپنے ساتھ سندھ لے گئے۔ استاد کی زیرنگرانی تفسیر قرآن مجید اور علم حدیث کی سَند پائی۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے جمعیۃ الانصار کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۷ء میں لاہور آئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۲۲ء میں ایک تنظیم، انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۷ء سے تادم زیست بلاناغہ اپنی مسجد میں درس دیتے رہے۔ ۱۹۲۴ء میں مدرسۃ قاسم العلوم قائم کیا۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۵ء میں ہفت روزہ خدام الدین جاری کیا۔ ۲۳فروری ۱۹۶۲ء کو فوت ہوئے۔ (مرد مومن، ص۱۹۶۴)

۹: احمد حسین خان

اردو صحافت و ادب کا ایک اہم نام۔ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد، ڈاکٹر محمد حسین میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔ دادا افغانستان میں سردار یعقوب خان کی فوج میں ملازم رہے تھے۔ نسلاً یوسف زئی پٹھان تھے۔ بعد ازاں وہ لاہور چلے آئے تھے۔ احمد حسین نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۸۹۶ء میں سیکنڈ ڈویژن میں بی اے کیا۔ اس کے بعد ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے مقابلے میں کامیابی پائی۔ سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ اور کئی برس تک منصف رہے۔

۱۹۱۸ء میں منصفی سے سبکدوش ہو کر محکمہ تعلیم کے ایک پرچے کی ادارت کرنے لگے۔ بعدازاں اپنا ایک ماہنامہ رسالہ شباب اردو کے نام سے نکالا۔ بازار حکیماں میں قیام رکھتے تھے۔ غزل گوئی کا شوق تھا۔ اس سلسلے میں مرزا ارشد گورگانی اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے کسب فیض کیا۔ پُرگو شاعر تھے۔ بعدازاں غزل سے نظم کی طرف آ گئے۔ مخزن میں تواتر سے ان کی شاعری شائع ہوتی تھی۔ کئی ناول اور ڈرامے بھی سپرد قلم کیے۔ (سید نذیر نیازی، دانائے راز، ص ۲۰۳)

۱۰: احمد دین مولوی

کشمیری رہنما۔ ان کے والد، اللہ دین ڈاکٹر اور سرکاری ملازم تھے۔ احمد دین ۱۸۸۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ سینٹرل ماڈل اسکول، لاہور سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج، لاہور سے بی اے کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وکالت کے پیشے کو اپنا لیا۔ لیکن کچھ عرصے بعد وکالت چھوڑ کا صحافی بن گئے اور پیسہ اخبار میں کام کرنے لگے۔ علمی و ادبی زندگی کا آغاز اسی اخبار سے ہوا۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں بڑی دل چسپی سے حصہ لیتے تھے۔ تقریریں کرتے اور مقالے پڑھتے تھے۔ انجمن کشمیری سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ لاہور کی ادبی محفلوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۲۹ء میں اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ سنبھل نہ سکے اور اسی مرض میں مبتلا رہ کر ۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو چل بسے۔ آپ نے ایک کتاب، سرگزشت، الفاظ اور اقبال تحریر فرمائی تھی۔ (احمد دین، اقبال، ص ۲۳)

۱۱: اختر حسین رائے پوری

اردو کے ممتاز ادیب۔ ۱۲ جون ۱۹۱۲ء کو رائے پور صوبہ سی پی میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن عظیم آباد تھا۔ آپ کے والد کا نام سید اکبر حسین اور دادا کا نام سید شجاعت حسین ہے۔ ۱۹۳۳ء میں مسلم یونی ورسٹی سے بی اے کیا۔ ۱۹۳۵ء میں علی گڑھ ہی سے تاریخ میں ایم اے کر لیا۔ اس کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں چلے آئے۔ تعلیم بھی جاری رہی۔ ۱۹۴۰ء میں قدیم ہند کی سماجی تاریخ پر مقالہ لکھا۔ بعدازاں پیرس یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سَند فضیلت حاصل کی۔ ۳۵۔۱۹۳۷ء انجمن ترقی اردو اورنگ آباد میں مولوی عبدالحق کے ادبی معاون کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۴۲۔۱۹۴۰ء آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد چار برس تک ایم اے او کالج، امرتسر میں وائس پرنسپل اور پروفیسر تاریخ کی حیثیت سے ملازمت کی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی وزارت تعلیم سے وابستہ ہو گئے اور ۱۹۵۵ء تک کام کیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء تک اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو سے وابستہ رہے۔ ۷۶۔۱۹۷۸ء میں جامعہ کراچی کے شعبہ تاریخ میں

مہمان پروفیسر کی حیثیت سے طلبہ کو تعلیم دی۔

آپ کی کتب میں یہ کتابیں شامل ہیں: محبت اور نفرت ۱۹۳۸ء، آگ اور آنسو ۱۹۴۰ء، ادب اور انقلاب ۱۹۴۴ء، روشن مینار ۱۹۵۶ء، گورکی کی آپ بیتی، ۳ جلدوں میں ۴۵۔۱۹۴۱ء۔ (گرد راہ، مکتبہ افکار، کراچی)

۱۲: اختر حسین

اعلیٰ سرکاری افسر۔ یکم اگست ۱۹۰۲ء کو برہان پور، صوبہ سی پی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، میاں بھائی اسمٰعیل بوہری فرقے سے منسلک تھے۔ ۱۹۱۸ء میں الہ آباد یونی ورسٹی سے میٹرک کیا۔ علی گڑھ کالج سے ۱۹۲۰ء میں انٹرمیڈیٹ کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۲ء میں الہ آباد یونی ورسٹی سے بی اے کیا۔ تعلیم مکمل کرکے ۱۹۲۴ء میں انڈین سول سروس میں تقرر ہوا۔ ۲۴۔۱۹۲۵ء کیمبرج میں تربیت پائی۔ ۱۹۲۶ء میں گوجرانوالہ پنجاب میں اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ ۱۹۴۲ء میں او بی ای کا خطاب ملا۔ ۱۹۳۵ء میں فیروز پور میں ڈپٹی کمشنر تھے کہ غازی علم دین کو فیروز پور جیل میں پھانسی دینے کے لیے بھیجا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ۴۶۔۱۹۴۷ء میں حکومت پنجاب میں چیف سیکریٹری کے عہدے پر کام کیا۔ ۵۷۔۱۹۶۰ء گورنر مغربی پاکستان رہے۔ ۱۹۶۲ء تا دمِ آخر انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے سربراہ رہے۔ ۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔ (قومی زبان، کراچی، جولائی ۱۹۸۴ء)

۱۳: اختر شیرانی

ممتاز شاعر۔ اردو کے مشہور محقق اور نقاد، حافظ محمود شیرانی کے صاحبزادے۔ اصل نام محمد داؤد خان ہے۔ ۴ مئی ۱۹۰۵ء کو ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں ٹونک چھوڑ دیا۔ ۱۹۲۱ء میں لاہور منتقل ہوگئے۔ وہاں اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ بتدریج منشی فاضل، ادیب فاضل اور پھر میٹرک کیا۔ ابتدا میں علامہ تاجور نجیب آبادی سے مشورہ سخن لیتے تھے، لیکن جلد ہی اسے ترک کردیا۔ اس کے بعد عالمگیر رسالہ میں تصاویر پر رومانی نظمیں لکھ کر ادبی حلقوں میں شہرت پائی۔ ہمایوں، انتخاب، بہارستان، خیالستان اور رومان نامی جرائد میں کام کیا۔ ۱۹۴۰ء میں حافظ محمود شیرانی یونی ورسٹی ملازمت سے سبکدوش ہوکر ٹونک چلے گئے۔ اختر شیرانی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا، تو اختر شیرانی ۱۹۴۸ء کے اوائل میں لاہور چلے آئے۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو یہیں فوت ہوئے۔ ان کے طبع شدہ مجموعۂ کلام یہ ہیں، پھولوں کے گیت، نغمہ حرم صبح بہار،

اخترستان، لالہ طور، طیور آوارہ۔(اختر شیرانی اور جدید اردو ادب،کراچی،۱۹۷۶ء)

۱۴:ارشد گورگانی مرزا

اردوشاعر۔اصل نام شہزادہ مرزا الغنی ارشد گورگانی خلف مرزا علی بہادر۔دہلی کے مغلیہ شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔دہلی کے قلعہ معلیٰ میں پیدا ہوئے۔سات آٹھ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔خاندان شاہی کے ساتھ یہ بھی بے وطن ہوئے۔فکر معاش سے مجبور ہو کر لاہور پہنچے اور سر رشتہ تعلیم پنجاب سے منسلک ہوگئے۔کچھ عرصہ لاہور میں قیام فرمایا۔اس کے بعد فیروز پور کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں فارسی پڑھانے لگے۔شاعری کی ابتدا بچپن سے ہوگئی تھی۔مرزا قادر بخش صابر رشتے میں ان کے ماموں تھے۔انھوں نے ہی بھانجے کو عروض وقافیہ پڑھایا اور شعر کہنے کا شوق بڑھادیا۔

مرزا صاحب اکثر فیروز پور سے لاہور تشریف لاتے اور مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔لاہور کے ایک مشاعرہ میں نوجوان اقبال نے جب ایک غزل پڑھی تو مرزا صاحب نے اس کے ایک شعر

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

پر بے ساختہ داد دیتے ہوئے فرمایا:

"میاں صاحبزادے!اس عمر میں یہ مضمون!اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔"

معلّمی سے سبک دوشی کے بعد اپنے بڑے بیٹے،مرزا بلند اختر رشید کے پاس ملتان چلے گئے تھے۔وہیں ۵۸ برس کی عمر میں ۲۱ فروری ۱۹۰۶ء کو آپ کا انتقال ہوگیا۔(حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں،ص۵۴۔۷۶)

۱۵:اسٹریٹن،الفریڈ ولیم (Alfred William Stratton)

کینیڈا کے مستشرق۔ان کے والد کا نام ولیم اسٹریٹن تھا۔الفریڈ ولیم اسٹریٹن ۱۸۶۶ء میں ٹورنٹو،کینیڈا میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ۱۸۵۲ء میں انگلستان سے نقل مکانی کر کے کینیڈا آ گئے تھے۔ٹورنٹو یونی ورسٹی سے ۱۸۸۳ء میں میٹرک کیا اور کلاسک زبان میں اول درجہ حاصل کیا۔اسی یونی ورسٹی میں سنسکرت زبان سیکھی۔۱۸۹۳ء میں وظیفہ ملا اور سنسکرت سیکھنے تر کی چلے گئے۔

اس کے بعد امریکی ریاست بالٹی مور کی جانز ہوپ کنز یونی ورسٹی سے ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹریٹ کیا۔بعد ازاں شکاگو یونی ورسٹی میں کچھ عرصہ ملازمت کی۔آپ ۲۴ر نومبر ۱۸۹۹ء کو لاہور پہنچے اور

پروفیسر بلوم فیلڈ کی سفارش پر پنجاب یونی ورسٹی میں رجسٹرار مقرر ہوئے۔ بعدازاں اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل مقرر کر دیے گئے۔ آپ ۲۴ نومبر کو لاہور پہنچے تھے۔ اگلے برس ۱۷ جنوری سے کالج میں سنسکرت پڑھانے لگے۔ لاہور آنے سے قبل آپ نے ۱۸۹۹ء میں روم میں اورینٹل کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ وہیں آپ کو اردو زبان سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اُسے بھی سیکھنے لگے۔ اورینٹل کالج میں مولوی محمد شعیب، اسسٹنٹ پروفیسر عربی اور فارسی سے اردو سیکھی۔ ۹۰۔۱۸۸۹ء کے موسم سرما کی تعطیلات میں مولوی محمد شعیب کو ساتھ لے کر کشمیر چلے گئے۔ اورینٹل کالج کے ملازم، سکندر خان کے اخلاق، کردار اور فرض شناسی سے بڑے متاثر تھے۔ اگست ۱۹۰۲ء میں سیاحت کی غرض سے کشمیر گئے۔ وہیں ۲۳/ اگست ۱۹۰۲ء کو گل مرگ میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور وہیں تدفین ہوئی۔ ان کے دور میں علامہ اقبال نے میکلوڈ عربیک ریڈر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ (صدسالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ص ۱۰۵، لیٹرز فرام انڈیا (*Letters from India,* Alfred William Stratton Lon. 1908, Reprinted in Lahore, 1977.)

۱۶: اسٹین مارک اورل (Stein Mark Aurel)

ہنگری کے استاد۔ ۲۶ نومبر ۱۸۶۲ء کو ذومبر اور بڈاپیسٹ کے تاجر، ایم این اسٹین کے گھر پیدا ہوئے۔ ۸۴۔۱۸۷۹ء تک آسٹریا کی ویانا یونی ورسٹی میں ہندوستان اور ایران کی کلاسیکل زبانوں اور قدیم تاریخ کی تعلیم پائی۔ ۱۸۸۳ء میں اس موضوع پر پی ایچ ڈی کر لی۔ ۱۸۸۸ء میں انھیں اورینٹل کالج لاہور اور پنجاب یونی ورسٹی کا رجسٹرار مقرر کیا گیا۔ انھوں نے ۱۸۹۹ء تک خدمات انجام دیں۔ بعد میں کلکتہ مدرسہ کے پرنسپل ہو گئے۔ ۲۔۱۹۰۱ء میں انسپکٹر آف اسکولز بنائے گئے۔ (ڈکشنری آف انڈین بائیوگرافی، ۴۰۰۔۴۰۱)

۱۷: اسدالرحمٰن شاہ قدسی بھوپالی

اردو شاعر۔ ناصر الدین اسدالرحمٰن قدسی پورا نام ہے۔ ۱۸۹۰ء میں بھوپال میں حبیب الرحمٰن کے گھر میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی پائی۔ سن شعور کو پہنچے تو مزید تعلیم کے لیے لاہور بھیج دیے گئے۔ سات برس بعد بھوپال لوٹے۔ اس کے بعد ساری عمر عبادت و ریاضت میں بسر کر دی۔ نظم و نثر، دونوں پر قدرت حاصل تھی۔ آزادی وطن کے بعد پاکستان چلے آئے اور بھون، ضلع جہلم میں قیام کیا۔

قدسی صاحب کے شاعری کے دو مجموعے ہیں۔ آیات قدسی اور نغمات۔ اس کے علاوہ سلوک و

طریقت کے موضوع پر ان کی سات کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء کو اقبال کو کسی نے ایک مکتوب کے ذریعے مطلع کیا تھا کہ تقریباً ایک سال پہلے گل حسن شاہ صاحب فرما گئے ہیں، اقبال نے تحقیق کی، تو یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی۔ قدسی صاحب نے ۱۹۷۹ء میں وفات پائی۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۶۶۔ ۶۷۔ ۲۶۷)

۱۸: اے سی وولنر ایم اے ڈی لٹ

اورینٹل کالج لاہور کے ۱۹/ اپریل ۱۹۰۳ء سے ۷/ جنوری ۱۹۳۶ء تک پرنسپل تھے اس کے علاوہ پنجاب یونی ورسٹی کے رجسٹرار بھی رہے۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۶ء تک۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ ۷/ جنوری ۱۹۳۶ء کو وفات پائی۔ (اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۰۹، ۱۵۹)

اورینٹل کالج میں سنسکرت بھی پڑھاتے تھے۔ (صدسالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۸، ص ۵۰۶)

۱۹: اصغر علی روحی، مولانا

عربی، فارسی کے عالم بے بدل، استاد کامل اور شاعر باکمال تھے۔ ۱۸۶۷ء کے لگ بھگ گجرات کے گاؤں کٹھالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاضی شمس الدین نامور عالم دین تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی والدہ ۱۸۸۱ء میں ان کو لاہور لے آئی، اورینٹل کالج سے منشی فاضل، مولوی فاضل اور ایم او ایل کی اسناد امتیازی حیثیت سے حاصل کیں۔ مولانا فیضی الحسن سہارنپوری، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی اور مولانا عبدالحکیم کا فوری سے اکتساب فیض کا موقعہ ملا۔ علم حدیث مولانا نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لاہور میں ۱۸۹۳ء سے ۱۹۳۱ء تک تدریس خدمات انجام دیں۔ صدر شعبہ عربی کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ انجمن حمایت اسلام کے ابتدائی اراکین میں سے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں نامور شخصیات ہوئی۔ [اقبال اور گجرات، ص ۲۰۳]

۲۰: اعجاز احمد شیخ

حضرت علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے بیٹے ہیں۔ اعجاز احمد ۱۲/ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں سکاچ مشن سکول سیال کوٹ سے میٹرک کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۱۷ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۱۹ء میں بی اے پاس کیا۔ یونی ورسٹی لا کالج سے ۱۹۲۱ء میں ایل ایل بی کی ڈگری لی۔ اقبال نے ان کی تعلیم کے تمام اخراجات برداشت کیے تھے۔ ابتدا میں سیال کوٹ

میں قانونی پریکٹس شروع کی۔ انکم ٹیکس کے محکمہ میں ملازم ہوئے، چند ماہ بعد مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۲۴ء میں جوڈیشنل سروس میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۳۳ء میں تحصیل چونیاں میں سب جج اور ۱۹۳۷ء میں دہلی میں سب جج تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد کراچی میں آباد ہوئے اور یہیں ۲؍جنوری ۱۹۹۴ء کو وفات پائی۔ (مظلوم اقبال۔ کراچی)

۲۱: افضل علی سید

اردو ادیب۔ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، سید فضل علی ڈسٹرکٹ جج سیالکوٹ کے ریڈرر ہے تھے۔ افضل علی جاپان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کے عزیز دوست تھے۔ افضل علی صاحب کا ناول گوڈری کا لال مشہور ادبی شاہ کار سمجھا جاتا ہے۔ ظفر اللہ کے ہم جماعت تھے۔ ۱۹۰۷ء میں سیالکوٹ سے میٹرک کیا۔ ایف سی کالج، لاہور سے تاریخ میں ایم اے کی ڈگری لی۔ ۱۹۴۱ء میں فوت ہو گئے۔ (محمد ظفر اللہ، خدشہ نعمت، متعدد صفحات)

۲۲: افضل حسین میاں

پنجاب کے ماہر تعلیم۔ ۱۹۰۸ء میں گورنمٹ کالج لاہور میں بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ اس موقع پر انھیں علامہ اقبال سے انگریزی اور فلسفہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یورپ چلے گئے۔ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان واپس آئے، تو زرعی کالج، لائل پور میں تقرری ہوئی۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۳۸ء سے فروری ۱۹۴۴ء تک پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ مئی ۱۹۵۴ء میں دوبارہ وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ حکومت نے آپ کو خان بہادر کے خطاب سے نوازا تھا۔ بڑے سرگرم عمل اور مستقل مزاج ماہر تعلیم تھے۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۲۵۸۔۲۶۱۔ صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ص ۲۲۲۔۲۶۷۔۵۰۴)

۲۳: اقبال بیگم

فارسی کے مشہور شاعر مولانا گرامی کی زوجہ، ہوشیار پور کے رہائشی شیخ قمر الدین کی دختر۔ اصل نام نوراں بھری تھا جو بعد میں اقبال بیگم کہلائی۔ اس سے شادی کرنے کے بعد گرامی نے جالندھر کے بجائے ہوشیار پور ہی کو اپنا مستقر بنا لیا۔ اقبال بیگم بے اولاد رہی تھی۔ گرامی نے آخر بیگم کے بھتیجے شیخ نعمت علی کو اپنا وارث بنا لیا۔ ہوشیار پور میں گرامی نے ایک شاندار حویلی تعمیر کروائی۔ اس کی پیشانی پر یہ جملہ کندہ تھا:

''سر جلوہ اقبال گرامی منزل''

اقبال بیگم اردو میں شعر کہتی تھی۔ اس کا تخلص 'ترک' تھا۔ ہوشیار پور کے چند پڑھے لکھے نوجوانوں اور باذوق لوگوں نے ''بزم گرامی'' کے نام سے ایک مجلس مشاعرہ قائم کر رکھی تھی، اس کی سرپرستی میں اکثر مشاعرے ہوتے تھے۔ گرامی بھی ان میں اپنا کلام پڑھتے۔ بیگم گرامی بھی اپنا کلام بھیجتیں، جو مشاعرے میں پڑھا جاتا تھا۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ۴۱۔۴۲)

۲۴: اقبال شیدائی

تحریک آزادی کے رہنما۔ سکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ کے استاد، غلام علی کے صاحبزادے۔ ۱۸۸۸ء میں سیالکوٹ ہی میں پیدا ہوئے۔ مرے کالج، سیالکوٹ سے ۱۹۱۷ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ مولوی سید میر حسن کے قابل شاگردوں میں سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوران تعلیم آزادی وطن اور انگریز دشمنی کی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ اس سلسلے میں کابل، ماسکو اور انقرہ کے سفر کیے۔ ۱۹۲۳ء میں روم پہنچ گئے۔ دیارِ غیر میں تاجر کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے طویل عرصہ گذارا۔ آزادی وطن کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں سیالکوٹ واپس آ گئے۔ محمد نادر شاہ، والیِ افغانستان کے گہرے دوست تھے۔ دونوں میں خط کتابت کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص۲۳۲)

۲۵: اکبر الٰہ آبادی

اردو کے ممتاز شاعر۔ اصل نام اکبر حسین، اردو شاعری میں اکبر الٰہ آبادی کے نام سے مشہور ہوئے۔ سید تفضّل حسین کے بیٹے اور سید فضل محمد کے پوتے۔ اکتوبر ۱۸۴۵ء میں قصبہ بارہ، ضلع الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ گھر پر ہی ابتدائی تعلیم پائی۔ اس کے بعد مشن اسکول میں داخل ہوئے لیکن وہاں صرف ایک برس ہی پڑھ سکے۔ ناموافق حالات کے باعث تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہا۔ ملازمت کے حصول کے لیے ۱۸۶۷ء میں درجہ سوم میں وکالت کا امتحان پاس کر لیا۔ تحصیل میجا ضلع الٰہ آباد میں نائب تحصیل دار تعینات ہوگئے۔ آپ کی جوڈیشنل ملازمت کا آغاز ۲۶ نومبر ۱۸۸۰ء سے ہوا۔ اس کے بعد ڈسٹرکٹ اور سیشن جج رہے۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو الٰہ آباد میں وفات پائی۔ اکبر الٰہ آبادی گیارہ بارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے۔ آپ کی شاعری کا عرصہ پینسٹھ برس پر محیط ہے۔ آپ قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے۔ تمام مروجہ اصناف شاعری میں شعر کہے۔ (ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ اکبر الٰہ آبادی)

۲۶: اکبر شاہ نجیب آبادی مولانا

مورخ اور عالم دین۔ علامہ اقبال ان کے علم وفضل اور تاریخ دانی کے بڑے قدر دان تھے۔ اقبال نے میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں ان سے ملاقات فرمائی تھی۔ ملاقات کے بعد اکبر جب لاہور سے واپس نجیب آباد پہنچے تو اپنے رسالے عبرت میں علامہ اقبال کے متعلق لکھا:

لاہور بڑا خوش نصیب ہے کہ اس میں نہ صرف پنجاب بلکہ پورے ہندوستان کا بہترین، سمجھ دار اور روشن دماغ شخص اقبال موجود ہے لیکن ساتھ ساتھ لاہور اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب ہے کہ اس کے باشندوں نے اقبال کی صحبتوں سے فائدہ اٹھانے اور فیض یاب ہونے کی کما حقہ کوشش نہیں کی ہے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۱۔۱۲)

۲۷: الطاف حسین حالی

اردو کے مشہور شاعر اور مصلح۔ خواجہ ایزد حسین کے بیٹے۔ ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء کو پانی پت ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا شمار جدید شاعری کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ اردو میں سوانح نگار کی حیثیت سے بھی شہرت پائی۔ اردو تنقید میں بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں حکومت نے شمس العلما کا خطاب دیا۔ (اردو کی نثری تاریخ میں سر سید کا مقام، ص ۸۷۔۸۸)

۲۸: العمادی، مولانا

اردو ادیب اور مورخ۔ آپ موضع امرتھوا، ضلع جون پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق عماد الدین نامی ایک بزرگ کے خاندان سے تھا۔ اسی تعلق کے باعث اپنے کو عمادی لکھتے تھے۔ اصل نام عبداللہ تھا۔ آپ کا شمار اردو، فارسی اور عربی کے مستند ادبا اور مورخوں میں ہوتا ہے۔ ۹-۱۹۰۸ء میں امرتسر چلے گئے اور ایک رسالے وکیل کے مدیر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں سر سید کے رسالے تہذیب الاخلاق کو پھر زندہ کیا اور اس کے کئی نمبر نکالے۔ بعد کو عرب قدیم اور صناع العرب کے نام سے رسالے سپرد قلم کیے۔ ۱۹۱۲ء میں مولانا ابوالکلام کے رسالے الہلال کلکتہ میں کام کیا۔ اس میں چند مضامین بھی لکھے۔ حالی کی وفات کے وقت زمیندار لاہور سے وابستہ تھے۔ بعد میں حیدر آباد کے دارالترجمہ میں ان کا تقرر ہو گیا۔ وضع اصطلاحات اور ترجمے میں بھی نام کمایا۔ حیدر آباد دکن میں ستّر برس کی عمر میں ۱۱ شوال ۱۳۶۶ھ کو وفات پائی۔ (یاد رفتگان، ص ۳۵۰)

مولانا عمادی نے قرآن و حدیث اور حرف ونحو کی ابتدائی تعلیم اپنی دادی، دادا اور اپنے والد

سے پائی تھی۔ درمیان کا دور مولوی ہدایت اللہ رامپوری کے ہاں ختم فرمایا۔ اس کے بعد فنون ادب عرب محمد طیب سے رام پور سے جا کر حاصل کیے۔ طب کی مشہور کتاب القانون دلّی جا کر حکیم عبدالمجید سے پڑھی۔ ۱۹۰۶ء میں انھیں رسالہ الندوہ کا مدیر مقرر کیا گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریز حکومت مولانا ظفر علی خان کو ان کے گاؤں کرم آباد میں نظر بند کر دیا تھا۔ اس موقع پر ظفر علی خان نے ہفتہ وار ستارہ صبح جاری کیا۔ فرائض ادارت کے سلسلے میں انھوں نے مولانا عمادی کو مددگار اول جبکہ خواجہ عبدالحئی کو مددگار دوم مقرر کیا تھا۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۷۴۔۱۸۵)

۲۹: الف دین

شاعر اور وکیل۔ مولوی الف دین نفیس پورا نام تھا۔ ۱۸۵۸ء میں مغلان والی، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام فضل الدین جبکہ دادا کا نام خواجہ کمال تھا۔ محنتی طالب علم تھے، پرائمری کے امتحان میں سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔ ورنیکلر مڈل سکول، ڈسکہ سے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد معلّمی کے پیشے کو اپنا لیا۔ ڈسکہ میں کچھ عرصہ معلّمی کرنے کے بعد جالندھر کے ورنیکلر مڈل اسکول میں اول مدرس بنا دیے گئے۔ دوران ملازمت آپ نے قانون کی سند، بی او ایل اردو زبان میں امتحان دے کر حاصل کر لی۔ اس کے بعد انیس بیس برس کی عمر میں روالپنڈی میں وکالت کرنے لگے۔ وقت کی ضرورت دیکھتے ہوئے جلد ہی انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ انجمن حمایت اسلام کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ اس دور کے مشاعروں میں شامل ہو کر شعر پڑھے اور داد پائی۔ کشمیری کانفرنس کے بھی فعال رکن تھے۔ ۲۲۔۱۹۲۱ء میں آپ کیمبل پور سے ڈسکہ منتقل ہو گئے۔ ۲۹ جنوری ۱۹۳۸ء بروز ہفتہ دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ابدی زندگی سے ہمکنار ہو گئے۔ آپ کے تین بیٹے تولد ہوئے۔ ڈاکٹر خواجہ احمد محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ خواجہ محمود، بی اے، ایل ایل بی علیگ وکیل بن گئے۔ سب سے چھوٹے بیٹے، خواجہ حامد گوجرانوالہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر خواجہ سید الحمید عرفانی، کلام نفیس، بزم رومی، سیالکوٹ، ۱۹۸۳ء)

۳۰: اللہ بخش، خواجہ

لاہور کی کشمیری برادری اور انجمن حمایت اسلام کے ممتاز رکن۔ ۱۵ستمبر ۱۸۵۰ء کو لاہور میں تولد ہوئے جبکہ ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں میسور جاتے ہوئے راستے میں نمونیا کی بیماری میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ دس برس محکمہ تعلیم جبکہ بیس برس فارن اینڈ پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم رہے۔ اس سلسلے میں افغان باؤنڈری کمیشن کے ہمراہ افغانستان بھی گئے۔ بعد ازاں برٹش قونصل قائم

ہونے پر ایران کے شہر مشہد بھیجے گئے۔ سردار ایوب خان کے اتاشی بھی رہے۔ پنشن لینے کے بعد چونیاں کے قریب کئی مربعہ اراضی حاصل کر لی تھی۔ جہاں آپ نے اپنے نام پر ایک گاؤں، کوٹ اللہ بخش آباد کیا۔ (مکاتیب اقبال گرامی، ص۲۲۹)

۳۱: اللہ نواز خان

تحریک آزادی کے رہنما۔ ملتان کے رہنے والے تھے۔ جنگ عظیم اول کے زمانے میں اسلامیہ کالج، لاہور کے گیارہ طلبہ ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے تھے۔ ان ہی میں اللہ نواز خان بھی شامل تھے۔ افغان باغی بچہ سقہ سے نجات حاصل کرنے میں انھوں نے نادر خان کی مدد کی تھی۔ وہ کابل کی معزز شخصیت تھے۔ علامہ اقبال جب افغانستان تشریف لے گئے، تو کابل میں مقیم ہندوستانی باشندوں نے حضرت علامہ اور ان کے ساتھیوں کی دعوت اللہ نواز خان کے گھر ہی کی تھی۔ (اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۲۵۶)

۳۲: اللہ یار جوگی حکیم

اردو شاعر۔ پورا نام اللہ یار، تخلص جوگی۔ والد کا نام جان محمد تھا۔ ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ اکبری منڈی لاہور کے رہنے والے تھے۔ اسلامیہ ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں محمد الدین فوق کے ہفتہ وار اخبار پنجہ فولاد میں کاتب اور سنگ ساز کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ فوق کی معیت میں ان کی طبیعت کے شعری جوہر نکھرے۔ جلد ہی انھوں نے شعری دنیا میں مقام حاصل کر لیا۔ ابتدا میں ممتاز تخلص اختیار کیا۔ اس کے بعد جوگی اختیار کیا اور اسی تخلص سے شہرت پائی۔ بھاٹی دروازہ کی ایک تنظیم انجمن مشاعرہ اتحاد کے زیر اہتمام مشاعروں میں شریک ہو کر کلام کی داد پاتے رہے۔ طاقت کی مشہور دوا کے اشتہار ''اس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہوگا'' کے خالق ہیں۔ تحریک مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے سلسلے میں وفود کے دوروں میں شریک ہو کر اکثر نظمیں پڑھتے رہے۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۶ء کو پسرور میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔ (صحیفہ، لاہور، مارچ۔ اپریل ۱۹۷۶ء)

۳۳: الٰہی بخش، ڈاکٹر

لاہور کے ڈاکٹر۔ ان کے والد کا نام خواجہ محمد یوسف ولد خواجہ عبدالقادر تھا۔ خواجہ محمد یوسف علی گڑھ کے رئیس اور ممتاز وکیل تھے۔ ان کی سر سید سے بھی رشتے داری تھی۔ سر سید، خواجہ محمد یوسف کے اہلیہ کے پھوپھا تھے۔ خواجہ صاحب نے ۱۹۰۲ء میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فرزند، الٰہی بخش ڈاکٹر بنے اور لاہور مقیم ہو گئے۔

اقبال کی بیماری جب بڑھ گئی تو احباب کو خیال دیا کہ کیوں نہ الٰہی بخش کپتان سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو حکیم قرشی صاحب، شیخ عطا محمد برادر اور چودھری محمد حسین ڈاکٹر صاحب کو جاوید منزل لے آئے۔ الٰہی بخش نے پھر اقبال کا معائنہ کیا۔ اس دوران نماز مغرب کا وقت آ گیا تو الٰہی بخش اقبال کی نشست گاہ ہی میں نماز ادا کرلی۔ اقبال کو ان کی دینداری بہت پسند آئی، انھوں نے فرمایا: ''بڑے صالح نوجوان ہیں۔ انگلستان میں رہ کر بھی ان کے ایمان میں فرق نہیں آیا۔ ان شاء اللہ بڑی ترقی کریں گے۔ ایک روز کالج کے پرنسپل ہو جائیں گے۔ تشخیص و تدبیر بھی اچھی ہے۔ مجھے ان کی باتیں بہت پسند آئی ہیں۔''

الٰہی بخش نے ڈاکٹری تعلیم انگلستان میں پائی تھی۔ تعلیم مکمل کرکے آئے، تو اول دہلی میں مطب کیا۔ ان کے بھائی، سید نذیر نیازی کے بھائی، نصیر کے دوست تھے۔ دہلی سے پھر وہ رام پور چلے گئے۔ بعد ازاں فوجی ملازمت کی پھر لاہور چلے آئے۔ وہ یہاں کے میڈیکل کالج سے منسلک ہو گئے تھے۔ لاہور ہی میں ۱۹۵۰ء میں انتقال ہو گیا۔ (اقبال کے حضور، ص ۳۵۶۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ مکتوبات سرسید، جلد دوم، ص ٦٦)

۳۴: امان اللہ خان امیر

افغانستان کے بادشاہ۔ امیر کابل، حبیب اللہ خان کے تیسرے فرزند۔ یکم جون ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ اور ۲۵ر اپریل ۱۹٦۰ء کو انتقال ہو گیا۔ حبیب اللہ فوت ہو گئے تو آپ ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو افغانستان کے تخت پر بیٹھے۔ ۲۷۔ ۱۹۲۸ء کے عرصے میں یورپ کے کئی ممالک کا دورہ کیا۔ ۱۴ جون ۱۹۲۹ء کو بوجہ فساد تخت چھوڑنا پڑا۔ امان اللہ کے بعد ان کا بھائی عنایت اللہ خان بادشاہ بن گیا۔ لیکن چار دن بعد اس نے بھی تخت چھوڑ دیا۔ ملک میں عام بے چینی پھیل گئی اور فساد و بغاوت کا بازار گرم ہو گیا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ڈاکو بچہ سقہ نے تخت کابل پر قبضہ کرلیا۔ (روزنامہ وطن، لاہور، ۸ جنوری ۱۹۳۴۔ مطالعہ تعلیمات اقبال، ص ۱۹٦)

۳۵: امراؤ سنگھ

پنجاب کے رئیس۔ مجیٹھیہ گھرانے سے تعلق تھا۔ جد اعلیٰ کا نام گوجر تھا۔ باپ کا نام صورت سنگھ جبکہ دادا کا نام تسیغو تھا۔ ان کا باپ صورت سنگھ سی ایس آئی آفیسر تھا۔ اسی کے ہاں امراؤ سنگھ ۱۸٦۹ء میں پیدا ہوئے۔ سندر سنگھ کا ایک بھائی تھا۔ یہ دونوں بھائی حصول تعلیم کے لیے نومبر ۱۸۸۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول، امرتسر میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم اپچی سن کالج، لاہور میں پائی۔ ۱۸۸۳ء میں امراؤ سنگھ کی شادی کیپٹن گلاب سنگھ کی لڑکی سے ہو گئی لیکن وہ کامیاب نہ رہی۔ امراؤ

سنگھ نے بعدازاں پیرس کو اپنا وطن ثانی بنالیا۔ امراؤ سنگھ نے پیرس ہی میں ہنگری کی ایک عورت سے شادی کرلی تھی، اس کے بطن سے ایک نہایت ہی حسین اور ذہین لڑکی امرتا شیر گل پیدا ہوئی، اس نے بڑے ہوکر مصوری میں بڑا نام پایا۔ اقبال نے پیرس میں امراؤ سنگھ کے توسط ہی سے فلسفی برگساں سے ملاقات کی تھی۔ دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو امراؤ سنگھ نے قلمبند بھی کیا تھا۔ (تذکرہ روسائے پنجاب جلد اول، ص ۶۹۳۔ اقبال کے حضور، ص ۲۰۵) (ملفوظات اقبال، ص ۵۸۸)

۳۶: امیر الدین میاں

لاہور کے رئیس۔ آپ کے دادا میاں کریم بخش کا شمار انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ کشمیری خاندان سے تعلق تھا۔ ۲ فروری ۱۸۸۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور سے بی اے کیا۔ ۱۹۴۶ء میں لاہور کے میئر منتخب ہوئے۔ ۱۰راگست ۱۹۸۹ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔ میاں صاحب کے ایک لڑکے، میاں صلاح الدین علامہ اقبال کی بیٹی منیرہ بیگم کے خاوند تھے۔ (میاں امیر الدین، یاد ایام، انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۹۷۶)

۳۷: امیر چند، ڈاکٹر

ڈاکٹری کی تعلیم پانے کے بعد فوج میں کرنل ہوگئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد لاہور میں پریکٹس کرنے لگے۔ لاہور کے میڈیکل اسکول سے ۱۹۱۳ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لی تھی۔ (All of US 1860-1985- Lahore 5/No 567)

۳۸: امیر علی، سید

ادیب اور مصلح۔ ۶راپریل ۱۸۴۹ء کو بنگال کے ایک گاؤں، چنسورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید سعادت علی تھا۔ امیر علی نے ۱۸۶۷ء میں بی اے کی ڈگری پائی۔ بنگال کے نواب محمد لطیف نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انھیں محسن فنڈ سے وظیفہ مرحمت فرمایا۔ کلکتہ یونی ورسٹی سے ایم اے اور ایل ایل بی کرکے بعد آپ وظیفہ پر انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری کی ڈگری لے کر ہندوستان واپس آئے۔ اس کے بعد کلکتہ میں پریکٹس شروع کردی۔ دو برس بعد ریذیڈنسی کالج میں شرعی اسلامی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں حکومت نے انھیں ریزیڈنسی مجسٹریٹ مقرر کردیا۔ ۱۸۸۳ء میں بنگال کی قانون ساز اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ ۱۸۹۰-۱۹۰۴ء ہائی کورٹ کے جج بنائے گئے۔ ۱۹۰۴ء میں ملازمت سے سبکدوشی کے بعد انگلستان میں مستقل قیام فرمایا۔ ۳راگست ۱۹۲۸ء کو وفات پائی۔ اسلام پر ان کی تصانیف سَند کا درجہ رکھتی ہیں۔ مسلمانانِ ہند کو جدید تعلیم کی طرف راغب کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ سپرٹ آف اسلام اور تاریخ اسلام ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ (موج کوثر، لاہور، ص ۱۶۸)

۳۹: امیر مینائی

اردو فارسی اور عربی کے مشہور شاعر۔ لکھنو کے رہنے والے تھے۔ مخدوم شاہ مینا کی اولاد سے تعلق تھا۔ ۲۱ فروری ۱۸۲۹ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۔۱۴/ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو فوت ہو گئے۔ بارہ برس کی عمر میں شاعری کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں منشی مظفر علی اسیر سے اصلاح لی۔ بعدازاں غالب، آتش، ناسخ، انیس و دبیر کی صحبت حاصل رہی۔ ۲۵ برس کی عمر میں اسیر کی وساطت سے لکھنو کے نواب واجد علی شاہ کی بارگاہ میں پہنچے۔ اس کے بعد فروری ۱۸۵۷ء تک شاہی دربار سے وابستہ رہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد والئی رامپور نے انھیں اپنے پاس بلوالیا۔ اس کے بعد ۴۳ برس تک رامپور امیر مینائی کا مسکن رہا۔ ۵ ستمبر ۱۹۰۰ء کو نظام حیدرآباد کی فرمائش پر ان کے پاس چلے گئے۔ حیدرآباد دکن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۱۷)

۴۰: امین جنگ بہادر

حیدرآباد دکن کے رہنما۔ پورا نام نواب امین جنگ بہادر۔ نظام حیدرآباد کے پرائیویٹ سیکریٹری کی حیثیت سے شہرت پائی۔ مارچ ۱۹۲۳ء میں انھوں نے اپنی انگریزی کی کتاب اقبال کو ارسال کی تھی۔ اس کتاب کے آخر میں اقبال کا بھی ذکر ہے۔ مذہب اسلام کے حقائق و مصارف کی توضیح اس کتاب کا موضوع ہے۔ حیدرآباد دکن سے یہ کتاب نوٹس آن اسلام ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۶ پر ہندوستان میں مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے رہنماؤں کا ذکر ہے۔ وہاں سرسید احمد خان، مولانا شبلی، مولانا حالی اور آنریبل جسٹس امیر علی کے ساتھ اقبال کا نام بھی ہے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۲۲۶۔۲۲۷)

۴۱: انصاری، ڈاکٹر

تحریک آزادی کے ممتاز رہنما۔ اصل نام مختار احمد۔ ڈاکٹر انصاری کے نام سے مشہور ہوئے تھے۔ مسلم لیگ کے مشہور لیڈر، کانگریس میں بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو غازی پور کے قصبہ یوسف پور میں پیدا ہوئے۔ بنارس، الہ آباد اور حیدرآباد میں تعلیم پائی۔ ایڈن برگ سے طب میں گریجویشن کی ڈگری لی۔ آپ سرجن بننے والے ہندوستانی تھے۔ ۱۹۱۰ء میں وطن واپس آ کر دہلی میں پریکٹس کا آغاز کیا۔ ۱۳۔۱۹۱۲ء میں ریڈ کریسنٹ کا وفد لے کر ترکی گئے۔ ۱۹۱۵ء میں علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں اس کے صدر تھے۔ ملکی قومی تنظیموں میں سرگرم کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کا شمار صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔

ڈیرہ دون سے دہلی جا رہے تھے کہ ریل کے سفر میں ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔(اقبال کے آخری دو سال، ص ۴۴۹، شریف المجاہد، ص ۲۶۸)

۴۲: انعام اللہ شاہ

اردو صحافی۔ اقبال کے استاد محترم، مولوی سید میر حسن کے عزیزوں میں سے تھے۔ میر نعمت اللہ (۱۷۹۸ء۔۱۸۷۶ء) کے پوتے اور سید حسین شاہ کے فرزند تھے۔ سر محمد ظفر اللہ خان کے قریبی ساتھی رہے۔ انھوں نے سائمن کمیشن کی آمد سے پہلے لاہور سے ایک ہفت روزہ دور جدید جاری کیا تھا۔(علامہ اقبال کے استاد مولوی سید میر حسن، ص ۱۴)

۴۳: انور شاہ کشمیری، مولانا

ممتاز عالم دین۔ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ۷-۱۹۰۶ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ ہندوستان واپس آ کر اپنے استاد کی خواہش اور اصرار پر دارالعلوم دیوبند کی صدارت قبول فرمالی۔ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظہ میں اس عہد کے علما میں بے مثال حیثیت رکھتے تھے۔ علوم حدیث کے حافظ اور نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعر و سخن میں بہرہ مند اور زہد و تقویٰ میں کامل بزرگ تھے۔ انھیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں پشاور کے اجلاس میں جمیعۃ العلماء کے صدر مقرر ہوئے۔ ان کی عمر ۵۹ برس تھی۔ ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کی صبح دیوبند میں وفات پائی۔(یاد رفتگان، ص ۱۱۔۱۴۶)

۴۴: اوڈوائر، مائیکل فرانسس سر (Michael Francis O'Dwyer)

پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر۔ ۲۸/اپریل ۱۸۶۴ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام جان اوڈوائر تھا۔ ۱۸۸۴ء میں آپ نے انڈین سول سروس کا فائنل امتحان پاس کر لیا۔ پہلی تعیناتی شاہ پور کے مقام پر ہوئی۔ لینڈ ریونیو سیٹلمنٹ کے شعبے میں مہارت پائی۔ ۱۸۸۶ء میں حکومت پنجاب کے لینڈ ریکارڈر اور ایگریکلچر شعبے کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد الور اور بھرت پور ریاستوں کی سیٹلمنٹ کے انچارج بنائے گئے۔ بعد لارڈ کرزن نے انھیں خصوصی طور پر منتخب کیا مگر ہو شمال مغربی سرحدی صوبے کو پنجاب سے علیحدہ کرنے کے اقدامات کر سکیں۔ ۱۹۰۱۔۱۹۰۸ء ریونیو کمشنر، ۱۹۰۸۔۱۹۰۹ء قائم مقام ریذیڈنٹ حیدر آباد ریاست اور ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۲ء تک گورنر جنرل آف انڈیا کے ایجنٹ رہے۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں انھیں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۱۹ء تک اس اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ ان کے دور کا اہم واقعہ وہ ہے جب جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ میں اپریل ۱۹۱۹ء میں فائرنگ کر کے سیکڑوں ہندوستانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا

تھا۔ چونکہ ہندوستانی انھیں قاتل سمجھتے تھے لہٰذا لندن میں ایک ہندوستانی طالب علم سردار ادھم سنگھ کمبوج نے ۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو انھیں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ انھوں نے پنجاب شہری اور دیہی آبادی میں باہمی رقابت پیدا کر دی تھی۔ موصوف ہی نے ۱۵/اپریل ۱۹۱۹ء کو پنجاب میں مارشل لا لگایا تھا۔ ان کی مشہور تصنیف *India as I Knew it* ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ (*Punjab Under The British Rule 1849-1947* B. S. Naggar boon Traders, Lahore Vol. II P 25,26)

۴۵: ایڈورڈ تھامپسن

برطانیہ کی آکسفورڈ یونی ورسٹی میں تاریخ ہند اور بنگالی زبان کے پروفیسر۔ ہندوستان سے خاص لگاؤ تھا۔ اکثر ہندوستان آتے جاتے رہتے تھے۔ انگلستان کے اخبار، مانچسٹر گارڈین کے نامہ نگار بن کر بھی دو مرتبہ ہندوستان آئے۔ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور، جواہر لال نہرو، راج گوپال اچاریہ، سردار ولبھ بھائی پٹیل سے خاص مراسم تھے۔ کانگریس کے بڑے معاون ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریر و تقریر میں ہمیشہ مسلم لیگ کی مخالفت کرتے رہے۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں اگلے جہان سدھار گئے۔ ان کی دو کتب شائع ہوئی۔ *Enlist India for freedom 1940, Ethical Ideals in India Today 1942*

۴۶: ایمرسن، ہربرٹ ولیم سر (Herbert Emerson)

پنجاب کے گورنر۔ یکم جون ۱۸۸۱ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں انڈین سول سروس کا حصہ بنے۔ ۱۹۲۶ء میں وزارت خزانہ کا سیکریٹری مقرر کیا گیا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۲۸ء تک حکومت پنجاب کے چیف سیکریٹری رہے۔ اس کے بعد حکومت ہند کی وزارت داخلہ کے سیکریٹری کی حیثیت سے ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء کام کیا۔ ۱۳/اپریل ۱۹۳۳ء کو پنجاب کے گورنر بنا دیے دئے۔ ۱۹۳۸ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ (B.S. Najjar, *Punjab Under the British Rule* ,Vol. III P. 153)

۴۷: بٹلر مانٹیگو، سر

سی پی کے گورنر۔ ۱۸۷۲ء میں ہیرو (Harrow)، برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ پیمبروک کالج سے ٹرائی پاس (Tripos) کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں آئی سی ایس کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیابی پائی۔ ۱۸۹۶ء میں پنجاب چلے آئے۔ لاہور میں دورانِ قیام علامہ اقبال سے بڑے دوستانہ مراسم رہے۔ ۱۹۳۰ء میں سی پی کے گورنر بنا دیے گئے۔ حضرت علامہ اقبال نے خطبات مدراس کا ایک نسخہ بٹلر صاحب کو بہ تاریخ ۶ مئی ۱۹۳۰ء ارسال فرمایا تھا۔ بٹلر صاحب نے پروفیسر اے جے آربری کے نام ایک خط میں مورخہ ۶ مئی ۱۹۴۸ء کو یہ انکشاف کیا کہ انھوں نے ہی حکومت ہند سے

سفارش کی تھی کہ علامہ اقبال کو کوئی خطاب دیا جائے۔ ان کی خواہش تھی کہ علامہ صاحب کے لیے کسی فارسی خطاب کا احیا کیا جائے، لیکن حکومت ہند کو خدشہ تھا کہ یہ رسم چل نہ نکلے۔ چنانچہ حکومت نے علامہ موصوف کو سر کا خطاب عطا کیا۔ سر بٹلر فرزند لارڈ بٹلر ٹرنٹی کالج میں استاد تھے۔ جون ۱۹۷۸ء میں سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ (اقبال یورپ میں، ص ۶۴۔۱۱۶)

۴۸: برکت علی خان، خان بہادر

مسلمان سرکاری افسر۔ محمد عارف کے فرزند۔ ۲۱ نومبر ۱۸۲۱ء کو شاہ جہان پور (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد انگریزی فوج میں ملازمت کرتے تھے۔ برکت علی خان کی تعلیم مکمل ہوئی، تو بطور تھانیدار پولیس میں تقرر ہوا۔ پنجاب کی جنگ کے موقع پر موصوف نے انگریزوں کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خیر خواہ رہے۔ ۱۸۶۰ء میں تحصیلدار اور ۱۸۶۹ء میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز رہے۔ یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو پنشن یاب ہو کر لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۷ راگست ۱۹۰۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ لاہور میں برکت علی محمڈن ہال انھی کی یادگار ہے۔ (محمد ایوب قادری، جنگ آزادی، کراچی، ص ۵۱۴)

۴۸۔الف: برکت علی، ملک

پنجاب کے مشہور مسلم رہنما۔ یکم اپریل ۱۸۸۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ فارمن کرسچن کالج سے ایم اے انگریزی پاس کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد اسلامیہ کالج میں انگریزی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ مقابلے کے سرکاری امتحان میں کامیابی حاصل کر کے ۱۶۔۱۹۱۸ء تک ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور بعد میں مجسٹریٹ رہے۔ ۱۹۱۶ء میں ایل ایل بی کر کے ۱۹۱۹ء میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب مسلم لیگ کے نائب صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں بلا مقابلہ رکن پنجاب اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۵ راپریل ۱۹۴۶ء کو وفات پا گئے۔ (اسد سلیم شیخ، انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان، ص ۱۸۸) ملک صاحب کی وفات سے قائد اعظم کو بہت دکھ پہنچا۔ انھوں نے اپنے تعزیتی بیان میں ملک صاحب کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ملک صاحب نے ہی مسجد شہید گنج کے مقدمے کی پیروی کی تھی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۶۰۳)

۴۹: برگساں، ہنری

فرانس کے مشہور فلسفی۔ ۱۸ را کتوبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوا۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۱ء تک پروفیسر رہا۔ ۱۹۲۷ء میں ادب کا انعام ملنے پر عالمی شہرت پائی۔ ۱۹۴۱ء کو دار فانی سے رخصت ہو گیا۔ (The Columbia UK Desk Ency 185)

۵۰: بشیر الدین احمد مولوی

اردو ادیب۔ اردو کے پہلے ناول نگار، ڈپٹی نذیر احمد کے فرزند۔ دکن میں ملازمت کرتے رہے۔ تعلقداری کا وظیفہ پاتے رہے۔ ۲۴/اگست ۱۹۲۷ء کو فالج کے عارضے میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ تاریخ بیجاپور، فرمین شاہی و امکات دارالحکومت ان کی نمایاں کتب ہیں۔ (یاد رفتگان، ص ۸۰)

۵۱: بشیر الدین محمود احمد مرزا

احمدی فرقہ کے خلیفہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے فرزند۔ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر مختلف اساتذہ سے پائی۔ سرکاری اسکول میں بھی داخل رہے، لیکن صحت کی کمزوری اور حساب سے عدم دلچسپی کی وجہ سے تعلیم جاری نہیں رکھ سکے۔

اردو میں شعر کہتے تھے۔ ان کا تخلص شاد تھا۔ ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو اسلامیہ کالج، لاہور کے حبیبہ ہال میں ''سائنس اور مذہب'' کے موضوع پر ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسے کے صدر مرزا بشیر الدین تھے۔ حضرت علامہ اقبال نے بھی جلسے میں پُر مغز تقریر فرمائی تھی۔

حکیم نور الدین چل بسے تو آپ قادیانی فرقے کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے بڑے لڑکے، نصیر احمد چھوٹی عمر میں چل بسے تھے۔ دوسرے لڑکے مرزا ناصر احمد (پیدائش: نومبر ۱۹۰۹ء) ۱۹۶۵ء میں اپنی جماعت کے نئے خلیفہ مقرر ہوئے۔ (سوانح فضل، جلد اول، ۱۹۷۸ء، گفتار اقبال، ص ۲۲)

۵۲: بشیر حیدر سید

سیالکوٹ کے مسلمان ڈاکٹر۔ ۱۰/اپریل ۱۸۸۴ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد، ڈاکٹر سید میر حیدر سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد سیالکوٹ کے محلّہ حسام الدین میں پریکٹس کرتے تھے۔ بشیر حیدر نے مشن کالج، لاہور سے بی اے کیا۔ اس کے بعد محکمہ ایکسائز میں ملازمت کر لی۔ بعد میں مقابلے کا سرکاری امتحان پاس کر کے ای اے سی ہو گئے۔ ۱۰/اپریل ۱۹۴۱ء کو وفات پائی۔

سید بشیر حیدر کے ذریعے ہی لدھیانہ کی مختار بیگم سے اقبال کا رشتہ طے پایا تھا۔ بشیر حیدر ان دنوں لدھیانہ میں تھے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اکثر اقبال کا فی البدیہہ کلام ضبط تحریر میں لایا کرتے تھے۔ سید بشیر حیدر کی ہمشیر، سردار بی بی سید عبدالغنی سے بیاہی گئی تھی، جو مولوی سید میر حسن کے چھوٹے بھائی تھے۔ (مجلّہ اقبالیات، اردو، لاہور، جولائی ستمبر ۱۹۸۹ء)

۵۳: بھگت سنگھ، سردار

تحریک آزادی ہندوستان کے رہنما جنھوں نے اس کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ ۲۸

ستمبر ۱۹۰۹ء کو کھٹکر کالا ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سردار کشن سنگھ سندھو جٹ تھا اور ماں شریمتی ویڈوتی تھی۔ نیشنل کالج، لاہور کے طالب علم تھے۔ ۱۹۲۴ء میں انقلاب پارٹی میں شامل ہوگئے۔ ساری عمر شادی نہیں کی بلکہ اپنی زندگی کو آزادی کے لیے وقف کر دیا۔ ہندوستان سوشلسٹ ری پبلکن پارٹی قائم کی بنیاد رکھی۔ سائمن کمیشن اور اس کے حامیوں کے خلاف سازش میں حصہ لیا۔

جے اے اسکاٹ، سنٹر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، لاہور کو قتل کرنے کی سازش میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک تنظیم، نوجوان بھارت سبھا کے بانی تھے۔ لیجس لیٹو اسمبلی دہلی میں ۸/ اپریل ۱۹۲۹ء کو بھگت سنگھ اور اس کے ساتھی نے بم پھینکا۔ پانچ سیکنڈ بعد بتوکشور نے دوسرا بم پھینک دیا۔ انھوں نے پستول سے چند فائر بھی کیے، لیکن کوئی آدمی مر نہ سکا۔ ایک آدمی شدید زخمی ہوا جبکہ پانچ آدمی معمولی زخمی ہوئے۔ بھگت سنگھ اور بتوکشور گرفتار کر لیے گئے۔ ۷ مئی ۱۹۲۹ء کو سینٹرل جیل دہلی میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے۔ دونوں نے بھوک ہڑتال بھی کر رکھی تھی۔ ۹ جولائی ۱۹۲۹ء کو میانوالی جیل سے بھگت سنگھ لاہور جیل پہنچا دیا گیا۔ ٹریبونل نے بھگت سنگھ، شورام راج گرو اور سکھ دیو کو دھماکہ خیز مواد رکھنے ایکٹ اور قتل کے جرم میں موت کی سزا سنائی۔ بہ تاریخ ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء سینٹرل جیل لاہور میں بھگت سنگھ کو پھانسی دے دی گئی۔ دوسرے ساتھیوں کو بھی پھانسی دی گئی۔ رات کے ایک بجے دریائے ستلج کے کنارے ان کی لاشیں نذر آتش کر دی گئیں۔ (روزنامہ انقلاب، لاہور، جلد ۵، مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۱ء)

۵۴: بمپا رانی

مہاراجا رنجیت سنگھ کی پوتی اور دلیپ سنگھ کی بیٹی۔ شہزادی دلیپ سنگھ کے نام سے مشہور تھی۔ کرنل سدرلینڈ، پرنسپل و سرجن، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور سے اس کا بیاہ ہوا تھا۔ زندگی کا بیشتر حصہ ماڈل ٹاؤن، لاہور میں گزارا۔ بڑی مخیّر اور خدا ترس خاتون تھی۔ علامہ اقبال سے بڑی عقیدت رکھتی تھی۔ جب اقبال اس کے ملنے تشریف لے جاتے، تو حقہ بھروا کر خود ان کے سامنے رکھا کرتی تھی۔ مذہباً بہائی تھی۔ لاہور میں ہی چل بسی۔ اور انگریزوں کے قبرستان واقع جیل روڈ میں دفن ہوئی۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۲۹) اس کی ماں، بمپا ملر اسکندریہ کے ایک تاجر کی بیٹی تھی۔ بمپا ۲۹ ستمبر ۱۸۶۹ء کو لندن میں پیدا ہوئی تھی۔ (تاریخ شیخوپورہ، ص ۲۴۸)

۵۵: بیسنٹ اینی (Besant Annie)

ہندوستان کی برطانوی نژاد رہنما۔ یکم اکتوبر ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام ولیم پیج ووڈ

تھا۔ نجی طور پر انگلستان، جرمنی اور فرانس میں تعلیم پائی۔ ۱۸۶۷ء میں ریورنڈ فرینک بیسنٹ سے شادی ہوگئی۔ لیکن وہ چل نہ سکی اور ۱۸۷۲ء میں طلاق ہوگئی۔ ۱۸۷۴ء میں ایک تنظیم نیشنل سیکولر سوسائٹی میں شمولیت اختیار کرلی۔ بعدازاں مشہور برطانوی رکن اسمبلی، چارلس بریڈلا کے ساتھ سوشلسٹ تحریکوں میں حصہ لیا۔ نیشنل ریفارمر کی شریک ایڈیٹر بھی تھیں۔ سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن اور فیبین سوسائٹی کی رکن تھیں۔ ۹۰۔۱۸۸۷ء لندن اسکول بورڈ کی بھی رکن رہیں۔ ۱۸۹۸ء میں بنارس میں ہندو کالج قائم کیا۔ کئی کتابوں اور کتابچوں کی مصنفہ ہیں۔ (*Dictionary of Indian Biography*: 38)

۵۶: بوصیری، امام

عرب کے شاعر اور قصیدہ بردہ کے خالق۔ اصل نام محمد بن سعید تھا۔ یکم شوال ۶۰۸ھ بمطابق ۷ مارچ ۱۲۱۳ء کو قصبہ دلاصی میں پیدا ہوئے۔ اس عہد کے رواج کے مطابق بوصیری نے اول اول علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی ذہانت سے صرف تیرہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ بعد ازاں علم حدیث، سیر و مغازی کے علاوہ علم کلام میں بھی دسترس حاصل کرلی۔ ان علوم کے علاوہ علم ادب، بیان، بدیع اور صرف ونحو میں بھی آپ خاص مہارت رکھتے تھے۔ فن خطاطی میں بھی دستگاہ کامل حاصل تھی۔ انھیں شعر گوئی کا شوق اوائل عمر سے تھا۔ حصول علم کے بعد فکر معاش میں امرا کا قرب پانے کی سعی میں رہے۔ بعدازاں مختلف ارباب اقتدار کے یہاں خطاط اور کاتب کی حیثیتوں میں ملازم رہے۔

وزیر زین العابدین یعقوب بن زبیر کی ملازمت میں کئی سال گذارے اور اس کی تعریف میں قصائد لکھے۔ لیکن آخری عمر میں شاہی دربار سے تعلقات توڑ لیے۔ وہ پھر اپنے مرشد، ابوالعباس احمد المرسی کے آستانے سے وابستہ ہوگئے۔ خاصا عرصہ سیاحت میں بھی گزارا۔ ۶۹۴ یا ۶۹۵ھ میں انتقال کیا۔ امام بوصیری کا عالمی شہرت یافتہ قصیدہ بردہ دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ دراصل ایک خوب صورت نعت ہے، جس کی وجہ سے بوصیری دنیائے اسلام میں جانے پہنچانے گئے۔ (المعارف لاہور، اگست ۱۹۷۲)

۵۷: بین الیگزنڈر

اسکاٹ لینڈ کا فلسفی اور ماہر تعلیم۔ ۱۱ جون ۱۸۱۸ء کو ڈبلن میں پیدا ہوا۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۰۳ء کو دنیا سے رخصت ہوا۔ ۱۸۴۰ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ ویسٹ منسٹر ریویو میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ قلم کار کی حیثیت سے فلسفی۔ جان اسٹورٹ مل اور اس کے حلقے سے متعارف ہوا۔ ۱۸۴۸ء میں سیکریٹری بورڈ آف ہیلتھ، دس برس تک سول سروس میں ماہر تعلیم کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک ابدرڈین میں رہا۔ اس نے پھر ابدرڈین یونی ورسٹی میں منطق اور انگریزی ادب کی تعلیم دی۔ (*The Encyclopedia of Britannica,* Vol. 1. P=808)

۵۸: پولڈن، سرہنری میرڈھ

انگریز۔ ۱۸۴۰ء میں برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام جارج آگسٹس پچیلے پلوڈن تھا۔ ہیرو اور ٹرنٹی کالج، کیمبرج میں تعلیم پائی۔ کیمبرج کرکٹ الیون کے رکن رہے۔ ۱۸۶۳ء میں کپتان بنائے گئے۔ لنکنزان لندن سے ۱۸۶۶ء بیرسٹری کی ڈگری لی۔ لاہور ہائی کورٹ میں ۷۶۔۱۸۷۷ء کے دوران حکومت کے وکیل تھے۔ ۸۰۔۱۸۹۴ء میں چیف کورٹ پنجاب کے سینئر جج رہے۔ ۱۸۸۷ء میں برطانوی حکومت نے سر کا خطاب دیا۔ (*Dictionary of Indian Biography*- Buckland P 337)

۵۹: پرتول چٹرجی

ہندو جج۔ کوٹن ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بزرگ کلکتہ میں مستقلاً آباد تھے۔ وہیں پرتول ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۹ء میں کلکتہ یونی ورسٹی سے ایم اے کی ڈگری پائی۔ ۱۸۷۰ء میں قانونی امتحان پاس کر کے کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرنے لگے۔ اسی سال لاہور چلے آئے اور یہاں پریکٹس شروع کی۔ ۱۸۸۹ء میں چیف کورٹ پنجاب کے قائم مقام جج مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۲ء میں پنجاب یونی ورسٹی کے قیام کے سلسلے میں خدمات انجام دینے پر حکومت نے رائے بہادر کا خطاب دیا۔ ۱۸۹۴ء میں چیف کورٹ پنجاب کے قائم مقام جج مقرر کیے گئے، پھر اپریل ۱۸۹۸ء میں مستقل جج چیف کورٹ پنجاب بنا دیے گئے۔ دربار دہلی میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو CIE کا خطاب ملا۔ لاہور میں جب بھی ملکی وقومی انجمنوں کے جلسے ہوتے، تو ہمیشہ صدر بنائے جاتے۔
(مولوی فیروز الدین، یادگار دربار دہلی، لاہور ۱۹۰۳ء، ص ۶۰۴)

۶۰: پروین رقم

مشہور مسلمان کاتب اور خطاط۔ حضرت علامہ اقبال کے شعری مجموعوں کی کتابت کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے والد مولوی پیر بخش اور دادا مولوی نزیل بھی اپنے وقت کے نامور کاتبوں میں شامل تھے۔ پروین رقم کا اصل نام عبدالمجید تھا۔ آپ کے اجداد ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ آپ ۱۹۰۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی کا فن ابتدائی طور پر مولوی نور احمد ایمن آبادی سے سیکھا۔ بعد ازاں امام ویروی کی تحریوں سے متاثر ہوئے۔ لاہور میں آمد کے بعد پروین رقم کو حکیم فقیر محمد چشتی نے انھیں اعلیٰ پائے کا کاتب بننے میں بڑی مدد دی۔ آپ نے رموز بے خودی طبع اول ۱۰ اپریل

۱۹۱۸ء کی بڑی خوبصورت کتابت کی تھی۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ اپنے نام کے ساتھ پروین رقم لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۴۶ء کو دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ (اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۳)

۶۱: پریم چند منشی

اردو، ہندی کے مشہور ادیب۔ ۱۸۸۰ء میں ضلع بنارس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ کائستھ گھرانے سے تعلق تھا۔ ان کے والد منشی عجائب رائے ڈاک خانے میں کلرک تھے۔ پریم چند کا اصل نام دھپنت رائے تھا۔ بچپن میں ماں چل بسی۔ سوتیلی ماں نے ان سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ چھوٹے ہی تھے کہ ایک تمبا کو فروش کی دکان پر بیٹھ کر طلسم ہوشربا سننے کا موقع ملا۔ اس کے بعد کتابیں پڑھنے کا چسکا لگ گیا۔ عبدالحلیم شرر، پنڈت رتن ناتھ سرشار، مرزا احمد ہادی رسوا اور محمد علی دوئی نو اس کے ناول پڑھ ڈالے۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں شادی ہوگئی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۸۹۹ء میں ایک پرائمری اسکول میں نائب معلم ہوگئے۔ ۱۹۰۲ء میں سرکاری طور پر ٹریننگ کالج، الٰہ آباد میں تربیت کے واسطے بھیجے گئے۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد ٹریننگ کالج، ماڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں ان کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی اسکول، کانپور میں ہوگیا۔ ۱۹۰۸ء میں سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر تعیناتی ہوگئی۔ اگست ۱۹۱۸ء میں گورکھپور تبادلہ ہوگیا۔ ۱۹۱۹ء میں بی اے کی ڈگری لے لی۔ ۱۹۲۲ء میں شعبہ تعلیم سے مستعفی ہوگئے۔ اس کے بعد بنارس کے ہندی رسالے مریادا کی ڈیڑھ برس تک ادارت کرتے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں مطبع نول کشور، لکھنو کے ہندی ماہنامہ مادھوری کی ادارت سنبھال لی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں سرسوتی پریس، بنارس سے اپنا پرچہ ہنس نکالا۔ ۸/اکتوبر ۱۹۳۶ء کو دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ منشی پریم چند نے اردو اور ہندی میں اعلیٰ پائے کے افسانے اور ناول لکھے۔ افسانوں کے مجموعے یہ ہیں: سوز وطن، پریم پچیسی، پریم بتیسی، زاد راہ، واردات، دودھ کی قیمت۔

مشہور ناول یہ ہیں: جلوہ ایثار، روٹھی رانی، بازار حسن، گوشہ عافیت، چوگان ہستی، میدان عمل، نرملا (سید افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ، لاہور)

۶۲: پطرس بخاری

اردو کے ممتاز مزاح نگار اور سفارت کار۔ اصل نام احمد شاہ تھا، یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں جامعہ پنجاب سے ایم اے انگریزی کی ڈگری لی۔ کیمبرج سے انگریزی میں آنرز کیا۔ اس کے بعد ہندوستان آ کر گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر شعبہ

انگریزی رہے۔ بعد ازاں آل انڈیا ریڈیو کے اسٹیشن ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد اقوامِ متحدہ میں پاکستانی سفیر رہے۔ بعد ازاں سبکدوش ہو کر اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل، اقوامِ متحدہ مقرر ہوئے۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو وفات پائی۔

آپ نے ایک بار علامہ اقبال سے ملاقات کر کے فرانسیسی فلسفی برگساں کے فلسفے پر بحث کی تھی۔ اس پر اقبال نے ایک نظم ''ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام'' سے تحریر فرمائی۔ (صحیفہ، لاہور، اکتوبر دسمبر، ۱۹۸۸، ص ۱۰۹)

۶۳: پنڈت خیار دھن رائے

انیسویں صدی کے اواخر میں لاہور کے بہت بڑے رئیس۔ موری دروازہ کے باہر ہر سال موسم سرما کے دوران غریبوں اور محتاجوں میں مفت کمبل اور لحاف تقسیم کیا کرتے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں نواں کوٹ سے مغرب کی طرف پانچ سو کنال کے عظیم الشان رقبے پر ایک وسیع و عالی شان باغ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۰۶ء میں پنڈت صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کی موت کے بعد ان کے معروف پنڈت رکھی کیش اس باغ کے مالک قرار پائے۔ (نقوش، لاہور نمبر ۴۱۲)

۶۴: پیارے کشن واتل صاحب

ہندو سرکاری افسر۔ لاہور اور لاہور سے باہر کشمیری پنڈتوں کے اس مشہور خاندان کے چشم و چراغ جسے فارسی اور اردو ادب سے دلی شغف رہا ہے۔ راجا نریندر ناتھ، رئیس لاہور کے داماد تھے، تقسیم ملک کے باوجود پاکستان میں موجود رہے۔ ایڈیشنل سیکریٹری مالیات کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد بھارت چلے گئے۔ (سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، ص ۸۱)

۶۵: تاج الدین بابا ناگپوری

صوفی بزرگ۔ تاج الاولیا کے خطاب سے مشہور۔ سید بدرالدین کے فرزند، سادات سے تعلق۔ آباؤ اجداد عرب سے آ کر مدراس میں آباد ہوئے۔ بابا صاحب ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوج کی ملازمت اختیار کر لی۔ تلاوت قرآن پاک آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جلد ہی عبادت، ریاضت اور مجاہدہ آپ کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ اس کے بعد ملازمت ترک کر کے قلندرانہ طرز زندگی اپنا لیا۔ آپ کو بڑی شہرت ملی۔ اکثر مشاہیر ہند آپ کی آستان بوسی کو آئے۔ گاندھی نے کئی مرتبہ آپ کے درشن کیے۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مہاراجا کشن پرشاد اور دیگر والیان ریاست بھی زیارت کے لیے آتے رہے۔ علامہ اقبال باوجود خواہش کے ان سے ملنے کے واسطے وقت نہ نکال سکے۔ ۱۷ اگست ۱۹۲۵ء کو بابا کا انتقال ہو گیا۔ کراچی میں آپ کا عرس ہر سال منایا جاتا ہے۔ (اقبال بنام شاد، ص ۲۶۱)

۶۶: تارا چند تارا

لاہور کا اردو شاعر۔ اقبال نے سیالکوٹ سے محمد دین فوق کے نام ایک خط مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۰۸ء میں تارا چند تارا کو سلام روانہ فرمایا تھا۔ تارا چند اردو کا صاحب دیوان شاعر اور شیخ الٰہی بخش رفیق کا شاگرد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دہلی دروازہ میں سوہن حلوہ بیچا کرتا تھا۔ شاعری کا شوق تھا۔ محمد دین فوق نے اپنی کتاب کلام فوق کے صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ لاہور کی انجمن سخن پہلے بھاٹی دروازے میں ہوا کرتی تھی، بعد میں دہلی دروازے ہونے لگی۔ اللہ یار جوگی اور تارا لاہوری اس کے جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ (انوار اقبال، ص ۵۴ تا ۵۶، حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں، ص ۶۰۔۶۱)

۶۷: تھامس کک

انگریز کاروباری۔ تھامس کک ملبورن میں ۲۲ نومبر ۱۸۰۸ء کو پیدا ہوا۔ صرف دس برس کی عمر میں پیٹ بھرنے کی خاطر محنت مزدوری کرنے لگا۔ ۱۸۲۸ء میں بائبل ریڈر مقرر ہو گیا۔ ۱۸۴۱ء میں محکمہ ریلوے میں ملازمت کرنے لگا۔ ۱۸۴۴ء میں مڈلینڈ ریلوے کمپنی شرکت کے ذریعے بنائی۔ کک کا کام کمپنی کو زیادہ سے زیادہ مسافر مہیا کرنا تھا۔ ۱۸۶۰ء کے بعد وہ برطانوی وغیر برطانوی لوگوں کو ریلوے کے ٹکٹ فروخت کرنے لگا۔ ۱۸۸۰ء میں تھامس کک کی کمپنی نے انگلستان اور مصر میں ملٹری ٹرانسپورٹ اور ڈاک کے سلسلے میں خدمات انجام دیں۔ جلد ہی پوری دنیا میں کمپنی کی شاخیں پھیل گئیں۔ تھامس کک ۱۹ جولائی ۱۸۹۲ء کو چل بسا۔ (*The Ency of Britannica*, Vol. 6 p.444)

۶۸: تھامس گورڈن واکر، سر

پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر۔ ۱۴ ستمبر ۱۸۴۹ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام ریورنڈ ہنری واکر تھا۔ ایبرڈین یونی ورسٹی میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد ۱۸۷۲ء میں انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۸۷۲ء سے ۱۸۸۴ء تک لدھیانہ میں سیٹلمنٹ آفیسر جبکہ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء تک رجسٹرار، چیف کورٹ پنجاب، لاہور رہے۔ ۱۸۹۶ء میں ڈپٹی کمشنر بنائے گئے۔ ۱۸۹۸ء میں ڈویژنل جج جبکہ ۱۸۹۸ء میں جج چیف کورٹ پنجاب مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء۔۱۹۰۱ء کے عرصے میں کمشنر دہلی رہے۔ ڈویژن ۔۰۳۔۱۹۰۷ء رکن وائسرائے اور صوبائی قانون ساز اسمبلی رہے۔ ۱۹۰۷ء میں سر ڈینزل ایبٹسن کی جگہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر مقرر کیے گئے۔

۶۹: تصدق حسین خالد

آزاد نظم کے بانیوں میں شامل شاعر۔ بٹالہ، ضلع گورداس پور کے رہنے والے تھے۔ان کے والد میاں کام بخش سرکاری ملازمت کے سلسلے میں پشاور میں مقیم تھے۔۱۹۰۱ء میں تصدق حسین وہیں پیدا ہوئے۔۱۹۱۷ء میں اسلامیہ ہائی اسکول راولپنڈی سے میٹرک کرلیا۔ ۱۹۱۹ء میں گارڈن کالج سے انٹرمیڈیٹ پاس کرلیا۔۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور سے امتیاز کے ساتھ بی اے کی ڈگری پائی۔اس کے بعد کچھ عرصہ بٹالہ کے ہائی اسکول میں انگریزی پڑھاتے رہے۔اسی دوران بیگم سلمیٰ سے آپ کی شادی ہوگئی۔۱۹۲۳ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے ایم اے انگریزی کرلیا۔۲۰۔۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور میں شاعری کا ایک مقابلہ ہوا۔اس میں تصدق حسین خالد کی ایک نظم پر علامہ اقبال نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا: ''اگرچہ یہ نظم باقی نظموں سے بہتر ہے، لیکن اسے انعام نہ دیا جائے، کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے کسی طالب علم نے دوسرے سے لکھوا کر بھیج دی ہے۔''

۱۹۲۳ء میں پنجاب سول سروس کے امتحان میں امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ آپ نے پھر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے پنجاب کے مختلف اضلاع میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۲ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔اسی سال خالد صاحب انگلستان چلے گئے اور بیرسٹری کی ڈگری لے کر واپس آئے۔ وہیں انگریزی شعرا کی تخلیقات کا مطالعہ کیا۔''بلینک ورس'' سے متاثر ہوکر آپ کو آزاد نظم کہنے کا خیال آیا۔ انگلستان ہی میں مولانا حالی پر مقالہ لکھ کر اردو میں پی ایچ ڈی کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں واپس ہندوستان آکر وکالت کرنے لگے۔

(صحیفہ، لاہور، جنوری مارچ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵)

۷۰: تلمذ حسین قاضی

اردو محقق۔ گورکھ پور کے رہنے والے تھے۔اسی شہر کی خاک میں دفن ہوئے۔

ابتدائی تعلیم کا آغاز روایتی انداز میں ہوا۔لیکن بعد میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لے لیا اور وہاں سے کر ایم اے کی ڈگری لی۔ مولانا شبلی نے خطوط میں ان کا کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونی ورسٹی کے دارالترجمہ میں ملازم تھے۔اقبال نے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں ان سے خط کتابت فرمائی تھی۔آپ کی کتب کے نام ہیں۔لسان العصر، ریاض رضوان اور مراۃ المثنوی (اقبال اور بھوپال، ص ۶۸)

۷۱: جماعت علی شاہ، پیر

علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ کی معروف روحانی شخصیت۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید کریم شاہ تھا۔ پیر جماعت علی شاہ ۱۸۴۱ء کو علی پور سیداں میں پیدا ہوئے۔ حافظ شہاب الدین کشمیری سے قرآن پاک حفظ کیا۔ دینی تعلیم مولانا عبدالرشید علی اور مولانا عبدالوہاب امرتسری سے پائی۔ مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے بھی کسب فیض حاصل کیا۔ ان کے علاوہ متعدد علماء و فضلا سے بھی تعلق رہا اور ذہنی ارتقا بنا رہا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ فقیر محمد چورہ شریف کے مرید ہو گئے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ عیسائی مشنریوں، آریہ سماج اور شدھی تحریک کی بھرپور مخالفت کرتے رہے۔ ۳۰ راگست ۱۹۵۱ء کو علی پور سیداں میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۹۹)

۷۲: جمال محمود سیٹھ

مدراس سے تعلق رکھنے والے بین الاقوامی تاجر۔ جاپان، آسٹریلیا، امریکا اور یورپ کے تمام بڑے ممالک میں آپ کا سلسلہ تجارت موجود تھا۔ مدارس میں ہوٹل یوسوٹو کے مالک تھے۔ علامہ اقبال جب لیکچرز دینے مدارس تشریف لے گئے، تو انھوں نے اسی ہوٹل میں قیام فرمایا تھا۔ مسلمان یتیموں اور غریبوں کو تعلیم کی دولت سے سرفراز کرنے کے لیے آپ نے مدرسہ جمالیہ قائم کر رکھا تھا۔ بعد ازاں ایک ادارہ بنایا جو اسلامی علوم و فنون پر سالانہ لیکچروں کا اہتمام کرتا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ کے کاروبار کا سالانہ حجم ایک کروڑ روپے تھا۔ اس کے باوجود بہت سادہ لباس پہنتے تھے۔ (گفتار اقبال، ص ۲۱۹۔۲۲۰)

۷۳: جمعیت سنگھ، ڈاکٹر

لاہور کے ڈاکٹر۔ آپ نے لاہور کے میڈیکل اسکول سے ۱۹۲۰ء میں ایم بی ایس کیا تھا۔ اقبال کی زندگی کی آخری رات جاوید منزل میں ڈاکٹروں کے اس بورڈ میں شامل تھے جس نے شاعر مشرق کا معائنہ کیا تھا۔ (زندہ رود، ص ۶۷۲۔ آل آف آس، نمبر ۷۷۵)

۷۴: جمیل نقوی

صحافی۔ سرسید کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ راس مسعود کو نانا کہتے تھے۔ ابراہیم بیگ ایک زندہ دل صحافی تھے۔ علیگ برادری میں بڑے مقبول تھے۔ ایک بار انھوں نے اپنے ہفتہ وار اخبار کا سرگزشت حالی نمبر شائع کیا۔ اسی نمبر کو جمیل نقوی نے ایڈٹ کیا تھا۔ جمیل نقوی نے

مولانا حالی کے صدسالہ جشن کے موقع پر خیمہ خیمہ جا کر نمبر تقسیم کیا۔ مولوی عبدالحق کے خیمہ میں نمبر دینے گئے تو وہاں کئی لوگ بیٹھے تھے۔ چونکہ یہ لڑکے مولوی صاحب نے انھیں حکم دیا کہ حقہ ٹھنڈا اور چلم بھی بھرکرلاؤ۔ جمیل نے جلسہ کے ایک رضا کار سے حقہ تازہ کرایا اور چلم بھروائی۔، مولوی عبدالحق سرگزشت نمبر کی ورق گردانی کر چکے تھے۔ انھیں اندر بلا لیا۔ مولوی محمد امین زبیری بھی وہیں موجود تھے۔ مولوی صاحب نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ بھئی یہ لڑکا تو ابھی سے اچھا لکھتا ہے۔ اس کے انداز بیان اور زبان سے خاندان کا اثر ظاہر ہے۔ تم اس کی طرف توجہ دو، یہ آگے چل کر اچھا لکھنے لگے گا۔ مگر دیکھو اسے کنبوہ مت بنا لینا۔ جمیل نقوی نے بعدازاں تذکرہ حالی شائع کیا۔ اس کا تعارف مولوی عبدالحق نے لکھا تھا۔ سو روپیہ انعام بھی مرحمت فرمایا۔ صدسالہ جشن میں جمیل صاحب نے ایک مضمون بھی پڑھا تھا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۷)

۷۵: جواہر لال نہرو

کانگریسی لیڈر اور بھارتی وزیراعظم۔ الٰہ آباد کے مشہور وکیل اور کانگریس کے لیڈر موتی لال نہرو کے بیٹے تھے۔ ۱۸۸۹ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ہیرو اور کیمبرج میں اعلیٰ تعلیم پائی۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان واپس آ کر وکالت کرنے لگے۔ جلیانوالہ باغ میں ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے ہندوستانیوں کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد جواہر لال نہرو نے ہندوستان کو آزاد کرانے کا تہیہ کر لیا اور تحریک آزادی میں حصہ لینے لگے۔ کانگریس کے کئی بار صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء کے درمیان کئی بار جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد ۱۹۴۷ء میں بھارت کے پہلے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ (*The Columbia Viking Desk Ency,* P. 1259)

۷۶: جوگندر سنگھ

سیاست داں اور دانشور۔ سکھ گھرانے کی رسول پوریہ شاخ سے تعلق تھا۔ جد اعلیٰ کا نام سبحان سنگھ تھا۔ سردار جوالا سنگھ کے فرزند اور سردار پنجاب سنگھ کا پوتہ تھا۔ ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوا۔ ہندوستان اور انگلستان کے انگریزی اخباروں میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں ریاست پٹیالہ کا وزیر داخلہ مقرر ہوا۔ ۲۶۔۱۹۲۷ء حکومت پنجاب میں وزیر زراعت رہا، ۱۹۲۹ء میں حکومت نے سر کا خطاب دیا۔ انڈین شوگر کمیٹی، انڈین سینڈ ہرسٹ کمیٹی اور انڈین ٹیکس انکوائری کمیٹی میں بطور رکن کام کیا۔ سکھوں میں اسے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کی صدارت کی۔ کونسل آف اسٹیٹ میں خالصہ پنتھ کی نمائندگی کرتا رہا۔ علامہ اقبال سے اس کی گہری

دوستی تھی۔ انگریزی رسالے ایسٹ اینڈ ویسٹ کی ادارت میں سردار امراؤ سنگھ شیر گل اور نواب سر ذوالفقار علی خان کے ساتھ جوگندر سنگھ بھی شریک تھے۔ انگریزی میں کملا اور نورجہاں کتب لکھیں۔ (تذکرہ رؤسا پنجاب، ص۱۷۷۔ اقبال بنام شاد، ص۱۳۰)

۷۷: جہاں آرا شاہ نواز بیگم

خاتون سیاست داں۔ میاں سر محمد شفیع کی دختر۔ اپریل ۱۹۱۱ء میں میاں محمد شاہ نواز بیرسٹر سے شادی ہوئی۔ کوئین مری کالج لاہور میں تعلیم پائی۔ دورانِ تعلیم انگریزی اور اردو زبانوں میں تقریر و تحریر میں ملکہ حاصل کر لیا۔ خواتین کے رسائل تہذیب نسواں اور شریف بی بی میں ان کے مضامین شائع ہوئے تھے۔ مسلم خواتین کی بیداری ان کا مطمع نظر تھا۔ بیگم جہاں آرا واحد مسلم خاتون ہیں جو لندن کی تینوں گول میز کانفرنسوں میں بطور مندوب شریک ہوئیں۔ ۱۹۳۷ء میں پنجاب اسمبلی سے خواتین کی نشست منتخب ہوئیں۔ ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین کمیٹی کی رکن مقرر کی گئیں۔ (مجلّہ اقبال، بزم اقبال، ۱۹۸۸ء)۔ (تحریک پاکستان: گولڈ میڈل، شعبہ تحریک پاکستان، محکمہ اطلاعات وثقافت، حکومت پنجاب، ۱۹۸۸ء)

۷۸: جیمز یوئنگ ریورنڈ ڈاکٹر

ماہر تعلیم۔ ۱۸۸۹ء میں فارمین کرسچن کالج، لاہور سے بطور پروفیسر اور پرنسپل منسلک ہوئے۔ ۱۹۱۷ء تک کالج کے پرنسپل رہے۔ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۷ء تک پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر بنائے گئے۔ ان کے دور میں فارمن کرسچن کالج میں انگریزی ریاضی، تاریخ اور کیمیا کی ایم اے کی جماعتوں کا اجرا ہوا۔ سر عبدالقادر ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ یوئینگ صاحب غیر معمولی طور پر ذہین اور طباع تھے۔ قدرت نے انھیں شکل وصورت بھی عطا کی تھی۔ پنجاب کی تعلیمی ترقی میں ان کی کوششوں کا خاص حصہ ہے۔ ۱۹۲۲ء میں امریکا چلے گئے، ۱۹۲۵ء میں وہیں خدا کو پیارے ہو گئے۔ (میگزین فولیو، فارمین کرسچن کالج، ۱۹۶۴ء، ص۱۷۔ محمد حنیف شاہد، مقالات عبدالقادر، ص۶۰۔ تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص۱۱۴)

۷۹: جیوفری فٹز بروے دی مانٹ مورنسی، سر

(Sir Geoffrey Fitzbervey De Montmorency)

پنجاب کے گورنر۔ آپ ۲۳/اگست ۱۸۷۶ء کو برطانیہ میں جنم لیا۔ آپ کے والد کا نام وین ڈبلیو مانٹ مورنسی تھا۔ ہاروے اور پیمبروک کالج، کیمبرج میں تعلیم پائی۔ ۱۸۹۹ء میں انڈین سول سروس میں

شامل ہو گئے۔ اسسٹنٹ Colonization آفیسر چناب کالونی تعینات کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۵ء میں جہلم کالونی اور ۱۹۰۶ء میں دوبارہ چناب کالونی کے Colonization آفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں ضلع لائل پور کے ڈپٹی کمشنر اور ۱۹۰۹ء میں چناب کالونی کے سیٹلمنٹ آفیسر بنے۔ ۱۹۱۱ء میں جونیئر سیکریٹری آف فائننشل کمشنر بنائے گئے۔ پرسنل اسسٹنٹ ٹو چیف کمشنر، دہلی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۷ء تک رہے۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۰ء تک ضلع لائل پور کے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ ۲۰۔۱۹۲۱ء میں حکومت ہند کے ڈپٹی سیکریٹری تھے۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلز کے دورہ ہندوستان کے موقع پر ان کے چیف سیکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک وائسرائے ہند کے پرائیویٹ سیکریٹری رہے۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک پنجاب ایگزیکٹیو کونسل کے رکن کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک پنجاب کے گورنر رہے۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۵ء کو چل بسے۔ (نجار جلد دوم، ص ۱۴۔ ۱۴۵)

۸۰: چارلس رو، سر (Charles Roe, Sir)

ماہر تعلیم اور ماہر قانون۔ ان کے والد کا نام جان ڈمی رو تھا۔ چارلس رو نے مرٹن کالج، آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم پائی۔ ۱۸۶۳ء میں پنجاب سول سروس میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۸۹۸ء میں ریٹائر ہو گئے۔ اس دوران پنجاب چیف کورٹ کے چیف جج اور پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ ۱۸۹۷ء میں انھیں سر کا خطاب ملا۔ (ڈکشنری آف انڈین بائیو گرافی، ص ۳۶۳)

۸۱: چھتاری نواب

یوپی کے رہنما۔ اصل نام نواب محمد احمد سعید خان۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونی ورسٹی سے تعلیم پائی۔ ۲۲۔۱۹۲۳ء میں بلند شہر سے ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئر مین منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں آل انڈیا راجپوت کانفرنس کے صدر مقرر ہوئے۔ ۲۰۔۱۹۲۵ء رکن یوپی لیجس لیٹو کونسل رہے۔ ۲۳۔۱۹۲۵ء میں وزیر صنعت وزراعت کی حیثیت سے کام کیا۔ ۲۶۔۱۹۳۳ء ہوم ممبر رہے۔ یوپی جون۔ اگست ۱۹۲۸ء میں صوبہ یوپی کے قائم مقام گورنر بنائے گئے۔ اس کے بعد ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۴ء تک گورنر رہے۔ پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے بعد یونینسٹ پارٹی کی طرز پر نیشنل ایگریکلچرسٹ پارٹی قائم کی تا کہ ۱۹۳۷ء کے انتخاب میں حصہ لیں سکیں۔ اپریل۔ جون ۱۹۳۷ء یوپی کے وزیر اعلیٰ ریاست حیدر آباد دکن کی حکومت میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک کیا۔ پرو وائس چانسلر رہے۔ اس کے بعد مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ......۱۹۵۲ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۰ء، چانسلر ۶۶۔۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۰ء۔

انگریز حکومت نے مختلف خطابات عطا کیے۔ مثلاً ۱۹۱۸ء میں ایم بی ای، ۱۹۲۸ء کے سی آئی اے اور ۱۹۳۳ء میں کے سی ایس آئی۔ مگر جب مسلم لیگ نے ترک خطابات کی تحریک چلائی، تو اس

کی حمایت میں تمام خطابات واپس کر دیے۔آپ نے ۶ جنوری ۱۹۸۲ء کو علی گڑھ میں وفات پائی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے نواب راحت سید چھتاری حکومت پاکستان کے محکمہ خارجہ میں ذمہ دار عہدہ دار پر فائز رہے۔ پاکستان کے سفیر بھی رہ چکے ہیں۔(اخبار جہاں، کراچی ۱۸۔۲۲ جنوری ۱۹۸۷ء دید و شنید، ص ۳۴۰، شریف المجاہد، ص ۶۷۵)

۸۲: چھوٹو رام، سر

پنجاب کے وزیر اعلیٰ۔۱۸۸۱ء میں ایک ہندو جاٹ کسان کے گھر ضلع روہتک میں پیدا ہوئے۔ غریب خاندان سے تعلق تھا لہٰذا ابتدائی زندگی میں بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بی اے کرنے کے بعد وکالت کی تعلیم حاصل کی۔شروع شروع میں آگرہ میں وکالت کی، پھر ۱۹۱۲ء میں روہتک چلے آئے۔اس کے بعد وہ مقامی سیاست اور فروغ تعلیم میں حصہ لینے لگے۔کئی اسکول قائم کیے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ میں انھوں نے کئی مفید کام کیے اور اس طرح ہر دلعزیز ہو گئے۔چودھری لال چند کی ایک انتخابی عذرداری کے نتیجے میں وزارت اعلیٰ سے مستعفی ہو گئے۔اس کے بعد لوگوں اور میاں فضل حسین نے گورنر سے کہہ کر نومبر ۱۹۲۴ء میں چھوٹو رام کو وزارت کے منصب پر فائز کرا دیا۔آپ نے میاں فضل حسین کے ساتھ مل کر ایک سیاسی جماعت یونینسٹ پارٹی قائم کی تھی۔شہری اور دیہی تفریق کے بہت بڑے حامی اور صاف گو انسان تھے۔میاں فضل حسین کی وفات کے بعد یونینسٹ پارٹی کے لیڈر چھوٹو رام قرار ہی پائے۔۱۹۳۷ء میں جب مذکورہ پارٹی پنجاب میں برسر اقتدار آئی تو چھوٹو رام وزیر ڈیویلپمنٹ اور پھر مدت تک وزیر ریونیو رہے۔(اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۹۵۔نجار جلد سوم، ص ۱۹۲)

۸۳: حاکم علی مولوی

ماہر تعلیم۔مولوی صاحب کے آباؤ اجداد سکھ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔۱۸۸۷ء میں ان کا گھرانہ مسلمان ہو گیا۔حاکم علی ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔انھوں نے ۱۸۸۹ء میں مشن کالج لاہور سے بی اے کیا۔۱۸۹۱ء میں اسی کالج میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔مئی ۱۸۹۸ء میں اسلامیہ کالج، لاہور میں پروفیسر اور بعد میں پرنسپل بنائے گئے۔۱۹۲۸ء لاہور میں وفات پائی۔ (سید سلطان محمود چشتی، تذکار محمود، ص ۸۸)

۸۴: حبیب الرحمٰن خان شروانی

یو پی کے خاندانی رئیس اور جاگیردار۔ان کے والد کا نام، محمد تقی خان، دادا کا نام، خان زمان خان جبکہ پردادا کا نام داؤد خان تھا۔۵ جنوری ۱۸۶۷ء کو بھیکن پور میں پیدا ہوئے۔چھوٹی عمر میں

ریاست رام پور چلے گئے اور وہاں مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ ۱۸۹۱ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے علی گڑھ یونی ورسٹی آئے اور مولوی عطف اللہ کے شاگرد ہوئے۔ ۱۸۹۳ء تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد گھر آ کر ریاست کے معاملات سے آگاہی حاصل کرنے لگے۔ والد کی وفات (۲۸ جون ۱۹۰۵ء) کے بعد بھائی کے ساتھ مل کر ریاست کا کام سنبھالا۔ ۱۸۹۰ء میں سر سید احمد خان سے ملاقات ہوئی۔ آپ ان کی تحریک سے متاثر ہوئے۔ سر سید کی خواہش پر آپ ۳۰ جنوری ۱۸۹۷ء کو علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی بن گئے۔ سر سید کی تنظیم آل انڈیا محمڈن ایجوکیشن کانفرنس سے ۱۸۹۰ء تا ۱۹۵۰ء تک تعلق رہا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۵۰ء تک اس کے سیکریٹری رہے۔ آپ ایک صاحب طرز ادیب تھے۔ اور اردو و فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ شروانی صاحب نے ایک عمر پا کر ۱۱ راگست ۱۹۵۰ء کو علی گڑھ میں وفات پائی۔ علامہ شبلی نعمانی جیسے بلند پایہ عالم اور نقاد بھی ان کا لوہا مانتے تھے۔ (صدر یار جنگ، کراچی)

۸۵: حبیب اللہ خان، امیر

افغانستان کے حاکم۔ عبدالرحمٰن کی وفات، ۳ راکتوبر ۱۹۰۱ء کے بعد افغانستان کے حکمران بن گئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی دعوت پر لاہور آئے اور ۱۹۰۷ء میں ریلوے روڈ پر اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ انھی کے نام پر کالج ہال کا نام حبیبہ ہال رکھا۔ فروری ۱۹۱۹ء جلال آباد میں قتل کر دیے گئے۔ (اقبال بنام شاد، ص ۲۴۸)

۸۶: حجاب امتیاز علی

اردو افسانہ نگار۔ سید محمد اسمٰعیل کی دختر۔ سینٹ تھامس کانونٹ، مدارس میں زیر تعلیم تھی۔ ۱۹۲۸ء کے موسم سرما میں اقبال مدراس تشریف لائے تو مدراس سے ایک اسٹیشن پہلے حجاب اپنے والد سید محمد اسمٰعیل کے ہمراہ آپ سے ملنے آئی۔ وہ پھر سے مدراس تک اقبال کی شریک سفر رہی۔ حجاب کو اقبال سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا، کیوں کہ اسے آپ کی نظمیں بہت پسند تھیں۔ جب لوگوں نے مدراس اسٹیشن پر اقبال کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے تو انھوں نے بہت سے ہار حجاب کے گلے میں بھی ڈال دیے۔ اسی روز سوا آٹھ بجے ڈیان جیلبز ہوٹل میں دعوت کا اہتمام کیا گیا، تو اس میں بھی باپ بیٹی موجود تھے۔ کمرہ طعام میں اقبال نے سیدھے ہاتھ کی کرسی کھینچتے ہوئے حجاب کو فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ حجاب کی شادی مولوی ممتاز علی کے صاحبزادے امتیاز علی تاج سے ہوئی۔ ۱۸ مارچ ۱۹۹۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔ (اقبال درون خانہ، ص ۱۸۹۔۱۹۰)

۸۷: حسن امام سید جسٹس

بنگال سے تعلق رکھنے والے نامور قانون دان اور سیاسی رہنما۔ شمس العلماء، امداد امام اثر کے صاحبزادے اور سر سید علی امام کے چھوٹے بھائی۔ ۳۱/اگست ۱۸۷۱ء کو نیورہ، ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے پائی۔ پھر اسکول میں داخلہ لیا مگر صحت کی خرابی کے سبب تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ جولائی ۱۸۸۹ء میں حصول تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں مڈل ٹیمپل سے بیرسٹری پاس کر لی۔ اسی سال وطن لوٹے اور کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرنے گے۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک کلکتہ ہائی کورٹ میں جج رہے۔ بحیثیت جج کئی فیصلے کر کے شہرت حاصل کی۔ ججی کے دوران چند انگریز آئی سی ایس آفیسروں کے خلاف نہایت سخت فیصلے صادر کیے اور ساتھ تادیبی ان کے خلاف کارروائیوں کے احکام بھی جاری کیے۔ ان وجہ کے باعث بنگال، بہار اور اڑیسہ کے انگریز حکام ان کے مخالف ہو گئے۔

مارچ ۱۹۱۶ء میں آپ کا تبادلہ کلکتہ ہائی کورٹ سے پٹنہ ہائی کورٹ ہونے لگا، تو لیفٹیننٹ گورنر بہار و اڑیسہ نے اس کی سخت مخالفت کر دی۔ اس وجہ سے ان کا تبادلہ نہ ہو سکا۔ سید حسن امام نے فوراً استعفیٰ دے دیا۔ وہ پھر اس دن سے پٹنہ ہائی کورٹ میں بیرسٹری کرنے لگے، اتفاق سے اسی روز ہائی کورٹ قائم ہوا تھا۔ بحیثیت رکن ٹکاری بورڈ آف ٹرسٹیز آپ نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے چند منصوبے شروع کیے۔ علی گڑھ کالج کے بھی ٹرسٹی تھے۔ ۱۹۰۸ء میں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۰۹ء میں بہار کانگریس کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ ہوم رول کی تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ مسز بیسنٹ کے بڑے ہمدرد تھے۔ ۱۹۱۸ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ بمبئی کی صدارت فرمائی۔ آپ کانگریس کے رکن تھے، لیکن اس کی ہنگامہ خیز تحریکوں سے الگ رہے۔ تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں بہار و اڑیسہ لیجس لیٹو کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۹/اپریل ۱۹۳۳ء کو انتقال فرما گئے۔ مشہور بیرسٹر سید علی امام آپ کے بڑے بھائی تھے۔ (خدا بخش جرنل، ۵۰، ۵۱، ص ۴۶۴۔ ۴۶۸۔ دید و شنید، ص ۲۲۵)

۸۸: حسن دین شہید

خانہ خدا پر جان نچھاور کرنے والے لاہور کے مجاہد۔ حسن دین کے والد، مولا بخش ۷-۱۹۰۶ء میں انبالہ سے ترک وطن کر کے لاہور آئے اور سقہ گری کا کام شروع کر دیا۔ ۱۹۱۱ء میں حسن دین پیدا ہوا۔ وہ نوجوان ہوئے تو اپنے بھائی کے پاس آہن گری کا کام کرنے لگے۔ شادی

ہوئی، تو مصری شاہ میں اپنے سسرال کے ہاں رہنے لگا۔ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء کو سکھوں نے مسجد شہید گنج شہید کر دی۔ اس پر لاہور کے مسلمانوں میں ہیجان عظیم پیدا ہو گیا۔ پنجاب کے تمام مسلمان اس دلدوز واقعہ سے متاثر ہوئے۔ اب بچہ، بوڑھا، جوان، غرض ہر عمر کا مسلمان کچھ کر گزرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ ان میں حسن دین بھی شامل تھا جس کی عمر ۲۴ سال کی تھی۔ ان نوجوانوں کے نزدیک جو خانہ خدا کی بے حرمتی مسلمانوں اور اسلام کی توہین تھی لہٰذا وہ انتقام لینے کے لیے بے تاب تھے۔ اس سال نومبر کے ابتدائی ایام کا ذکر ہے، حسن دین ایک خواب سے پریشان اور بے تاب ہو کر کلہاڑی ہاتھ میں لیے گھر سے نکلا۔ اس نے پھر مصری شاہ میں دوراہگیر سکھوں پر حملہ کر دیا۔ ایک تو زخمی ہو کر بچ گیا، دوسرا مارا گیا۔ حسن دین گرفتار کر لیا گیا۔ سزائے موت کا حکم ہوا۔ ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کو اُسے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ غازی علم دین شہید کے مزار کے قریب ہی حسن دین شہید کا مزار واقع ہے۔ (نقوش، لاہور، نمبر ۴۳۶)

۸۹: حسن نظامی خواجہ

اردو کے ممتاز ادیب وصحافی۔ اصل نام سید علی حسن تھا، والد کا نام عاشق علی جبکہ دادا کا نام امیر حسین علی تھا۔ درگاہ دہلی میں ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہمشیر زادہ تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے دینی تعلیم پائی۔ حسن نظامی ایک باعمل صوفی، اعلیٰ درجے کے خطیب، صاحب طرز ادیب اور بلند پایہ صحافی تھے۔ صحافتی زندگی کا آغاز روزنامہ رعیت سے ہوا۔ متعدد اخبارات جاری کیے۔ مثلاً منادی، توحید، خطیب۔ غدر دہلی کے افسانے اور بیگمات کے آنسو ان کی دو مشہور تصنیفات ہیں۔ ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء کو فانی دنیا سے چل بسے (منادی، دہلی، ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء اوراق گم گشتہ، ص ۱۱)

۹۰: حسین احمد مدنی

ممتاز عالم دین اور مسلم رہنما۔ بانگر مئو ضلع اناؤ میں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں طویل عرصہ تک قرآن وحدیث کا درس دیا۔ بعد ازاں ہندوستان آ کر دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ انھیں صدر مدرس بھی مقرر کیا گیا۔ ہند کی سیاست میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کے علم وفضل، تقدس وسعت نظر اور تقویٰ کے سبھی لوگ قائل تھے۔ آپ ایک مایہ ناز محدث تھے۔ ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو انتقال ہو گیا دیوبند میں دفن کیے گئے۔ (دید و شنید، ص ۹۴۔ مطالعہ تلمیحات و اشارات اقبال، ص ۴۵۲)

۹۱: حفیظ جالندھری

ترانہ پاکستان کے خالق، شاہنامہ اسلام کے مصنف اور مشہور شاعر۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شمس الدین خان چوہان جبکہ دادا کا مہرالدین خان رانا چوہان تھا۔ چھ جماعتوں تک مختلف اسکولوں میں تعلیم پائی، ساتویں جماعت میں زیرِ تعلیم تھے کہ تعلیم سے جی اچاٹ ہوگیا۔ شاعری کے شوق نے بھی انھیں اسکول سے فرار پر مجبور کردیا۔ شاعری میں مولانا گرامی سے اصلاح لی۔ شاعری کے ساتھ صحافت بھی جاری رہی۔ تہذیب نسواں، پھول، ہزار داستان، نونہال، تبلیغ اور مخزن جیسے رسائل میں کام کیا۔ افواج پاکستان سے بھی منسلک رہے۔ اولاد سے محروم تھے۔ ان کا مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے۔ وفات لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء (قومی زبان، کراچی، جولائی ۱۹۸۳ء، ص ۳۲)

۹۲: حمیداللہ بیگ، ڈاکٹر

مسلمان ڈاکٹر۔ ۱۸۸۴ء کو جالندھر میں مرزا قطب الدین بیگ کے گھر جنم لیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۵۵ء کو لاہور میں وفات پائی اور جہلم میں دفن ہوئے۔ جالندھر سے انٹرنس کی ڈگری لی۔ پھر ایک سال میں پٹواری کا کورس بھی کرلیا۔ اس کے بعد لاہور چلے آئے اور میڈیکل اسکول میں داخلہ لیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی کالج میں دو برس تک اناٹومی کے ڈیمانسٹریٹر رہے۔ ۱۹۱۰ء میں مینٹل ہسپتال سے وابستہ ہوگئے۔ جالندھر میں اپنی پریکٹس شروع کردی۔ ۳۲۔۱۹۴۰ء تک کنٹونمنٹ بورڈ کے وائس چیئرمین رہے۔ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے انتخابات میں حصہ لیا۔ مقابلے میں مسلم لیگ کے ملک برکت علی تھے۔ اقبال چاہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب مقابلے سے دستبردار ہوجائیں، لیکن انھوں نے انکار کردیا۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ اگلے برس جالندھر مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ انھوں نے ایک جالندھر سے عیدمیلادالنبی کا جلوس نکالا۔ اس جلوس کے مہمان خصوصی علامہ صاحب تھے۔ (خلیق مرزا، پسر حمید اللہ بیگ، وارث روڈ، لاہور سے حالات زندگی قلمبند کیے گئے۔ اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۶۲)

۹۳: حمیداللہ خان، نواب

بھوپال کے نواب اور مسلم رہنما۔ بھوپال کی چوتھی خاتون فرمان روا، نواب سلطان جہاں کے سب سے چھوٹے صاحبزادے۔ آپ نے علی گڑھ کالج سے بی اے کیا۔ قانون میں داخلہ لیا تھا، لیکن تکمیل نہ کرسکے۔ بھوپال واپس آئے تو علمی مجالس کی صدارت انھیں سونپ دی گئی۔ اس دور کی تمام

بڑی سیاسی و علمی شخصیات سے آپ کے ذاتی مراسم تھے۔ کھیلوں کے شائق اور پولو کے بہترین کھلاڑی تھے۔ ۱۹۲۶ء میں تخت پر بیٹھے۔ ۱۹۴۹ء تک بھوپال کے حکمران رہے۔ اس دوران مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے چانسلر اور دو مرتبہ ایوان روسائے ہند کے چانسلر منتخب ہوئے۔ پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ علامہ اقبال ان کے بڑے مداح تھے۔ آپ ہی نے یکم جون ۱۹۳۵ء سے اقبال کو پانچ سو روپے ماہوار وظیفہ دینا شروع کیا تھا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۴۷۔۱۷۔۷۲)

۹۴: ارشد خاتون

خاتون ادیبہ۔ مولانا ارشد تھانوی کی بیگم۔ بھوپال کی رہائشی تھیں۔ اپنے خاوند کے دوش بدوش اصلاحی اور تعمیری مضامین لکھتی تھیں۔ ۱۹۳۳ء آپ نے ایک رسالہ بانو جاری کیا۔ غالباً ۱۹۱۸ء میں جواب شکوہ کے ایک بند پر انھوں نے اعتراض کرتے ہوئے علامہ اقبال کی توجہ اس طرف دلائی تھی۔ حضرت علامہ نے نہ صرف ان کے خط کا جواب دیا بلکہ زیر بحث بند میں تبدیلی بھی کر دی۔ ۱۹۷۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۶۵۔۳۶۹)

۹۵: خاقان حسین، چودھری

شاعر مشرق کے پرستار۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے فارغ التحصیل۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۷ء تک اپنے چچا، علی حیدر عباسی (وزیر صیغہ سیاسی ریاست بھوپال) کے ہاں قیام کیا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب خاقان حسین کی ملاقاتیں ریاض منزل میں اقبال سے ہوتی رہیں۔ راس مسعود سے ان کے خاندانی تعلقات تھے۔ اس لیے خاقان صاحب ریاض منزل برابر جاتے آتے رہے تھے۔ ریاض منزل میں اکثر رات کا کھانا کھانے کے بعد اقبال کے کمرے میں احباب جمع ہو جاتے۔ پھر دس گیارہ بجے تک اقبال کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ انھی میں یہ بھی شامل ہوتے۔ خاقان حسین کے والد کا نام معظم رسول صدیقی تھا۔ خاقان حسین کی پھوپھی مہ جبین خمار بھوپال کی ممتاز شاعرہ تھیں۔ وہ بھی اقبال کی پرستار تھیں۔ خاقان حسین چودہ برس درج ذیل آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم تھے، جب اپنے والد کے ساتھ اقبال سے ملنے شیش محل گئے تھے۔ اس ملاقات میں صدیقی صاحب نے اپنی چھوٹی بہن خمار کی ایک نظم اقبال کو سنائی تھی۔ اس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

نظامت عقل کارفرما جہاں کے نظم و نسق کے اندر
تمام عالم کی حکمرانی اسی کے سیف و ورق کے اندر

علامہ صاحب نے نظم پسند فرمائی اور فرمایا کہ شاعرہ کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ آگے چل کر بلند مقام حاصل کرے گی۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۲۹۷۔۳۰۲)

۹۶: خالد شیلڈرک

برطانیہ کے نومسلم۔ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔ نومبر ۱۹۳۳ء میں پہلی بار ہندوستان آئے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء کو حیدر آباد کا دورہ کیا۔ لاہور بھی تشریف لائے۔ انھوں نے زمیندار اخبار کے مدیر کے ہاں قیام کیا تھا۔ شیلڈرک انگلستان میں بہ مقام سرے میں پیدا ہوئے۔ چرچ کے کاموں میں سرگرم حصہ لیا۔ اس سلسلے میں بچپن میں انھیں انعام بھی ملا۔ بڑے ہو کر پادری بننا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں مختلف مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا۔ فطری مذہب، اسلام اور اس کی حقانیت سے بہت متاثر ہوئے۔ آخر ۱۹۰۳ء میں اسلام قبول کر لیا۔ ۱۹۱۶ء میں جب خواجہ کمال الدین پہلی بار انگلستان پہنچے تو خالد صاحب نے ان کی بڑی مدد فرمائی۔ پیرس میں ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر حکومت فرانس نے انھیں خصوصی طور پر مدعو کیا۔ ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن، لندن کے صدر رہے۔ (*The Muslim Reviews*, Dec. 1932 P=60)

۹۷: خلیل اللہ خاں محمد

علامہ اقبال کے ساتھی۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ سر راس مسعود کی سفارش پر ۱۹۳۳ء کے بعد بھوپال حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال سے بھوپال میں آپ کی پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ ان دنوں تحصیل دار تھے۔ راس مسعود نے ان سے کہا: علامہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی خبر گیری کیجیے۔ چنانچہ یہ اکثر شام کو اقبال کی خدمت میں حاضر خدمت ہوتے۔ تب مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی۔ کبھی شاعری کے اعلیٰ مقاصد پر، کبھی ملکی اور بین الاقوامی سیاست، کبھی مسلم قوم کی زبوں حالی اور کبھی ملت اسلامیہ کی فلاح و ترقی پر۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۲۹۳)

۹۸: خلیل خالد

ان کا تعلق ترکی سے تھا۔ آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں استنبول یونی ورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے تعلیم دینے لگے۔ اقبال نے ان سے خط کتابت کی تھی۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۳۴۰)

۹۹: خوشی محمد ناظر

اردو شاعر۔ موضع ہریا والا ضلع گجرات کے رہائشی تھے۔ چودھری مولا داد کے گھر ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے دیہات کے سرکاری مدرسے میں پائی۔ ۱۸۹۳ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے کی ڈگری لی۔ حصول تعلیم کے بعد ریاست کشمیر میں اعلیٰ عہدے پر فائز

رہے۔ وہی مفرح القلوب کے نام سے ایک مجلس کی بنیاد رکھی، جو کشمیر کے مختلف باغوں میں شعرو شاعری کی محافل منعقد کرتی تھی۔ یہ مجلس ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۶ء تک سرگرم عمل رہی۔ اسی زمانے میں اپنی مشہور نظم 'جوگی' لکھی۔ اپنے دور کے معروف شاعر تھے۔ بعارضہ فالج یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء کو چک جھمرہ ضلع لائل پور میں وفات پا گئے۔ (یاد رفتگان، ص ۳۱۵۔۳۱۷۔ ملفوظات اقبال، ص ۳۲۰)

۱۰۰: دیدار علی، مولانا

لاہور کے ایک عالم۔ سلطان ابن مسعود کی مخالفت میں پنجاب میں ۲۶۔۱۹۲۵ء میں ایک تنظیم حزب الاحناف قائم ہوئی تھی۔ دیدار علی خطیب مسجد وزیر خان، لاہور اسی کے صدر قرار پائے۔ دیدار علی اپنے عقائد میں بہت راسخ تھے۔ اس زمانے میں چونکہ سلطان ابن مسعود کی زبردست مخالفت اور موافقت ہو رہی تھی لہٰذا لاہور میں تکفیر کا اچھا خاصا اکھاڑا قائم ہو گیا۔ حزب الاحناف کے نزدیک ہر وہابی کافر قرار پایا۔ (اقبال کے حضور، ص ۲۵۹)

۱۰۱: دین محمد منشی

اردو صحافی اور ادیب۔ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی فتح دین بسمل نے پنجاب پنچ کے نام سے ایک ظریفانہ اخبار جاری کیا تھا اور ۱۹۱۵ء کے قریب میونسپل گزٹ نامی اخبار نکلا۔ منشی دین محمد نے نجی طور پر اساتذہ سے تعلیم پائی۔ ۱۸۹۳ء میں اپنے والد کا اخبار اور مطبع چلانے لگے۔ اخبار کا نام پنجاب پنچ سے بدل کر صدائے ہند رکھ دیا۔ پنجاب میں سب سے پہلا عید کارڈ اسی نے جاری کیا تھا۔ صدائے ہند کے دفتر میں مشاعرے بھی ہوتے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں مشاعرہ کے نام سے ایک ماہوار گلدستہ جاری بھی کیا۔ ایک ناول دوستی کے بھی خالق ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں جو دربار تاج پوشی منعقد ہوا تھا، اس کی تاریخ رقم فرمائی۔ ۱۹۳۵ء میں منشی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

(اقبال بنام شاد، ص ۲۲۳، سرگزشت عبدالمجید سالک، ص ۳۸۷، یادگار دربار، مولوی فیروز الدین، لاہور ۱۹۱۳ء حصہ دوم، ص ۶۶)

۱۰۲: ڈیوک پکھتال

برطانیہ کے مشہور نومسلم انگریز۔ نماز روزے کی بہت پابندی کرتے تھے۔ انگریزی کے بلند پایہ انشا پرداز کا مرتبہ پایا۔ مدتوں مصر اور ترکی میں رہے اور وہیں اسلام قبول کر لیا۔ ۱۹۲۰ء میں لندن کے اسلامی جماعت خانے میں سید سلیمان ندوی جمعہ کی نماز میں ان سے اکثر ملا کرتے تھے۔ بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر ہو کر ہندوستان تشریف لائے۔ ترکی اور عربی بولنا اور لکھنا جانتے تھے۔ ترکوں کی

حمایت میں جنگ طرابلس کے دوران کچھ رسائل لکھے تھے۔ ۱۹۲۷ء کے لگ بھگ حیدر آباد دکن میں چادر گھاٹ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور وہاں کی ہول سروس کے اتالیق مقرر ہوگئے۔

قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ شروع کر دیا۔ حیدر آباد کی مالی امداد سے مصر جا کر ترجمہ مکمل کیا بعدازاں اور شائع ہوا۔ حیدر آباد دکن سے ۱۹۲۷ء میں ایک انگریزی ماہوار رسالہ اسلامک کلچر جاری کیا۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں وفات پا گئے۔ (یاد رفتگان، ص ۱۷۱)

۱۰۳: ذکاء الدین خاں

بستی دانش منداں، جالندھر کے رہائشی تھے۔ اقبال کے عزیز دوستوں میں شامل تھے۔ جنوری ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوگیا۔ (انوار اقبال، ص ۱۰۲)

۱۰۴: زمان خان مہدی ملک، خان بہادر

مسلم رہنما۔ اقبال زمان خان کی تنظیمی قابلیت پر بہت اعتماد رکھتے ہیں۔ آبائی وطن بھرت پور تھا۔ یہ مضافات شاہ آباد، ضلع کرنال میں واقع ہے۔ علی گڑھ کالج میں تعلیم پائی۔ ان کا شمار علی گڑھ کے دور اولی کے بہترین تعلیم یافتہ طلبہ میں ہوتا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور حسرت موہانی وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ حصول تعلیم کے بعد پنجاب میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچ کر سبکدوش ہوگئے۔ پنشن لینے کے بعد پنجاب لیجس لیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں مقیم رہے۔ ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان کے موقع پر ترکوں کی مدد کے لیے چندہ جمع کر کے ہندوستان کی مرکزی انجمن کو روانہ فرمایا۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس کے موقع پر بھی اُسے کثیر رقم دیا کرتے تھے۔

اقبال کے ایما سے مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ بعدازاں پنجاب مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ یونینسٹ پارٹی کی شدید مخالفت کے باوجود ملک برکت علی اور خان غلام رسول خان کے ساتھ انھوں نے بھی پنجاب میں مسلم لیگ کا نام زندہ رکھا۔ چونکہ اقبال کی صحت بتدریج خراب رہی تھی، اسی لیے انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ زمان مہدی خان کو ان کی جگہ پارلیمنٹری بورڈ کا صدر منتخب کر لیا جائے۔ تاہم ارکان نے آپ سے اختلاف کیا اور علامہ صاحب ہی صدر رہے۔ البتہ خان صاحب کو کا نائب صدر منتخب کر لیا گیا۔ (اقبال کے حضور، ص ۲۷۶۔ اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۲۹۔۳۳۲)

۱۰۵: ذوالفقار علی خاں، نواب سر

مسلم رہنما اور معلم۔ اقبال کے مخلص اور بے تکلف دوست تھے، دبلے پتلے اور متین و سنجیدہ

انسان تھے۔ مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد کا نام نواب غلام محمد خان تھا۔ ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ایچی سن کالج لاہور میں پائی۔ گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۸۹۷ء میں ایف اے کرنے کے بعد یورپ چلے گئے۔ کچھ عرصہ پیرس میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد کیمبرج یونی ورسٹی میں تقریباً تین سال تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۰۰ء میں ہندوستان واپس آ کر لاہور کو مستقر بلا لیا۔ اقبال نے ان کی قیام گاہ کا نام زرفشاں رکھا تھا۔ ۱۹۰۹ء میں امپریل لجس لیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ عرصہ دراز تک پنجاب یونی ورسٹی کے فیلو اور پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر رہے۔ کئی برس انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر کی حیثیت سے کام کیا۔ زرفشاں میں ان کے بچوں کو چودھری محمد حسین پڑھایا کرتے تھے، وہیں وہ پہلی بار اقبال سے متعارف ہوئے۔ رشید علی خان اور خورشید علی خان ان کے فرزند تھے، لاہور میں رہ کر ساری عمر مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۳ء کو وفات پائی اور مالیر کوٹلہ میں دفن ہوئے۔ اقبال سے متعلق آپ نے انگریزی میں ایک کتاب *A Voice From The The East* بھی تحریر فرمائی جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی۔ (گفتار اقبال۔ اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں۔ اقبال بنام شاد)

۱۰۶: رابندر ناتھ ٹیگور، ڈاکٹر سر

بنگال کے نوبل انعام یافتہ ادیب۔ ٹیگور خاندان سے تعلق بنگال کے ممتاز علمی و ادبی گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ والد کا نام ہرشی دیوندر ناتھ ٹیگور تھا۔ ۱۸۶۱ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ گھر پر مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ اساتذہ اور بڑے بھائیوں کی توجہ سے آپ نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ طبعی رجحان نظم، موسیقی، اداکاری اور مصوری کی طرف زیادہ تھا۔ اسی لیے ان فنون میں خاص ملکہ پایا۔ چودہ برس کی عمر میں والیک نام سے ایک اوپیرا تخلیق کر ڈالا۔ سترہ برس کی عمر میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے انگلستان چلے گئے۔ وہاں چند ماہ تک انگریزی ادبیات کا مطالعہ کیا۔ ایک برس بعد گھر لوٹ آئے۔ بعد ازاں دوسری بار انگلستان گئے۔ اس دوران بیوی کی موت کے چند ماہ لڑکی بھی سِل کی نذر ہوگئی۔ پھر سے چھوٹا لڑکا ہیضہ کا شکار ہوگیا۔ ان اموات کے صدمے نے ٹیگور پر گہرا اثر ڈالا۔ غم واندوہ کی اسی حالت میں معرکہ آرا نظم گیتا نجلی لکھی۔ چونکہ صحت بگڑ گئی تھی لہٰذا علاج کے لیے انگلستان چلے گئے۔ وہاں چند تصنیفات کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۱۳ء میں ادب کا نوبل انعام مل گیا۔ دسمبر ۱۹۱۳ء میں کلکتہ یونی ورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر آف

لٹریچر کی اعزازی ڈگری عطا کی۔حکومت نے سر کا خطاب دیا۔ ٹیگور نے متعدد کتب لکھیں۔ شنکتلا ان کا بہترین ڈراما ہے۔ بنگالی ڈراموں کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش سمجھی جاتی ہیں۔وفات ۱۹۴۱ء۔(نور الٰہی، محمد عمر، ناٹک ساگر)

۱۰۷: رادھا کرشن ڈاکٹر

بھارت کے صدر اور فلسفی۔۵ ستمبر ۱۸۸۸ء کو مدراس سے ۴۰ میل دُور واقع موضع تیروتنی میں ایک غریب اور گمنام گھرانے میں پیدا ہوئے۔۱۸۹۶ء تک گاؤں ہی میں مقیم رہے۔۱۸۹۶ء میں گاؤں کے مشن اسکول میں داخل ہو گئے۔چار سال بعد مشن کالج، ویلور میں داخلہ لیا۔۱۹۰۴ء میں مدارس یونی ورسٹی سے ایم اے فلسفہ کر لیا۔اپریل ۱۹۰۹ء میں مدراس یونی ورسٹی میں فلسفے کے لیکچرار مقرر ہوئے۔سات برس تک طلبہ کو پڑھاتے رہے۔۱۹۱۸ء میں میسور یونی ورسٹی میں پروفیسر فلسفہ، ۳۹۔۱۹۲۱ء کا عرصہ پروفیسر کلکتہ یونی ورسٹی کی حیثیت سے گذرا۔۴۸۔۱۹۳۷ء کے دوران آکسفورڈ میں پروفیسر رہے۔۱۹۳۱ء میں حکومت برطانیہ نے سر کا خطاب دیا۔۱۹۵۷ء میں نائب صدر جمہوریہ ہند مقرر ہوئے، ۱۹۶۲ء میں بھارت کے صدر بن گئے۔۱۹۳۷ء میں الٰہ آباد یونی ورسٹی نے گولڈن جوبلی کے موقع پر انھیں اور علامہ اقبال کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی گئی تھی۔ (مجلّہ اقبالیات اردو، لاہور، جولائی۔ستمبر ۱۹۸۶ء، ص ۱۴)

۱۰۸: رادھا کرشنا

ہندو سوشل ریفارمر۔رتنا گڑھی کے ایک اسکول میں ابتدائی تعلیم پائی۔۱۸۵۵ء میں بمبئی چلے گئے۔اور الفنسٹن انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لیا۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد دکن کالج میں چلے گئے۔ ۱۸۵۹ء میں میٹرک اور ۱۸۶۱ء میں انٹر میڈیٹ کیا۔۱۸۶۲ء میں بمبئی یونی ورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔بمبئی یونی ورسٹی کے پہلے چار گریجوایٹس میں سے ایک آپ بھی تھے۔۱۸۶۳ء میں انگریزی اور سنسکرت میں ایم اے کیا۔۱۸۶۴ء میں تبدیل ہو کر رتنا گڑھی آ گئے۔یہاں ایک انگریزی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔۱۸۶۴ء میں سنسکرت پر ایک کتاب لکھی۔۱۸۸۱ء میں محکمہ تعلیم میں مستقل پروفیسر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔۱۸۸۷ء میں یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کر لی۔۱۸۸۷ء ہی میں انھیں سی آئی ای کا خطاب ملا۔۱۸۹۳ء میں بمبئی یونی ورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔(پنجاب میگزین، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۳)

۱۰۹: راس مسعود، سر

ماہر تعلیم اور مسلم رہنما۔ جسٹس سید محمود کے بیٹے اور سر سید احمد خان کے پوتے۔ فرسٹ ایئر کے طالب علم تھے کہ حکومت کے وظیفے پر حصول تعلیم کی خاطر ۱۹۰۵ء میں انگلستان چلے گئے۔ نیو کالج، آکسفورڈ سے ۱۹۰۹ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ واپس آئے تو پہلے پٹنہ میں ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ وہاں سے پروفیسر ہو کر کٹک کے ایک کالج میں چلے گئے۔ پھر حیدر آباد میں ناظم تعلیمات مقرر ہو گئے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۴ء مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر رہے۔ آخر میں بھوپال کے وزیر تعلیم رہے۔ ۱۸۸۹ء میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو عارضہ قلب سے انتقال ہو گیا۔

اقبال سے گہری دوستی تھی۔ اقبال کو بھوپال سرکار سے وظیفہ دلانے میں آپ ہی پیش پیش تھے۔ (قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۶۹ء، ص ۷۔۸۔ یاد رفتگان، ص ۱۲۔۱۷۸)

۱۱۰: راشد الخیری، مولانا

اردو کے ممتاز ناول نگار۔ ان کے جد اعلیٰ ابوالخیر خیر الدین شاہ جہاں کے زمانہ میں عرب سے دہلی آئے تھے۔ راشد الخیری کے پردادا کا نام مولوی عبدالخالق تھا۔ ان کا ذکر سر سید نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں کیا ہے۔ راشد الخیری نے بڑے دردناک افسانے اور ناول تخلیق کیے۔ اس لیے مسلم قوم نے انھیں مصور غم کا خطاب دیا۔ آپ نے ۳ فروری ۱۹۳۶ء کو دہلی میں بعمر ۶۷ برس وفات پائی۔ (منادی، دہلی، ۷ فروری ۱۹۳۶ء)

۱۱۱: راغب احسن، مولانا

عالم دین اور تحریک پاکستان کے رہنما۔ صوبہ بہار کے ایک چھوٹے سے گاؤں نیودیا میں ۲۲ جنوری ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پائی۔ ۱۹۱۴ء میں مسئلہ ترکی پیدا ہوا، تو سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۲۲ء میں تحریک عدم تعاون میں پیش پیش رہے۔ اس دوران اسیری کا زمانہ علی پور جیل میں گزرا۔ اردو اور انگریزی، دونوں زبانوں بولنے پہ قدرت رکھتے تھے۔ قائداعظم کو مولانا صاحب بے حد عزیز تھے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ابتدا ہی سے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ متحدہ بنگال میں تحریک پاکستان کو جو مقبولیت حاصل ہوئی، اس میں مولانا کی کوششوں کا بڑا دخل تھا۔ سامراج دشمنی ان کی رَگ رَگ میں رچی تھی۔ سیاسی زندگی کی ابتدا تحریک خلافت سے ہوئی تھی۔ آپ ہی نے نیرنگ خیال کے اقبال نمبر ۱۹۳۲ء میں اقبال اکیڈمی قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی چلے آئے۔ اور وہیں ۲۸ نومبر ۱۹۷۵ء کو وفات

پائی۔(محمد فرید الحق، اقبال، جہان دیگر، گردیزی پبلشرز، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۸۔۱۰)

۱۱۲: رام سرن داس لالہ رائے بہادر

ہندو سیاست داں۔کونسل آف اسٹیٹ انڈیا میں حزب اختلاف کا رہنما۔اس کے دادا کا نام دیوان داس مل (۱۷۴۷ء۔۱۷۹۸ء) جبکہ باپ کا رائے بہادر لالہ میلا رام (م ۱۸۹۰) تھا۔لالہ رام سرن ۲۶ نومبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوا۔سینٹرل ماڈل اسکول، لاہور سے ۱۸۹۷ء میں میٹرک پاس کیا، پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔باپ کے مرنے کے بعد کاروبار شروع کرنے لگا۔ صوبہ پنجاب میں پہلی سپننگ ویونگ مل قائم کی۔اس کا افتتاح لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے ۱۸۹۷ء میں کیا تھا۔بعد ازاں ایک تعمیراتی کمپنی آر بی میلا رام اینڈ سنز لاہور قائم کی۔لالہ سرن داس ۲۲ برس کی عمر میں ضلع کونسل لاہور کا رکن منتخب ہوا۔بعد ازاں ۱۸ برس تک میونسپل کمشنر رہا۔حکومت انگلینڈ نے اسے ۱۹۰۹ء میں ''رائے صاحب'' ۱۹۱۰ء میں رائے بہادر، ۱۹۱۴ء میں قیصر ہند گولڈ میڈل اور ۱۹۱۶ء میں سی آئی ای کا خطاب دیا۔۱۹۲۰ء میں کونسل آف اسٹیٹ کا رکن منتخب ہوا

(*Punjab Eminent Hindus,p*-116)

۱۱۳: رامانتیہ چٹرجی

ہندو ماہر تعلیم۔آپ کشتیا پاٹھ شالہ، انٹرمیڈیٹ کالج، الہ آباد میں ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۵ء تک پرنسپل رہے۔۱۹۰۷ء کے شروع میں الہ آباد سے انگریزی رسالہ ماڈرن ریویو شائع کرنے لگے۔(*The Tribune Lahore*, Oct. 30,1929, p-10)

۱۱۴: رحمت اللہ شاہ

لاہور کے حکیم۔موچی گیٹ لاہور کے رہائشی تھے۔اپنے دور کے اچھے حکما میں شمار ہوتا تھا۔ طبیہ کالج، لاہور کے امتحانات میں بطور ممتحن فرائض انجام دیا کرتے تھے۔حکمت کے علاوہ پیری مریدی بھی کرتے تھے۔۱۹۲۰ء میں جیکب آباد میں قیام کرلیا تھا۔اقبال اکثر حکیم رحمت اللہ شاہ کے زیر علاج رہے ہیں۔موصوف انجمن حمایت اسلام کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ان کے ذریعے اقبال نے غلام سرور مغل سے خط کتابت فرمائی ہے۔لاہور میں ۲۷ برس کی عمر پا کر ۱۹۶۵ء میں انتقال کیا۔(اوراق گم گشتہ، ص ۱۴۷۔۱۴۹)

۱۱۵: رحمت اللہ قریشی، ڈاکٹر

مسلمان ڈاکٹر۔ ان کے والد ڈاکٹر جہاں گیر بخش ایبٹ آباد کے مشہور ڈاکٹر تھے۔ ۱۹۰۴ء میں اقبال جب اپنے بڑے بھائی کے پاس ایبٹ آباد تشریف لے گئے تھے، تو شہر کی سربرآوردہ شخصیت کے ناتے انھوں نے ڈاکٹر جہانگیر سے ملاقات فرمائی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں گول میز کانفرنس کے دوران ڈاکٹر رحمت اللہ قریشی نے ہی اقبال کا علاج کیا تھا۔ قریشی صاحب ان دنوں لندن میں پریکٹس کر رہے تھے۔

قریشی صاحب نے گلاسگو یونی ورسٹی سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انھوں نے بعد ازاں انڈین میڈیکل سروس میں شمولیت اختیار کر لی۔ آگرہ، کاکول اور ایبٹ آباد میں فوجی ہسپتالوں کے انچارج رہے۔ اڑھائی برس تک عراق میں طبی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر انگلستان چلے گئے اور وہیں پریکٹس کرنے لگے۔ لندن میں دورانِ قیام اقبال نے ان کی موجودگی میں امرتسر کے ایک نوجوان کو ۱۹۳۲ء میں استنبول جانے کا مشورہ دیا تھا۔ انھوں نے نوجوان سے فرمایا تھا کہ وہ وہاں کے لائبریرین سے ایلم توڑنے کا نسخہ حاصل کرے اور اپنی زندگی کے کم از کم پانچ سال اس کام پر وقف کر دے۔ لیکن اس نوجوان نے اقبال کے اس مشورہ پر عمل نہ کیا۔ (روزگار فقیر، جلد دوم، ص ۳۳۳، ۳۳۶۔ صحیفہ، لاہور، اکتوبر دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۶۹)

۱۱۶: رحمت علی، چودھری

لفظ پاکستان کے خالق۔ ۱۴ نومبر ۱۸۹۷ء کو حاجی شاہ محمد کے گھر موضع موہر، تحصیل گڑھ شنکر، ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے۔ جالندھر کے اینگلو سنسکرت ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کیا۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری لی۔ حصول تعلیم کے بعد ایچی سن اس کے بعد ایچی سن کالج، لاہور میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ بعد ازاں ملازمت چھوڑ کر لا کالج میں داخلہ لے لیا۔ بیماری کی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ انھوں نے ایچی سن کالج میں دوبارہ ملازمت کر لی۔ اس دوران انھوں نے مزاری خاندان کو بچوں کی وراثت کے سلسلے میں ایک مقدمہ میں مفید مشورہ دیا۔ بعد ازاں مزاری خاندان کے خرچ پر قانون کی تعلیم حاصل کرنے برطانیہ گئے۔ انھوں نے کیمبرج یونی ورسٹی میں داخلہ لیا۔ بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے اور پھر قانون کی تعلیم کے لیے کالج میں داخلہ لے لیا۔ ان دنوں تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ گول میز کانفرنس کے مندوبین لندن آئے، تو آپ نے ان سے ملاقاتیں کیں۔ اپنے احباب کے ہمراہ اقبال سے بھی ملنے گئے۔

لندن ہی میں ۱۲فروری ۱۹۵۱ء کو فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔ انھیں کیمبرج یونی ورسٹی کے قبرستان میں بطورِ امانت دفن کر دیا گیا۔ (قمر علی عباسی، چودھری رحمت علی، فیری ٹیلز، کراچی، ۱۹۸۵ء)

۱۱۷: رحیم بخش، سر

مسلمان افسر۔ ٹھسکہ میرانجی، ضلع کرنال کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اسکول میں مدرس عربی وفارسی کے معمولی مدرس کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ترقی کرتے کرتے چیفس کالج، لاہور کے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ اسی کالج میں نواب بہاول پور کے فرزند زیرِ تعلیم تھے۔ وہ جب مسند نشین ہوئے تو اپنے لائق اتالیق کو ریاست میں ایک اعلیٰ عہدے پر تعینات کر دیا۔ شاگرد اپنے استاد کی دیانت، محنت اور جفاکشی سے متاثر تھے۔ ملازمت کے بعد ریاست سے پنشن پائی۔ رحیم بخش مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید تھے۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے کورٹ کے رکن بھی رہے۔ ۴مئی ۱۹۳۵ء کو آبائی وطن میں وفات پائی۔ (یاد رفتگان، ص۱۲-۱۵۴)

۱۱۸: رشید احمد صدیقی، پروفیسر

اردو کے مزاح نگار اور استاد۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو قصبہ مڑیاہو، ضلع جون پور میں پیدا ہوئے۔ جون پور کے ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کیا۔ ایم اے او کالج، علی گڑھ سے ایم اے فارسی کی ڈگری لی۔ بعد ازاں اسی کالج میں ۱۹۲۱ء میں اردو کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں مسلم یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا، تو انھیں شعبہ اردو کا سربراہ بنایا گیا۔ نصف صدی کے لگ بھگ یونی ورسٹی سے وابستہ رہے۔ علی گڑھ سے آپ نے سہیل نامی ایک ادبی سہ ماہی پرچہ جاری کیا تھا، جو تھوڑا عرصہ ہی شائع ہوا۔ ۱۹۶۳ء میں بھارتی حکومت نے ادبی خطاب ''پدم شری'' سے نوازا۔ خاکوں پر مشتمل آپ کی کتاب گنجہائے گراں مایہ ان کی گراں قدر تصنیف ہے۔ (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، آپ بیتی رشید احمد صدیقی، ۱۹۹۲ء)

۱۱۹: رشید الدین خان

نومسلم استاد۔ اصل نام رام داس تھا۔ ایم اے، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں رکھتے تھے۔ پرنس آف ویلز کالج، جموں کے پرنسپل تھے۔ بعد میں سناتن دھوم کالج، لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ (*The Muslim Review,* Vol. XII, No. 4, April 1933)

۱۲۰: روبن لیوی، ڈاکٹر

ایم اے ڈی لِٹ کی ڈگریاں رکھتے تھے۔ کرائسٹ کالج کے فیلو اور فارسی کے پروفیسر ایمر طیس تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی نے ۱۹۲۳ء میں فارسی ادب پران کا تحریر کردہ کتابچہ بی اے فارسی کے نصاب میں شامل کیا تھا۔ اس سلسلے میں اقبال نے انھیں ۳۰/ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ایک خط لکھ کر مطلع فرمایا تھا۔ ساتھ ہی یہ سوچ کر اپنی کتاب پیام مشرق کا ایک نسخہ بھی بھجوایا کہ وہ ان کے لیے باعث دل چسپی ہوگا۔ پروفیسر روبن لیوی ۶ ستمبر ۱۹۶۶ء کو چل بسے۔ (اقبال یورپ میں، ص ۶۰۔۶۱)

۱۲۱: رؤف پاشا

ترک بحریہ کے بیڑہ حمیدیہ کا امیرالبحر۔ اس نے چھوٹے چھوٹے سے جہازوں سے بڑے بڑے کام لیے۔ اور بحری جنگ کا ماہر ہونے کی شہرت حاصل پائی۔ مصطفیٰ کمال پاشا سے اختلافات کی بنا پر جلا وطن کر دیے گئے۔ پیرس میں مقیم رہے۔ ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر انصاری کی دعوت پر ہندوستان آئے اور جامعہ ملیہ، دہلی میں تقریر فرمائی۔ انھوں نے کئی روز تک جامعہ میں ترکی کے ماضی وحال پر سبق آموز، معلومات افزا اور پُر مغز لیکچر دیے۔ صدر عصمت انونو نے برسر اقتدار آتے ہی روف پاشا کو واپس ترکی بلا لیا تھا۔ (رئیس احمد جعفری، دیدو شنید، ص ۴۶)

۱۲۲: ریاض الدین میاں

لاہور کے رئیس۔ ان کے والد میاں سراج الدین کشمیری بازار، لاہور میں کتب کا کاروبار کرتے تھے۔ انھوں نے کوچہ کوٹھی داراں میں ریاض منزل کے نام سے ایک حویلی تعمیر کی تھی۔ اُسے بعد میں ملک لال دین قیصر نے خرید لیا۔ اس زمانے میں میاں ریاض الدین رئیسوں کی طرح رہتے تھے۔ نہایت کشادہ دل تھے۔ ان کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ ان کے گھر اکثر ادب ونشاط کی محفلیں ہوتی رہتی تھیں جن میں لاہور کے معززین شرکت فرماتے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۲۰۲)

۱۲۳: ریاض خیرآبادی

اردو شاعر۔ اصل نام سید ریاض احمد، تخلص ریاض۔ والد کا نام سید طفیل احمد تھا۔ ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ اول اول فارسی و عربی کی تعلیم گھر ہی میں پائی۔ اس کے بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ شاہ جہان پور میں رہے اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ عربی کی تعلیم پانے کے لیے مولانا حافظ سید نبی بخش، مفتی خیرآباد کی مشہور درس گاہ میں داخل ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد شاعری کے

فن میں دسترس پانے کے لیے اسیر لکھنوی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ اس کے بعد اسیر کے شاگرد امیر مینائی سے اصلاح لینے لگے۔ ان کی شاعری میں اول اول دہلوی رنگ غالب تھا۔ ۱۳۹۱ھ میں خیر آباد میں ''لمع رخشاں'' کے نام سے ایک مطبع قائم کرکے ریاض الاخبار نام کا ایک اخبار جاری کیا۔ اس کے بعد رسالہ گلکدہ شائع کرنے لگے۔ ۱۸۷۲ء میں سیتاپور سے روزانہ تار برقی نکالا۔ گلکدہ کے بعد ۱۸۸۲ء میں فتنہ اور پھر عطر فتنہ جاری کیا۔ ۲۰ جولائی ۱۹۳۴ء کو وفات پا گئے۔ (ماہ نو، کراچی، اگست ۱۹۷۱ء)

۱۲۴: ریٹی گن، سر ولیم ہنری

انگریز قانون دان اور ماہر تعلیم۔ ۴ ستمبر ۱۸۴۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول، آگرہ اور کنگز کالج، لندن سے تعلیم پائی۔ گوٹنگن سے ایل ایل ڈی کی ڈگری لی۔ بعدازاں گلاسگو اور پنجاب یونی ورسٹی نے بھی انھیں اعزازی ایل ای ڈی کی ڈگری سے نوازا۔ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت کا آغاز ہوا۔ لنکزان، انگلستان سے ۱۸۷۳ء میں وکالت کی سند حاصل کی۔ اب لاہور میں وکالت کی پریکٹس کرنے لگے۔ چار بار پنجاب چیف کورٹ کے جج کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۸۹۲ء۔ ۱۸۹۳ء میں گورنر جنرل کی لیجس لیٹو کونسل کے رکن رہے۔ ۱۸۹۸ء۔ ۱۸۹۹ء میں پنجاب لیجس لیٹو کونسل کے رکن رہے۔ فروری ۱۸۸۷ء میں پنجاب یونی ورسٹی، لاہور کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ مارچ ۱۸۹۵ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ امرتسر میں سکھوں کے خالصہ کالج کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۰ء میں واپس انگلستان چلے گئے۔ حکومت نے ۱۸۹۵ء میں سر کے خطاب سے نوازا۔ موٹر کار کے ایک حادثے میں ۴ جولائی ۱۹۰۴ء کو چل بسے۔ قانون کی کئی کتب کے مصنف ہیں۔ (*Dictionary of Indian Biography* - p-351)، (تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۵۰۷)

۱۲۵: سجاد حیدر یلدرم

اردو ادیب۔ اصل وطن نہٹور، یو پی تھا۔ ۱۹۰۱ء میں بی اے کی سَند پا کر تعلیم مکمل کرلی۔ دورانِ تعلیم یلدرم نے نواب محمد اسمٰعیل خان سے ترکی زبان سیکھ لی تھی۔ لہٰذا علی گڑھ کالج کے پرنسپل مارین کی سفارش پر حکومت ہند نے انھیں اپنے سفارت خانہ ترکی میں ترجمان کی حیثیت سے ملازمت دے دی۔ ۱۹۰۴ء میں انھیں عراق میں تعینات کیا گیا۔

۱۹۰۸ء میں بغداد سے ہندوستان واپس آ گئے۔ وہ پھر ڈیرہ دون میں سابق شاہ افغانستان، امیر یعقوب خان کے اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں ترکی گئے اور چھ ماہ تک

سیاحت کرتے رہے۔ واپس آ کر پھر اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ ۱۹۱۴ء میں مہاراجا محمود آباد کے پرائیویٹ سیکریٹری، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کا قیام عمل میں آیا، تو اس کے پہلے رجسٹرار اور پھر صدر شعبہ اردو مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں سبکدوش ہوگئے اور پنشن پائی۔ ڈیرہ دون میں سکونت پذیر رہے۔ ۱۹۳۷ء میں لکھنو چلے گئے۔ وہیں ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔ آپ اردو ادب میں صنف ادب لطیف کے بانی ہیں۔ (یاد رفتگان، ص ۲۴۶)

۱۲۶: سراج الدین احمد خان سائل، نواب

اردو شاعر ۲۹ مارچ ۱۸۶۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی پہلی شادی والئی پٹوڈی کی ہمشیر سے ہوئی تھی۔ دوسری شادی مرزا داغ دہلوی کی لے پالک بیٹی لاڈلی بیگم سے ہوئی۔ اردو شاعری میں داغ ہی سے تلمذ کیا تھا۔ کئی دن تک حیدر آباد دکن میں داغ ہی کے پاس رہے۔ وہ وہاں سے ایک رسالہ معیار الانشا شائع کرتے۔ ۱۹۱۸ء میں واپس دہلی آ گئے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء کو وہیں وفات پائی۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۴۶)

۱۲۷: سراج الدین پال

مسلمان رہنما۔ آپ ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے ایک علم دوست اور دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ایم اے او مائی اسکول، امرتسر سے میٹرک پاس کیا۔ خالصہ کالج، امرتسر سے بی اے کی ڈگری لی۔ بی اے میں عربی ان کا اختیاری مضمون تھا۔ تعلیم مکمل کر کے آپ امرتسر کے اخبار وکیل سے وابستہ ہوگئے۔

کچھ عرصہ اس کے مدیر بھی رہے۔ آپ نے وکیل میں حضرت علامہ اقبال کی مثنوی اسرار خودی (۱۹۱۵ء) کی حمایت میں چند مضامین لکھے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ لاہور آ گئے۔ وہاں اورینٹل کالج سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ پھر ایم اے عربی بھی کیا۔ اس کے بعد انجمن اسلامیہ، امرتسر اور انجمن حمایت اسلام، لاہور سے وابستہ ہوئے اور مختلف حیثیتوں سے قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ امرتسر میں قیام کے دوران ان کی حضرت علامہ سے خط کتابت ہوئی تھی۔ حضرت علامہ ان کی علمی رہنمائی فرماتے تھے اور انھیں مختلف موضوعات پر مقالہ نویسی کی تشویق کرتے رہے تھے۔ ۱۱/ اپریل ۱۹۷۶ء کو لاہور میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ (اورینٹل کالج میگزین، جلد ۶۳، ۱۹۸۹ء ص ۷۵)

۱۲۸: سراج الدین قاضی

مسلم ادیب اور قانون دان۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ اس سے پہلے سرسید کے زمانے میں ان کا

شمارہ مشہور اہل قلم میں ہوا۔ سر سید کے بڑے عقیدت منداور مداح تھے۔ ان کا آبائی وطن بھیرہ، ضلع شاہ پور تھا۔ وہیں آپ ۱۸۶۷ء میں قاضی کرم الدین ولد قاضی نور احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۱ء میں کوئٹہ میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸۸۶ء میں ریاست سرمورناہن میں ملازمت مل گئی۔ وہیں سے آپ نے ۱۸۸۸ء میں ایک اخبار سرمور گزٹ شائع کیا۔ مزید برآں آپ کی دو کتب بھی شائع ہوئیں۔ ۱۸۹۳ء میں آپ ریاست پونچھ کے چیف جج بن گئے۔ ۱۸۹۶ء میں مستقل طور پر راولپنڈی چلے آئے اور یہاں سے ایک اخبار چودھویں صدی جاری کیا۔ ۱۸۹۸ء میں انگلستان گئے اور ۱۹۰۱ء میں بیرسٹری کی تعلیم مکمل کر کے واپس آئے۔ وہ پھر راولپنڈی میں پریکٹس کرنے گے۔ ۲۵ جولائی ۱۹۲۵ء کو راولپنڈی میں انتقال فرما گئے۔ (مکتوبات سر سید، جلد۱، ۱۹۷۶ء)

۱۲۹: سراج الدین منشی

اردو شاعر اور استاد۔ علامہ اقبال کے ہم عمر تھے۔ ۲۶ فروری ۱۸۷۶ء کو لاہور کے وکیل منشی محمد اسمٰعیل کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جہلم میں پائی۔ اس کے بعد فارمن کرسچن کالج، لاہور میں داخلہ لیا۔ مگر اسی دوران ۱۸۹۴ء میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لیے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ انھوں نے پھر شیرانوالہ اسلامیہ ہائی اسکول، لاہور میں انگریزی اور فارسی کے استاد مقرر کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔

۱۸۹۹ء میں کشمیر ریزیڈنسی میں کلرک کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں منشی بنا دیے۔ ۱۹۱۷ء میں خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۳۶-۱۹۳۷ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے، تو کشمیر ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۲/ اپریل ۱۹۴۱ء کو سری نگر میں وفات پائی۔

لاہور میں قیام کے دوران منشی صاحب اور اقبال میں تعلقات پیدا ہو گئے۔ وہ پھر مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ طبیعت موزوں پائی تھی اور حافظہ غضب کا تھا۔ اردو اور فارسی کے کئی دیوان ازبر تھے، اقبال ان کے شعری ذوق کے قائل تھے۔ اکثر انھیں اپنا تازہ کلام بھجواتے تھے۔ پھر منشی صاحب کی سخن فہمی سے لطف اٹھاتے۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۲۹۴)

۱۳۰: سراج نظامی

صحافی۔ ۱۹۱۹ء کے لگ بھگ اپنے ملازم عبدالکریم کو کلام اقبال گنگناتے ہوئے سنا۔ یوں پہلی بار اقبال سے معارف اور متاثر ہوئے۔ انھوں نے پھر مرغوب ایجنسی، چوک متی، لاہور سے اقبال کی مختلف شاعرانہ تخلیقات مثلاً شکوہ جواب شکوہ، نالہ یتیم، فریاد امت اور تصویر درد وغیرہ خرید لیں۔ مولوی

احمد حسن سراج صاحب کو فارسی پڑھاتے تھے۔ انھوں نے پھر شاگرد کو کلام اقبال کے محاسن سے آگاہ کیا۔ ان دنوں اقبال انار کلی میں عطر چند کپور، تاجران کتب کے مکان کی بالائی منزل پر مقیم تھے۔

۱۹۲۶ء میں پنجاب لی جس لیٹو کونسل کے انتخابات کے دوران سراج صاحب نے اپنے محلے کی ایک والینٹر کور بنائی جس کا نام اقبال فوج رکھا۔ رات کو اس کور کا جلوس نکلتا تو یہ مصرعہ ترنم سے پڑھا جاتا۔

تیری آ گئی فوج اقبال   تری آ گئی فوج اقبال

پولنگ والے دن ٹکسالی دروازے کے پولنگ اسٹیشن پر وارڈ کے میونسپل کمشنر، میاں گھیسٹا نے سراج نظامی کو اقبال سے متعارف کرایا۔ اس دور میں حضوری باغ میں رات دس گیارہ بجے تک شعر و شاعری، سیاست اور مذہب کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ سراج نظامی ان محافل میں کلام اقبال ترنم سے سنایا کرتے تھے۔ لاہور میں جب ریڈیو اسٹیشن کا آغاز ہوا تو تاثیر کی فرمائش پر سراج نظامی ریڈیو سے کلام اقبال سنانے لگے۔ ایک بار صوفی غلام مصطفیٰ تبسم انھیں علامہ کے ہاں لے گئے تھے۔ سراج صاحب ۱۹۶۵ء میں رسالہ سیارہ ڈائجسٹ کے نائب مدیر رہے۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۲۲۰۔۲۳۰)

۱۳۱: سروجنی نائیڈو

تحریک آزادی کی رہنما اور شاعرہ۔ ۱۳ فروری ۱۸۷۹ء کو حیدر آباد دکن میں ڈاکٹر اگھور ناتھ چٹو پادھیا کے گھر میں جنم لیا۔ ڈاکٹر صاحب ذات کے برہمن تھے۔ انھوں نے ۱۸۷۷ء میں ایڈنبرا یونی ورسٹی سے ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری حاصل کی تھی۔ سروجنی نے بڑی چھوٹی عمر میں مدراس یونی ورسٹی سے انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا۔ اسی زمانے میں شاعری کا آغاز کر کے شہرت پائی۔ انگریزی میں شاعری کرتی تھیں اور یہ وصف انھیں والدین سے ورثے میں ملا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلی گئیں۔ حصول تعلیم کے بعد ۱۸۹۸ء میں دہلی مقیم ہو گئیں وہاں کے قدرتی مناظر سے متاثر ہوئی تو دلی جذبات نے شاعری کو چار چاند لگا دیے۔ دسمبر ۱۸۹۸ء میں حیدر آباد واپس آ گئیں۔ اسی ماہ سرکار نظام کے میڈیکل آفیسر ڈاکٹر جی نائیڈو سے ان کی شادی ہو گئی۔ سماجی کاموں میں حصہ لینے کے باعث حکومت ہند نے انھیں قیصر ہند کا خطاب عطا کیا۔ ابتدائی عمر میں ناول بھی لکھے۔ شاعرہ اور ادیبہ ہونے کے ساتھ ساتھ شوخ و چنچل حسینہ تھی۔ اقبال سے ان کی ملاقات انگلستان میں ہوئی تھی جب آپ وہاں حصول تعلیم کی خاطر مقیم تھے۔ مس عطیہ فیضی انھیں اپنا حریف سمجھتی تھی۔ سروجنی ہندو مسلم اتحاد کی زبردست حامی تھیں، قائد اعظم سے متعلق ان کی کتاب *The Ambassador of Hindu Muslim Unity* قابل ذکر ہے ۱۹۱۷ء میں انگریزی نظموں کا

مجموعہ Broken Wings شائع ہوا۔ The Golden Threshold اور The Birds of Time ان کی نظموں کے مزید مجموعے ہیں۔ آزادیِ وطن کے بعد یوپی، بھارت کی گورنر مقرر ہوئیں۔ ۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۳۵۹)

(Bridges of Songs- Notes Munshi Ram Suri, Doaba House, Lahore)

۱۳۲: سعید نفیسی

ایرانی ادیب۔ علی اکبر ناظم الاطباء کے فرزند تھے۔ ۱۲۷۴ خورشیدی میں تہران میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۷ء میں وفات پائی۔ فارسی زبان کے نامور دانشوروں اور ادیبوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ جامعہ علی گڑھ میں مدتوں تدریسی خدمات انجام دیں اور طلبہ کو فارسی پڑھائی۔ (شاعران ایران، ص ۲۵)

۱۳۳: سکندر حیات، سر

پنجاب کے سیاسی رہنما۔ نواب سردار محمد حیات خان سی ایس آئی کے صاحبزادے تھے۔ سکندر حیات کے دادا کا نام سردار کرم خان تھا۔ ۵ جون ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد فوج میں ملازمت حاصل کر لی۔ شمالی مغربی سرحدی صوبے اور پھر تیسری افغان جنگ میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں بریگیڈ ہیڈ کوارٹر میں تعیناتی ہوئی۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جنھوں نے کمپنی کی کمانڈ کرنے والے پہلے ہندوستانی تھے۔ فوج کی ملازمت کے بعد حکومت ہند میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۹ء میں حکومت پنجاب نے رکن ریونیو مقرر کیا۔ پانچ برس تک رکن رہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے ریزرو بینک کے ڈپٹی گورنر مقرر ہوئے۔ بینک کی ملازمت کے دوران کلکتہ اور بمبئی مقیم رہے۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۶ء کو ملازمت سے استعفیٰ دے کر لاہور چلے آئے اور سیاست میں حصہ لینے لگے۔ میر فضل حسین کی وفات کے بعد انھیں یونینسٹ پارٹی کا لیڈر چن لیا گیا۔ ۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۲ء پنجاب کے وزیر اعظم رہے۔ ۱۹۳۰ء میں بہاولپور ریاست کے وزیر اعظم بھی رہے۔ ۱۹۳۲ء میں پنجاب کے قائم مقام گورنر بھی بنائے گئے تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ سردار شوکت حیات ان کے صاحبزادے ہیں۔ (اقبال کے آخری دو سال، اکابرین تحریک پاکستان، ص ۶۴۳)

۱۳۴: سلامت اللہ شاہ

اقبال کے شیدائی۔ ان کے والد برکت اللہ شاہ کشمیر میں ملازمت کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد موضع گلاں والا نزد چونڈہ، ضلع سیالکوٹ میں زرعی اراضی خرید کر کاشت کاری کرنے

لگے۔ ان کے تین فرزند تھے: سلامت اللہ، عنایت اللہ اور امانت اللہ۔ عنایت اللہ بصرہ عراق میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ امانت اللہ جھانسی، یوپی میں کاروبار کرتے تھے۔ سلامت اللہ نے علی گڑھ سے بی اے کیا اور پھر کاروبار کرنے لگے۔ سلامت اللہ یونائیٹڈ آکشن مارکیٹ کے نام سے ایک ادارہ چلاتے تھے۔ فوج، کسٹم، ریلوے اور پولیس کے سرکاری محکموں میں نیلامی کا کام کرتے تھے۔

سلامت اللہ شاہ نے ۱۹۳۵ء میں پہلی بار اقبال کا مجموعہ بال جبرئیل شائع کیا تھا۔ لاہور کے نوجوان طالب علم محمد باقر نے اس کا پہلا نسخہ خریدا تو اور سیدھے اقبال کے حضور پہنچ گئے اور کتاب پیش کی۔ اقبال نے کتاب الٹ پلٹ کر دیکھی اور ایک ہلکی سی ہونہہ کے ساتھ فرمایا ''چھپ گئی''۔ محمد باقر نے پھر ان سے استدعا کی کہ اس پر دستخط فرما دیں۔ یہ اولین جلد ہے، جو خریدی گئی۔ اقبال نے فرمایا: ''اس طرح تو مجھے کئی کتابوں پر دستخط کرنے پڑیں گے''۔ محمد باقر بتاتے ہیں کہ سلامت اللہ کی دوست پروری، نیک نیتی اور صاف دلی کا ملک بھر میں شہرہ تھا۔ طبعاً درویش منش انسان تھے۔

(راقم نے ۱۱/اپریل ۱۹۸۹ء کو سلامت اللہ کی زوجہ سے معلومات حاصل کیں۔) (ڈاکٹر محمد باقر، احوال و آثار، لاہور، ص ۸۸۔۸۹)

۱۳۵: سلطان احمد مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند۔ ۱۸۵۰ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد محکمہ مال میں ملازمت اختیار کر لی۔ نائب تحصیل دار سے ترقی کر کے پہلے تحصیل دار بنے پھر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بن گئے۔ ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کے عہدے سے سبکدوش ہوئے اور پنشن لی۔ اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ بعارضہ فالج ۲ جولائی ۱۹۳۱ء کو وفات پا گئے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۴۱۔۱۹۱)

۱۳۶: سلطان جہاں بیگم نواب

بھوپال کی فرمان روا۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۶ء ریاست کی حکمران رہی۔ محمد خان اور نواب شاہ جہاں بیگم کی دختر تھیں، قابل اور پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ تصنیف و تالیف ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ زندگی بھر اہل علم و اہل کمال کی بڑی قدر کرتی رہیں۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی پہلی چانسلر تھیں۔ اس حیثیت سے آپ نے یونی ورسٹی کی توسیع و ترقی کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علامہ شبلی نعمانی کو سیرت النبیؐ کی اشاعت کے لیے آپ نے خصوصی مالی اعانت فراہم کی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں اپنے فرزند حمید اللہ کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گئیں۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۵۷۔۵۸۔۷۲)

۱۳۷: سلیم اللہ، خواجہ

نواب آف ڈھاکہ نواب سر احسن اللہ کے فرزند۔ ۱۸۸۴ء میں ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو کلکتہ میں انتقال ہو گیا۔ ڈھاکہ میں دفن ہوئے۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۱۰)

۱۳۸: سلیمان ندوی، سید

ممتاز عالم دین اور قلم کار۔ حکیم ابوالحسن کے فرزند۔ ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو عظیم آباد کے مردم خیز گاؤں، دیسنہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں دارالعلوم ندوۃ العلما سے سَند فضیلت پایا۔ دارالعلوم کے مجلّہ الندوہ کے مدیر رہے۔ عربی ادب ان کا خاص موضوع تحقیق تھا۔ بچوں کے لیے دروس الادب کے نام سے ریڈریں لکھیں۔ عربی لغت بھی مرتب فرمائی۔ پھر شبلی کے لٹریری اسسٹنٹ ہو گئے۔ بعدازاں کلکتہ میں ابوالکلام آزاد کے پرچہ الہلال میں کام کیا۔ پھر دکن کالج، پونا میں لیکچرار ہو گئے۔ ۱۹۱۵ء میں اپنے ادارے دارالمصنّفین کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۹۱۶ء میں ماہنامہ معارف جاری کیا جو ۱۹۵۰ء تک ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا اور اپنے وقت کا مقبول علمی و دینی مجلّہ تھا۔ مولانا شبلی کی شاہکار تصنیف سیرت النبیؐ کی تیسری جلد سے چھٹی جلد لکھ کر اس کی تکمیل فرمائی۔ اقبال کے ہمراہ ۱۹۳۰ میں افغانستان کا سفر کیا۔ ۱۹۵۰ء میں عزیزوں سے ملنے کراچی آئے، تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔ تصانیف: ارض القرآن، خیام، سیرت عائشہؓ، حیات مالک، عرب ہند کے تعلقات، حیات شبلی، عربوں کی جہاز رانی، خطبات مدراس، رحمت عالم، نقوش سلیمان، یادرفتگان، سیر افغانستان۔ (اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۱۵۔۱۸)

۱۳۹: سورتی محمد، مولانا

عربی زبان کے یگانہ روزگار ہندوستانی محقق۔ اہل عرب بھی انھیں فن لغت و امثال کا امام تسلیم کرتے رہیں۔ اصلی وطن سورت ضلع گجرات تھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے دلی چلے آئے اور رامپور پہنچ کر مولانا محمد طیب مکی کے سامنے تلمذ تہ کیا۔ حصول تعلیم کے بعد دارالعلوم ندوہ، لکھنو میں ادیب اول کے عہدے پر فائز ہوئے۔ جب جامعہ ملیہ دہلی کا قیام عمل میں آیا، تو وہاں شعبہ عربی کے صدر مقرر ہوئے۔ بعدازاں بنارس کی جامعہ رحمانیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد بمبئی میں ایک اہل حدیث مدرسے میں حدیث کا درس دینے لگے۔ اگست ۱۹۴۲ء میں بعمر ساٹھ برس وفات پا گئے۔ (یادرفتگان، ص ۲۳۲۔ دیدو شنید، ص ۱۲۵)

۱۴۰: سید حبیب

لاہور کے مشہور۔ اردو روزنامہ سیاست کے مالک و مدیر۔ سادات بخاری سے تعلق تھا۔ مظفر آباد، آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد سعد اللہ شاہ پنجاب چلے آئے تھے اور لاہور میں وفات پائی۔ دادا کا نام عطا محمد شاہ بخاری تھا۔ سید حبیب ۱۸۹۱ء میں جلال پور جٹاں، ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ سکاچ مشن اسکول وزیر آباد سے میٹرک پاس کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پہلے ایک اسکول میں مدرس ہوگئے۔ بعد میں دارالاشاعت پنجاب سے وابستہ ہوئے۔ وہاں وہ پھول اور تہذیب نسواں کی ادارت کے سلسلے میں مولوی ممتاز علی کا ہاتھ بٹانے گئے۔ ۱۹۱۵ء میں اخبار کشمیری لاہور کے نائب مدیر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں جنگ عظیم اول میں فوج ہند میں ملازم ہوکر مشرق بعید چلے گئے۔ فوج سے سبکدوشی کے بعد کلکتہ میں اخبار ترمذی کی ادارت قبول کرلی۔ ۱۹۱۹ء میں دہلی دروازہ لاہور اپنا اردو روزنامہ سیاست جاری کیا۔ تحریک خلافت اور ترک حوالات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نتیجۃً انھیں تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ اس دوران جیل میں قید مسلمانوں کے دیگر سیاسی رہنماؤں سے بھرپور استفادہ کیا۔ سر سکندر حیات کی وزارت عظمیٰ کے دوران حکومت پر کڑی تنقید کرتے رہے۔ آخر حکومت نے سیاست اخبار کو سات ہزار روپے کی ضمانت ادا نہ کرنے پر بند کردیا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۵۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔ میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ (صحیفہ، لاہور، جولائی ستمبر ۱۹۸۷ء، ص ۸)

۱۴۱: سید حسین

صحافی اور قانون دان۔ کلکتہ کی معزز شخصیت نواب سید محمد کے صاحبزادے۔ نامور سیاست دان، فصیح البیان مقرر اور اعلیٰ پائے کے قانون دان تھے۔ حکومت برطانیہ ان سے بہت خار کھاتی تھی، ۱۷ برس تک ہندوستان سے باہر رہے۔ پنڈت نہرو کی بہن وجے لکشمی سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ دونوں کے درمیان مدت تک معاشقہ جاری رہا۔ بھارتی حکومت کی طرف سے مصر میں سفیر بنائے گئے۔ بمبئی کرانیکل کے مضمون نگار اور انڈی پنڈنٹ، الہ آباد کے مدیر رہے۔ تحریک خلافت میں بھی جوش و خروش سے حصہ لیا۔ مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ خلافت کے وفد میں شریک ہوکر لندن اور پیرس گئے اور وہاں اپنی خطابت اور قوت کلام کے جوہر دکھائے۔ ۱۹۴۹ء میں فوت ہوگئے۔ (اردو ڈائجسٹ، لاہور، ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۲۷۔ دید و شنید، ص ۱۸۷)

۱۴۲: سید علی بلگرامی

مورخ اور ادیب۔ سادات بلگرام سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے

والد سید زین العابدین حسن صوبہ بہار و بنگال میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ ۱۸۷۵ء میں اسی عہدے سے سبکدوش ہو کر ریاست حیدر آباد میں کمشنر القام مقرر ہوئے۔ سید علی نے ۱۸۷۴ء میں پٹنہ کالج سے بی اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد اڑکی کالج میں تعلیم پائی۔ ۱۸۷۹ء میں لندن یونی ورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اور اٹلی جا کر اطالوی زبان سیکھی۔

حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۲ء میں کیمبرج یونی ورسٹی میں مرہٹی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ انگلستان میں قیام کے دوران ان کی بیگم بھی ساتھ تھیں۔ وہ ہندوستانی طلبہ کو اپنے گھر مدعو کر کے ہندوستانی کھانے کھلاتی تھیں۔ اسی قسم کی ایک دعوت میں علامہ اقبال اور عطیہ بیگم کی پہلی ملاقات ہوئی۔ سید علی کی دو مشہور تصانیف میں تمدن ہند اور تمدن عرب شامل ہیں۔ ۳ مئی ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔ آپ نے نومبر ۱۹۰۷ء میں لنکنز ان، لندن سے بار ایٹ لا کی سَند بھی حاصل کر لی تھی۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۳۵۔ *The Black Books of Lincoln's Inn*, p. 435۔)

۱۴۳: شاد عظیم آبادی

اردو شاعر۔ اصل نام میر علی محمد شاد تھا، ان کا شمار اردو شاعری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ عظیم آباد، پٹنہ میں ۸۲ برس کی عمر پا کر ۸ جنوری ۱۹۲۷ء کو فوت ہو گئے۔ میر اور انیس کے مقلد تھے۔ (یاد رفتگان، ص ۷۷)

۱۴۴: شادی لال، سر

قانون دان۔ ۱۸۷۴ء میں ریواڑی میں پیدا ہوئے۔ مقامی ہائی اسکول میں ابتدائی تعلیم پائی۔ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے۔ ۱۸۹۰ء میں امتیاز کے ساتھ میٹرک پاس کر کے سرکاری وظیفہ و گنز حاصل کیا۔ فارمن کرسچن کالج، لاہور سے ۱۸۹۲ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۸۹۴ء میں بی اے کی سَند پائی۔ بی اے کے امتحان میں یونی ورسٹی بھر میں اول آئے اور "سرکاری وظیفہ" ۲۵ روپے حاصل کیا۔ حکومت ہند نے پھر انھیں باہر بجھوا کر اعلیٰ تعلیم دلانے کے لیے منتخب کر لیا۔ بیکن کالج، آکسفورڈ یونی ورسٹی میں اعلیٰ تعلیم پائی۔ ۱۸۹۶ء میں بوڈن وظیفہ حاصل کیا۔ بی اے اور بی سی ایل کی ڈگری آنرز کے ساتھ حاصل کر کے وطن لوٹے تو ۱۸۹۹ء میں وکالت شروع کر دی۔ یونی ورسٹی لا کالج، لاہور میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں سنڈیکیٹ کے رکن بنائے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں طلبہ کے جلسے کی صدارت کی جس میں گھوکلے کو ایڈریس کیا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں چیف کورٹ لاہور کے جج مقرر ہوئے۔ مئی ۱۹۲۰ء میں چیف جسٹس کے عہدے پر ترقی ملی۔ ۲۹ جنوری ۱۹۳۴ء کو سبکدوش ہو گئے۔ (انکشاف، لاہور، ۱۱/ اگست ۱۹۳۸ء، اے ہسٹری آف گورنمنٹ کالج لاہور، انگریزی، ۱۹۶۴ء، ص ۸۸)

۱۴۵: شانتی سروپ بھٹناگر، ڈاکٹر سر

شاعر اور سرکاری افسر۔ مرزا غالب کے عزیز شاگرد، مرزا ہر گوپال تفتہ کے نواسے تھے۔ اردو میں شعر بھی کہے۔ نگار میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پنجاب یونی ورسٹی کے شعبہ کیمیا میں پروفیسر بن گئے۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۴۲ء تک خدمات انجام دیں۔ یونیورسٹی کی فزیکل کیمسٹری اور کیمیکل لیبارٹریز کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران یکم اپریل ۱۹۴۰ء سے ڈاکٹر صاحب کی خدمات دو سال کے لیے حکومت ہند کے سپرد کر دی گئیں۔ حکومت نے انھیں ڈائریکٹر آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ مقرر کر دیا۔ بعد ازاں ان کا کام اتنا مفید ثابت ہوا کہ حکومت نے انھیں باقاعدہ ملازمت دے دی۔ لہٰذا پنجاب یونی ورسٹی نے یکم اپریل ۱۹۴۲ء کو انھیں سبکدوش کر دیا۔ ۱۹۴۰ء میں حکومت ہند نے انھیں ''سر'' کے خطاب سے نوازا۔ (صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۷۔ ۲۰۹۔ ۵۰۶)

۱۴۶: شاہد احمد دہلوی

اردو ادیب اور خاکہ نگار۔ ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے اور مولوی بشیر الدین کے فرزند۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء کو دہلی میں اپنے آبائی مکان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ تین سال وہاں تعلیم پائی۔ جامعہ ملیہ دہلی میں داخل ہو گئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۳ء میں میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں لاہور کے فارمین کرسچن کالج سے ایف ایس سی میڈیکل کیا۔ ایک سال میڈیکل کالج میں پڑھا۔ دلی آ کر انگریزی میں بی اے آنرز کیا۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں دہلی سے ماہ نامہ ساقی جاری کیا۔ یہ اردو ادب کا معروف رسالہ بن گیا۔ موسیقی میں ماہرانہ دسترس رکھتے تھے۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کے بانیوں میں شامل رہے۔ دہلی کی بیتا، گنجینۂ گوہر ان کی مشہور کتب ہیں۔ ۲۷ مئی ۱۹۶۷ء کو شب بارہ بجے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (قومی زبان، کراچی، جولائی ۱۹۶۷ء، ص ۷۔ ۴۳)

۱۴۷: شاہ دین، جسٹس

مشہور قانون دان۔ باغبانپور لاہور کے میاں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دادا، مولوی قادر بخش فارسی اور عربی کے جید عالم تھے۔ مہاراجا رنجیت سنگھ کے عہد میں انھیں شاہی خاندان کے بچوں کی اتالیقی پر مامور کیا گیا تھا۔ والد مولوی نظام الدین بھی فاضل بزرگ تھے۔

شاہ دین ۲/ اپریل ۱۸۶۸ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم باغبانپورہ کے اسکولوں میں پائی۔ مڈل کے امتحان میں یونی ورسٹی بھر میں اول آئے۔ ۱۸۹۰ء میں انگلستان چلے گئے اور

وہاں بیرسٹری کی ڈگری لے کر لوٹے۔ قانونی پریکٹس کا آغاز کیا۔ بعد میں لاہور ہائی کورٹ کے جج بن گئے۔ سر سید احمد خان کی تنظیم آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کانفرنس کے اجلاس منعقدہ علی گڑھ ۱۸۹۴ء میں صدر جلسہ مقرر ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے بھی سرگرم رکن تھے۔ مسلم لیگ کے سالانہ جلسے کی دوسری نشست منعقدہ مارچ ۱۹۰۸ء میں انھی کو صدر بنایا گیا۔ شاہ دین اردو میں شعر بھی کہتے تھے۔ ہمایوں تخلص تھا۔ ابتدائی کلام مخزن میں شائع ہوا۔ ۲ جولائی ۱۹۱۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔ میاں بشیر احمد، مدیر ہمایوں آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ اقبال نے ان کی وفات ہمایوں کے نام سے ایک قطعہ لکھ کر اظہارِ غم فرمایا۔ یہ قطعہ اب بانگ درا میں شامل ہے۔ (ملفوظات اقبال۔ معاصرین اقبال کی نظر میں۔ مکتوبات سر سید، جلد۲)

۱۴۸: شاہ سلیمان پھلواری

مشہور عالم دین۔ شاہ داؤد کے فرزند۔ پھلواری، صوبہ بہار میں عظیم آباد، پٹنہ سے ملحق ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ اسی میں ۱۲۷۶ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ سہارنپور میں مولانا احمد علی، دلی میں مولانا سید نذیر حسین اور فرنگی محل لکھنو میں مولانا عبدالحئی جیسے جید علما سے تعلیم پائی۔ طب کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ شروع میں حکیم محمد سلیمان کہلائے۔ اردو شاعری میں ''حاذق'' تخلص تھا۔ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ کو وفات پائی۔ سیرت النبیؐ پر آپ کی تصنیفات علمی شہرت رکھتی ہیں۔ (یاد رفتگان، ص۱۵۶)

۱۴۹: شاہ سلیمان، سر

مسلمان قانون دان۔ آبائی وطن ضلع اعظم گڑھ کا ایک ممتاز قصبہ تھا۔ ملا محمود جون پوری آپ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ سر شاہ سلیمان کو فلسفے میں ادب جبکہ ادب میں فلسفے کی شان پیدا کرنے کے باعث شہرت ملی۔ وہ نہ صرف ہائی کورٹ کے جج بلکہ قانون کے نکتہ شناس بھی تھے۔ ۵۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ریاضی کے علم پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ (یاد رفتگان، ص۲۲۴)

۱۵۰: شاہنواز محمد میاں

لاہور کے رئیس۔ باغبانپورہ کی مشہور میاں فیملی سے تعلق تھا۔ میاں ظہور الدین کے صاحبزادے تھے۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ بیرسٹری کی ڈگری لے کر تعلیم تکمیل تک پہنچائی۔ پہلی شادی میاں نظام الدین کی دختر شمس النساء سے ہوئی۔ وہ ۳۱/اگست ۱۹۰۶ء کو وفات پا گئیں۔ دوسری شادی میاں سر محمد شفیع کی دختر جہاں آرا بیگم سے ہوئی۔ اس شادی میں حضرت علامہ بھی شریک تھے۔ اس موقع کے لیے انھوں نے تہنیتی اشعار تخلیق فرمائے۔ اور شادی کی تاریخ بھی کہی۔

۱۹۳۲ء میں جب پہلی بار یوم اقبال منایا گیا، تو حضرت علامہ اقبال کی قومی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے میاں شاہنواز نے چند مربع اراضی حضرت علامہ اقبال کے کم سن بچوں کے نام ہبہ کردی تھی۔ میاں صاحب ۱۱/اگست ۱۹۳۸ء کو اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

۱۵۱: شبلی نعمانی، مولانا

مشہور مورخ اور عالم دین۔ ان کے والد، شیخ حبیب اللہ اعظم گڑھ میں وکالت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے ماہر اساتذہ سے مختلف علوم پڑھے۔ حصول تعلیم کے بعد ۱۸۸۲ء میں ایم اے او کالج، علی گڑھ میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ سرسید کی وفات ۱۸۹۸ء تک علی گڑھ میں قیام کیا۔ اس کے بعد اعظم گڑھ چلے گئے۔ وہیں ایک ادارہ دارالمصنّفین کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۹۴ء میں حکومت ہند نے شمس العلما کا خطاب دیا۔ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔ شعرالعجم، الفاروقؓ، سیرۃ النعمان اور سیرۃ النبیؐ (دو جلدیں) آپ کی مشہور کتب ہیں۔ (حامد حسین قادری، داستان تاریخ اردو، ص ۷۱۸)

۱۵۲: شپنگلر اوسوالڈ

جرمنی کا فلسفی۔ ۲۹ مئی ۱۸۸۰ء کو جرمنی میں بلانکن برگ (Blanken Burg) کے مقام پر پیدا ہوا۔ ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو میونخ میں چل بسا۔ ۱۹۰۴ء میں ہیلے (Halle) سے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ۱۹۱۱ء تک اسکول ماسٹر کی حیثیت سے ملازمت کرتا رہا۔ ۲۶۔۱۹۲۸ء کے عرصے میں *Decline of the West* نامی کتاب تصنیف کی۔ (*The New Encyclopaedia Britannica*, Vol. 11,p.85)

۱۵۳: شجاع الدین خلیفہ ڈاکٹر

مسلمان قانون دان۔ آپ کا مکان اندرون موچی دروازہ لاہور میں واقع تھا۔ ۸/اکتوبر ۱۹۵۵ء کو وفات پائی۔ مہاراجا رنجیت سنگھ کی محبوبہ موراں نے ۱۸۰۹ء میں پاپڑ منڈی، لاہور میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کی امامت مولانا غلام رسول غلام اللہ کے سپرد ہوئی۔ مولانا ۱۸۳۹ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے فرزند خلیفہ حمیدالدین سرکاری ملازم اور عالم فاضل شخصیت تھے۔ ان کا شمار انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ خان بہادر خلیفہ کمارالدین ان کے بیٹے جو انسپکٹر مدارس رہے، کا ۱۱/اگست ۱۹۱۷ء کو انتقال ہوا تھا۔ خلیفہ شجاع الدین انھی کے فرزند اور ایم اے، ایل ایل بی اور بیرسٹرایٹ لا تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے صدر اور پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے

اسپیکر رہے۔(نقوش، لاہور نمبر ۵۷۷، قومی زبان، کراچی، جنوری ۱۹۷۲ء، ص ۱۶)

۱۵۴: شجاع الملک، چترالی

ریاست چترال کے امیر۔ ان کے علامہ اقبال سے قریبی اور دوستانہ تعلقات تھے۔ اقبال کی ان سے خط کتابت بھی رہی۔ اقبال کے خطوط کا مجموعہ ایک مثل کی شکل چترال کے خاص دفتر میں موجود تھا۔ ایک موقع پر امیر چترال نے اقبال کو چترال آنے کی دعوت بھی دی تھی، لیکن علامہ نے دشوار گزار راستوں اور اپنی علالت کی وجہ سے معذرت کر لی۔ ایک بار ریاست چترال کا وفد لاہور آیا۔ ریاست کے سیکریٹری مصطفیٰ راہی بھی ہمراہ تھے۔ انھی دنوں پنجاب کابینہ کے وزیر، ہرکشن لال نے والیِ چترال کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ اس میں لاہور کے تمام معززین شریک ہوئے۔ علامہ اقبال نے اس موقع پر امیر چترال سے وزیر بلدیات چودھری شہاب الدین کا تعارف کرایا، تو چودھری پر یہ فقرہ چست کر دیا۔ ''اعلیٰ حضرت شا مہتر است، ایں مہتر لاہور است''

(قومی زبان، کراچی، اپریل ۱۹۸۲ء۔ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، اپریل ۱۹۷۸ء)

۱۵۵: شکیب ارسلان امیر

عالم اسلام کے مشہور رہنما۔ شام کے ارسلان خاندان سے تعلق جو سیف و قلم، دونوں میدانوں میں شہرت رکھتا ہے۔ شام کی آزادی کے سلسلے میں امیر عادل ارسلان مجاہدین کی کمان فرمائی تھی۔ شاعر، انشا پرداز اور جید عالم تھے۔ امیر شکیب انھیں مصر و شام کے عربی اخبارات میں 'مشرق کے کاتب اعظم' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں یورپ میں مقیم تھے۔ ایک بڑی ریاست کے امیر اور آپ کے برادر اکبر نسیب ارسلان بھی عربی کے بڑے شاعر اور انشا پرداز تھے۔ جب شکیب ۱۹۳۱ء میں جنیوا میں مقیم تھے تو، ایک ہفتہ وار فرانسیسی اخبار آپ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔(انقلاب لاہور، ۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء)

۱۵۶: شمس الدین

مسلمان مصلح۔ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر پائی۔ اس کے بعد گورنمنٹ اسکول میں داخل ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے خدمات بجا لانے لگے۔ خاص طور پر مسیحی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سدباب کرنے میدان عمل میں اترے۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو لاہور میں انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی۔ تین برس بعد انجمن کے سیکریٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۰ء تک یہ خدمت بجا لاتے رہے۔ اس دوران انجمن

کے تحت اسکول اور کالج قائم کیے اور ہزار ہا مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ، شاہ افغانستان، لاہور آئے تھے۔ اس موقع پر پنجاب کے مسلمانوں کی جانب سے آپ ہی نے شاہ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا تھا۔ ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔ اسلامیہ کالج کے احاطے میں دفن ہوئے۔ (روزنامہ خالد لاہور، ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء)

۱۵۷: شمس الدین قریشی میجر

بھوپال کے رہنما۔ ۱۹۳۷ء میں ریاست بہاول پور کے وزیر تعلیم بنائے گئے تھے۔ جامعہ ازہر، مصر کے علما کا وفد مسلمانوں کے تعلیمی حالات کا مشاہدہ کرنے ہندوستان آیا۔ وفد نے علامہ اقبال سے لاہور میں ملاقات لی۔ اس موقع پر آپ نے قریشی صاحب کو خط لکھا کہ وہ مصری مشائخ کو بہاول پور آنے کی دعوت دیں۔ یہ خط ۲۴ جنوری ۱۹۳۷ء کو تحریر کیا گیا۔ (روز گار فقیر، جلد دوم ۱۹۸۸ء، ص ۳۶۶)

۱۵۸: شمبھو دیال سخن

اُردو شاعری۔ بھوپال کے کائستھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ بے حد ذہین اور خوش گو شاعر تھے۔ شعرائے بھوپال میں ان کا مرتبہ خاصا بلند تھا۔ مشاعروں میں ہمیشہ اساتذہ کی صف میں بٹھائے جاتے۔ بنیادی طور پر غزل کہتے تھے لیکن ہجوگوئی کی بدولت شہرت ملی۔ انھیں ''بھوپال کا سودا'' کہا جاتا تھا۔ ان کی ہجویات بھوپال میں زبان زد خاص و عام تھیں۔ ایک بار اسکول کی ایک تقریب میں شمبھو دیال سخن نے اقبال کی غزل سنی۔ بعد ازاں موقع نکال کر وہ علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے دریافت کیا کہ لفظ ''پرہیز'' مذکر ہے یا مونث؟ اقبال نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ نہایت شفقت سے فرمایا کہ ویسے تو پرہیز مذکر ہی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن اقبال کو اتنا حق تو ہے کہ وہ اسے بطور مونث بھی استعمال کر سکے۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۳۳۷۔۳۳۸)

۱۵۹: شوکت حسین

ادیب و شاعر۔ ۲ مارچ ۱۸۹۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول، شیرانوالہ سے پائی۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہو گئے اور ۱۹۱۹ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ اس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کی ایما اور توسط سے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے۔ علی گڑھ کالج کے علمی و ادبی ماحول نے ان میں اعلیٰ درجے کا ذوق پیدا کر دیا۔ محمد علی جوہر کی صحبتوں نے انھیں شعر و شاعری کی طرف متوجہ کیا۔ ۱۹۲۶ء میں شوکت حسین نے مولانا جوہر کی

سیرت پر ایک کتاب لکھی۔ اقبال کی مثنوی اسرار خودی کے سلسلے میں ایک نظم ”خطاب بہ اقبال“ فارسی میں کہی۔ ۱۵۲ اشعار پر مشتمل یہ نظم انھوں نے پھر کتابچے کی شکل میں شائع کرائی۔ یہ کتابچہ انھوں نے اپنے دوستوں کے علاوہ اقبال، گرامی اور عزیز لکھنوی کو بھی ارسال فرمایا۔ اقبال نے اس نظم کی بڑی تعریف فرمائی۔ پروفیسر نکلسن نے بھی کیمبرج سے تعریفی جواب دیا۔ اقبال نے اپنے خط مورخہ ۷ فروری ۱۹۲۶ء میں نظم کے موصول ہونے پر شوکت صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ علی گڑھ میں حصول تعلیم کے بعد شوکت صاحب لاہور آ گئے تھے۔ اخبار سیاست میں اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس دوران تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ بعد میں گورنمنٹ ہائی اسکول کمالیہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں کمالیہ میں وفات پائی۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۱۵۲۔۱۵۴)

۱۶۰: شوکت علی، مولانا

مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی۔ تحریک خدام الحرمین اور تحریک خلافت کے بانیوں میں شامل ہیں۔ یوسف زئی پٹھانوں کے قبیلے، میر احمد خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالعلی خان تھا جو ۲۰؍ اگست ۱۸۸۰ء کو انتقال کر گئے۔ دادا علی بخش خان نے برطانوی حکومت کے لیے خدمات انجام دی تھیں۔ اخیر عمر میں مولانا شوکت علی مسلم لیگ کے سرگرم رہنما بن گئے تھے۔ ۲۷ نومبر ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۲۶۔ قومی زبان، کراچی، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۲۳)

۱۶۱: شور بازار، مُلا

افغانستان کے روحانی رہنما۔ اصلی نام فضل تھا۔ مجددی سلسلے میں روحانی پیشوا تھے۔ ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں بتائی جاتی ہے۔ ۱۹۱۸ء کی جنگ افغانستان میں جنرل نادر خان کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ ان کی پُر جوش تقاریر سے قبائلی مسلمان جوق در جوق لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ برصغیر میں بھی ان کے خاصے مرید موجود تھے۔ جب امان اللہ خاں اصلاحات کے عمل میں حد سے آگے بڑھ گئے، تو ان سے ناراض ہو کر ہندوستان چلے آئے۔ بچہ سقہ کے پورے دور میں وہ یہیں مقیم رہے۔ نادر شاہ نے حکومت سنبھالی، تو واپس وطن چلے گئے۔ انھیں وزیر عدالت مقرر کیا گیا۔ بعد میں مستعفی ہو گئے۔ اقبال نے لاہور میں ان کی قیام گاہ پر ان سے ملاقات فرمائی تھی۔ (اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۵۵)

۱۶۲: شہباز دین، حکیم

لاہور کے حکیم۔ جسمانی طور پر لاغر اور نحیف تھے۔ دھان پان سے مگران کے سینے میں ایک ایسا

دل دھڑکتا تھا، جو سمندر کی طرح وسیع اور ابر کی طرح فیاض تھا۔ ان کی زبان میں شیرینی، مزاج میں انکسار اور اخلاق میں بڑی وسعت پائی جاتی تھی۔ حکیم شجاع الدین کی وفات کے بعد انھوں نے شور محشر جاری رکھنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے گھر ہر شام صاحبان ذوق جمع ہوتے اور علم و ادب کی محفل جمتی۔ یہ لوگ ادب و شرافت کے درخشندہ ستارے تھے۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۳۴۳)

۱۶۳: شہزادہ علی احمد خان درانی

افغانستان کے رہائشی۔ اسلامیہ کالج لاہور کے تعلیم یافتہ تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد سیکریٹریٹ افغانستان کے ایک معزز عہدہ پر فائز ہو گئے۔ انجمن ادبی، کابل کے سیکریٹری اور روح رواں تھے۔ آپ ہی نے اقبال اور ان کے ساتھیوں کو افغانستان مدعو کیا تھا۔ (اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۵۹)

۱۶۴: صلاح الدین سلجوقی سردار

ہندوستان میں قونصل جنرل۔ بمبئی میں مقیم تھے۔ فارسی اور عربی ادب پر پورا عبور رکھتے تھے۔ عربی کی جدید شاعری سے بھی باخبر تھے۔ فارسی میں خاقانی کے بڑے قائل تھے۔ علوم دینی میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ اسی باعث ہرات کے قاضی رہ چکے تھے۔ اقبال نے افغانستان جاتے ہوئے ۱۹۳۱ء میں ان کے ہاں بمبئی میں قیام فرمایا تھا۔ (گفتار اقبال، ص ۱۳۸)

۱۶۵: صدیق محمد حکیم

صحافی۔ جالندھر آبائی وطن تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد خبر رساں ایجنسی، رائٹر میں ملازمت کر لی۔ اس نے انھیں مصر میں اپنا نمائندہ بنا دیا۔ وہاں کی راول سوسائٹی کا سیکریٹری بھی تھا۔ بعد ازاں مصر ہی میں شادی کر لی۔ عربی خوب بولتا تھا۔ بہت ہوشیار اور مستعد تھا۔ اس نے ۱۹۳۱ء میں بحری جہاز میں علامہ اقبال سے ملاقات کی تھی۔ (گفتار اقبال، ص ۱۴۰)

۱۶۶: ضیا گوکلپ

ترکی کے قومی شاعر۔ اتاترک ان سے بہت متاثر تھے۔ ۷۵-۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء میں وفات پائی۔ شاعری اور نثر دونوں میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ (Shariful Mujahid, *Quaidi Azam-Jinnah,* p. 350)

۱۶۷: ضیاالدین برنی

مورخ اور ادیب۔ بی اے کا امتحان دینے کے بعد دہلی سے ۱۹۱۵ء میں لاہور آ گئے۔ ان

کے پاس خواجہ حسن نظامی کا تعارفی رقعہ تھا جسے لے کر اقبال کے ہاں پہنچے۔ اس طرح شاعر مشرق سے راہ ورسم کا آغاز ہوا۔ برنی کو جب معلوم ہوا کہ اقبال ہی بی اے فلسفہ کے پرچے کے ممتحن ہیں تو انھیں اپنا رول نمبر لکھ کر پیش کر دیا، اقبال جس پر خفا ہو گئے۔ برنی صاحب اپنے تالیف کلید اخبار بینی اقبال کے نام مضمون کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اجازت دے دی۔

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں برنی صاحب تھیوسوفیصل اسکول، کانپور میں پڑھاتے تھے۔ برنی صاحب کی تالیف جہاں آرام بیگم کی سوانح عمری کی اقبال نے ۱۹۲۲ء میں اپنے ایک مکتوب میں تعریف فرمائی ہے۔ (انوار اقبال، ص ۱۴۰)

۱۶۸: ظفر احمد صدیقی

استاد اور فلسفی۔ ۵ دسمبر ۱۹۱۲ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی اقبال احمد تھا۔ ۱۹۳۵ء میں ظفر احمد نے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ایم اے فلسفہ کی ڈگری لی۔ فلسفہ ابن طفیل پر تحقیق کر کے اسی یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ مجیدیہ اسلامیہ کالج، الہ آباد میں ۱۹۳۹ء میں فلسفے کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج، اٹاوہ کے پرنسپل بنائے گے۔ ۱۹۴۷ء میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں لیکچرار فلسفہ لگ گئے۔ ۱۹۷۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

ظفر احمد نے علامہ اقبال کی مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق کا اردو منظوم ترجمہ حکمت کلیمی کے نام سے علی گڑھ سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا تھا۔

اقبال نے جب علی گڑھ یونی ورسٹی میں ۱۹۲۹ء میں خطبات دیے، تو حاضرین میں دیگر طلبہ کے ساتھ ظفر احمد صدیقی بھی شامل تھے۔ یونی ورسٹی میں دوران تعلیم وہ ایک ادبی تنظیم، انجمن اردوئے معلیٰ کے سیکریٹری رہے۔ انجمن کے ایک اجلاس میں پروفیسر عبدالعلیم نے اقبال کی شاعری اور افکار پر اعتراضات کر دیے۔ ظفر احمد نے علامہ صاحب کا دفاع کیا اور اس بحث کی روشنی میں ۱۱۹ اشعار پر ایک نظم بھی لکھی۔ یہ نظم اقبال کی نظر سے گزری تو آپ نے انھیں ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو ایک خط تحریر فرمایا۔ (اقبال، بزم اقبال، مجلس ترقی ادب، لاہور، جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۵)

۱۶۹: ظفر ہاشمی، سید

ادیب و صحافی۔ ان کے والد ۱۹۲۹ء میں کشمیر میں انسپکٹر آف اسکولز تھے۔ اقبال کے ہم جماعت رہے تھے۔ چچا کا نام ڈاکٹر میجر ہاشمی تھا۔ وہ لوہاری دروازہ کے باہر کلینک کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب قلعہ گوجر سنگھ میں احاطہ محمد سعید میں چودھری محمد حسین کے ساتھ ایک ہی مکان میں

رہتے تھے۔ ان آبائی گاؤں میں ملحق تھے۔ ڈاکٹر میجر ہاشمی اقبال کے معالج بھی رہے۔ ایک ملاقات میں ڈاکٹر میجر ہاشمی نے اقبال کو بتایا کہ ظفر بھی شاعری کا شوق رکھتا ہے۔ آپ نے بڑے تعجب سے ظفر کی طرف دیکھا اور فرمایا ''کہیں تمھارے جیسے بے ذوق خاندان میں بھی شاعر پیدا ہو سکتا ہے؟ میں تو اس کے والد کو بھی جانتا ہوں۔ وہ تو بالکل مُلّا ہیں اور شعر پر لاحول پڑھا کرتے ہیں۔ صاحبزادے اگر شعر کہنا ہے، تو پنجابی میں کہا کرو۔ اس میں ادبی سرمایہ زیادہ ہے۔ وارث شاہ، بابا فرید، مغل شاہ اور بلھے شاہ نے اس زمین کو وہ چیزیں عطا کی ہیں جو اردو زبان کو میسر نہیں۔'' ظفر صاحب بعدازاں اُردو کے مشہور رسالے عالمگیر کے شریک مدیر رہے۔ (اوراق گم گشتہ)

۱۷۰: ظہیرالدین حسین، ظہیر دہلی، سید

دہلی کے رہائشی۔ پورا نام ظہیرالدین حسین۔ شاعری میں ابراہیم ذوق کے شاگرد تھے۔ پیشے کے لحاظ سے بہادر شاہ ظفر کے داروغہ ماہی مراتب تھے۔ انھوں نے اپنے حالات زندگی ایک کتاب داستان غدر میں تحریر کیے۔ ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ برس کی عمر میں قلعہ معلیٰ کی ملازمت کرلی۔ ظہیر کے والد، سید جلال الدین فن خوش نویسی میں مغل بادشاہ کے استاد تھے۔ ظہیر دہلوی ذوق کی وفات کے بعد غالب سے اصلاح لینے لگے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے بھائی کے ساتھ بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ بعدازاں بلند شہر میں حلوہ خور نامی اخبار کی ادارت کرنے لگے۔ پھر ریاست جے پور پولیس میں ملازمت کرلی۔ جے پور میں اُنیس سال بسر کیے۔ پندرہ برس ٹونک میں رہے۔ بڑھاپا آیا، تو حیدرآباد چلے گئے۔ وہیں ۱۹ مارچ ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔ (اقبال بنام شاد، ص۶۶)

۱۷۱: عابدہ سلطانہ شہزادی

ریاست بھوپال کی ولی عہد۔ نواب حمیداللہ خان کی صاحب زادی۔ ان کے دستخط سے اقبال کو ملنہ ہا وظیفے کا پہلا چیک جاری ہوا تھا۔ ۱۹۳۳ء سے اپنے والد کے ساتھ ریاستی کاموں میں حصہ لینے لگیں۔ تعلیم وتربیت اسلامی شعائر کے مطابق پائی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں اقبال جب بھوپال تشریف لائے، تو شہزادی صاحبہ کے لیے اپنی دو تصانیف بطور خاص تیار کرا کر لائے تھے۔ ملاقات میں انھیں پیش فرمایا۔ آزادی وطن کے بعد کراچی آ گئی تھیں۔ (اقبال اور بھوپال، ص۲۷۹)

۱۷۲: عاشق حسین بٹالوی

اردو ادیب اور رہنما۔ مئی ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ پنجاب کے جائنٹ سیکریٹری منتخب ہوئے۔

ان دنوں علامہ اقبال لیگ کے صدر تھے۔ ۱۹۵۳ء میں لندن چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۹ء کو لندن میں وفات پائی۔ میت پاکستان لائی گئی اور مرحوم کو لاہور میں سپرد خاک کیا گیا۔اقبال کے آخری دو سال ان کی مشہور تصنیف ہے۔

۱۷۳: عباس علی خان لمعہ، ڈاکٹر

شاعر، نثر نگار اور انشا پرداز۔ ۱۹۱۰ء میں محمد ابراہیم علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد عباس علی خان کو فوجی کارنامے دکھانے کے صلے میں دربار دہلی سے منصب پنج ہزار، خطاب خانی و بہادری اور دیگر اعزازات عطا ہوئے تھے۔ عباس علی حیدر آباد دکن سے انٹرنس پاس کرنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں بمبئی چلے آئے۔ یہاں انھوں نے کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز کا ڈپلومہ حاصل کے لیے میڈیکل میں داخلہ لیا۔ وہیں ان کی ملاقات بنگالی ادیب ٹیگور سے ہوئی۔ وہ پھر اپنا انگریزی کلام اصلاح کے لیے ٹیگور کو بھیجنے لگے۔ اقبال سے بھی گہری عقیدت رکھتے تھے، ان کی خدمت میں وقتاً فوقتاً اپنے اشعار برائے اصلاح روانہ کرتے رہتے۔ اقبال ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور مفید مشورے دیتے۔ عباس علی نے اقبال کو عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن پاک تحفتہً بھیجا تھا۔ وہ بیش قیمت قرآن پاک انھیں مولانا محمد علی جوہر نے دیا تھا۔ (قومی زبان، کراچی، جولائی ۱۹۷۹ء۔ معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۵۷۰)

۱۷۴: عبدالباری، مولانا

خلافت کے سرکردہ رہنما۔ لکھنو میں ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر پائی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم پانے کے لیے قسطنطنیہ، ترکی چلے گئے۔ ۱۹۰۸ء میں مدرسہ نظامیہ، فرنگی محل کی بنیاد رکھی۔ جداگانہ انتخاب کے مسئلے پر ۱۹۰۹ء میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ ایک تنظیم، موئید اسلام کے صدر تھے۔ انجمن ہلال احمر کے رکن رہے، مسجد مچھلی بازار، کانپور کے مسئلے میں موثر کردار ادا کیا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں دہلی میں مسلم لیگ کے اجلاس میں علما کے ایک وفد کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ جنگ طرابلس کے زمانے میں مولانا شوکت علی نے جب ''مجلس خدام کعبہ'' کی بنیاد رکھی تو آپ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۔۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء کی درمیانی شب وفات پائی۔ (یاد رفتگان، ص ۵۶۰، شریف المجاہد، ۲۶۲)

۱۷۵: عبدالباسط سید ڈاکٹر

مسلمان ڈاکٹر۔ بھوپال کے حمیدیہ ہسپتال میں ملازم تھے۔ بجلی سے علاج کے ماہر تھے۔ اس فن

میں بڑا تجربہ اور قابلیت رکھتے تھے۔ صاحب علم بھی تھے اور شعر و ادب کے اعلیٰ مذاق کے مالک تھے۔ بھوپال میں شیش محل کے مقابل ان کی رہائش گاہ قدسیہ محل واقع تھی۔ جاوید اقبال جب پہلی بار بھوپال گئے تو انھوں نے اپنا بیشتر وقت ڈاکٹر باسط کے بیٹے سید عبدالحئی کے ساتھ گزارا تھا۔ باسط دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا، سید عبدالغفور کی شادی سر سید کی ہمشیر صفیہ بیگم کی بیٹی ذکیہ بیگم سے ہوئی تھی۔

باسط تکمیل تعلیم کے بعد میں ڈیرہ دون ایکسرے انسٹی ٹیوٹ میں بطور ریڈیالوجسٹ ملازم ہوئے۔ یاد رہے ہندوستان میں پہلی بار ڈیرہ دون میں ایکسرے یونٹ قائم ہوا تھا۔ وہاں ڈاکٹروں کو ایکسرے اور بجلی سے علاج کی تربیت دی جاتی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ سبک دوش ہوکر دہلی چلے آئے اور پرائیویٹ پریکٹس کرنے لگے۔ یہیں ان کی ملاقات ڈاکٹر انصاری سے ہوئی جو نواب حمیداللہ کے ذاتی معالج تھے۔ ان کے اصرار پر باسط ۱۹۲۶ء میں بھوپال چلے گئے۔ ان کا بطور ریڈیالوجسٹ تقرر ہوا۔ انھوں نے حمیدہ ہسپتال میں ایکسرے کا شعبہ قائم کیا اور بجلی سے علاج کرنے لگے۔ ۱۹۳۵ء میں اقبال کا علاج ڈاکٹر باسط ہی نے کیا تھا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۱۹۳)

۱۷۶: عبدالحق، مولوی

بابائے اُردو۔ ۲۰ر اپریل ۱۸۷۰ کو ہاپڑ کے قریب سراوہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان کائستھ تھا۔ لیکن ان کے بزرگوں نے مغل بادشاہ جہانگیر کے عہد میں اسلام قبول کرلیا۔ مولوی صاحب ابھی کم سِن ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے ماموؤں نے ان کی پرورش کا انتظام کیا۔ پنجاب یونی ورسٹی سے انٹرنس پاس کیا۔ ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ یہاں سے آپ نے بی اے کی ڈگری لی۔ کالج میں سر سید احمد خان سے ملاقات ہوئی۔ مزید برآں حالی اور شبلی سے متعارف ہوئے۔ تعلیم کے بعد حیدرآباد دکن کے محکمہ تعلیم میں تقرر ہوا۔ اورنگ آباد میں ایک مدت تک مہتمم تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے۔ عثمانیہ یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا، تو اس کے دارالترجمہ کے ناظم اور بعد میں شعبہ اردو کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن ترقی اردو کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں اردو کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۵۷ء میں دوبارہ انجمن کے صدر مقرر ہوئے۔ طویل علالت کے بعد اسی سال ۱۶ر اگست ۱۹۶۱ء کو کراچی میں انتقال ہوگیا اور انجمن کے احاطے میں دفن ہوئے۔ متعدد کتب مرتب یا تصنیف کیں۔ ان میں انگریزی اردو کی لغت بہت مقبول ہوئی۔ (ڈاکٹر ممتاز حسن، اقبال اور عبدالحق، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۔۲۶)

۱۷۷: عبدالحمید حسن

مدراس کے سیٹھ جمال کے رفاہی ادارے کے سیکریٹری۔ سیٹھ صاحب کی تعلیمی اور مذہبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ان کے مخلص کارکن ورفیق تھے۔ حسن صاحب نے ایل ایل بی کیا تھا۔ مدراس ہائی کورٹ میں فارسی اور اردو کے ترجمان تھے۔ سرکاری ملازمت کے باوجود مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کی خاص دھن رکھتے تھے۔ (گفتار اقبال، ص ۲۱۹)

۱۷۸: عبدالحمید خان

مولوی محبوب عالم مدیر پیسہ اخبار کے صاحبزادے۔ برسوں انگلستان اور افریقہ میں گزارے۔ واپسی پر بمبئی سے ایک نہایت کامیاب اخبار خاتون نکالا۔ لاہور سے انگریزی میں ایسٹرن ٹائمز اخبار جاری کیا۔

۱۷۹: عبدالمجید قرشی

ادیب اور صحافی۔ ضلع امرتسر کے گاؤں پٹی کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام عبدالعزیز تھا۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی قائم کردہ جماعت تنظیم (۱۹۲۵ء) کے اسسٹنٹ سیکریٹری تھے۔ کچھ عرصہ ہفتہ روزہ تنظیم امرتسر کی ادارت بھی کرتے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں سیرت کمیٹی کی بنیاد رکھی۔ پٹی سے پندرہ روزہ اخبار ایمان جاری کیا۔ اس کی مدد سے سیرت رسولؐ کی اشاعت کا کام لیا۔ ملک کے اندر اور باہر سیرت النبیؐ کے جلسوں کا نظام قائم کیا۔ حضرت علامہ اقبال کو ان کی تحریک سے دل چسپی تھی۔ آپ سیرت کمیٹی کے جلسوں میں اکثر شرکت فرماتے تھے۔ حضرت علامہ کی خواہش پر عبدالمجید صاحب نے اسلام زندہ باد نامی کتاب لکھی۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ غیر مسلم کن وجوہ کی بنا پر اسلام قبول کرتے ہیں۔ اس میں علامہ اقبال سے متعلق نومسلموں کے چار واقعات بھی درج ہیں۔ دردمند مسلمان اور تحریک پاکستان کے مخلص کارکن تھے۔ کسی بے رحم نے انھیں ۴/اپریل ۱۹۴۹ء کی رات گھر میں قتل کر دیا۔ (اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۴۵)

۱۸۰: عبدالحئی، ڈاکٹر

بھوپال کے ڈاکٹر عبدالباسط کے فرزند۔ ۱۹۰۸ء میں ڈیرہ دون میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ ۱۹۳۳ء میں ایل ایل بی کر لیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں بھوپال میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۳۷ء میں جوڈیشل افسر مقرر ہوئے۔ ۵۱-۱۹۴۸ء سب جج اور سب

ڈویژنل مجسٹریٹ بلدیہ بنائے گئے۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں کراچی، پاکستان ہجرت کر گئے۔ پاکستان میں مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔

۱۹۳۵ء میں اقبال جب بھوپال تشریف لے گئے، تو عبدالحی اپنے والد کے ساتھ ان سے ریاض منزل میں ملے تھے۔ اس موقع پر سر راس مسعود بھی موجود تھے۔ ۱۹۳۶ء میں بھی دوسری بار ملاقات ہوئی۔ اقبال جب بھوپال کی سیر کرنے جاتے، تو باپ بیٹے کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ (اقبال اور بھوپال، ص۲۹۰)

۱۸۱: عبدالحئی میاں

لدھیانہ کے وکیل۔ امپیریل کونسل کی رکنیت کے لیے شہری حلقے سے امیدوار تھے۔ اس موقع پر ملک برکت علی، ایڈووکیٹ لاہور ان کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ اس طرح میاں صاحب بلا مقابلہ منتخب ہو گئے۔ غالباً ۱۹۲۵ء میں سر سکندر حیات خان اور ملک خضر حیات خان کی وزارت میں وزیر تعلیم رہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص۲۳۹)

۱۸۲: عبدالحکیم خلیفہ ڈاکٹر

فلسفی اور عالم۔ لاہور میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۹/اگست ۱۹۵۹ء کو انتقال فرمایا۔ لاہور اور دہلی میں تعلیم پائی۔ ہائیڈل برگ یونی ورسٹی سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی سَند فضیلت حاصل کی۔ جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبہ فلسفہ رہے۔ پاکستان آئے تو ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ناظم مقرر ہوئے۔ (اردو جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم، ص۹۵۵)

۱۸۳: عبدالحکیم کلانوری

اورینٹل کالج لاہور کے شعبہ فارسی میں صدر مدرس۔ جولائی ۱۸۷۲ء سے ۱۹۱۶ء تک شعبہ تصنیف و تالیف کے ناظم بھی رہے۔ (اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۲ء، ص۲۱۹) یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو شاہی دربار دہلی کے موقع پر آپ کو شمس العلما کا خطاب عطا ہوا۔ (لالہ لچھمن لعل، تاریخ دربار دہلی، مطبع منشی پرشاد، بلند شہر، ۱۹۰۳ء، ص۱۸۳)

۱۸۴: عبدالرب، مرزا

اردو کے مشہور شاعر، نواب سراج الدین سائل دہلوی کے داماد۔ سیشن جج کے عہدے سے

ریٹائر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں انتقال ہو گیا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ جالندھر میں ملازم تھے۔(مکاتیب اقبال بنام گرامی، ۲۲۱)

۱۸۵: عبدالرب نشتر، سردار

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما۔ ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کو محلّہ رام پورہ، کوچہ کا کڑاں، کوہاٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالحنان خان ریلوے میں ٹھیکیدار تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی سے انٹرنس پاس کیا۔ ۱۹۲۳ء میں نجی طور پر بی اے کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں پشاور میں مسلم لٹریری سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۵ء کے انتخابات میں صوبہ سرحد سے اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں صوبہ سرحد کے وزیر مالیات رہے، مارچ۔ اپریل ۱۹۳۸ء میں لاہور میں اقبال سے ملاقات فرمائی۔ ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء کو انتقال ہو گیا۔ (اکابرین تحریک پاکستان، ص ۱۴۷)

۱۸۶: عبدالرحیم

بنگال کے مشہور مسلم رہنما۔ ستمبر ۱۸۶۷ء میں مدناپور شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا ڈپٹی کلکٹر تھے۔ والد مولوی عبدالرب مدناپور کے زمیندار تھے۔ مولوی عبدالرب ایک جید عالم بھی تھے۔ عبدالرحیم نے عربی کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ انگریزی تعلیم پانے کے لیے سرکاری ہائی اسکول، مدناپور میں داخل ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد پریسیڈینسی کالج کلکتہ سے بھی اے آنرز کیا۔ اسی کالج سے انگریزی ادب میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ قانون کی تعلیم پانے کے لیے انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں مڈل ٹیمپل سے بیرسٹری کی سَند لے کر واپس آئے اور کلکتہ ہائی کورٹ میں بیرسٹری کرنے لگے۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۳ء تک کلکتہ میں پریسیڈنسی مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۰۷ء میں ٹیگور لا لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں مدراس ہائی کورٹ کے جج مقرر بنائے گئے۔ ۱۹۲۰ء تک جج رہے۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۵ء تک رائل کمیشن پبلک سروس کمیشن کے رکن رہے۔ ۱۹۳۰ء تک گورنر بنگال کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن رہے۔

۱۹۲۵ء میں بنگال لیجس لیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کی مرکزی قانون ساز اسمبلی میں بحیثیت آزاد رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۴ء تک اسمبلی میں حزب مخالف کے رہنما کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۵ء میں اسی مرکزی قانون ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ گول میز کانفرنس میں بھی شرکت فرمائی۔ مسلم لیگ کے قیام اور ترویج میں عملی حصہ لیا۔ انھوں نے ۱۹۲۵ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی تھی۔ آپ کی بڑی صاحبزادی کی شادی

۱۹۱۸ء میں حسین شہید سہروردی سے ہوئی تھی۔ بڑے فرزند ضیاء الدین عبدالرحیم بیرسٹر، دوسرے فرزند جلال الدین عبدالرحیم آئی سی ایس افسر اور تیسرے فرزند قیصر عبدالرحیم انجینئر رہے۔(جرنل خدا بخش لائبریری، نمبر ۵۱۔۵۲، ص ۳۷۱)۔۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں وفات پائی۔(یادرفتگان)

۱۸۷: عبدالرزاق کانپوری، مولوی، منشی

ادیب۔۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ کان پور میونسپل کمیٹی میں ملازمت کرتے رہے۔ ۱۸۸۷ء میں کلکتہ میں سرسید سے ملاقات کی تھی۔۱۹۰۶ء میں نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے بھوپال نے انھیں اپنی ریاست میں تحصیل دار مقرر کر دیا تھا۔ان کی مشہور کتاب البرامکہ ہے۔ مولوی منشی صاحب نے ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کو رات کے وقت وفات پائی۔(نگار پاکستان، کراچی سرسید نمبر، حصہ دوم، جنوری فروری ۱۹۷۱ء، ص ۱۳۵)(یاد رفتگان، ص ۳۵۳)

۱۸۸: عبدالرشید، سر میاں

قانون دان۔لاہور کے علاقے باغبانپورہ میں مقیم آرائیں گھرانے میں میاں نظام الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔۱۹۱۱ء میں کیمبرج یونی ورسٹی سے گریجویشن کامیابی سے پاس کی۔۱۹۱۳ء میں لندن سے بار ایٹ لا کیا۔اس کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔۱۹۳۳ء میں لاہور ہائی کورٹ کے چیف جج مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۴ء تک فیڈرل کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس رہے۔ اکتوبر/نومبر ۱۹۵۳ء میں قائم مقام گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت سے کام کیا۔حکومت ہند نے آپ کو سر کے خطاب سے نوازا۔حکومت پاکستان نے آپ کو ”ہلال پاکستان“ کا سول اعزاز عطا کیا۔(علی اصغر چودھری، تاریخ آرائیاں، علمی کتاب خانہ، اردو بازار، لاہور، ص ۳۹۵۔۳۹۶)

۱۸۹: عبدالعزیز شیخ، ساویش

مصری عالم اور معلم۔ مفتی محمد عبدہ کے شاگرد۔اور طبعاً نہایت پُر جوش انسان تھے۔نوجوان ترکوں کی تنظیم، انجمن اتحاد و ترقی کے زمانے میں اس کے سرگرم حامی رہے۔مشہور ترک انور پاشا مرحوم کے دست و بازو تھے۔ جنگ بلقان کے بعد انھوں نے قسطنطنیہ سے الہدایہ نام کا ایک علمی، مذہبی اور اصلاحی رسالہ عربی زبان میں نکال لیا تھا۔جنگ عظیم اول میں اتحادیوں کے خلاف عرب میں وعظ دیتے اور جہاد کی تلقین کرتے رہے۔ بعد ازاں مصطفیٰ کمال پاشا سے بن نہ سکی، ناچار انگورہ چھوڑ کر مصر میں قدم رکھا۔وہ پھر سیاست سے یکسر تائب ہو کر اپنے استاد کے نقش قدم پر چل پڑے یعنی مصر کے محکمہ تعلیم میں ابتدائی تعلیم کے انسپکٹر مقرر ہو گئے۔ بعد ازاں مصری طلبہ کی حالت

سدھارنے کے لیے ''مکارم الاخلاق'' کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔ بعدازاں ینگ کرسچن فیس ایسوسی ایشن کی طرز پر مسلم نوجوانوں کے لیے انجمن شبان المسلمین کی بنیاد رکھی۔ فروری ۱۹۲۹ء میں مصر میں وفات پائی۔ (یاد رفتگان، ص ۹۰)

۱۹۰: عبدالسلام ندوی

ہندوستان کی معروف علمی و ادبی شخصیت۔ متعدد اسلامی کتب کے مصنف۔ ندوۃ العلما کے تربیت یافتہ۔ اعظم گڑھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں، علاؤ الدین پٹی میں ۱۳۰۰ھ میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم گھر کے مکتب میں پائی۔ بعدازاں کان پور اور پھر آگرہ کی جامع مسجد کے مدرسے میں زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۹۰۶ء میں دارالعلوم ندوۃ العلما میں داخلہ مل گیا۔ ۱۹۱۰ء میں تعلیم سے فارغ ہوئے، تو اسی درسگاہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔ سیرۃ النبیؐ کی تالیف کے موقع پر مولانا شبلی نعمانی نے انھیں اپنا لٹریری اسسٹنٹ بنا لیا تھا۔ ابوالکلام آزاد کے ساتھ بھی دو برس تک الہلال میں کام کیا۔ ۱۹۱۴ء میں دارالمصنّفین سے وابستہ ہو گئے۔ پھر زندگی کے آخری ایام تک اسی ادارے وابستہ رہے۔ ندوی صاحب نے ۴/ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔

آپ کی مشہور تصانیف: اقبال کامل، شعرالہند، اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ صحابیاتؓ، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، امام رازی، حکمائے اسلام۔ (ادبی نقوش، صفحہ ۳۵۳)

۱۹۱: عبدالعزیز، علامہ

عربی کے استاذ۔ ۱۸۸۸ء میں کاٹھیاوار کے مقام ضلع راجکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالکریم بن یعقوب تھا۔ دہلی میں ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۹ء تک بلند پایہ دینی مدارس میں عربی اور دینی تعلیم پائی۔ دہلی میں ہی ڈپٹی نذیر احمد سے دیوان ابوالقاہیہ کا کچھ حصہ پڑھا۔ ۱۹۰۹ء میں امروہہ چلے گئے۔ ۱۹۱۰ء میں لاہور پہنچے اور مشہور ادیب شیخ طیب ادیب سے عربی ادب کی تعلیم پائی۔ ۱۹۱۱ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے منشی فاضل کیا۔ اس کے بعد مولوی فاضل کے امتحان میں بھی کامیابی پائی۔ ۱۹۱۹ء میں ایڈورڈ کالج، پشاور میں عربی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ یکم اپریل ۱۹۲۰ء میں اورینٹل کالج، لاہور میں عربی کے لیکچرار بنائے گئے۔ ۱۹۲۴ء تک وہیں خدمات انجام دیں۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں پہلے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں عربی کے ریڈر اور پھر صدر شعبہ عربی مقرر کیے گئے، ۱۹۵۰ء میں علی گڑھ سے سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان چلے آئے اور ادارہ تحقیقات اسلامی، کراچی میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں کراچی یونی ورسٹی کے شعبہ

عربی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ جون ۱۹۶۰ء میں وہاں سے سبکدوش ہو گئے۔ کراچی میں وفات ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء کو بعمر نوے سال وفات پائی۔ (قومی زبان، کراچی، جنوری ۱۹۸۲ء، ص ۲۳۔۲۷)

۱۹۲: عبدالعزیز، سید

بہار کے وزیر تعلیم۔ ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو انتقال کر گئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید حفاظت حسین تھا۔ وہ اپنے علاقے میں مشہور طبیب تھے۔ آپ کے خاندان کا اصل وطن پھلواری شریف تھا۔ تاہم ننہال پنورہ سے تعلق رکھتے تھے، سید عبدالعزیز کی پرورش و پرداخت پنورہ ہی میں ہوئی۔ پٹنہ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد قانون پڑھنے لندن چلے گئے۔ ۱۹۱۱ء میں مڈل ٹیمپل سے امتحان پاس کر کے واپس وطن آئے۔ ۱۹۱۳ء میں کلکتہ ہائی کورٹ کے بیرسٹر مقرر ہوئے۔ پٹنہ ہائی کورٹ قائم ہوا تو ۱۹۱۶ء میں وہاں وکالت کرنے لگے۔ آپ فوجداری کے بڑے کامیاب بیرسٹر تھے۔ حکومت بہار اور حکومت ہند ان کی بڑی قدر کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ بے شمار مقدمات میں حکومت نے انھیں اپنا بیرسٹر مقرر کیا۔ ۱۹۳۴ء میں صوبہ بہار میں ایک سخت زلزلہ آیا، جس سے لاکھوں انسان متاثر ہوئے۔

سید عبدالعزیز اس زمانے میں حکومت بہار کے وزیر تھے۔ آپ ہر طور سے مصیبت زدگان کی مدد کرتے رہے۔ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۷ء میں بھی صوبہ بہار کی لجس لیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو حکومت بہار نے انھیں وزیر تعلیم مقرر کر دیا۔ ۱۹۳۷ء تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ اپنے دورِ وزارت میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے کوشاں رہے۔ اردو مصنّفین اور شعرا کی مالی مدد کے ذریعے ان کی ہمت افزائی فرمائی۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کو نظام حیدر آباد دکن نے قانون اور امور مذہبی میں اپنا مشیر مقرر کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ پٹنہ میں دسمبر ۱۹۳۸ء میں ہوا تھا۔ آپ اس کی استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ آپ عرصہ تک بہار مسلم لیگ کے صدر رہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح تمام اہم امور میں سے مشورہ کرتے تھے۔ زندگی بھر سماجی کاموں میں سرگرم عمل رہے۔ انجمن اسلامیہ کے زیر اہتمام اردو پبلک لائبریری قائم کی۔ عرصہ دراز تک اس انجمن کے صدر رہے۔ یتیم خانہ خادم الاسلام کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہے اور اُسے ایک کارآمد ادارہ بنا دیا۔ مشہور ماہر امراض چشم ڈاکٹر متھرا داس کو دس بارہ دنوں کے لیے موگا سے بلوایا اور کیمپ لگوایا۔ وہاں کئی مریضوں کی آنکھوں کا آپریشن ہوا۔ (جرنل خدا بخش لائبریری، پٹنہ نمبر ۵۰۔۵۱، ص ۳۸۷)

۱۹۳: عبدالعزیز میاں، بیرسٹر

لاہور کے مسلمان رہنما جن آبائی وطن لاہور تھا۔ والد مولوی الٰہی بخش مولانا گرامی کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ میاں عبدالعزیز ۱۹/اگست ۱۸۷۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ وہاں آپ کی ننھیال آپ کے والد، مولوی الٰہی بخش چیف کورٹ کے آخری اردو داں وکیل تھے۔ عبدالعزیز نے ہوشیار پور سے مڈل پاس کیا اور پھر لاہور آگئے۔ ۱۸۹۲ء میں انٹرنس کرلیا۔ بعد ازاں ۱۸۹۵ء میں وکالت پڑھنے انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۹۸ء میں ڈگری لے کر لوٹے اور ہوشیار پور میں وکالت کرنے لگے۔ اس دوران میونسپل کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں اسلامیہ ہائی اسکول کا اجرا کیا۔ اس کا سنگ بنیاد نواب وقارالملک نے ۱۹۰۸ء میں رکھا تھا۔ رسم افتتاح میں سرسید احمد کے بنیرہ آفتاب احمد خان، میاں سر محمد شفیع، علامہ اقبال اور جسٹس شاہ دین نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ نومبر ۱۹۱۹ء میں لاہور چلے آئے اور چیف کورٹ میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۹۲۰ء میں لاہور سے انتخابات میں کامیابی حاصل کرلی۔ لاہور کارپوریشن کے مدتوں رکن رہے۔ دومرتبہ میئر بھی منتخب ہوئے۔ پنجاب لجس لیٹو کونسل اور لجس لیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے رہے۔ جولائی ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں اقبال کے حق میں دستبردار ہوگئے۔ اس کے بعد اقبال نے امیدواری کا اعلان کرلیا۔ مدتوں انجمن آرائیاں کے صدر رہے، مسجد شہید گنج کے تنازع میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپ کی ذاتی کوٹھی واقع بیرون یکی دروازہ تحریک آزادی کا مرکز رہی۔ (تاریخ آرائیاں، ص ۳۹۶۔۴۰۰ گفتار اقبال، ص ۱۴۱۔ مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۶۰)

۱۹۴: عبدالعلی ہروی الطہرانی

افغانستان کے عالم دین۔ ہرات کے رہائشی تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ احمد بن شیخ ابراہیم خان تھا۔ ۱۸۶۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ کتب فقہ، احادیث، تفسیر وغیرہ کی خود ہی تحصیل کرتے رہے۔ علوم ظاہری کے بعد قدوۃ المز اید بن محمد اکبر ترشیزی سے علوم باطنی پائے۔ شاہِ ایران آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ اس نے جاگیر عطا کی۔ کچھ عرصہ ایرانی حکومت کے نائب وزیر خارجہ بھی رہے۔ بعدازاں ایران میں بدنظمی اور انتشار کی وجہ سے ہندوستان چلے آئے۔ ماسکو، برلن، پیرس، اسکندریہ، مصر، قسطنطنیہ اور عراق سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچے تھے۔ اس کے بعد پنجاب چلے آئے۔ وہ مالیر کوٹلہ، پٹیالہ اور لاہور میں زیادہ قیام رہا۔ مولانا حالی اور حکیم اجمل خان ان کے وعظ کی بے حد تعریف فرماتے تھے۔ ۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ امانت کے طور پر لاہور ہی

میں دفن کیا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں نجف اشرف لے جا کر دفن کیے گئے۔ (اقبال بنام شاد، ص ۱۸۹)

۱۹۵: عبدالقادر آفندی

افغان رہنما۔ سردار ایوب خان کے فرزند تھے۔ کابل کے شاہی خاندان سے تعلق تھا۔ مادری زبان فارسی تھی۔ شعر کا نہایت ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ اقبال کے دوست رہے۔ انھوں نے دسمبر ۱۹۳۱ء میں اقبال سے لاہور میں ملاقات کی تھی۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۸۱)

۱۹۶: عبدالقادر شیخ، سر

ادیب و عالم۔ ۱۸۷۴ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ فارمین کرسچن کالج، لاہور سے ۱۸۹۴ء میں فرسٹ ڈویژن میں بی اے پاس کیا۔ اگلے سال پنجاب آبزرور کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ تین برس بعد مدیر اعلیٰ بنے۔ ۱۹۰۱ء میں اپنا رسالہ مخزن جاری کیا۔ اس رسالے نے اردو ادب کی ترقی و ترویج میں حصہ لیا۔ اور پہلی بار اقبال کی نظم ''کوہ ہمالیہ'' اسی میں شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۰۴ء میں وکالت کرنے لندن چلے گئے۔ اقبال جب لندن میں تھے، تو اکثر دونوں کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ لنکنزان میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں ایسٹر کا امتحان تھرڈ کلاس میں پاس کر لیا۔ جبکہ اقبال نے بھی یہی امتحان تھرڈ کلاس ہی میں پاس کیا تھا۔ وطن واپس آ کر دلّی میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۰۹ء لاہور چلے آئے۔ ۱۹۱۲ء میں لائل پور میں سرکاری وکیل مقرر ہوئے۔ آٹھ برس تک وہاں رہے۔ ۱۹۲۱ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج۔ ۱۹۲۲ء میں پنجاب لجس لیٹو کونسل کے صدر ۱۹۲۵ء میں قائم مقام وزیر تعلیم کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۲۸ء میں سر کا خطاب مل گیا۔ متعدد سرکاری و نجی عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور میں ۹ فروری ۱۹۵۰ء کو وفات پائی۔ شیخ صاحب کا آبائی وطن قصور تھا۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء کو لاہور کے اسلامیہ کالج میں پروفیسر انگریزی بھی مقرر ہوئے تھے۔ (یاد رفتگان، ص ۴۰۴۔ مفکر پاکستان، ص ۸۶۔ کیلنڈر لنکنزان، ۸۔۱۹۰۷ء، ص ۳۶۴)

۱۹۷: عبدالقیوم

حضرت علامہ اقبال کے دور میں ناموس رسالتؐ پر جان نچھاور کرنے والا مجاہد۔ ہزارہ سے تعلق تھا۔ بسلسلہ روزگار کراچی میں مقیم تھا اور وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ ۱۹۳۳ء کے اوائل میں حیدر آباد سندھ میں آریہ سماج کے سیکریٹری، نتھورام نے ہسٹری آف اسلام کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اس میں مصنف نے حضور اکرمؐ کی شان میں گستاخی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں بڑا اضطراب پیدا ہو گیا۔ حکومت نے کتاب ضبط کر لی اور مصنف پر مقدمہ چلایا۔ نتھورام کو معمولی اور

ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ اس نے اعلیٰ عدالت میں اپیل کی۔ بعدازاں وہ ضمانت پر رہا ہو گیا۔

عبدالقیوم نے جونا مارکیٹ کی مسجد میں سنا کہ نتھورام نے شانِ رسولؐ میں گستاخی کی تھی۔ ستمبر ۱۹۳۴ء میں جب کراچی کی عدالت میں نتھورام کی اپیل سنی جارہی تھی، عبدالقیوم نے کمرہ عدالت میں اس پر چاقو سے حملہ کر دیا اور گستاخِ رسول جہنم رسید ہوا۔ عبدالقیوم نے ذرا بھی فرار ہونے کی سعی نہ کی۔ پولیس نے اُسے گرفتار کرلیا۔ مقدمہ چلا۔ اس کے دوران عبدالقیوم نے اقرار جرم کرلیا۔ سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ اب کئی مسلمان وکلا اس کا دفاع کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ سید محمد سلیم بار ایٹ لا کو عبدالقیوم کے مقدمہ لڑنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن عدالت عالیہ میں اپیل خارج ہوگئی۔ فروری ۱۹۳۵ء میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد لاہور پہنچا۔ علامہ اقبال سے ملاقات کر کے اس نے آپ سے درخواست کی کہ آپ وائسرائے سے ملیے اور اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لا کر سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرا دیجیے۔ علامہ کے دریافت کرنے پر وفد نے آپ کو بتایا کہ عبدالقیوم تو کھلے بندوں اقرار کرتا ہے کہ اس نے شہادت خریدی ہے، اُسے بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ سن کر علامہ کا چہرہ تمتما اٹھا، انھوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا ''جب وہ کہہ رہا ہے کہ اس نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجرو ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں؟'' یوں وفد واپس کراچی چلا گیا۔ بعد ازاں عبدالقیوم کو پھانسی دے دی گئی اور اس نے شہادت کا درجہ حاصل کرلیا۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۲۸۸)

۱۹۸: عبدالقیوم ملک، ڈاکٹر

اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے منجھلے فرزند۔ محمودہ بیگم ان کی بڑی بہن تھیں جن کی شادی شیخ امتیاز احمد سے ہوئی۔ عبدالقیوم نے ۱۹۳۵ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا تھا۔ آپ کو گھر میں عرصہ اقبال کی صحبت میں بیٹھنے اور اکثر آپ کا علاج کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اخیر عمر میں جب کبھی اقبال کو کوئی تکلیف ہوتو آپ ان سے ضرور مشورہ لیا کرتے۔ بوقت وصال ڈاکٹر عبدالقیوم علامہ صاحب کے قریب موجود تھے۔ بلکہ وہ رات انھوں نے جاوید منزل میں ہی گزاری۔ ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو پانچ بجے صبح کا وقت تھا۔ ڈاکٹر عبدالقیوم نے فروٹ سالٹ تیار کیا۔ اقبال نے پانی سے بھرا گلاس دیکھ کر فرمایا: میں اتنا کیوں کر پی سکوں گا، لیکن پھر گلاس لے کر چپ چاپ فروٹ سالٹ پی گئے۔ سوا پانچ بجے علامہ صاحب انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر عبدالقیوم سول ہسپتال، جہلم میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ رہے۔ ۱۹۷۱ء کے لگ بھگ ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔ بڑے کم سخن اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے۔ (اقبال درون خانہ،

ص ۱۶۸؛اوراق گم گشتہ،ص ۳۸۶؛All of Us- S. No. 1730)

۱۹۹: عبدالقیوم سر صاحبزادہ

صوبہ سرحد کے سر سید۔ تحصیل ٹوپی میں صوابی کے مقام پر ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ پشاور میں تعلیم پائی۔ تکمیل تعلیم کے بعد برطانوی ہند حکومت کے فارن اور پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم رہے۔ خیبر میں پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے سرحدی قبائل کے خلاف کئی مہمات میں حصہ لیا۔ ۱۸۸۸ء-۱۹۰۸ء میں انڈو افغان باؤنڈری کمیشن کے رکن رہے۔ ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج، پشاور کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۹ء میں حکومت نے قیصر ہند کا طلائی تمغہ دیا۔ ۱۹۲۰ء میں سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔ ۱۹۲۳ء میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ صوبہ سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کے لیے عملی تگ ودو کرتے رہے۔ شمالی مغربی سرحدی صوبے کے پہلے مسلمان وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۷ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ صوبے کی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور اپریل ۱۹۳۷ء میں وزیر اعلیٰ منتخب ہوگئے۔ ستمبر ۱۹۳۷ء میں کانگریس نے ان کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کردی۔ ناکامی کی صورت میں آپ نے وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔ (شریف المجاہد، ص ۶۶۳)

۲۰۰: عبدالماجد، دریا آبادی

مشہور ادیب اور عالم دین۔ ۱۸۹۲ء میں لکھیر پور کھیری میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں انٹرنس پاس کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ایف اے جبکہ ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے کی ڈگری لی۔ ۱۹۱۴ء میں ان کی پہلی تصنیف فلسفہ جذبات شائع ہوئی۔ ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو انتقال فرما گئے۔ (مولانا عبدالماجد دریاآبادی، آپ بیتی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء)

۲۰۱: عبدالمجید سالک

اردو صحافت کے بانیوں میں سے ایک۔ غلام قادر کے فرزند اور میاں میر محمد کے پوتے تھے۔ روزنامہ انقلاب کے مدیر رہے جسے آپ نے مولانا غلام رسول مہر کے ساتھ مل کر اپریل ۱۹۲۷ء میں جاری کیا تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۹۴ء کو بٹالہ، ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔ ۱۹۰۸ء میں شعر گوئی سے شغف پیدا ہوا۔ پھر پٹھان کوٹ اور بٹالہ کے مشاعروں میں اپنا کلام سنانے لگے۔ ۱۹۱۸ء میں لاہور آگئے اور اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں پٹھان کوٹ واپس چلے گئے اور رسالہ فانوس جاری کیا۔ ڈیڑھ برس بعد دوبارہ لاہور آگئے۔ ۱۹۱۵ء میں پھول اور تہذیب نسواں کے معاون مدیر مقرر ہوئے۔ بزم ادیب،

پنجاب کے صدر رہے۔ ۱۹۲۰ء میں زمیندار کے مدیر مقرر ہوئے۔ خودنوشت سر گزشت کے نام سے تحریر فرمائی۔ ذکر اقبال بھی آپ کی تصنیف ہے۔ (محمد عبداللہ قریشی، معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۴۹۵۔ عبدالمجید سالک، سر گزشت)

۲۰۲: عبدالمجید قریشی

استاد اور ماہر ریاضی۔ علی گڑھ میں اپنی زندگی کے ۴۴ برس بسر کر دیے۔ ۲۷۔۱۹۲۸ء کے دوران مسلم یونی ورسٹی کے انٹرمیڈیٹ کالج علی گڑھ کے پرنسپل رہے۔ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ ریاضی کے مدت تک صدر رہے۔ آزادیِ وطن کے بعد اپنے وطن بھیرہ، ضلع سرگودھا چلے گئے۔ (العلم، کراچی، جلد ۳۰ نمبر ۲، اپریل تا جون ۱۹۸۲ء، ص ۴)

۲۰۳: عبدالوحید، خواجہ

لاہور کے ادیب۔ والد خواجہ کریم بخش للّی لاج کے مالک تھے۔ خواجہ کریم بخش کے بھائی خواجہ رحیم بخش سرکاری ملازم تھے۔ خواجہ رحیم بخش کے فرزند خواجہ فیروز الدین سے حضرت علامہ اقبال کی خواہر نسبتی فاطمہ بی بی بیاہی گئی تھیں۔

خواجہ عبدالوحید ۳ جنوری ۱۹۰۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم پائی۔ مذہبی تعلیم مولانا احمد علی سے حاصل کی تھی۔ علمی و ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ جب ان کا پہلا مضمون مشہور ادبی رسالے مخزن میں شائع ہوا۔ شاعری اور افسانہ نگاری سے دل چسپی تھی۔ بعد میں اسلامیات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تاریخ و تمدن اسلام کے بارے میں کئی مضامین تحریر کیے۔ ۱۹۲۸ء میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، لاہور میں انگریزی میں مقالہ Scientific Spirit in the Quran پڑھا، جسے سید سلیمان ندوی نے بے حد پسند فرمایا۔ بعد ازاں اس کا ترجمہ معارف کے شمارہ جنوری/فروری ۱۹۳۰ میں شائع ہوا۔ اس کانفرنس کے صدر علامہ اقبال تھے۔ ۱۹۲۸ء ہی میں خواجہ صاحب نے ایک علمی ادارے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی۔ انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ نے جب ۷ جون ۱۹۳۴ء کو پندرہ روزہ انگریزی اخبار *Islam* جاری کیا تو خواجہ صاحب اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں کراچی آپ کا انتقال ہو گیا۔ مشہور محقق اور طنز نگار مشفق خواجہ انھی کے صاحبزادے تھے۔ (قومی زبان، کراچی، مارچ ۱۹۸۰ء)

۲۰۴: عبدالوہاب دہلوی، حکیم

دہلی کے مشہور حکیم۔ حکیم نابینا کے لقب سے مشہور تھے۔ ۱۹۲۸ء میں اقبال کو گردے کی

شدید درد ہوئی تو انھوں نے حکیم نابینا سے ہی علاج کرایا تھا۔ بعد میں بھی ان ہی کے زیر علاج رہے۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص۲۶۴)

حکیم صاحب فنِ نباضی کے فقید المثال ماہر تھے۔ ان کی حذاقت، نباضی، کمال فن اور مہارت کا ثبوت ایک دنیا دیتی ہے۔ لالہ کا جیت رائے کی پتھری کسی علاج سے نہ نکل سکی، مگر آپ نے بغیر آپریشن اُسے باہر نکال دیا۔ بڑے بڑے رؤسا اور امراؤ منہ مانگے دام دے کر ان سے ادویات لیتے اور حیات نو حاصل کرتے تھے۔ چشم ظاہر سے محروم لیکن ان کا دیدہ باطن وا تھا۔ (رئیس احمد جعفری، دید و شنید، ص۳۲۲)

۲۰۵: عبداللہ خان بہادر، ایم ایس

دہلی مسلم لیگ کے رکن تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جائنٹ سیکریٹری منتخب ہوئے۔ کئی بار مثلاً ۱۹۲۶ء، ۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۸ء میں۔ (شریف المجاہد، ص۶۱۲)

۲۰۶: عزیز لکھنوی (۱۸۳۸۔۱۹۱۵ء)

اردو شاعر۔ حضرت علامہ عزیز لکھنوی کو فارسی کے عظیم شاعر خیال کرتے تھے۔ طرز قدیم میں ہندوستان کے یگانہ عصر اور مستند استاد تسلیم کیے جاتے۔ ان کا اصل نام خواجہ عزیز الدین تھا۔ تخلص عزیز لکھنوی اختیار کیا۔ ان کے والد خواجہ امیر الدین شال اور پشمینے کی تجارت کے سلسلے میں کشمیر سے لکھنو آئے تھے۔ اس کے بعد وہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ خواجہ عزیز لکھنوی ۱۸۳۸ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ تکمیل تعلیم کے بعد کنگ کالج، لکھنو میں فارسی کے پروفیسر رہے۔ ایک دفعہ لکھنو سے کشمیر جاتے ہوئے راستے میں مرزا غالب سے دہلی میں ملاقات فرمائی۔ مرزا غالب نے بھی آپ کے کلام کی تعریف کی۔ عزیز لکھنوی ۱۹۱۵ء میں انتقال کر گئے۔ تصانیف مثنوی، ید بیضا، قیصر نامہ، اورنگ حضوری، ہفت بند عزیزی شامل ہیں۔ ان کے فرزند حافظ خواجہ وصی الدین ڈپٹی کلکٹر نے ۱۹۳۱ء میں کلیات عزیز طبع کرایا اور اس کا ایک نسخہ حضرت علامہ اقبال کو بھی ارسال کیا۔ حضرت علامہ نے نسخہ موصول ہونے پر اپنے ایک مکتوب میں ان کا شکریہ ادا کیا۔ (نگار پاکستان، کراچی، مارچ/اپریل ۱۹۷۱ء، معاصرین اقبال کی نظر میں، ص۹۳)

۲۰۷: عطا محمد شیخ

علامہ اقبال کے بڑے بھائی۔ اقبال انھیں یوسف ثانی، شمع محفل عشق اور اخوت قرار جان کے خطابات سے یاد کرتے۔ شیخ عطا محمد کی محبت نے من تُو کے دفتر جلا کر چھوٹے بھائی اقبال کی تربیت فرمائی اور انھیں جوان کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ بھائی کی محبت اور اخلاقی فرض سے اقبال کو مجبور

کر دیا کہ وہ تکمیل تعلیم کے بعد واپس ہندوستان آ جائیں، ورنہ وہ جرمنی یا برطانیہ میں بس سکتے تھے۔ عطا محمد ۱۸۵۹ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی چند جماعتوں کی تعلیم سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ سے پائی۔ جون ۱۸۸۰ء میں فوج میں بطور سوار بھرتی ہو گئے۔ بعد ازاں فوج کی طرف سے تھامپسن انجینئر نگ اسکول، رڑکی میں تربیت کے لیے بھیجے گئے۔ ۱۸۸۴ء میں انھوں نے سب اور سیری کی تربیت مکمل کر لی۔ اپریل ۱۸۸۴ء میں فوج میں سب اور سیر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ بعد میں ایس ڈی او ہو گئے۔ فوج میں اٹھائیس برس ملازمت کر کے ستمبر ۱۹۱۲ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ دور ملازمت کا زیادہ تر وقت بلوچستان اور صوبہ سرحد کی چھاؤنیوں میں گزرا۔ انبالہ چھاؤنی اور بمبئی میں بھی کچھ عرصے رہے۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیالکوٹ میں وفات پا گئے۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۱۶۴)

۲۰۸: عطا محمد شیخ، ڈاکٹر

حضرت علامہ اقبال کے پہلے خسر۔ آپ کی زوجہ۔ کریم بی بی کے والد ماجد۔ گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد شیخ عبداللہ سرکاری ملازم اور داروغہ جیل کے عہدے پر فائز تھے۔ شیخ عطا محمد ۲۰ نومبر ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ مڈل اسکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد میڈیکل اسکول، لاہور میں داخلہ لیا۔ جولائی ۱۸۷۸ء میں وہاں ڈاکٹری کا امتحان پاس کر لیا۔ یکم اگست ۱۸۷۸ء کو سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ مختلف مقامات پر سرکاری فرائض انجام دینے کے بعد یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اس کے بعد چھ برس تک نواب سر محمد احمد علی، والئی ریاست مالیر کوٹلہ کے ہاں ملازمت کرتے رہے۔ اس کے بعد کڑہ شالیا خان، گجرات میں رہائش اختیار کر لی۔ ۱۹۲۳ء میں گجرات میں انتقال کر گئے۔ ان کی اولاد ڈاکٹر غلام محمد، کریم بی بی، نواب بی بی، فاطمہ بی بی، حمیدہ بیگم اور شہزادی بیگم (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۱۶۸۔۱۷۴)

۲۰۹: عطیہ فیضی

علم و ادب کی مشہور شائق۔ عطیہ کے والد حسن آفندی ترکی کے سلطان عبدالحمید کے مشیر تھے۔ بعد میں کالج بمبئی کے پرنسپل ہو گئے۔ عطیہ کی والدہ جنجیرہ کے شاہی خاندان سے تعلق بھی تھیں۔ عطیہ ۱۸۸۱ء میں ترکی میں پیدا ہوئی۔ امارت اور خوشحالی کی فضا میں پرورش پائی۔ ۱۹۰۵ء میں عطیہ نے یورپ کا سفر کیا۔ انگلستان میں ان کی ملاقات اقبال سے ہوئی۔ اس زمانے میں عطیہ بڑی خوب صورت، تیز طرار اور انگریزی تک کا وسیع مطالعہ رکھنے والی خاتون تھیں۔ شاعری،

مصوری، رقص، اور موسیقی سے گہری دل چسپی رکھتی تھی۔ راگ راگنی سے بھی واقف تھیں۔ ۱۹۰۶ء میں ان کے والد وفات پا گئے۔ جولائی ۱۹۱۱ء میں عطیہ کی شادی ایک بڑے مصور فیضی رحمین سے ہوئی۔ یہ محبت کی شادی تھی۔ فیضی ادیب بھی تھے، انھوں نے انگریزی میں ایک ڈراما ڈاٹر آف انڈیا لکھا تھا، جو کتابی صورت میں شائع ہوا۔ بیگم عطیہ شبلی کے دوستانہ تعلقات قسطنطیہ کے زمانے میں قائم ہوئے، جب وہ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ عطیہ نے بعد ازاں ایک کتاب اقبال سپردِ قلم فرمائی، جسے اقبال اکادمی، کراچی نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد عطیہ کراچی چلی آئیں۔ انھوں نے ۱۹۴۸ء میں ریلوے اسٹیشن کراچی چھاؤنی کے قریب ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ بعد ازاں ایک فلیٹ لے کر رہنے لگی۔ بد قسمتی سے ان کی زندگی کا آخری دور بڑی کسمپرسی اور تنگدستی میں گزرا۔ پریشانی اور افلاس کے عالم میں ۴ جنوری ۱۹۶۷ء کو وفات پا گئیں۔ (ماہر القادری، یادرفتگان، جلد دوم، ص ۱۴۰۔ وحید قریشی، شبلی کی حیات معاشقہ، ص ۷۷)

۲۱۰: عظیم الدین، ڈاکٹر

استاد اور شاعر۔ آپ ضلع گیا، بہار کے ایک قصبے قاضی سرائے امتھوا میں ۲۵ جون ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد کی جانب سے آپ کا تعلق سہسرام کے ایک سجادہ نشین خانوادے سے تھا۔ دربار مغلیہ میں اس خاندان کی بڑی عزت تھی۔ والدہ کی طرف سے آپ کا تعلق پٹنہ کے ایک ذی علم گھرانے سے تھا۔ آپ کے نانا حکیم عبدالحمید پریشان ایک ممتاز طبیب، ادیب اور شاعر تھے۔ عظیم صاحب ابھی سات ماہ کے تھے کہ والد شاہ واعظ الدین چل بسے۔ نانا نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدا میں عربی، فارسی اور طب یونانی کی تعلیم اپنے نانا ہی سے پائی۔ محمڈن اینگلو عربک اسکول، پٹنہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر پٹنہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ اس زمانے میں خان بہادر خدا بخش خان، سی آئی ای نے انھیں اپنی لائبریری سے استفادہ کرنے کی اجازت دے دی اور مشہور مستشرق ڈاکٹر ایڈورڈ ڈینی سن راس سے متعارف کرایا۔ انھوں نے عظیم صاحب کی علمی استعداد کے پیش نظر اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں عربی کے طبی مخطوطات کی کیٹلاگ تیار کرنے کی خدمت ان کے سپرد کر دی۔ آپ نے یہ کام نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا۔

یہ تحقیقی کام عظیم صاحب کی شہرت کا سبب بن گیا۔ سر ڈینی راس کی سفارش سے پھر حکومت نے آپ کو وظیفہ دیا۔ یوں ۱۹۱۲ء میں آپ نے جرمنی کی مشہور یونی ورسٹی لیپزگ میں داخلہ لے لیا۔ وہاں آپ نے علم لسانیات اور فلسفے کی تعلیم پائی۔ بعد میں ''شمس العلوم'' پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی

سند فضیلت حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد کچھ عرصہ یونی ورسٹی کالج، لندن میں عربی کے پروفیسر رہے۔ پھر ہندوستان چلے آئے اور جنوری ۱۹۱۴ء سے جنوری ۱۹۱۹ء تک اورینٹل کالج، لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۲۰ء میں پٹنہ کالج میں عربی، فارسی اور اردو شعبوں کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ ڈاکٹر صاحب اردو میں شعروشاعری بھی کرتے تھے۔ ''تاثیر درد'' اور ''سفر لندن'' ان کی مشہور نظمیں ہیں۔ مجموعہ کلام کا نام گل نغمہ ہے۔ حضرت علامہ اقبال کی شاعری کے ثنا خواں تھے اور ان کی اکثر نظموں پر حضرت علامہ نے تاثرات قلم بند فرمائے تھے۔ اقبال کی وفات کی خبر سنی، تو ڈاکٹر عظیم الدین رونے لگے۔ غم کی اسی حالت میں انھوں نے ایک نظم بعنوان ''انسان'' تخلیق کی۔ پٹنہ کے پروفیسر ڈاکٹر اقبال حسین نے ان کی نگرانی میں ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹریٹ کی تھی۔ ان کا موضوع ''ہندوستان کے قدیم فارسی شعرا'' تھا۔ (اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۳ء، ص ۲۱۳، جرنل خدابخش لائبریری، نمبر ۵۱-۵۲، ص ۳۵۷)

۲۱۱: علی امام، سر

مسلم رہنما۔ آپ ۱۴ فروری ۱۸۶۹ء کو پٹنہ کے ایک قریبی گاؤں، نیورا (Neora) میں پیدا ہوئے۔ ان کا گھرانا مغلوں سے قبل ہندوستان آ کر آباد ہو گیا تھا۔ ان کے جد اعلیٰ، ملا سعد اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے۔ ایک اور نواب سید خان عالمگیر کے وزیر رہے۔ دادا شمس العلما خان بہادر سید وحید الدین پہلے ہندوستانی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے۔ والد شمس العلما نواب امداد امام فارسی اور اردو کے فاضل ادیب و شاعر تھے۔

علی امام نے ابتدائی تعلیم گھر پر پائی۔ پندرہ برس کی عمر میں ضلع اسکول آرہ سے میٹرک پاس کیا۔ پھر پٹنہ کالج سے بی اے کی ڈگری لی۔ ۱۸۹۰ء میں انگلستان چلے گئے اور وکالت پاس کر کے واپس آئے۔ پھر پٹنہ میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۱۰ء میں لارڈ ہارڈنگ نے انھیں لا رکن مقرر کیا۔ آپ ہی کی کوششوں سے کلکتہ کے بجائے دہلی پایہ تخت قرار پایا۔ ۱۹۱۷ء میں پٹنہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں نظام کی فرمائش پر حیدر آباد دکن چلے گئے۔ ۱۹۲۰ء میں وائسرائے ہند نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر لیگ آف نیشنز کے اجلاس منعقدہ جنیوا بھیجا۔ دوسری گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کی نمائندگی فرمائی۔ حادثہ کانپور میں بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو علی الصبح رانچی میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ علامہ

اقبال نے اسرار خودی آپ ہی کے نام نامی سے منسوب کی ہے۔علامہ اقبال جب ستمبر ۱۹۳۱ء میں لندن تشریف لے گئے،تو بحری جہاز میں ان کے ہم سفر تھے۔سر علی امام کے ساتھ ان کی بیگم بھی تھیں۔وہ نیک نفسی اور شرافت کا مجسمہ تھیں۔ذبح کے متعلق خاص طور پر محتاط تھیں۔اس لیے اپنا باورچی ساتھ لے گئی تھیں۔ان کی عنایت سے غیر مشتبہ ذبیحہ اور کھانا قریباً قریباً روزانہ علامہ اقبال کی میز پر پہنچ جاتا تھا۔(مسلم ریویو (انگریزی)، مارچ ۱۹۳۳ء، یاد رفتگان، ص ۱۴۲)

۲۱۲: علی حسن خان، نواب

مسلم رہنما۔نواب سید صدیق حسین خان کے صاحبزادے۔سر سید کی تعلیمی تحریک اور پھر ندوۃ العلما کی مذہبی تحریک سرگرمی سے میں شریک ہوئے اور انھیں کامیاب بنانے کے لیے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں دیں۔مدت تک ندوۃ کے اعزازی ناظم رہے۔دارالمصنفین کے بنیادی ارکان میں شامل تھے۔عربی زبان کے عالم، فارسی زبان کے ماہر اور اردو کے مشاق اہل قلم میں شمار ہوتا تھا۔فارسی شعروسخن اور محاورات پر انھیں کامل عبور تھا۔شبلی کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء کو دار فانی سے کوچ کر گئے۔سر سید احمد سے خط کتابت تھی۔علی گڑھ کالج کے لیے چندہ دینے والوں میں ان کا نام سرفہرست رہتا تھا۔سر سید نے انھیں کالج کا ٹرسٹی مقرر کیا تھا۔شاعری میں ''طاہر'' تخلص کرتے تھے۔اکثر کلام معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوا کرتا تھا۔بزم سخن، فطرۃ اسلام، مردم دیدہ، تاثر صدیقی آپ کی اہم شعری ونثری کتب ہیں۔(یاد رفتگان، ص ۱۷۵، مکتوبات سر سید، جلد اول)

۲۱۳: علم دین شہید

لاہور کے مجاہد اور عاشق رسولؐ۔۳ دسمبر ۱۹۰۸ء کو طالع محمد کے گھر لاہور کے بازار سرفروشاں میں جنم لیا۔ناخواندہ تھے۔۱۹۲۸ء میں گڑھی شاہو کے مشہور عبادت گزار بزرگ، مولانا تاج الدین کے انتقال اور ان کے جنازے نے علم دین کے دل میں انقلاب پیدا کر دیا۔علم دین بار بار یہی کہتے تھے کہ زندگی ہو تو ایسی اور موت ہو تو ایسی! انھی دنوں لاہور کے ایک آریہ سماجی کتب فروش راج پال نے ایک دل آزار کتاب رنگیلا رسولؐ شائع کر دی۔اس میں شان رسولؐ کے خلاف گستاخیاں کی گئی تھیں۔لہٰذا مسلم پریس اور مسلمان اپنی تحریروں اور جلسوں و تقریروں کے ذریعے اظہار ناراضی کرنے لگے۔علم دین بھی ان جلسوں میں شریک ہوتے۔آخر ایک دن انھوں نے موقع پا کر گستاخ رسولؐ راج پال کو جہنم رسید کر دیا۔علم دین گرفتار ہو گئے اور اُن پر مقدمہ چلا۔۲۳

مئی ۱۹۲۹ء کو مسٹر جے کے ایم ٹیپ سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو پھانسی پر چڑھ کر انھوں نے شہادت کا درجہ حاصل کر لیا۔ سر محمد شفیع خود میانوالی گئے اور ان کی لاش اپنے ساتھ لاہور لائے۔ مولوی شمس الدین بخاری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں حضرت علامہ اقبال اور دوسرے مسلم رہنما بھی شریک تھے۔ (نقوش، لاہور، نمبر ۴۲۲۔ اردو ہفتہ وار، تازیانہ، لاہور جلد ۲، ۳ جون ۱۹۲۹ء)

۲۱۴: علی بخش

علامہ اقبال کا وہ مخلص اور وفادار خدمت گار جس کے بازوؤں میں آپ نے زندگی کی آخر سانسیں لیں۔ ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔ پہلے مولوی حاکم علی پروفیسر اسلامیہ کالج کے پاس ملازمت کرتا تھا۔ اقبال نے دیکھا، تو انھیں بھلا لگا، لہٰذا مولوی صاحب سے اپنے لیے مانگ لیا۔ علی بخش نے طویل عمر گزار کر ۲ فروری ۱۹۶۹ء کو چک نمبر R.B ۱۸۸ نلے والا، براستہ چک جھمرہ، ضلع لائل پور میں وفات پائی۔ (زندہ رود، ص ۶۷۳۔ مالک رام، تذکرہ ماہ و سال، دہلی ۱۹۹۱ء، ص ۲۸۵)

۲۱۵: علی حائری، سید

شیعہ عالم دین۔ اصل وطن ایران کا شہر قُم تھا۔ ابوالقاسم سید محمد کے صاحبزادے تھے۔ جو شاہ اودھ کے دربار سے مجتہد اعلیٰ، سلطان العلما اور فاضل ابوالقاسم جیسے خطاب پا چکے تھے۔ ابوالقاسم نواب علی رضا خان قزلباش کے زمانے میں والدین کے ہمراہ لاہور آئے تھے۔ انھوں نے یہاں مذہب شیعہ کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ جاری کیا۔ سید علی حائری ۱۸۸۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ فقہ، اُصول فقہ اور علم تفسیر و حدیث کی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے عراق و عرب چلے گئے۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم کی تاج پوشی کے موقع پر شیعیان پنجاب کے نمائندے کی حیثیت سے دربار دہلی میں مدعو کیے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقد لکھنو میں صدر جلسہ تھے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے جب سر آغا خان لاہور آئے، تو وہ علی حائری کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ آپ بہتر کتابوں کے مصنف تھے۔ ۲۸ جون ۱۹۴۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۴۲۰)

۲۱۶: علی تقی، سید ڈاکٹر

مولوی سید میر حسن کے بڑے صاحبزادے اور حضرت علامہ اقبال کے ساتھی۔ ۱۸۷۱ء کے لگ بھگ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں تعلیم پائی، میڈیکل اسکول،

لاہور سے میڈیکل اسسٹنٹ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۶ء میں فوج کی میڈیکل برانچ میں ملازمت کر لی۔ اعلیٰ خدمات دینے پر دسمبر ۱۹۱۱ء میں حکومت نے انھیں ''خان صاحب'' کا خطاب عطا کیا۔ ۱۹۱۸ء میں اعزازی سرجن مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت نے ''سردار بہادر'' کے خطاب سے نوازا۔ ۱۹۲۲ء میں اعزازی کمیشن ملا۔ ملازمت کا بڑا حصہ گورنر ہاؤس پنجاب، لاہور میں گزرا۔ گورنر ہاؤس کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تھے اور اسی حیثیت سے ۱۹۲۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں وفات پا گئے۔ اقبال اور علی نقی لڑکپن اکٹھے کبوتر اڑایا کرتے تھے۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۲۶۰۔۲۶۱)

۲۱۷: عماد الملک

ہندوستان انگریزی زبان کے بہت بڑے عالم اور انشا پرداز۔ قدیم مشرقی علوم و فنون میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اصل نام مولوی سید حسین بلگرامی ہے۔ ۱۸۴۴ء میں ضلع گیا، بہار میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے دادا انگریزی سرکاری ملازمت کے سلسلے میں بہار میں مقیم تھے، ان کی ابتدائی زندگی بہار اور بنگال میں گزری۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں خانگی طور پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء میں فرسٹ ڈویژن میں بی آنرز پاس کر لیا۔ کیننگ کالج لکھنو میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۳ء میں حیدر آباد دکن میں سر سالار جنگ کے پرسنل اسسٹنٹ مقرر کیے گئے۔ بعد ازاں نواب میر محبوب علی خان نے انھیں اپنا پرائیویٹ سیکریٹری بنا لیا۔ ریاست حیدر آباد کے محکمہ تعلقات کے ناظم بھی رہے۔ ۸۔۱۹۰۹ء میں وزیر ہند کی مجلس قانون کے رکن بنائے گئے۔ انگلستان میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ بنگالی زبان بے تکلف بولتے تھے۔ حیدر آباد میں مجلس دائرۃ المعارف قائم کیا۔ (یاد رفتگان، ص ۶۷)

۲۱۸: عمر بخش، شیخ

مسلم وکیل۔ ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ لاہور ہائی کورٹ میں ایک اچھے قانون دان کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ سیاسی رجحانات کے لحاظ سے کانگریسی تھے۔ فجر کی نماز ہمیشہ حضرت داتا گنج بخش کی مسجد میں پڑھا کرتے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۳۲)

۲۱۹: عمر حیات خان، ملک

مسلمان سیاست داں۔ پنجاب کے مٹھا ٹوانہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ میر علی خان آپ کے جد اعلیٰ تھے۔ آپ کے دادا سردار علی کا انتقال ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ والد خان بہادر ملک

صاحب خان، سی ایس آئی نے ۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔ ملک عمر حیات خان ۱۸۷۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ایچی سن کالج لاہور سے تعلیم پائی۔ ۱۹۰۵ء میں تباہ کن زلزلے کے موقع پر امداد لے کر ایک وفد کی صورت کانگڑہ گئے۔ جنوری ۱۹۰۶ء میں پنجاب لجس لیٹو کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ دو برس بعد اگلی مدت کے لیے پھر رکن نامزد ہوئے۔ جون ۱۹۰۶ء میں حکومت نے اسے سی آئی سی کا خطاب دیا۔ (تذکرہ روسائے پنجاب، جلد دوم، ص ۲۶۶)

۲۲۰: عنایت اللہ مشرقی، علامہ

خاکسار تحریک کے بانی اور مشہور ماہر ریاضی۔ ۲۵ راگست ۱۸۸۸ء کو امرتسر کے ایک گاؤں غلام آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عطا محمد خان تھا۔ ۱۹۰۶ء میں فارمن کرسچن کالج، لاہور سے ریاضی میں ایم ایس سی کی ڈگری لی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے انگلستان چلے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں کرائسٹ کالج، کیمبرج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۰۹ء میں ٹرائی پاس کا امتحان اعزاز سے پاس کیا۔ وطن واپس آئے تو اسلامیہ کالج، پشاور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ مرکزی حکومت میں انڈر سیکریٹری بھی رہے۔ ۱۹۲۴ء میں سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ پھر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے اور خاکسار جماعت کی بنیاد ڈالی۔ ۲۷ راگست ۱۹۶۳ء کو رات نو بجکر پانچ منٹ پر انتقال ہو گیا۔ (روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۴ راگست ۱۹۸۸ء)

۲۲۱: عنایت شاہ سید

ڈاکٹر سید محمد حسین کے چچا۔ ریاست بہاول پور اور خانپور میں مقیم تھے۔ انھوں نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۸ء کو لاہور میں اقبال سے ملاقات فرمائی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد طویل مدت تک زرعی کمیشن کے رکن تھے۔ (اقبال کے حضور، ص ۳۷۶)

۲۲۲: عبدالقادر سید

استاد۔ جالندھر کے خاندان سادات سے تعلق تھا۔ حصول تعلیم کے بعد پہلے آگرہ کالج اور پھر اسلامیہ کالج، لاہور میں تاریخ کے پروفیسر رہے۔ تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ قائم مقام پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد اپنا سب کچھ جالندھر میں چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ کچھ عرصہ بعد حق برادرز کے نام سے کتابوں کی دکان کھول لی۔ ۲۲ جنوری ۱۹۵۶ء (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۲۰۲)

۲۲۳: عبدالکریم مولوی

سیالکوٹ میں ایک مسجد کے امام۔ قادیانی اور کشمیری تھے۔ بہترین مقرر سمجھے جاتے تھے۔ ۴۷ برس کی عمر میں ۱۱راکتوبر ۱۹۰۵ء کو وفات پائی۔ اقبال نے چند اشعار اور انھیں مخاطب کر کے کہے ہیں۔ (علامہ اقبال کے استاد، مولوی سید میر حسن، ص۱۸۳)

۲۲۴: غضنفر علی خان، راجہ

مسلمان رہنما۔ پنڈ دادن خان کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔ گورنمنٹ کالج، لاہور میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۳ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس مولانا محمد علی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس موقع پر انتخابات میں راجا صاحب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ فروری ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے صرف دو امیدوار کامیاب ہوئے۔...... ایک ملک برکت علی اور دوسرے راجا غضنفر علی خان۔ آزادی وطن کے بعد ایک سال وزیر مہاجرین و آبادکاری رہے۔ ۱۹۴۸ء میں ایران میں سفیر بنائے گئے۔ جولائی ۱۹۵۳ء میں دہلی میں پاکستان کے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ (اکابرین تحریک پاکستان، ص۴۰۷۔ اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص۵۴۱)

۲۲۵: غلام احمد، مرزا

قادیانی جماعت کا بانی۔ اس کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ قادیان کا رئیس تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران اس نے سرکار انگریزی کی مدد کی تھی۔ غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان میں پیدا ہوا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چل بسا۔ (علامہ اقبال کے استاد، مولوی سید میر حسن)

۲۲۶: غلام بھیک نیرنگ، سید

فارسی و اردو کے شاعر۔ دورسانہ، ضلع انبالہ کے سید گھرانے سے تعلق تھا۔ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور اور یونی ورسٹی لا کالج میں تعلیم پائی۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۰۰ء میں انبالہ میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۹۰۹۔۱۹۲۰ تک سرکاری وکیل رہے۔ ۱۹۲۵ء میں انبالہ میں جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۷ء کے آخر میں دہلی میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی۔ ایک اچھے ادیب، شاعر اور نقاد تھے۔ غزل، نظم اور تقریر ہر شعبے پر قادر تھے۔ لاہور کے مشاعروں میں اقبال کے ساتھ شریک ہوئے۔ جس سال اقبال گورنمنٹ کالج، لاہور میں تھرڈ ایئر میں داخل ہوئے۔ اسی سال نیرنگ نے کالج کے فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا۔ آپ دونوں ڈسکہ کے مرزا جلال الدین کے ذریعے ایک دوسرے سے متعارف ہوئے اور پھر گہرے دوست بن گئے۔

نیرنگ اردو شاعری میں مرزا داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ آزادی وطن کے بعد لاہور چلے آئے۔ ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۶۳)

۲۲۷: غلام حسین شاکر صدیقی

اردو شاعر۔ مئی ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد انجینئرنگ اسکول لاہور سے اورسیری کا دو سالہ کورس کامیابی سے مکمل کیا۔ اس کے بعد سرکاری ملازم ہو گئے۔ پنجاب کے مختلف علاقوں نیز بلوچستان میں دوران ملازمت تعینات رہے۔ جون ۱۹۴۵ء میں سبکدوش ہو کر اپنے آبائی شہر گوجرانوالہ مقیم ہو گئے۔ وہاں کچھ عرصہ میونسپل کمیٹی میں ملازم رہے۔ اچانک بینائی جاتی رہی تو ملازمت ترک کر دی۔ ۱۹۵۷ء میں فالج کے زیر اثر چلنے پھرنے سے محروم ہو گئے۔ علامہ اقبال سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۹۱۲ء سے حضرت علامہ سے راہ و رسم کا آغاز ہوا۔ صدیقی صاحب نے آپ سے اپنی بعض نظموں پر اصلاح بھی لی، لیکن شاگردی کا سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا۔ دراصل ۱۹۲۴ء کے لگ بھگ صدیقی صاحب علامہ تاجور کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو گئے۔ لیکن شاعرانہ مزاج پر اقبال کا رنگ ہی غالب رہا۔ صدیقی صاحب کا کلام ہمایوں، بہارستان، رومان اور دیگر ادبی رسائل میں شائع ہوتا تھا۔ (استقلال، لاہور، ۱۵/اپریل ۱۹۵۹ء، ص ۲۶)

۲۲۸: غلام رسول خان

اقبال جب گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے انگلستان تشریف لے گئے، تو غلام رسول خان بحیثیت سیکریٹری ان کے ساتھ تھے۔ غلام رسول دل کے صاف، زبان کے کھرے، اور عمل کے بےلوث انسان تھے۔ انھیں اپنے الفاظ کا بے حد پاس تھا۔ چنانچہ وہ جو کچھ کہتے، اس پر چٹان کی طرح جم کر کھڑے ہو جاتے۔ بیرسٹرایٹ لا تھے۔ لاہور ہائی کورٹ میں وکالت کرتے تھے۔ ٹیمپل روڈ میں بنگلہ ۱۲ میں مقیم تھے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۲۴۔۳۱۸۔۳۴۲)

غلام رسول صاحب امیر افغانستان سردار حبیب اللہ کے زمانے میں کابل میں صیغہ تعلیمات میں چند سال ملازمت بھی کی تھی۔ (اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۴۹)

۲۲۹: غلام رسول مہر مولانا

اردو کے ممتاز محقق، مورخ، صحافی اور مترجم۔ چودھری محمد خان زمیندار پھول پور، ضلع جالندھر کے گھر ۱۸/اپریل ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ مشن ہائی اسکول جالندھر سے ۱۹۱۰ء میں میٹرک پاس کیا۔

اس کے بعد اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۱۵ء میں وہاں سے بی اے کیا۔ ۱۹۱۷ء میں حیدرآباد چلے گئے اور انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں واپس پھول پور آ گئے۔ کچھ عرصے بعد مجلس خلافت، جالندھر کے سیکریٹری منتخب ہوئے اور سیاست میں حصہ لینے لگے۔ ۲۰۔۱۹۲۱ء میں روزنامہ زمیندار لاہور میں کام کرنے لگے۔ یہاں عبدالمجید سالک سے دوستی ہوگئی۔ بہ تاریخ ۲۱ مارچ ۱۹۲۷ء دونوں نے زمیندار کی ملازمت چھوڑی اور اپنا ایک الگ اخبار انقلاب ۴/اپریل ۱۹۲۷ء کو جاری کرلیا۔ یہ اخبار نومبر ۱۹۴۹ء میں بند ہوگیا۔ ۱۹۱۱ء میں جب غلام رسول مہر اسلامیہ کالج، لاہور میں انٹرمیڈیٹ کے طالب علم تھے، تو انھوں نے علامہ اقبال کالج کے ریواز ہوسٹل میں شکوہ پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ پھر علامہ صاحب کے گرویدہ ہوگئے۔ بعدازاں زمیندار اور انقلاب میں کام کرتے ہوئے حضرت علامہ سے تعلقات زیادہ گہرے ہوگئے۔ آپ ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو علی الصبح لاہور میں رحلت کرگئے۔

۲۳۰: غلام سرور مغل

فارسی، اردو اور سندھی زبانوں کے اچھے شاعر۔ خان بہادر رسول بخش مغل ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر حکومت سندھ اور نائب وزیر خیر پور ریاست کے فرزند تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں لاہور کے ایک حکیم سید رحمت شاہ کے مرید تھے۔ حکیم صاحب اکثر ان کے ہاں خیر پور جا کر رہا کرتے تھے۔ غلام سرور اردو شاعری کا شغف رکھتے تھے۔ وہ اکثر حکیم رحمت شاہ کے ذریعے علامہ اقبال سے اصلاح لیا کرتے۔ غلام سرور طبعاً آرام پسند اور رئیسانہ زندگی کے شائق تھے۔ والد کی وفات کے بعد انھوں نے لاڑکانہ میں رہائش اختیار کرلی۔ وہیں ۴ فروری ۱۹۵۷ء کو ان کا انتقال کیا۔ (رحیم بخش شاہین، اوراق گم گشتہ، ص ۱۴۸)

۲۳۱: غلام غوث غلامی

فارسی اور اردو کے شاعر۔ ۱۳ رمضان ۱۲۶۲ھ کو مترانوالی، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام صدرالدین اور دادا قاضی امان اللہ تھا۔ مترانوالی کی اندرونی مسجد میں صرف سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ساتویں سال سے فارسی کتب کا مطالعہ شروع کردیا۔ کچھ عرصہ بعد قصبے کی بیرونی مسجد کے مولانا عبدالحکیم سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ سرکاری اسکول میں بھی تعلیم جاری رہی۔ ۱۲۷۹ھ میں موضع اڈھا، ضلع سیالکوٹ کے اسکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ تاہم ماں سے دوری برداشت نہ کرسکے اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ بعدازاں کچھ عرصہ سیالکوٹ میں مطبع منشی دیوان چند میں کاپی نویسی کرتے رہے۔

۱۲۸۳ھ میں گوجرانوالہ میں محکمہ بندوبست میں ملازم ہوگئے۔ دو سال بعد پٹواری مقرر ہوئے۔ بعد میں تحصیل وزیر آباد میں محرر اطلاقی نویس بنائے گئے۔

۱۲۸۸ھ میں گورنمنٹ اسکول، وزیر آباد میں نائب مدرس مقرر ہوگئے۔ ۱۲۹۰ھ میں منشی عالم کے امتحان میں اول آئے اور پھر اسکول میں اول مدرس مقرر ہوئے۔ محکمہ تعلیم ہی میں طویل عرصہ ملازم رہے۔ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء کو وفات پائی۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ غلامی سیالکوٹی تخلص تھا۔ سیالکوٹ میں اقبال کے زمانہ طالب علمی میں جو مشاعرے ہوئے، غلامی سیالکوٹی اکثر میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ان کی ایک شاعر میراں بخش جلوہ سے معاصرانہ چپلقش تھی۔ سراج الاخبار جہلم میں اردو کلام جبکہ رسالہ گلدستہ سخن میں فارسی کلام شائع ہوتا تھا۔ اولاد میں چار فرزند غلام محبوب سبحانی، محمد صالح، محمد اکرم اور محمد یوسف اور دو دختر شامل تھیں۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۲۸۔۲۶۶، اورینٹل کالج میگزین، ۱۹۸۹ء)

۲۳۲: غلام محبوب سبحانی

فارسی کے شاعر۔ ان کے دادا شیخ غلام محی الدین مہاراجا رنجیت سنگھ کی طرف سے صوبہ کشمیر کے ناظم بنائے گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد فرزند نواب شیخ امام الدین کشمیر کی نظامت پر مقرر ہوئے۔ شیخ امام الدین ۱۸۵۸ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے صاحبزادے غلام محبوب سبحانی اس زمانے میں رئیس لاہور کہلاتے تھے۔ فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ صاحب دیوان شاعر سبحانی صاحب کا انتقال ۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو دہلی میں ہوا جب وہ دربار میں شرکت کرنے کے لیے سرکاری مہمان کی حیثیت سے وہاں گئے ہوئے تھے۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۵۷۹، ۵۸۱)

۲۳۳: غلام محمد طور

شاعر اور استاد۔ شیخ غلام محی الدین سابق وزیر ریاست جموں و کشمیر کے فرزند۔ جولائی ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارمین کرسچن کالج، لاہور سے ۱۹۱۰ء میں بی اے آنرز کی ڈگری لی۔ اسی کالج سے ۱۹۱۲ء میں ایم اے کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد سیالکوٹ میں تاریخ کے لیکچرار ہوگئے۔ بعد ازاں علی گڑھ کالج میں تاریخ کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ انگریزی، فارسی اور اردو بولنے و لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ مستند اہل قلم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آبزرور، اخبار وطن، ہمدرد، کامریڈ میں کام کیا۔ مخزن کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔ ان کا مجموعہ کلام کلام طور ۱۹۲۱ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ علامہ اقبال نے اس پر اپنی مثبت رائے کا اظہار فرمایا۔ طور

صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو وفات پائی۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۱۱۷۔ ڈائریکٹری آف گریجویٹس آف دی یونی ورسٹی آف دی پنجاب، کلکتہ ۱۹۱۹، ص ۳۸)

۲۳۴: غلام مرشد

عالم دین۔ بادشاہی مسجد، لاہور کے خطیب کی حیثیت سے شہرت پائی۔ موضع انگہ ضلع سرگودھا میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں مولانا محمد شریف سے درس نظامی کی تعلیم مکمل کرلی۔ بعدازاں دارالعلوم نعمانیہ، لاہور میں تین برس تک تعلیم پائی۔ پنجاب یونی ورسٹی سے مولوی فاضل کیا۔ ۱۹۲۰ء میں لاہور کی کتاری مسجد میں درس دینے لگے۔ ۱۹۲۵ء میں سنہری مسجد میں درس دینے کا آغاز ہوا۔ ۲۱۔۱۹۳۵ تک اندرون بھاٹی دروازہ اونچی مسجد میں نماز مغرب کے بعد قرآن پاک کا درس دیتے رہے۔ حضرت علامہ محمد اقبال کے ارشاد اور اصرار کے بعد ۱۹۳۵ء سے بادشاہی مسجد، لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ (نوائے وقت، لاہور، ۳ جون ۱۹۷۶ء)

۲۳۵: غلام مصطفیٰ تبسم، صوفی

فارسی و اردو شاعر۔ صوفی غلام رسول کے گھر ۴ راگست ۱۸۹۹ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ چرچ مشن ہائی اسکول، امرتسر سے انٹرنس پاس کیا۔ پھر خالصہ کالج، امرتسر سے ایف اے کی ڈگری لی۔ پھر فارمین کرسچن کالج، لاہور سے ۱۹۲۳ء میں فارسی میں بی اے آنرز کیا۔ ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ کالج، لاہور سے ایم اے فارسی کی ڈگری پائی۔ تعلیم مکمل کرکے ابتدا میں گورمنٹ ہائی اسکول، امرتسر میں فارسی کے مدرس مقرر ہوئے۔ پھر انسپکٹر مدارس بنائے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں لاہور کے سینٹرل ٹریننگ کالج میں استاد السنہ شرقیہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور میں آگئے۔ ۱۹۴۳ء میں صدر شعبہ فارسی بنائے گئے۔ ۱۹۵۴ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔ فارسی و اردو شاعری کرتے تھے۔ پہلے اصغر تخلص تھا پھر تبسم اختیار کرلیا۔ بچوں کے لیے بہت اچھی نظمیں لکھیں۔ (اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۲۱۳)

لاہور آتے ہوئے ریل گاڑی میں سفر کے دوران ۷ فروری ۱۹۷۸ کو وفات پائی۔ (زاہد حسین انجم، ہمارے اہل قلم، ص لاہور ۱۴۲)

۲۳۶: غلام قادر گرامی

استاد اور شاعر۔ ککے زئی گھرانے میں سکندر بخش کے گھر جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں محلّہ کی مسجد میں تعلیم پائی۔ پھر خلیفہ ابراہیم کے مکتب میں داخل ہوگئے، جو بستی دانش منداں،

جالندھر میں واقع تھا۔ تحصیل علم کا شوق گرامی کو لاہور لے آیا۔ انھوں نے صرف چودہ برس کی عمر میں اورینٹل کالج سے فارسی کے امتحانات پاس کر لیے۔ بعد ازاں وکالت کے امتحان میں بھی کامیابی پائی۔ حصول تعلیم کے بعد امرتسر کے ایم اے او ہائی اسکول میں فارسی پڑھانے لگے۔ کچھ عرصے بعد وہاں سے مستعفی ہو کر کپورتھلہ میں پڑھانے لگے۔ بعد کو لدھیانہ کے سرکاری اسکول میں فارسی کے مدرس مقرر ہوئے۔ پولیس میں بھی کچھ عرصہ ملازم رہے۔ چار برس لاہور میں چار برس نواب فتح علی خان قزلباش کے معلم و اتالیق رہے۔ جب حیدرآباد دکن گئے تو نواب نے خوب قدر کی۔ ہوشیار پور میں شیخ قمر الدین کی دختر سے شادی ہوئی۔ شادی کے بعد ہوشیار پور ہی کو اپنا مستقر بنا لیا۔ ۱۹۰۳ء کے لگ بھگ اقبال سے راہ و رسم پیدا ہوئی۔ جو جلد گہری دوستی میں بدل گئی۔ دونوں میں بڑی بے تکلفی تھی۔ گرامی اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوشیار پور میں وفات پائی۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ابتدائی حصہ)

۲۳۷: فاطمہ بیگم

خاتون صحافی۔ پیسہ اخبار کے بانی منشی محبوب عالم کی صاحبزادی تھیں۔ تعلیم نسواں کی بڑی حامی رہیں۔ تحریک پاکستان میں بھی بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ لاہور میں اکثر اقبال کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ ۱۸۹۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئیں اور ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔ سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس وقت لیڈی میکلیگن کالج میں بطور استاد ملازمت کر رہی تھیں۔ پھر بمبئی کارپوریشن میں انسپکٹر آف اسکولز تعینات ہوئیں۔ مسلم خواتین کی بیداری کے لیے لاہور سے ایک رسالہ خاتون شائع کیا۔ ۱۹۳۷ء میں نواں کوٹ، لاہور میں اسلامیہ کالج برائے خواتین کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خواتین کی بھی ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ تب فاطمہ بیگم کو پنجاب کی کمیٹی کا جنرل سیکریٹری مقرر کیا گیا۔ انھوں نے خضر وزارت کے خلاف تحریک میں حصہ لیا اور گرفتار ہوئیں۔ صوبہ سرحد میں مسلم خواتین کو منظّم کرنے کے لیے کئی سیاسی دورے کیے۔ (دانائے راز، ص ۱۹۱)

۲۳۸: فاطمہ جناح

قائداعظم محمد علی جناح کی چھوٹی ہمشیر۔ ۱۸۹۲ء میں کراچی میں پیدا ہوئی۔ کانونٹ اسکول، بمبئی سے انٹرنس پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں کلکتہ سے دندان سازی میں ڈپلومہ حاصل کر لیا۔ بمبئی میں اپنا کلینک کھولا لیکن پھر اُسے چھوڑ کر قائداعظم کی خدمت میں کمربستہ ہوگئیں۔ ۱۹۳۵ء۔ ۱۹۴۰ء کے دوران

بھائی محمد علی جناح کے ساتھ مختلف ممالک کے دورے کیے۔انھوں نے بھائی کے ساتھ ساری عمر گزار دی۔ ۹ جولائی ۱۹۶۷ءکو کراچی میں انتقال فرما گئیں۔(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، لاہور جلد اول)

۲۳۹: فتح علی خان قزلباش، نواب سر

مسلمان رہنما۔ مسلمان ۱۵/اکتوبر ۱۸۶۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۳ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ پنجاب اور اودھ کے بہت بڑے جاگیردار تھے۔۱۸۹۳ء میں پنجاب کی قانون ساز کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور ۱۸۹۸ء کی صدارت کی۔ تحریک رولٹ ایکٹ کے دوران انگریز حکومت کا ساتھ دیا۔انجمن اسلامیہ، لاہور کے تاحیات صدر رہے۔(*A Biographical Dictionary of Muslims in India*. P-10)

۲۴۰: فضل الدین قریشی محمد

استاد۔۳۰/اپریل ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔۱۹۱۴ء میں علی گڑھ سے بی ایس سی پاس کیا۔ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے ایم ایس سی طبیعیات کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۵ء تک اسلامیہ کالج، لاہور میں طبیعیات کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۴۵ء میں ایم اے عربی بھی کر لیا۔ ۱۹۷۹ء میں فوت ہوئے۔(مظہر محمود شیرانی، مکاتیب حافظ محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب لاہور، ص ۳۰۴)

۲۴۱: فضل حق، قاضی

استاد اور ماہر تعلیم۔موضع حاجی مالا، ضلع گجرات میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام قاضی محمد دین تھا۔جلال پور جٹاں کے اسکول سے میٹرک پاس کیا۔یونی ورسٹی کے امتحان میں اول آئے اور وظیفہ حاصل کیا۔۱۹۰۹ء میں اسلامیہ کالج، لاہور سے بی اے کی ڈگری لی۔اس دفعہ بھی یونی ورسٹی میں اول آئے اور طلائی تمغہ حاصل کیا۔ بعدازاں پنجاب یونی ورسٹی سے ایم اے عربی اور منشی فاضل کیے۔ایم اے عربی کے امتحان میں کامیابی پانے پر میکلوڈ عربک ریسرچ اسکالر شپ ملا۔ ہو پھر بہ حیثیت ریسرچ ایسوسی ایٹ ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ تشریف لے گئے۔وہاں جرمن پروفیسر ڈاکٹر جوزف ہورووٹز کی نگرانی میں عربی زبان پر تحقیق فرمائی۔جولائی ۱۹۱۳ء میں پی ای ایس کے مقابلہ امتحان میں کامیابی حاصل کر کے گورنمنٹ کالج، راج شاہی میں عربی، فارسی اور اردو کے لیکچرار مقرر ہوئے۔دسمبر ۱۹۱۴ء میں پنجاب کے وزیر تعلیم، سر فضل حسین قاضی صاحب کو لاہور لے آئے۔آپ پھر گورنمنٹ کالج، لاہور میں فارسی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔اور اپنی وفات تک طلبہ کی خدمت کرتے رہے۔۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔قاضی صاحب کی علمی و

ادبی اور تعلیمی خدمات کے پیش نظر حکومت نے یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو انھیں ''خاں صاحب'' کا خطاب دیا۔ (صحیفہ، لاہور، اپریل، جون ۱۹۸۵ء)

۲۴۲: فراھیرن

میونخ میں تقریباً ۱۰ پروفیسروں اور طالب علموں کو یونی ورسٹی ہوسٹل میں رکھتی تھی۔ ۱۹۰۷ء میں اس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی، بڑی ذہین اور کمال کی موسیقی داں تھی۔ (اقبال از عطیہ بیگم، ص ۸۷)

۲۴۳: فریڈرک ولیم تھامس

۱۸۶۷ میں آپ پیدا ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں انتقال کیا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۷ء تک آکسفورڈ یونی ورسٹی میں Bodin Professor آف سنسکرت تھے۔ قبل ازیں ۲۴ سال تک انڈیا آفس لائبریری کے لائبریرین رہے۔ تھامس آرنلڈ بھی ۱۹۰۴ء میں لاہور سے واپسی پر انڈیا آفس لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین مقرر ہوئے تھے۔ ان کے توسط سے اقبال کا فریڈرک ولیم تھامس سے تعارف ہوا۔ ۱۶؍ جولائی ۱۹۰۸ء کو اقبال نے فریڈرک کو ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا ایک نسخہ دیا تھا۔ (اقبال یورپ میں، ص ۷۵-۷۶)

۲۴۴: فضل حسین، سر

پنجاب میں اپنے دور کی ایک ہمہ گیر شخصیت، اعلیٰ درجے کے قانون دان، سیاست داں اور ماہر تعلیم۔ بٹالہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ راجپوت گھرانے سے تعلق تھا۔ ۱۴ جون ۱۸۷۷ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۳ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۸۹۷ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد کیمبرج، انگلستان چلے گئے اور وہاں سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کر کے لوٹے۔ حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۱ء میں سیالکوٹ میں وکالت کرنے لگے۔ مولوی سید میر حسن کے کہنے ۱۹۰۵ء میں لاہور چلے آئے۔ اب اس شہر کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں پریکٹس کرنے لگے۔ شروع شروع میں آل انڈیا کانگریس میں شامل رہے۔ ۱۹۱۶ء میں پنجاب پولیٹکل کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۱۹۱۷ء میں حکومت ہند نے ''خان بہادر'' کا خطاب عطا کیا۔ اس دوران کیپ ٹاؤن کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۹-۱۹۱۸ میں پنجاب کانگریس کے صدر رہے۔ ۱۹۲۰ء میں حکومت پنجاب کے وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں گورنر کی ایگزیکٹیو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ بعد ازاں سر سکندر حیات خان کے ساتھ مل کر ایک نئی سیاسی جماعت ''یونی نیسٹ پارٹی'' قائم کر لی۔ لندن کی میز کانفرنس میں

شریک ہوئے۔ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو رات ساڑھے دس بجے لاہور میں انتقال کرگئے۔ آبائی گاؤں بٹالہ میں تدفین ہوئی۔ (اقبال کے آخری دو سال، معاصرین اقبال کی نظر میں)

۲۴۵: فیروز خان نون، ملک

مسلمان سیاست داں۔ آباؤ اجداد راجپوتانہ کے بھٹی راجپوت قبیلے سے تعلق تھے۔ پانچ سو برس پہلے ان کے جداعلیٰ نے بابا فرید کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ ملک صاحب کے والد سر محمد حیات خان نون ایچی سن کالج، لاہور کے اولین طلبہ میں شامل تھے۔ فیروز خان نون ۷ مئی ۱۸۹۳ء کو موضع ہموکا، ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ بھیرہ کے سرکاری اسکول میں ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء تعلیم پائی۔ ۱۹۰۵ء میں ایچی سن کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ جولائی ۱۹۱۲ء تک وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں ویڈھم کالج، آکسفورڈ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں بیرسٹری کی سَند حاصل کرلی۔ ستمبر ۱۹۱۷ء میں وطن لوٹے اور جنوری ۱۹۱۸ء میں ضلع کچہری سرگودھا میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۲۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ بعدازاں پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اس کے بعد لاہور میں رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۶ء تک پنجاب میں وزارت کے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد ۱۹۴۱ء تک ہائی کمشنر کی حیثیت سے لندن میں قیام رکھا۔ ۱۹۴۵ء میں وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل سے مستعفی ہوکر مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ اس دوران اپنے تمام سرکاری خطابات واپس کردیے۔ ۱۹۵۶ء میں پاکستان کے وزیر خارجہ بنائے گے۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں وزیر اعظم بنے۔ ۱۹۷۰ء میں وفات پائی۔ (اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱، ص ۱۱۱۲)

۲۴۶: کامپٹن آرتھر ہولی (Compton Arthur Holly)

امریکی ماہر طبیعیات جس نے ۱۹۲۷ء میں طبیعیات کا نوبل انعام حاصل کیا، اس تحقیق کا موضوع یہ تھا: ''For Discovering Compton Effect'' کامپٹن ۱۹۲۵ء میں لاہور آئے تھے۔ انھوں نے گورنمنٹ کالج، لاہور کے فزکس تھیٹر میں ایک لیکچر دیا تھا۔ کامپٹن ۱۹۶۲ء میں چل بسے۔ ان کا بھائی کرل ٹیلر کامپٹن (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۴ء) بھی ماہر طبیعیات تھا۔ اس نے راڈار پر قیمتی تحقیق کی تھی۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۳۲۷۔ *Columbia Viking Desk Ency.* 403)

۲۴۷: کانٹ

جرمنی کا مشہور فلسفی۔ اس کا پورا نام ایمانوئیل کانٹ تھا۔ ۲۲/ اپریل ۱۷۲۴ء کو جرمنی میں پیدا ہوا۔ اس نے عمر کا بیشتر حصہ کونگز برگ کے برفانی پہاڑوں میں بسر کیا۔ بعدازاں یونی ورسٹی میں

لاجک اور میٹا فزکس کا پروفیسر مقرر ہوا۔ فلسفہ کی متعدد کتابوں کا مصنف تھا۔ ۱۸۰۴ء میں وفات پائی۔ (کولمبیا وائی کنگ ڈیسک انسائیکلوپیڈیا،ص ۹۳۱)

۲۴۸: کچلو، سیف الدین ڈاکٹر

تحریک خلافت کے سرگرم رکن اور قوم پرست رہنما۔ ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ گوٹنگٹن اور لندن سے تعلیم پائی اور بیرسٹری کی سند لی۔ ۱۹۱۳ء سے راولپنڈی میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۱۵ء میں امرتسر منتقل ہو گئے۔ ساتھ ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ سیتا گڑھ تحریک میں حصہ لیا تو گرفتار ہوئے اور دو برس سزا قید ہو گئی۔ ۲۶۔۱۹۲۹ء کے دوران آل انڈیا مسلم لیگ کے اعزازی سیکریٹری رہے۔ تحریک خلافت کے بعد غلام بھیک نیرنگ کے ساتھ تحریک تنظیم چلائی۔ جنوری ۱۹۲۴ء میں امرتسر سے اردو روزنامہ تنظیم شائع کرنے لگے۔ امرتسر سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں وفات پا گئے۔ حضرت علامہ اقبال نے ۱۹۲۶ء کے انتخاب میں حصہ لیا تھا۔ اسی سلسلے میں ۱۵/ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں کچلو نے حضرت علامہ کی حمایت میں زوردار تقریر کی تھی۔ (*A Biographical Dictionary, Muslims in India*, Vanguard Books, Lahore, 1985, Vol. II, p.26)

۲۴۹: کریک، ہنری ڈفلڈ سر (Henry Duffield Craik)

پنجاب کے گورنر۔ ایمرسن کے بعد پنجاب کے گورنر مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء یہ عہدہ سنبھالے رکھا۔ تک گورنر رہے۔ ۲ جنوری ۱۸۷۶ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۸۹۹ء میں سیٹلمنٹ آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک سیشن جج، گورنر جنرل کے سیکرٹری اور ہندوستان وزارت داخلہ میں افسر رہے۔ ۲۷۔۱۹۲۲ء چیف سیکریٹری حکومت پنجاب بنائے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں پنجاب ایگزیکٹیو کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۳۸ء تک گورنر جنرل ایگزیکٹیو کونسل کے ہوم ممبر کی حیثیت سے کام کیا۔ اپریل ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک پنجاب کے گورنر۔

۲۵۰: کشن پرشاد، مہاراجا

حیدرآباد دکن کے وزیراعظم اور ادیب۔ کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ چندو لعل جداعلیٰ تھے۔ والد کا نام راجا ہری کشن تھا۔ ۲۸ فروری ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوئے۔ نام پرشوتم داس رکھا،

لیکن نانا نے کشن پرشاد کہہ کر پکارا۔ یہی نام مشہور ہوا۔۱۹۱۴ء میں والد چل بسے۔۱۸۸۹ء نانا مہاراجا نریندر پرشاد بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔۱۸۹۳ء میں موروثی خدمت پیشکاری پر فائز ہوئے۔ پھر ریاست کی افواج کے وزیر بن گئے۔۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۲ء تک خدمت مدار المہامی آپ کے سپرد رہی۔ بعدازاں خود ہی مستعفی ہوئے۔۱۹۱۳ء میں پنجاب، دہلی، اجمیر، بمبئی کا طویل سفر کیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۷ء تک حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم رہے۔ ۹ مئی ۱۹۴۰ء کو دارِفانی چھوڑ گئے۔مہاراجا کی تین ہندو رانیاں اور چار مسلمان بیویاں تھیں۔ ہندو رانیوں کی اولاد ہندو جبکہ مسلم بیگمات کی اولاد مسلمان تھی۔ستر اسّی سے زیادہ چھوٹی بڑی کتب مختلف موضوعات پر تحریر فرمائیں۔ اقبال سے غائبانہ تعارف ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ دکن ریویو بابت ستمبر ۱۹۰۵ء میں اقبال کی ایک غزل شائع ہوئی۔ یہ غزل جو اقبال نے ولایت جاتے ہوئے بحیرہ روم کے دل چسپ نظارے سے متاثر ہو کر فرمائی تھی:

مثال پرتوِ مے طوف جام کرتے ہیں　　　یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

اس میں یہ شعر بھی ملتا ہے:

نہ قدر ہو مرے اشعار کی گراں کیوں کر　　　پسند ان کو وزیر نظام کرتے ہیں

اس کے بعد مہاراجا کشن اور اقبال کے مابین طویل عرصہ خط کتابت رہی۔ (محمد عبداللہ قریشی،اقبال بنام شاد،ص۴۔۲۸)

۲۵۱: کمال الدین خواجہ

وکیل۔ کشمیری گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ فارمن کرسچن کالج، لاہور سے ۱۸۹۳ء میں سیکنڈ ڈویژن میں بی اے پاس کیا۔۱۸۹۸ء میں لا اسکول، لاہور سے ایل ایل بی کر کے پشاور میں وکالت کرنے لگے۔۱۹۰۳ء میں لاہور چلے آئے۔تبلیغ اسلام کا جنون سا رکھتے تھے۔اس سلسلے میں ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۱ء تک پورے ہندوستان کے دورے کیے۔اور تبلیغی لیکچرز دیے۔ ۱۸ فروری ۱۹۱۲ء کو اسلامیہ کالج، لاہور کے حبیبہ ہال میں گوکھلے کے مسودہ تعلیم کی حمایت میں ایک جلسہ زیر صدارت اقبال منعقد ہوا۔ اسی جلسے میں خواجہ صاحب نے بھی ایک قرارداد پیش کی جسے باتفاق منظور کر لیا گیا۔۱۹۱۲ء میں انگلستان چلے گئے۔ وہیں ۱۹۱۳ء میں ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو نام کے رسائل جاری کیے۔لندن سے مولانا ابوالکلام آزاد کو اپنی روئیداد خطوط کی صورت میں بھجواتے رہے۔احمدی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔

لاہور کی چیف کورٹ میں وکالت بھی کرتے رہے۔ رئیس احمد جعفری نے انھیں اپنی کتاب دید وشنید میں انھیں ایک ولی پوشیدہ اور کھلا کافر لکھا ہے۔ (ص ۱۲۰) ۱۹۲۳ء کے قریب تبلیغ کے سلسلے میں بھوپال گئے اور ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ جلسے کی صدارت نواب حمیداللہ نے فرمائی تھی۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو سیل کے مرض میں مبتلا ہو کر دنیا سے چل بسے۔ (پنجاب یونی ورسٹی کلینڈر، ۶۔۱۹۰۵ء، ص ۳۳۵۔ اقبال بنام شاد۔ گفتار اقبال، سچ لکھنو، نمبر ۱، جلد ۹۔ ۶ جنوری ۱۹۳۲۔ یاد رفتگان، ص ۱۵۰۔ الہلال کلکتہ، ۲۲ فروری ۱۹۱۳ء)

۲۵۲: کنورسین

سیالکوٹ کے ممتاز وکیل بھیم سین کے فرزند۔ مولوی سید میر حسن کے شاگرد تھے۔ مارچ ۱۸۸۴ء میں سکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ سے لوئر پرائمری فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے نمایاں ہوئے۔ سیالکوٹ سے ۱۸۹۱ء میں انٹرنس پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۸۹۳ء میں ایف اے کی ڈگری لی۔ اسی کالج سے ایم اے کیا۔ بعدازاں کالج میں اسسٹنٹ پروفسر آف فزیکل سائنسز مقرر ہوئے۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں یہ ملازمت چھوڑی اور انگلستان چلے گئے۔ لنکنز ان انگلستان سے ۱۹۰۲ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے وطن لوٹے۔ ۱۲۔۱۹۱۵ء کے دوران یونی ورسٹی لا کالج، لاہور کے پرنسپل رہے۔ بعد میں جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنا دیے گئے۔ حکومت نے رائے بہادر اور سی آئی سی کے خطابات عطا کیے۔ (علامہ اقبال کے استاد شمس العلما مولوی سید میر حسن، ص ۲۱۲۔ ہسٹری آف گورنمنٹ کالج لاہور، ص ۹۰ تا ۹۲)

۲۵۳: گاندھی

ہندو رہنما۔ اصل نام موہن داس کرم چند ہے۔ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد انگلستان چلے گئے۔ لندن سے بیرسٹری کی ڈگری لی۔ ۱۸۸۹ء میں بار میں داخل ہوئے۔ جنوبی افریقا میں قیام کے دوران وہاں مقیم ہندوستانیوں کو حقوق دلوانے میں سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۱۵ء میں وطن لوٹے اور ملک کی تحریک آزادی میں حصہ لینے لگے۔ کئی بار جیل گئے۔ متعدد دفعہ انڈین نیشنل کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس میں شریک تھے۔ ہندو انھیں دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ مگر ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک ہندو ہی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ (کولمبیا وائی کنگ ڈیسک انسائیکلوپیڈیا، ص ۶۷۲)

۲۵۴: گرامی۔ دیکھیے: غلام قادر گرامی

۲۵۵: گل حسن شاہ، سید

حضرت خواجہ غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کے سجادہ نشین۔ ایک بار گل حسن امرتسر تشریف لائے۔ مرزا جلال الدین نے علامہ اقبال اور نواب ذوالفقار کو ہمراہ لیا اور ریل گاڑی سے امرتسر پہنچ گئے۔ دراصل علامہ صاحب کی شخصیت کو پرکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے شاہ صاحب سے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ دوران گفتگو شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ میں سے کوئی صاحب شعر بھی کہتے ہیں؟ نواب صاحب نے ٹال دینے کی نیت سے خاص جواب نہیں دیا۔ لیکن شاہ صاحب جواب سے مطمئن نہ ہوئے۔ وہ کہنے لگے ''جس طرح پھول کی خوشبو خود بخود انسان کے دماغ تک پہنچ جاتی ہے، مجھے بھی یونہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ میں سے کوئی صاحب شاعر ضرور ہیں۔''

شاہ صاحب کو حقیقت سے آگاہ کیا اور علامہ کا تعارف کرایا۔ وہ پھر دیر تک علامہ سے ان کی شاعری پر بات کرتے رہے۔ جب وقت رخصت آیا تو اقبال نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ وہ عرصہ دراز سے سنگ گردہ کے مریض ہیں۔ وہ ان کے لیے دعا کریں کہ انھیں اس شکایت سے نجات مل جائے۔ شاہ صاحب کہنے لگے ''بہت اچھا۔ لیجیے میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی ہاتھ اٹھائیں''۔ دعا مانگنے کے بعد انھوں نے اجازت لے لی۔ راستے میں ایک جگہ علامہ صاحب پیشاب کی نیت سے لیٹرین میں گئے۔ واپس آئے تو ان کے چہرے پر حیرت واستعجاب کے آثار نمایاں تھے۔ انھوں نے ہمراہیوں کو بتایا، آج عجیب اتفاق ہوا۔ پیشاب کے دوران مجھے یوں محسوس ہوا گویا ایک چھوٹا سا سنگ ریزہ پیشاب کے ساتھ خارج ہو گیا۔ مجھے اس کے گرنے کی آواز تک سنائی دی۔ اس کے خارج ہوتے ہی طبیعت کی ساری گرانی جاتی رہی۔'' (ملفوظات اقبال۔ مرزا جلال الدین، میرا اقبال، ص ۸۲)

۲۵۶: گنگا رام، سر

مشہور مخیّر ہستی۔ گنگا رام کے والد، دولت رام اپنے آبائی وطن مظفر نگر سے نقل مکانی کر کے لکھ عہد کے آخری برسوں میں مانگٹا نوالہ ضلع شیخوپورہ چلے آئے تھے۔ وہ پھر محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے۔ ۱۳/اپریل ۱۸۵۱ء کو وہیں گنگا رام پیدا ہوئے۔ بعد ازاں دولت رام ملازمت چھوڑ کر امرتسر چلے گئے۔ گنگا رام نے وہیں سے ۱۸۶۹ء میں میٹرک پاس کیا۔ اسی سال وہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں داخل ہو گئے۔ ۱۸۷۱ء میں انٹرمیڈیٹ کی ڈگری لی۔ اس کے بعد وہ تھامپسن انجینئرنگ کالج، رڑکی میں داخل ہو گئے۔ ۱۸۷۳ء میں انجینئرنگ کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔ اسی سال وہ لاہور میں اسسٹنٹ انجینئر کی حیثیت سے ملازمت کرنے لگے۔ دو برس بعد ڈیرہ غازی

خان منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد انھیں لاہور تبدیل کر دیا۔ لارڈ رپن (۱۸۸۰۔۷۶) ان کی فرض شناسی اور کام میں مہارت بڑا متاثر ہوا۔ اس نے گنگا رام کو سرکاری خرچ پر بریڈ فورڈ، انگلستان تربیت پانے کے لیے بھجوا دیا۔ وہاں گنگا رام سے واٹر سپلائی اور نکاسی آب میں خصوصی مہارت حاصل پائی، وطن لوٹے تو پشاور میں تعیناتی ہوئی۔ ۱۸۸۵ء میں لاہور تبادلہ ہو گیا۔ یہاں انھوں نے ایکس ای این کی حیثیت سے کام کیا اور اپنی نگرانی میں عمدہ سرکاری عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بڑے ٹھاٹھ سے سرکاری ملازمت کر کے وہ ۱۹۰۳ء میں سبکدوش ہو گئے۔ اس کے بعد ریاست بٹالہ نے ان کی خدمات حاصل کر لیں۔ گنگا رام نے سات برس تک ریاست میں کام کیا۔ اس دوران انھوں نے گنگا پور کے نام سے ضلع شیخوپورہ میں ایک گاؤں آباد کیا۔ اس گاؤں میں مختلف قسم کے فارم بنائے۔ جدید مشینوں کے ذریعے مختلف اجناس کی کاشت شروع کرائی۔ ۱۹۰۷ء میں لائل پور میں ایک زرائی نمائش منعقد ہوئی۔ اس میں گنگا رام اور ان کے بیٹے بیرسٹر سیوک رام نے گیارہ انعامات حاصل کیے۔ ۱۹۱۶ء اور ۱۹۲۰ء میں پنجاب کے گورنر اور ۱۹۲۸ء میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ارون (Irwin) نے ان کے مثالی گاؤں گنگا پور کا دورہ کیا۔ گنگا رام نے رینالہ خورد میں ایک ہائیڈرو الیکٹرک اسٹیشن قائم کیا تھا۔ ۱۹۲۵ء کے موسم بہار میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر نے اس کا افتتاح کیا۔ ۱۹۲۵ء میں وہ رائل کمیشن آف ایگری کلچر کے رکن نامزد ہوئے۔ اسی سال امپیریل بینک آف انڈیا، نارتھ سرکل کے گورنر بنائے گئے۔ ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء کو لندن میں گنگا رام دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ میکلیگن اسکول، ہیلی کالج اور ہندوؤں کے لیے تعلیمی ادارے اور صنعتی اسکول قائم کیے۔ لاہور کی مشہور بستی ماڈل ٹاؤن قائم کرنے میں بھی ان کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ اس دور کے انگریزی رسائل میں ان کے مقالات شائع ہوتے تھے۔ انجینئرنگ کی چار کتابیں تحریر کیں۔ (اورینٹل کالج میگزین، لاہور جلد ۶۵، نمبر ۱۔۲/ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

۲۵۷: گوپال داس

انڈی پینڈنٹ پارٹی پنجاب کا سیکریٹری۔ ۴ فروری ۱۸۹۷ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ صرف دس برس کی عمر میں ایچی سن کالج میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء میں یہاں سے فارغ التحصیل ہوا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج، لاہور میں تعلیم پانے لگا۔ آنکھوں میں تکلیف ہونے کی وجہ سے تین برس بعد کالج کی تعلیم چھوڑ دی اور سیاست میں حصہ لینے لگا۔ ۲۲ برس کی عمر میں ہندو سبھا نے انتخابات میں کھڑا کیا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ۱۹۲۴ء کے انتخابات میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۹ برس

کونسل کا رکن رہا۔(S.B. Sen, *Punjab's Eminent Hindus*.p.411)

۲۵۸: لال دین، قیصر ملک

لاہور کی ککے زئی برادری سے تعلق۔ پنجابی کے مشہور شاعر۔ اور سچدل تخلص کرتے تھے۔ قومی تحریکوں میں شریک ہونے کے بعد تخلص ''قیصر'' اختیار کرلیا۔ ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں انتقال کرگئے۔ لاہور میں ہر قسم کے قومی کارکنوں اور رضا کاروں کے کمان دار سمجھے جاتے تھے۔ ۱۹۱۹ء سے ان کی شاعری پر سیاسی رنگ چڑھ گیا۔ سیاسی نظموں کی بنا پر نو بار جیل کی ہَوا کھائی۔ ۱۹۲۰ء میں روزانہ اخبار امام جاری کیا۔ ۱۹۲۱ء میں کتابوں کی دکان کھولی اور پھر ٹھیکیدار بن گئے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص۲۰۲۔۲۴۲ عبدالمجید سالک، سرگزشت)

۲۵۹: لاجپت رائے لالہ

ہندو سیاست دان۔ ۲۸ جنوری ۱۸۶۵ء کو موضع دھدیکی (Dhudike) ضلع فیروز پور میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ لالہ رلہ رام دکان دار تھا۔ دادا، رادھا کرشن گورنمنٹ اسکول میں اردو پڑھاتا تھا۔ ۱۸۷۷ء میں اردھا دیوی سے ہوگئی۔ ۱۸۷۹ء میں مشن اسکول، لدھیانہ میں داخل ہوا۔ نومبر ۱۸۸۰ء میں حصول تعلیم کے لیے لاہور چلا آیا اور یہاں سے انٹرنس پاس کیا۔ لا اسکول سے ۱۸۸۲ء میں جونیئر پلیڈر کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۸۶ء سے وکالت شروع کردی۔ وکالت کرنے ضلع حصار گیا تو وہاں آریہ سماج سے منسلک ہوگیا۔ میونسپل کمیٹی حصار کا رکن منتخب ہوا۔ انڈین نیشنل کانگریس حصار کے نمائندے کی حیثیت سے ۱۸۸۸ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس شریک ہوا۔ ۱۸۹۴ء میں لاہور چلا آیا۔ پنجابی اخبار اور انگریزی اخبار ٹرائبون میں کانگریس کی حمایت میں مضامین لکھے۔ ۱۹۰۴ء کے اجلاس میں بمبئی میں کانگریس کا رکن منتخب ہوا۔ اسی اجلاس میں جے کے گوکھلے اور لاجپت رائے کو انگلستان بھیجنے کے لیے منتخب کیا گیا تا کہ وہ برطانوی لیڈروں کے سامنے ہندوستانیوں کے مطالبے پیش کرسکیں۔ ۱۹۱۱ء میں لاہور میونسپل کمیٹی کا رکن منتخب ہوا۔ ۱۹۱۴۔۱۹۱۹ء کے دوران کئی بار جیل گیا۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں انگریزی اخبار ینگ انڈیا جاری کیا۔ اس کے علاوہ بندے ماترم اور *The People* نامی اخبار بھی شائع کیے۔ لاجپت ایک بڑا متعصب ہندو تھا۔ اس کی یہ کتابیں مشہور ہیں: سوانح عمری راجا اشوك، تاریخ ہند قدیم، پولیٹیکل فیوچر آف انڈیا......۱۷ نومبر ۱۹۲۸ء کو دنیا سے رخصت ہوگیا۔(Lala Lajput Rai, *The Story of My Life,* 1978)

۲۶۰: لوئیس ولیم ڈین، سر (Louis William Dane)

برطانوی افسر۔ انڈین سول سروس سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۱ مارچ ۱۸۵۶ء کو وہاں برطانوی قصبے چیسٹر میں پیدا ہوئے۔ وہاں ان کے والد رچرڈ مارٹن ڈین آرمی اسٹاف سرجن تھے۔ لوئیس نے ۱۸۷۴ء میں انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۷۶ء میں پنجاب میں تعیناتی ہوئی۔ اس دوران ڈیرہ غازی خان میں اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ ۱۸۷۹ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے پرائیویٹ سیکریٹری مقرر ہوئے۔ پھر گورداسپور میں سیٹلمنٹ آفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۸۹۸ء میں حکومت پنجاب کے چیف سیکریٹری بنائے گئے۔ ۱۹۰۰ء میں رخصت پر واپس برطانیہ چلے گئے۔ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن نے ہندوستان واپس بلوالیا۔ مارچ ۱۹۰۳ء میں ریذیڈنٹ کشمیر مقرر کیے گئے۔ ان کی کوششوں سے مارچ ۱۹۰۵ء میں برطانوی ہند کی حکومت امیر حبیب اللہ، شاہ افغانستان سے دوستانہ معاہدہ کیا۔ ۱۹۰۸ء میں سر تھامس گورڈن کے بعد پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر بنائے گئے۔ مئی ۱۹۱۳ء میں لندن واپس چلے گئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو وہاں ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن اور رائل سینٹرل ایشین سوسائٹی کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس موقع پر سردار ادھم سنگھ کے حملے میں شدید زخمی ہوگئے۔ ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء کو لندن میں چل بسے۔

۲۶۱: لیوس

برطانوی ماہر تعلیم۔ پورا نام لوس کلیرنس اورنگ (Lewis Clarence Irving) ہے۔ ۱۲ اپریل ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ ۳ فروری ۱۹۶۴ء کو دنیا سے چل بسے۔ ہارورڈ یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۵۳ء تک وہیں پروفیسر فلسفہ رہے کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔

۲۶۲: مارک اورل اسٹین ڈاکٹر

برطانوی استاد۔ اورینٹل کالج، لاہور میں یکم فروری ۱۸۸۸ء کو پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۲۸ اپریل ۱۸۹۹ء کو مستعفی ہوگئے۔ اس عرصے میں انھوں نے پروفیسر سنسکرت کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ پنجاب یونی ورسٹی کے مختلف ادوار میں رجسٹرار رہے۔ لاہور سے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب مدرسہ کالج کلکتہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ (اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۲۰۹۔۲۱۷)

کلہن کی تاریخ شاہان کشمیر کا انگریزی ترجمہ دو جلدوں میں کیا تھا جو ۱۸۹۲ء۔ ۱۸۹۸ء کے دوران انجام پایا۔ دیگر کتب میں سفیدہن اور ان کی شاخیں، ۱۸۹۷ء اور لوہارا کے قصر، ۱۸۹۷ء (صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ص ۱۰۵)

۲۶۳: مالکم ڈارلنگ سر

اقبال کے دوست اور قدر دان۔ برطانوی پنجاب میں فنانشل کمشنر دیہات سرد ھار اور محکمہ امداد باہمی سے گہرا تعلق رہا۔ پنجابی کاشتکاران کی مشہور اور معلومات افروز تصنیف ہے۔ اقبال سے بڑا ملنا جلنا تھا۔ ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء کو سر مالکم نے اقبال سے جاوید منزل میں ملاقات کی تھی۔ (اقبال کے حضور، ص ۲۲۷)

۲۶۴: مانٹیگو، ایڈون سیموئیل

برطانوی سیاست دان۔ ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء کو وفات پائی۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ آف ۱۹۱۹ء کے نفاذ میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۲۲ء تک لبرل جماعت کی طرف سے رکن پارلیمنٹ رہے۔ ۱۷۔۱۹۲۲ء سیکریٹری اسسٹنٹ آف انڈیا بنائے گئے۔ ۱۹۲۴ء میں لارڈ کرزن سے اختلافات ہونے کے بعد مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۱۷ء میں ہندوستان آئے تھے۔ ہندوستانیوں سے ان کا رویہ ہمدردانہ اور سلوک بے حد شریفانہ تھا۔ وہ برطانوی حکومت اور ہندوستانی عوام کے درمیان خوش دلی، مفاہمت اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے ہی ۲۰ر اگست ۱۹۱۷ء کو ہندوستانی اصلاحات کے متعلق دار العلوم میں یہ تاریخی اعلان کیا کہ ملک معظم کی حکومت کی پالیسی یہ ہے، ہندوستان کے نظم و نسق کے ہر شعبے میں اہل ہند کو زیادہ سے زیادہ تعداد شریک ہونے کا موقع دینا چاہیے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۷۷۔۷۹)

۲۶۵: مبارز خان ملک ٹوانہ

مسلمان رہنما۔ ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ تکمیل تعلیم کے بعد برطانوی ہند کی قومی آرمی میں شمولیت اختیار کی۔ ممبر پنجاب لجس لیٹو کونسل کے رکن رہے۔ پنجاب مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔ (احمد سعید، مسلم ان انڈیا ۱۸۴۷ء۔ ۱۸۵۷ء لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۶)

یکم فروری ۱۹۱۱ء کو لاہور میں باغ بیرون موچی دروازہ ایک جلسہ منعقد ہوا۔ علامہ اقبال اس کے صدر تجویز کیے گئے۔ مبارز خان اس وقت جلسہ گاہ میں موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت علامہ نے تجویز پیش کی کہ ملک مبارز خان کو صدر جلسہ مقرر کیا جائے۔ حاضرین نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ملک صاحب کو صدر جلسہ مقرر کیا۔ (گفتار اقبال، ص ۱)

۲۶۶: متھر اداس، ڈاکٹر

ماہر امراضِ چشم موگا ضلع فیروز پور کے رہائشی تھے۔ آنکھوں کے علاج کے ماہر تھے۔ ۱۹۳۷ء

میں اقبال کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا۔تب شیخ اعجاز احمد کی فرمائش پر متھرا داس اقبال کی آنکھوں کا معائنہ کرنے کوٹھی خود آئے اور بڑی تفصیل سے معائنہ کیا۔ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اقبال کی آنکھوں میں موتیا بڑی تیزی سے اتر رہا ہے۔ممکن ہے کہ مارچ ۱۹۳۸ء میں وہ آپریشن کے لائق ہو جائیں۔فروری ۱۹۳۸ء میں آنکھوں کا دوبارہ معاینہ ہونا چاہیے۔حضرت علامہ ڈاکٹر متھرا داس کی خوش اخلاقی سے بڑے متاثر ہوئے تھے۔(مظلوم اقبال)

۲۶۷: مجنوں گورکھپوری

اردو کے افسانہ نگار اور نقاد۔۱۰ جنوری ۱۹۰۴ء کو پلڈہ، ضلع بستی، یوپی میں پیدا ہوئے۔والد مولوی محمد فاروق اردو کے صاحب طرز شاعر تھے۔مجنوں نے عربی، فارسی اور ہندی کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر پائی۔۱۹۲۹ء میں سینیٹ اینڈریوز کالج سے بی اے پاس کیا۔۱۹۳۴ء میں ایم اے انگریزی اور ۱۹۳۵ء میں کلکتہ یونی ورسٹی سے ایم اے اردو کی ڈگریاں لیں۔۱۹۳۴ء میں سینٹ اینڈریوز کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے۔۱۹۳۵ء میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے افسر تعلقات عامہ بنائے گئے۔۱۹۳۶ء میں جارج اسلامیہ کالج، گورکھپور سے وابستہ ہوئے۔۱۹۵۸ء میں سینٹ اینڈریوز کالج میں پڑھانے لگے۔یہاں ۱۹۶۸ء تک کام مقیم رہے۔ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔۱۹۷۸ء تک کراچی یونی ورسٹی سے وابستہ رہے۔۴ جون ۱۹۸۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں دوران ملازمت یونی ورسٹی کی طرف سے جشن حالی میں شریک ہوئے۔(اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، جنوری ۱۹۸۸ء، ص ۲۶)

۲۶۸: محبوب عالم منشی

ممتاز صحافی اور ادیب۔۱۸۶۳ء میں موضع بھرو کی متصل وزیر آباد پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم برج اٹاری میں پائی۔قصور سے مڈل کیا۔۱۸۸۰ء میں میڈیکل اسکول، لاہور میں داخل ہو گئے، لیکن چند ماہ بعد والد چل بسے، نتیجۃً انھوں نے اسکول چھوڑ دیا۔بعد ازاں پنجاب یونی ورسٹی سے منشی اور منشی عالم کے امتحانات پاس کیے۔۱۸۸۶ء میں ایک مطبع، خادم التعلیم کی بنیاد رکھی۔۱۶ مارچ ۱۸۹۸ء سے بہ مقام لاہور ہفتہ وار پیسہ اخبار کا روزانہ سلسلہ از سر نو شروع کر دیا۔مئی ۱۹۰۰ء میں پیرس کی عالمی نمائش دیکھنے گئے، تو اپنے سفر کو سفرنامے کی صورت شائع کیا۔۲۳ مئی ۱۹۳۳ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔(معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۲۲۶)

۲۶۹: محسن شاہ، سید

مسلمان رہنما۔ موضع نور پور کانگڑہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں میٹرک پاس کیا۔ ۱۹۰۴ء میں فارمن کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری لی۔ تعلیم مکمل کر کے اسلامیہ کالج، لاہور میں لیکچرار ہو گئے۔ ۱۹۱۱ء میں ایل ایل بی کر لیا۔ اسی سال عم محترم کی دختر سے شادی ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں وکالت کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے جلسہ منٹو پارک، لاہور میں شریک تھے۔ آخری عمر میں انجمن حمایت اسلام کے صدر رہے۔ ۶ جون ۱۹۶۹ء کو بعارضہ فالج انتقال ہو گیا۔ مسجد شہید گنج کی ڈیفنس کمیٹی کے رکن تھے۔ (سید محسن شاہ، کلیم احمد، انجمن حمایت اسلام، لاہور)

۲۷۰: محمد احمد سبزواری

بھوپال کے بلند پایہ ادیب۔ ۱۹۱۵ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں الیگزنڈر یہ ہائی اسکول، بھوپال کے اردو رسالے گہوارۂ ادب کے پہلے مدیر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے اورنگ آباد چلے گئے۔ کئی برس تک کالج کے سہ ماہی رسالے نورس کی ادارت کرتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں فرسٹ ڈویژن میں ایم اے کیا اور جامعہ عثمانیہ سے اول آئے۔ تکمیل تعلیم کے بعد ریاست بھوپال میں کئی عہدوں پر کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی چلے آئے۔ وہاں انھیں بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ ۱۹۳۵ء میں علاج کے سلسلے میں جب اقبال بھوپال گئے تھے، تو محمد احمد کو آپ سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان دنوں یہ کالج کے طالب علم تھے۔ رات کو آٹھ سوا آٹھ بجے شیش محل میں شاعروں، ادیبوں اور سخن فہموں کا اجتماع ہونے لگا۔ علامہ اقبال نے اپنی ایک تازہ نظم، مسولینی سنائی۔ محمد احمد بھی اس محفل میں موجود تھے۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۲۸۰)

۲۷۱: محمد اسد

مشہور نومسلم عالم۔ اصل نام لیو پولڈ ویس (Leopold Weiss) تھا۔ آپ کی تصانیف *Islam at the Cross Roads*، *Road to Mecca* اور صحیح بخاری اور قرآن مجید کے تراجم دنیا بھر میں مقبول ہیں۔ نسلاً یہودی تھے اور وطن آسٹریا تھا۔ جنگ عظیم اول کے دوران بحیثیت صحافی شام و فلسطین آئے تھے وہاں اسلام کی روشنی سے منور ہوئے اور پھر مسلمان ہو گئے۔ لیو پولڈ کی رعایت سے محمد اسد نام رکھا۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک عرب میں مقیم رہے۔ شاہ ابن مسعود سے خاص تعلقات تھے۔ پھر کچھ اختلافات پیدا ہو گئے۔ ۱۹۳۲ء میں ہندوستان آئے۔ پہلے سیدھے کشمیر گئے پھر دہلی آئے اور دو تین برس قرول باغ میں قیام فرمایا۔ سید نذیر نیازی ان

کے ہمسائے تھے۔ پھر ڈیرہ دون چلے گئے۔ بعدازاں انگریزی رسالے اسلامک کلچر حیدرآباد کی ادارت سنبھال لی۔ لاہور منتقل ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران نظر بند ہو گئے۔ جنگ کے خاتمے پر ڈلہوزی میں مقیم رہے۔ آزادی وطن کے بعد حکومت پاکستان کے محکمہ تعمیر اسلامی، مغربی پنجاب کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ پھر دفتر خارجہ سے منسلک ہو گئے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندے رہے۔ بعد میں یورپ چلے گئے۔ (اقبال کے حضور، ص ۳۸۳)

۲۷۲: محمد اسلم جیراج پوری۔ مولانا حافظ

مورخ اور عالم دین۔ ۷ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو موضع جیراج پور، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تعلیم کے بعد پیسہ اخبار لاہور میں مترجم کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ دو برس بعد پہلے علی گڑھ کالجیٹ اسکول اور پھر مسلم یونی ورسٹی میں چلے گئے اور شعبہ اسلامیات کے معلم رہے۔ ۱۹۲۱ء کی تحریک ترک موالات کے زمانے میں مسلم یونی ورسٹی چھوڑ کر جامعہ ملیہ چلے گئے اور پھر تادم مرگ اسی ادارے سے وابستہ رہے۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ جامعہ نگر ہی میں آسودہ خاک ہوئے۔ اقبال کی مثنوی اسرار خودی اور جاوید نامہ پر سیر حاصل تبصرے کیے۔ (اقبال کے حضور، ص ۳۶۔ مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۲۳۲)

۲۷۳: محمد اسماعیل خان نواب

اردو کے مشہور شاعر، نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے فرزند اور تحریک آزاد کے ممتاز رہنما۔ جولائی ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ کیمبرج اور لندن سے اعلیٰ تعلیم پائی۔ ۱۹۱۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور ورکنگ کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔ آل انڈیا خلافت کمیٹی اور یوپی لیجس لیٹو کونسل کے رکن بھی رہے۔ خلافت کمیٹی اور ۱۹۳۰ء میں آل پارٹیز کانفرنس کے صدر رہے۔ ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء، ۱۹۴۷۔ ۱۹۴۸ء کے دوران علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ آزادی وطن کے بعد بھارت ہی میں ٹھہرنا پسند کیا۔ تاکہ وہاں کے مسلمانوں کی مدد کر سکیں۔ ۲۸ جون ۱۹۵۸ء کو میرٹھ میں وفات پائی۔ آپ ہی نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا خطاب دیا تھا۔ نواب صاحب اپنی بے لوث خدمات اور عزم راسخ کی وجہ سے قائداعظم کو بہت عزیز تھے۔ (ہفت روزہ سب رنگ حیدرآباد، ۱۴ مارچ ۱۹۶۲ء، شریف المجاہد ص ۶۹۵)

۲۷۴: محمد اقبال، ڈاکٹر

ماہر تعلیم۔ الٰہ آباد یونی ورسٹی سے ایم اے اور کیمبرج سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل

کیں۔اس کے بعداورینٹل کالج یعنی پنجاب یونی ورسٹی میں مارچ ۱۹۲۳ء میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔اورینٹل کالج میں اکتوبر ۱۹۴۶ء سے اپنی وفات مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء تک بطور پرنسپل خدمات انجام دیں۔(اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۲ء،ص ۲۱۰۔۲۲۰)

۲۷۵: محمد اقبال شیخ

مسلمان وکیل۔مولانا گرامی کے دوست اور ہوشیار پور میں رہتے تھے۔ایل ایل بی کر رکھا تھا۔ ایک بار اپنے کسی کام کے سلسلے میں لاہور آئے تو علامہ صاحب سے ملاقات کی۔۱۹۶۶ء میں لائل پور ریلوے اسٹیشن پر دل کا دورہ پڑا اور چل بسے۔(مکاتیب اقبال بنام گرامی،ص ۱۵۰)

۲۷۶: محمد اکبر حیدری

مسلمان افسر۔اصل نام محمد اکبر نذر علی حیدری۔ریاست حیدرآباد دکن کے وزیر اعظم رہے۔حضرت علامہ کے گہرے دوست تھے۔۸ نومبر ۱۸۶۹ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے۔سترہ برس کی عمر میں بمبئی یونی ورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی۔اس کے بعد ملازمت کرنے لگے۔۱۹۰۷ء میں حیدرآباد دکن کے وزیر مالیات مقرر ہوئے۔۱۹۱۱ء میں ہوم سیکریٹری مقرر ہوئے۔۱۹۱۹ء میں دوبارہ وزیر مالیات بنائے گئے۔اس کے بعد وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا۔۲۸/اگست ۱۹۱۹ء کو جامعہ عثمانیہ قائم ہوئی تو آپ ہی کو جامعہ کا پہلا سیکریٹری بنایا گیا۔۸ جنوری ۱۹۴۲ء بوقت شام دہلی میں انتقال کر گئے۔(یادرفتگان،ص ۲۲۸)

۲۷۷: محمد تقی، سید

مولوی سید میر حسن کے منجھلے صاحبزادے،مشن اسکول،سیالکوٹ میں اقبال سے چند جماعتیں آگے تھے۔تاہم کبوتر بازی اور دوسرے کھیلوں میں اقبال کے ساتھی رہے۔۱۹۰۱ء میں سلوتری اسکول سے تین سال کا ڈپلوما پاس کیا۔اس کے بعد لاہور کے سلاٹر ہاؤس میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوگئے۔ملازمت کا سارا زمانہ لاہور میں گزارا۔۳۷۔۱۹۳۸ء میں سبکدوش ہوئے۔۸ مئی ۱۹۵۲ء کو لاہور میں انتقال ہوگیا۔اقبال کے رازداں دوست تھے۔ان کے درمیان گہری دوستی تھی۔ لندن سے اکثر اقبال انھیں خطوط لکھا کرتے تھے۔(اقبال کی ابتدائی زندگی،ص ۲۷۷)

۲۷۸: محمد جھنڈا، حافظ

اردو قومی شاعر۔اصل نام عبدالعل تھا۔حافظ قرآن تھے۔۱۸۴۹ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔والد خدا ترس اور دیندار انسان تھے۔اسی لیے بیٹے کو دینی تعلیم دلوائی۔چیچک کے موزی

مرض نے حافظ صاحب کی بینائی چھین لی۔ انھوں نے اپنی معذوری کو حصول تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بننے نہ دی اور مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ جب نوجوان ہوئے تو قومی جلسوں میں اپنا کلام سنانے لگے۔ ان کا کلام عوام میں بے حد مقبول ہوا۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں انھوں نے خصوصیت سے منظومات سنائیں۔ علامہ اقبال ان کا مترنم کلام بے حد پسند فرماتے اور اصرار کر کے ان سے کلام سنتے تھے۔ ان کا مجموعہ کلام گلدستہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ آپ آلومہار شریف کے پیر سید چنن شاہ کے مرید تھے۔ حافظ صاحب نے ۱۹۱۵ء میں وفات پائی۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۵۸۲)

۲۷۹: محمد حسن خان صاحب

مسلمان رہنما۔ مشہور سرکاری افسر، ممتاز حسن کے والد۔ گوجرانوالہ اصل وطن تھا۔ قانون کی تعلیم پڑھنے کے بعد سینئر سب جج کے عہدے تک پہنچے۔ اقبال کے ساتھ آخر دم تک روابط رہے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور میں اقبال کے ساتھ تعلیم پائی۔ بعد ازاں ایک تنظیم مسلم رائٹس پروٹیکشن بورڈ (Rights Protection Board) کی بنیاد رکھی۔ اقبال اس کے صدر اور محمد حسن اس کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔ یہ بورڈ مسلمانوں کی شکایات سنتا اور ان کے ازالے کی سعی کرتا تھا۔ بورڈ ۳۴-۱۹۳۳ء تک اپنی استطاعت اور وسائل کے مطابق مسلمانوں کی خدمت کرتا رہا۔ (روزگار فقیر، جلد دوم، ص ۳۴۲)

۲۸۰: محمد حسین آزاد

اردو کے پہلے نقاد۔ مولوی محمد باقر کے فرزند دہلی میں ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ دہلی کالج میں تعلیم پائی۔ ذوق کے شاگرد رہے۔ مولوی نذیر احمد، مولوی ذکاء اللہ اور ماسٹر پیارے لال آشوب ان کے ہم جماعت تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہلی سے چھپتے چھپاتے نکلے اور لکھنو چلے گئے۔ ۱۸۶۴ء میں لاہور پہنچے۔ پنڈت من پھول میر منشی لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی وساطت سے سررشتہ تعلیم میں بارہ روپیہ ماہوار کی ملازمت مل گئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۲۰ برس جنونی حالت میں گذارے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ ۱۸۸۷ء میں حکومت نے شمس العلما کے خطاب سے نوازا۔ لاہور میں دورانِ ملازمت ایک تنظیم انجمن مشاعرہ کے ذریعے جدید اردو شاعری کی بنیاد رکھی۔ آب حیات، دربار اکبری، سخندان فارس، نیرنگ خیال آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ (حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، ص ۴۴۸)

۲۸۱: محمد حسین چودھری

اقبال کے گہرے دوست اور ساتھی۔ موضع اونچا پہاڑنگ تحصیل، پسرور کے زمین دار فضل احمد بن نبی بخش ذیلدار کے گھر ۲۸ مارچ ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ قریبی گاؤں، ٹوڈھا سے پرائمری پاس کی۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں پسرور سے انٹرنس پاس کر کے لاہور چلے گئے اسلامیہ کالج سے ۱۹۱۸ء میں بی اے اور ۱۹۲۰ء میں ایم اے عربی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اگلے برس منشی فاضل کرلیا۔ ۱۹۲۵ء میں پنجاب سیکریٹریٹ میں آرٹیکل رائٹر کی حیثیت سے ملازمت کرنے لگے۔ دوران ملازمت ہی ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء کو میوہسپتال لاہور میں وفات پا گئے۔ آخری عمر میں پریس برانچ کے انچارج رہے۔ حکومت ہند نے انھیں ۲۳ جون ۱۹۳۶ء کو خان صاحب جبکہ یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو خان بہادر کے خطابات عطا کیے۔ اقبال کے مخلص دوست تھے۔ طویل عرصہ ان کی بے لوث خدمت کرتے رہے۔ (راوی: ثاقف نفیس، اسسٹنٹ پروفیسر اردو گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، لاہور، پوتے محمد حسین چودھری)

راقم کی زیرنگرانی فریال ظفر لیکچرار اردو گورنمنٹ کالج برائے خواتین، شیخوپورہ نے چودھری محمد حسین پر تحقیق کر کے ایم فل اقبالیات کی سند حاصل کی ہے۔)

۲۸۲: محمد حسین، ڈاکٹر

اسکول اور کالج کے زمانے میں حضرت علامہ اقبال اسکول و کالج کے ساتھی۔ ان کا آبائی گاؤں کالہ چچی تحصیل شکر گڑھ تھا۔ ان کے والد ماجد سید عالم شاہ اسسٹنٹ اسٹیلمنٹ کمشنر تھے۔ حکومت نے انھیں خان بہادر کے خطاب سے نواز رکھا تھا۔ محمد حسین ۱۸۷۸ء میں لکی مروت، ضلع بنوں میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ سے ۱۸۹۱ء میں مڈل اور ۱۸۹۳ء میں میٹرک پاس کیا۔ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء کو سکاچ مشن کالج، سیالکوٹ کے فرسٹ ایئر میں داخل ہوئے۔ تاہم کالج کی تعلیم ادھوری چھوڑ کر لاہور کے میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ ۱۸۹۹ء میں ایل ایم ایس کی سَند لینے میں کامیاب رہے۔ حصول تعلیم کے بعد لاہور میں پریکٹس کرنے لگے۔ ان کی اچھی شہرت تھی۔ علامہ اقبال نے مولانا گرامی کو کئی بار تحریر فرمایا کہ وہ لاہور آ کر ڈاکٹر محمد حسین سے اپنا علاج کروائیں کیوں کہ وہ ایک اچھے طبیب ہیں۔ مری کے قریب ساملی سینی ٹوریم آپ ہی نے تعمیر کروایا تھا۔ ۲۶/اپریل ۱۹۳۹ء کو وفات پا گئے۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۲۰۳)

۲۸۳: محمد دین تاثیر

مشہور ادیب اور نقاد۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ ایف سی کالج، لاہور میں تعلیم کے دوران اقبال سے پہلی ملاقات ہوئی۔ حضرت علامہ ہی نے انھیں مشورہ دیا کہ اعلیٰ تعلیم پانے کے لیے انگلستان چلے جائیں۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں تاثیر صاحب نے انگلستان سے انگریزی ادب میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی اور واپس آ گئے۔ وہ پھر ایم اے او کالج اور بعد میں اسلامیہ کالج، لاہور کے پرنسپل رہے۔ اقبال ہی نے ان کا ایک انگریز لڑکی کرسٹل جارج سے نکاح پڑھایا تھا۔ ڈاکٹر تاثیر ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو فوت ہوئے۔ (ملفوظات اقبال، ص ۴۵۱۔ روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۲۸۱)

۲۸۴: محمد رمضان، حافظ

سیالکوٹ کی ایک مسجد کے امام۔ نوجوان نابینا تھے۔ انھیں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن پاک پڑھانے کا بہت شوق تھا۔ اس سلسلے میں کوئی اجرت نہ لیتے۔ جس نوجوان کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے، اس کا نام اپنی جیبی کتاب میں لکھ لیتے جو ہمیشہ ان کی جیب میں رہتی تھی۔ ان کی کوشش رہتی کہ ان کے شاگردوں کی فہرست میں اضافہ ہوتا رہے۔ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد نے مدرسے میں داخل ہونے سے قبل قرآن پاک ختم کر لیا تھا، لیکن اسکول اور کالج میں دوران تعلیم انھیں کبھی قرآن مجید پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے اقبال کے کہنے پر اعجاز احمد قرآن کریم کو دہرانے لگے اور حافظ محمد رمضان ان کے استاد مقرر ہوئے۔ حافظ صاحب نے اعجاز احمد کا نام اپنی جیبی کتاب میں لکھ لیا۔ ایک بار حضرت علامہ محمد اقبال عدالت کی تعطیلات کے دوران سیالکوٹ تشریف لائے۔ حافظ صاحب علامہ سے ملنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اعجاز احمد نے جب حافظ صاحب کی خواہش کا اظہار کیا، تو علامہ صاحب خود ان سے ملنے تشریف لے گئے تھے۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۴۳۳)

۲۸۵: محمد سعید الدین جعفری، سید

جالندھر کے رہائشی جو غالباً جج کے عہدے پر فائز تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ یوپی میں گزرا۔ اقبال سے انھیں بے پناہ عقیدت تھی۔ سید صاحب جب بھی کشمیر کا دورہ کرتے، تو راستے میں اقبال کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ جعفری صاحب کے نام اقبال کے متعدد خطوط ریکارڈ میں موجود ہیں۔ منشی سراج الدین اور ڈاکٹر عبدالواحد سے بھی سید صاحب کے تعلقات تھے۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۱۱۷)

۲۸۶: محمد شجاع الدین، ڈاکٹر

ماہر تعلیم اور استاد۔ گجرات کے رہائشی تھے۔ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں مشن ہال ہائی اسکول، گجرات سے انٹرنس پاس کیا۔ بعدازاں گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۹۲۱ء میں ایم ایس سی کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۲ء میں حبیبہ کالج، کابل میں صدر شعبہ سائنس کے طور پر ایک سال تک کام کرتے رہے۔ بعدازاں شملہ میں حکومت ہند کے محکمہ موسمیات میں ملازمت کر لی۔ ۱۹۲۷ء میں محکمہ تعلیم چلے آئے اور بہاول پور کالج میں صدر شعبہ سائنس مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں فارسی زبان کا مطالعہ کرنے کی خاطر ایران چلے گئے۔ ۱۹۳۴ء میں عربی زبان و ادب کا مطالعہ کرنے عراق پہنچے۔ جامعہ پنجاب سے ایم اے عربی اور علی گڑھ یونی ورسٹی سے ایم اے فارسی کی ڈگریاں لیں۔ ایم اے اردو اور تاریخ بھی کیا۔ بعد کو جامعہ پنجاب سے ڈاکٹریٹ حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں بہاول پور کالج سے سبکدوش ہوگئے۔ عمر کا آخری حصہ لاہور میں گزارا جہاں ۵ جنوری ۱۹۸۱ء کو آپ کا انتقال ہوگیا۔ ۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی کے طالب علم تھے کہ ایک مشاعرے کے لیے غزل لکھی۔ اس کی اصلاح کرانے آپ چند دوستوں کے ساتھ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ صاحب کے مشورے پر پھر ڈاکٹر شجاع نے فارسی اور عربی زبانیں سیکھیں، گویا اقبال نے ان کا علمی کیریئر متعین کیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی ترغیب دی۔ (ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ ،اقبال اور گجرات ،ص ۲۰۹۔۲۱۰)

۲۸۷: محمد شریف، میاں

استاد اور دانشور۔ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ باغبانپورہ، لاہور کے رہائشی تھے۔ ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے تعلیم پائی۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۸ء تک اپنی مادر علمی میں پروفیسر فلسفہ رہے۔ ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۶ء تک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور میں پرنسپل کے فرائض انجام دیے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی وفات کے بعد ۱۹۵۹ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ انگریزی میں آپ کی تصنیف تاریخ فلسفہ اسلام ایک قیمتی کتاب ہے۔ (اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ص ۱۴۸۴)

۲۸۸: محمد شفیع، سر

مسلمان رہنما۔ باغبانپورہ، لاہور کے میاں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ماہر قانون دان اور قابل سیاست داں تھے۔ ۱۰ مارچ ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۸۸۹ء میں قانون کی

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں بیرسٹری کی سَند پائی۔ اسی سال وطن لوٹے اور ہوشیار پور وکالت کرنے لگے۔ تین برس بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ بعد ازاں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور پنجاب مسلم لیگ کے پہلے سیکریٹری جنرل مقرر ہوئے۔ مسلم ایسوسی ایشن کے بانی رکن تھے۔ منٹو مارلے اصلاحات میں مسلمانوں کے حقوق کو تحفظ دینے کی خاطر اَن تھک کام کی۔ ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسے منعقد لکھنو کی صدارت فرمائی۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت ہند نے سر کا خطاب دیا۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ وزیر تعلیم رہے۔ اپنی وزارت کے دوران علی گڑھ کالج کو مسلم یونی ورسٹی کا درجہ دلایا۔ ان کی دختر، جہاں آرا بعد ازاں بیگم شاہنواز نے بھی تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ میاں صاحب ۷ جنوری ۱۹۳۲ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ (نوائے وقت، لاہور، ۱۰ جنوری ۱۹۷۶ء)

۲۸۹: محمد شفیع، مولوی

عالم اور دانشور۔ ۷ راگست ۱۸۸۳ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔ قصور میٹرک کرنے کے بعد اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۴ء میں بی اے کی ڈگری پائی۔ عربی و فارسی کے امتحانات میں صوبے بھر میں اول آئے۔ ۱۹۰۵ء میں فارمن کرسچن کالج لاہور سے ایم اے انگریزی کر لیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ۱۹۰۶ء میں محکمہ تعلیم میں ملازمت کر لی۔ ۱۹۱۲ء میں ایم اے عربی کیا اور یونی ورسٹی میں اول آئے۔ انھیں میکلوڈ عربک ریسرچ اسکالرشپ حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۹۱۵ء میں وظیفہ پر انگلستان پڑھنے چلے گئے۔ ۱۹۱۹ء میں ایم اے عربی ریسرچ کی سَند لے کر واپس لوٹے اور پنجاب یونی ورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۲ء تک اورینٹل کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۲ء میں علمی اور تحقیقی خدمات پر حکومت نے انھیں خان بہادر کے خطاب سے نوازا۔ حکومت ایران نے نشان دانش، نشان سپاس اور نشان علمی عطا کیے۔ دسمبر ۱۹۵۰ء میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تدوین میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے طویل اور بھرپور زندگی گذاری۔ مولوی صاحب ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء کو وفات پائے گئے۔ آپ ہی نے ۱۹۲۵ء میں اورینٹل کالج میگزین کا اجرا کیا تھا۔ (قومی زبان کراچی، جنوری ۱۹۷۱ء۔ تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۱۴۷)

۲۹۰: محمد شفیع (میم شین)

صحافی۔ راہواں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ جامعہ پنجاب سے سیاسیات اور انگریزی میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیا۔ اس کے بعد نوائے وقت، ڈان اور پاکستان ٹائمز میں مختلف

حیثیتوں سے کام کیا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ سے بھی وابستہ ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ علامہ اقبال کی زندگی کے آخری ایام میں محمد شفیع جاوید منزل ہی میں رہنے لگے تا کہ علامہ صاحب کی زیادہ سے زیادہ خدمت اور دیکھ بھال کر سکیں۔ ۱۲ جنوری ۱۹۸۲ء کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ (اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم)

۲۹۱: ظفر اللہ خان چودھری، سر

مشہور قادیانی قانون دان اور سیاسی رہنما۔ آبائی مسکن ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ تھا، ساہی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ دادا سکندر خان اپنے علاقے کے بارسوخ زمیندار تھے۔ والد کا نام نصر اللہ خان تھا۔ ۶ فروری ۱۸۹۳ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پہلے میونسپل بورڈ کے اسکول اور پھر مشن اسکول میں تعلیم پائی۔ ۱۴ برس کی عمر میں انٹرنس پاس کر لیا۔ اس دوران سیالکوٹ کی مسجد کبوتراں والی میں مولوی فیض الدین سے قرآن پاک پڑھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۱۱ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج میں انھیں اقبال سے فلسفہ کا مضمون پڑھنے کا سنہرا موقع ملا۔ انھوں نے انگریزی شاعری میں بھی اقبال سے پڑھی۔ بعد ازاں قانون کی تعلیم حاصل کرنے انگلستان چلے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں لنکنز ان سے بار ایٹ لا پاس کیا۔ وطن واپس آئے تو انھوں نے سیالکوٹ میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۹۱۶ء میں لاہور منتقل ہو گئے۔ بعد کو سرکاری سطح پر مختلف عہدوں پر کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ ۶۱۔۱۹۶۴ء کے دوران اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب رہے۔ بعد ازاں عالمی عدالت کے جج و صدر بھی منتخب ہوئے۔ یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کو لاہور میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ احمدی (قادیانی) مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ (محمد ظفر اللہ خان، تحدیث نعمت، گابا بلڈنگ، رائل پارک، لاہور، ۱۹۹۴ء)

۲۹۲: محمد عبد اللہ، سید ڈاکٹر

اردو نقاد اور دانشور۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید نور احمد شاہ جی جبکہ دادا حضرت شاہ جی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں میٹرک کرنے لاہور چلے آئے۔ ۱۹۲۲ء کو پنجاب یونی ورسٹی سے منشی فاضل پاس کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ایم اے فارسی کی ڈگری لی۔ ۱۹۳۲ء میں ایم اے عربی کی سَند بھی حاصل کر لی۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۸ء تک یونی ورسٹی لائبریری میں شعبہ عربی کے انچارج رہے۔ ۱۹۳۸ء میں یونی ورسٹی اورینٹل کالج میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۶۵ء میں سبکدوش

ہوئے۔ اس کے بعد دائرہ معارف اسلامیہ سپرد قلم کرنے والی مجلس کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ نے بیس برس تک اس تحقیقی ادارے سے منسلک رہے اور اس دوران سترہ جلدیں شائع کیں۔ ۱۴ راگست ۱۹۸۶ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آبائی وطن مانسہرہ تھا۔ (ماہ نو، کراچی، جولائی ۱۹۷۱ء)

۲۹۳: محمد عبدہ، شیخ

مصر کے عالم دین۔ جمال الدین افغانی جب مصر پہنچے تو شیخ عبدہ ان دنوں جامع ازہر کے ذہین طالب علم تھے۔ انھوں نے جمال الدین افغانی کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کر لی۔ بعد ازاں بغاوت کے جرم میں قید ہوئے اور جلاوطنی کی سزا تجویز ہوئی۔ شیخ عبدہ اس سلسلے میں مصر سے پہلے بیروت اور پھر اپنے استاد کے طلب کرنے پر فرانس چلے گئے۔ پیرس سے انھوں نے افغانی کی معیت میں عربی اخبار العروۃ الوثقی جاری کیا۔ پانچ برس بعد آپ وطن واپس آئے اور مذہبی اور اصلاحی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شیخ عبدہ نے اپنی اصلاحی تحریک کی بنیاد دعوۃ قرآنی پر رکھی۔ اور قرآن مجید کے حقائق و معارف پر درس دینے لگے۔ آخری مرتبہ وہ خدیو کے ساتھ ہمراہ انگلستان گئے تو ہربرٹ اسپنسر سے ایک گھنٹے تک محو گفتگو رہے۔ ۱۹۰۴ء میں شیخ عالم اسلام کے سفر کا ارادہ کیا تاکہ مسلمان ممالک میں اصلاح کا کام کر سکیں۔ پہلے مراکو اور تیونس گئے۔ وہاں سے واپس آ کر ہندوستان جانا چاہتے تھے کہ اسکندریہ میں تھے، وفات پا گئے۔ (الہلال، کلکتہ جلد ۱، نمبر ۱، ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء)

۲۹۴: محمد عظیم خان

مسلم لیگی رہنما۔ خان بہادر ڈاکٹر رحیم خان کے پوتے۔ محمد عظیم خان ۱۹۳۶ء میں پارلیمنٹری بورڈ، مسلم لیگ کے رکن مقرر ہوئے۔ ایڈورڈز روڈ پر واقع مسلم لیگ کا دفتر کے انچارج بنایا گیا۔ بنیادی طور پر وکیل تھے۔ لاہور میں وکالت کرتے تھے۔ میونسپل کمشنر بھی رہے۔ ۱۳ راکتوبر ۱۹۳۶ء کو محمد عظیم خان نے محمد علی جناح کے اعزاز میں اپنے گھر چائے کی پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر جناح نے مختصر لیکن بہت زوردار تقریر فرمائی اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو اس جانب متوجہ کیا کہ آئندہ انتخابات کے لیے ضروری سرمایہ جمع کریں۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۴۲-۳۵۶)

۲۹۵: محمد علی جوہر

تحریک آزادی کے ممتاز رہنما، ادیب و شاعر۔ جامعہ ملیہ دہلی کے بانی۔ ۱۸۷۸ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ کالج اور آکسفورڈ میں اعلیٰ تعلیم پائی۔ ۰۳-۱۹۰۲ء میں رام پور ریاست کے چیف ایجوکیشنل آفیسر رہے۔ بعد ازاں ۱۰-۱۹۰۴ء کے دوران گیکواڑ سول سروس میں رہے۔ مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کلکتہ سے انگریزی ہفت روزہ

کامریڈ میں جاری کیا۔۱۹۱۳ء میں اردو ہفت روزہ ہمدرد دہلی سے شائع کرنے لگے۔ برصغیر کی متعدد قومی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے لندن گئے تھے کہ ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو وہی وفات پاگئے۔۲۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو یروشلم کی مسجد اقصیٰ کی چار دیواری کے اندر انھیں دفن کر دیا گیا۔(یادرفتگاں ۱۳۳۔اکابرین تحریک پاکستان، لاہور، ص ۵۳۱)

۲۹۶: محمد علی جناح

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بانی۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ بمبئی اور کراچی میں اسکول کی تعلیم پائی۔ اسکول کی چھٹی جماعت پاس کر کے لندن چلے گئے۔ تاکہ کاروباری تربیت حاصل کر سکیں۔ وہیں جون ۱۸۹۳ء میں لنکنز ان میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ لے لیا۔ ۲۹ر اپریل ۱۸۹۶ء کو آپ نے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ ستمبر ۱۸۹۶ء سے بمبئی ہائی کورٹ میں وکالت کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کانگریس کے رکن رہے اور پھر مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ مسلمانوں کی جنگ آزادی بڑے تدبر اور دلیری سے لڑی۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کے لیے الگ وطن پاکستان حاصل کر لیا۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔(قطب الدین عزیز، قائداعظم جناح۔)

۲۹۷: محمد عمر، نورالٰہی

جموں و کشمیر کے دو مایہ ناز ادیب اور نثر نگار۔ ۱۹۲۹ء میں ان کے مضامین نیرنگ خیال اور عالمگیر میں شائع ہوئے۔ ان دنوں جس رسالے کی یہ سرپرستی کرتے تھے، وہ بڑا کامیاب ہو جاتا۔ ناول، افسانے اور ڈرامے عجیب انداز لکھتے تھے اور بے حد پسند کیے جاتے۔ نورالٰہی تحصیل دار تھے۔ وہ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ وفات پاگئے۔ اقبال جب لیکچرار تھے تو محمد عمر ان دنوں فارمن کرسچن کالج، لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ محمد عمر ادب کا بڑا چسکا رکھتے تھے۔۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور میں لالہ ہردیال ایم اے کے طالب علم تھے۔ ان دونوں لاہور میں وائے ایم سی اے کلب موجود تھا۔ ہردیال اس کے رکن تھے۔ ایک روز سیکریٹری کلب سے ہردیال کی جھڑپ ہوگئی۔ بات نے طول پکڑا۔ تب ہردیال نے ینگ مینز انڈین ایسوسی ایشن کی داغ بیل ڈال دی۔ جب ہردیال نے اپنے کلب کا افتتاحی جلسہ منعقد کیا، تو اقبال کو صدارت کے لیے مدعو کیا۔ شام چھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ اس موقع پر اقبال نے ترنم سے ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' پڑھ کر سب کو مبہوت کر دیا۔ جلسے میں محمد عمر بھی موجود تھے۔ وہ محمد عمر کاغذ پر نظم نوٹ کرتے گئے۔ ہوسٹل پہنچ کر نظم کو صاف کی اور لکھنو مولوی

عبدالحلیم شرر کے رسالہ اتحاد میں چھپنے بھیج دی۔ اسی نظم میں کئی اغلاط تھیں۔ اس لیے مولانا حسرت موہانی نے اپنے رسالہ اردوئے معلی میں اہل پنجاب کو جی بھر کر جلی کٹی سنائیں۔ محمد عمر جب اقبال سے ملنے گئے تو اقبال نے ان سے شدید ناراضی کا اظہار کیا کیونکہ انھوں نے غلطیوں سے پُر نظم شائع کرانے بھیج دی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں جب اقبال سری نگر گئے تو منشی نورالٰہی نے اس راز سے پردہ اٹھایا کہ تھا شرر صاحب کو محمد عمر نے نظم بھیجی تھی۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۳۱۷)

۲۹۸: محمد ہادی عزیز لکھنوی

اردو شاعر۔ آپ ۱۸۸۲ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مرزا محمد علی (صاحب نجوم الاسماء) ادیب اور شاعر تھے۔ محمد ہادی بچپن ہی میں یتیم ہوگئے۔ والدہ نے تربیت و پرداخت کی ذمہ داری نبھائی۔ شاعری کا جوہر قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا تھا۔ مولانا صفی لکھنوی کی توجہ نے ان کی شاعری کو درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ ابتدا میں لکھنو کے رئیس مرزا بہادر محمد عباس علی خان کے استاد و مصاحب مقرر ہوئے۔ بعد میں امین آباد ہائی اسکول میں تیرہ چودہ برس تک فارسی کے مدرس رہے۔ اس کے بعد سر علی محمد خان، مہاراجا محمود آباد نے انھیں اپنے ولی عہد امیر احمد خان کا نگراں مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد کتب خانہ کی خدمت ان کے سپرد فرمائی جس پر وہ آخر دم تک مامور رہے۔ جوش ملیح آبادی آپ کے نامور شاگرد ہیں۔ محمد ہادی کا مجموعہ کلام گل کدہ ۱۹۱۸ء میں نول کشور، لکھنو سے شائع ہوا تھا۔ اس میں حضرت علامہ کی رائے بھی درج تھی۔ اقبال نے عزیز لکھنوی کے کلام کی بڑی تعریف فرمائی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں وفات پائی۔ (معاصرین اقبال کی نظر میں، ص ۱۰۱۔ اوراق گم گشتہ، ص ۷۸۔۷۹)

۲۹۹: محمد ہادی، مرزا رسوا

اردو کے مشہور ناول نگار۔ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ پندرہ برس کی عمر تھی کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ نجی طور پر میٹرک پاس کیا۔ اس کے بعد رڑکی انجینئرنگ کالج سے اورسیئر کا امتحان پاس کرلیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کوئٹہ میں سرکاری ملازم ہوگئے۔ بعدازاں کیمیا کی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں ملازمت چھوڑ دی۔ بعدازاں لکھنو کے ایک مشنری اسکول میں فارسی کے مدرس مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں پنجاب یونی ورسٹی سے انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے امتحانات پاس کرلیے۔ ۱۹۲۰۔۱۹۳۱ء کے دوران حیدرآباد دکن کے دارالترجمہ میں ملازم رہے۔ ۲۱/اکتوبر ۱۹۳۱ء کو وفات پاگئے۔ شعر بھی کہتے اور مرزا تخلص کرتے تھے۔ ناول نگاری میں رسوا تخلص تھا۔ ان کی

شعری تصانیف یہ ہیں: مثنوی بہار ہند، مثنوی لذت فنا، مثنوی امید و بیم، طلسم اسرار جبکہ ناول افشائے راز، امراؤ جان ادا، شریف زادہ، ذات شریف اور خونی شہزادہ۔ (ڈاکٹر میمونہ انصاری، مرزا محمد ہادی رسوا، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۳ء)

۳۰۰: محمد یعقوب، سر

مسلمان رہنما۔ مولوی محمد اسمٰعیل وکیل شاہ جہان پور کے فرزند۔ مولوی صاحب ندوۃ العلمائے کے رکن تھے۔ مراد آباد آبائی وطن تھا۔ ۱۹۰۸ء کی تبلیغی تحریک میں مولانا شبلی کے ساتھ رہے۔ بعدازاں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور کونسل مسلم لیگ کے صدر مقرر ہوئے۔ سرکار نظام کے مشیر اصلاحات کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ ضرورت مندوں کی امداد میں پیش پیش رہے۔ دسمبر ۱۹۴۳ء میں وفات پا گئے۔ (یادرفتگان، ص ۲۴۳۔۱۴)

۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی میں محمد علی جناح نے مسلم لیڈروں کا اجلاس طلب فرمایا۔ اس میں چوٹی کے مسلم لیڈروں کے ساتھ محمد یعقوب نے بھی شرکت کی تھی۔ اسی اجلاس میں تجاویز دہلی منظور ہوئی تھیں۔ سر محمد یعقوب جناح لیگ کے ساتھ تھے۔ انھی کی صدارت میں دسمبر ۱۹۲۷ء میں کلکتہ میں جناح لیگ کا اجلاس ہوا۔ اس میں تجاویز دہلی پر مہر ثبت کردی گئی۔ (اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص ۱۰۲۔۱۰۶۔۱۱۷۔۱۷۸)

۳۰۱: محمد یوسف، ڈاکٹر

وہ معالج جنھوں نے اقبال کی زندگی کی آخری رات آپ کا علاج کیا تھا۔ ڈاکٹر یوسف نے لاہور سے ۱۹۱۵ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لی تھی۔ (زندہ رود، ص ۶۷۲۔ آل آف اس، ۶۳۶)

۳۰۲: محمود الحسن صدیقی

بھوپال کے مشہور ہفت روزہ رسالے ندیم بھوپال کے اولین مدیر۔ ان کی دختر اختر جمال بھی شاعری کرتی رہیں۔ انھوں نے راس مسعود کی ایما پر ندیم جاری کیا تھا۔ اس سے قبل وہ ماہنامہ ظل السطان کے مدیر تھے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں زمانہ طالب علمی سے ہی راس مسعود سے تعلق تھا۔ بھوپال میں بارہا اقبال سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ اختر جمال راوی ہیں ایک دن ان کے والد (صدیقی صاحب) اقبال سے ملاقات کے لیے جانے لگے۔ ہم بہنوں نے بھی ساتھ چلنے کی ضد کی۔ انھوں نے بتایا کہ آج کل علامہ اقبال بھوپال آئے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ میں اس شرط پر لے جاؤں گے کہ تم انھیں سلام کرو گی۔

ریاض منزل میں بڑے تالاب کے کنارے بہت مزہ آتا تھا۔ اس میں مچھیرے مچھلیاں پکڑتے نظر آتے۔ کشتیاں چلتی ہوئی دکھائی دیتیں۔ سرراس مسعود کا باغ بہت بڑا تھا۔ اس میں خوب صورت تتلیاں اڑتی پھرتی تھیں۔ اس لیے ہم دونوں بہنوں نے سلام کرنے کا پکا وعدہ کرلیا۔ اگرچہ راستہ بھر اس خیال سے دل دھڑکتا رہا کہ سلام کرنا پڑے گا۔ ریاض منزل کے برآمدے میں پہنچ کر ہم نے ایک بزرگ کو آرام دہ کرسی پر بیٹھے اور سرراس مسعود سے باتیں کرتے دیکھا۔ وہ شلوار قمیص پہنے ہوئے تھے۔ کندھوں پر چادر لپٹی تھی۔ قریب ہی حقہ رکھا تھا۔ ہم نے جھک کر دبی دبی آواز میں انھیں آداب کہا۔ سرراس بولے ''یہ محمود کی بچیاں ہیں، بہت شرماتی ہیں۔'' علامہ نے ہمیں دعا دی اور نام دریافت فرمائے۔ اب تو ہماری آواز بالکل ہی حلق میں اٹک گئی۔ ابا جان نے ہمارے نام بتائے۔ اس کے فوراً بعد ہم نے باغ کی راہ لی۔ جب گھنٹہ بھر بعد ابو نے بلوایا، تو پھر سلام کا مرحلہ طے کرنا پڑا۔ واپسی پر ابو نے ہمیں کہا، تم بڑی ہو کر اس بات پر فخر کیا کرو گی کہ ہم نے بچپن میں علامہ اقبال کو دیکھا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۳۱۲۔۳۱۵، فنون، مئی، جون ۱۹۷۹ء)

۳۰۳: محمود شیرانی، حافظ

اُردو کے بہت بڑے محقق۔ منشی محمد اسمٰعیل خان کے فرزند اور حاجی چاند کے پوتے۔ قصبہ شیرانی کے رہنے والے تھے، ۵/اکتوبر ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ دربار ہائی اسکول، ٹونک میں ابتدائی تعلیم پائی۔ اس کے بعد لاہور آ کر اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ منشی فاضل کا امتحان اعلیٰ درجے میں پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۰۴ء میں انگلستان روانہ ہوگئے۔ وہاں قانون کی تعلیم پائی۔ پروفیسر آرنلڈ کی رہنمائی میں ایک سال تک عربی زبان کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۱۳ء میں وطن واپس آگئے۔ سات برس تک ٹونک میں مقیم رہ کر مطالعہ اور تحقیق و جستجو جاری رکھی۔ ۱۹۲۱ء میں لاہور چلے آئے اور پہلے اسلامیہ کالج اور پھر اورینٹل کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اورینٹل کالج سے سبکدوش ہوئے تو ٹونک تشریف لے گئے۔ انھوں نے ساری زندگی علم و ادب کی خدمت کرنے اور تحقیق میں گذاری۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء کو ٹونک میں فوت ہوئے۔ تحقیق کی دنیا میں حافظ صاحب نے بڑا نام کمایا۔ پنجاب میں اردو ان کی معروف تصنیف ہے۔ رومانی شاعر اختر شیرانی ان کے صاحبزادے ہیں۔ حافظ صاحب کے پوتے پروفیسر مظہر محمود شیرانی نے دادا پر تحقیق کر کے ڈاکٹریٹ کی ہے۔ (حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۵ء)

۳۰۴: مدن موہن مالویہ، پنڈت

تحریک آزادی کے ہندو رہنما۔ ہندوا کابرین میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ ۱۸ دسمبر ۱۸۶۲ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، پنڈت برج ناتھ مالویہ ہندی اور سنسکرت زبانوں کے ماہر تھے۔ مدن موہن نے ابتدائی تعلیم خانگی طور پر پائی۔ اس کے بعد شہر کے پاٹھ شالہ میں داخل کرائے گئے۔ مقامی اسکول میں پڑھنے لگے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میور سینٹرل کالج سے ۱۸۸۴ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد اڑھائی برس تک ہندی کے روزانہ اخبار ہندوستانی کے مدیر رہے۔ ۱۸۹۱ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کے پلیڈر شپ کے امتحان میں کامیاب رہے۔ ۱۸۹۲ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرلی۔ بعد ازاں سیاست میں چلے آئے۔ ۱۹۰۲ء میں وہ لوکل کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ چار بار ۱۹۰۹ء، ۱۹۱۸ء، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں کانگریس کے صدر رہے۔ ۱۹۱۶ء میں بنارس میں ہندو یونی ورسٹی کی بنیاد رکھی۔ ۲۱۔۱۹۳۱ء کے دوران وہ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ نومبر ۱۹۴۶ء میں دار فانی سے رخصت ہوئے۔ گاندھی کے پیروکار تھے۔ اردو اور ہندی کا قافیہ انھی کا بنایا ہوا ہے۔ (دید و شنید، ص ۱۹۷۔ جرنل خدا بخش لائبریری، نمبر ۵۰، پٹنہ، ۱۹۸۹ء)

۳۰۵: مراتب علی، سید سر

لاہور کے رئیس۔ سید وزیر علی کے فرزند۔ ۱۸۸۲ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ وزیر علی مختلف کاروبار کرتے تھے۔ کچھ عرصے بعد مراتب علی تعلیم ادھوری چھوڑ کر کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ انھیں فوجی چھاؤنیوں میں کینٹین چلانے کا ٹھیکہ مل گیا۔ اس سے کافی دولت کمائی۔ ۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو مبارک بیگم بنت سید افتخار الدین سے بیاہ ہوا۔ ۱۹۰۸ء میں مراتب علی فیروز پور سے نقل مکانی کر کے لاہور آئے اور انارکلی میں کاروبار کرنے لگے۔ اسی دوران لاہور چھاؤنی میں ٹھیکے لینے لگے۔ ۱۹۳۴ء میں یہاں سے ایک تجارتی وفد افغانستان گیا۔ مراتب علی اس میں شامل تھے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک ریزروبینک آف انڈیا کے سینٹرل بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن رہے۔ ۱۹۴۸ء میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ ۱۹۲۹ء میں انھیں حکومت ہند کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۹۳۵ء میں سی بی ای اور ۱۹۴۰ء میں سر کے خطاب سے نوازے گئے۔ مسلم لیگ کے بنیادی رکن تھے۔ ڈیوس روڈ، لاہور میں واقع مراتب علی کی رہائش گاہ "نشیمن" ۱۹۴۷ء میں باؤنڈری کمیشن کا ہیڈ کوارٹر رہا۔ ۲۲ مئی ۱۹۶۱ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔ (محمد عبداللطیف، حیات مراتب، ۱۹۶۳ء)

۳۰۶: مرتضیٰ احمد خان میکش

مشہور صحافی۔ درانی قبیلہ محمد زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بزرگ سردار محمد خان پروم ضلع جالندھر سے نقل مکانی کر کے پنجاب آئے تھے۔ یہیں ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء کو بروز جمعہ مرتضیٰ احمد پیدا ہوئے۔ انٹرنس جالندھر سے پاس کیا۔ ۱۹۱۸ء میں گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے، لیکن تعلیم ادھوری چھوڑ کر افغانستان عربی تعلیم حاصل کرنے چلے گئے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ دوبارہ اسلامیہ کالج، لاہور میں ۱۹۱۹ء میں داخل ہوئے۔ سیاسی بدنظمی کے باعث دیگر لوگوں کے ہمراہ آپ بھی اگست ۱۹۲۰ء میں افغانستان ہجرت کر گئے۔ ۱۹۲۱ء میں دوبارہ ناکام واپس لوٹے۔ ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے روزنامہ تنظیم امرتسر سے جاری کیا۔ آپ اس میں کام کرنے لگے۔ اس میں ملازمت کرنے لگے۔ چند ماہ یہاں کام کرنے کے بعد لاہور زمیندار میں آگئے۔ ۱۹۲۷ء میں جب انقلاب جاری ہوا تو اس میں ملازمت کرنے لگے۔ افغانستان میں جب انقلاب برپا ہوا تو اس سے متاثر ہو کر ایک فارسی اخبار افغانستان جاری کیا۔ ایک قابل اعتراض مضمون لکھنے پر مقدمہ چلا اور ایک سال قید بامشقت کی سزا ملی۔ رہائی کے بعد پھر زمیندار سے منسلک ہو گئے۔ ۱۹۳۴ء کے آخر میں ملک نور الٰہی نے روزنامہ احسان جاری کیا تو میکش اس کے مدیر بن گئے۔ احسان کے بعد کچھ عرصہ شہباز کی ادارت کی۔ اس کے بعد اپنا اخبار انصاف شائع کرنے لگے جو چل نہ سکا۔ کچھ عرصہ جامعہ پنجاب میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ (صحیفہ، جنوری مارچ، ۱۹۸۶ء، ص ۵)

۳۰۷: مسولینی

فاشزم کا بانی، اطالیہ کا وزیراعظم اور آمر مطلق۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران اس نے نازی جرمنوں کا ساتھ دیا۔ علامہ اقبال نے ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء کو روم میں مسولینی سے ملاقات کی تھی۔ مزید برآں علامہ صاحب نے اپنی نظم ''مسولینی'' میں اس کے انقلاب کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ مسولینی ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوا۔ جوانی میں سوشلسٹ نظریات کا حامی تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد میلان کے روزنامے *Avanti* کا ایڈیٹر رہا۔ جنگ عظیم اول کے بعد سوشلسٹ نظریات سے انکار کیا اور اپنا ایک اخبار *Popolo d'Italia* جاری کر دیا۔ جنگ عظیم اول میں خدمات انجام دیں اور شدید زخمی ہوا۔ جنگ کے بعد اس نے جوانوں پر مشتمل ایک تنظیم فاشنز قائم کر دی۔ ۱۹۴۵ء کو وفات پا گئے۔

(*The Columbia Viking Desk Ency*,p. 1231)

۳۰۸: مشتاق علی خان

مسلمان رہنما۔ آپ موضع سرائے نامدار، تحصیل گوہانہ، ضلع رہتک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی پائی۔ بقول ان کے وہ اسکول سے فرار طالب علم ہیں۔ لیکن قدرت نے علم وادب کے جوہر ان میں پوشیدہ رکھے تھے۔ جو اس وقت ظاہر ہوئے جب ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر بھارت نے ان کی قابلیت کے پیش نظر کہا: ''اگر ڈگری لیے بغیر کوئی شخص مشتاق جیسا ہوسکتا ہے۔ تو اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔'' مشتاق صاحب نے ۱۹۱۹ء میں سیاست میں قدم رکھا۔ ۱۹۲۰ء میں لاہور کے پیسہ اخبار میں شامل ہوگئے اور ہفت روزہ انتخاب لاجواب کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد زمیندار لاہور کی مجلس ادارت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں پہلی بار عملی سیاست میں حصہ لیا۔ انھوں نے علامہ اقبال اور ملک غلام مہدی کی ترغیب پر مسلم لیگ کے ٹکٹ پہ اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا۔ اٹھارہ برس تک اعزازی مجسٹریٹ اور رکن ڈسٹرکٹ بورڈ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ساہیوال میں مقیم ہوگئے تھے۔ ۱۱ فروری ۱۹۷۴ء کو فانی دنیا سے کوچ کرگئے۔ (ماہنامہ سرحد، کراچی، شمارہ ۲، جلد ۱، مارچ ۱۹۷۴ء، ص ۵۳)

۳۰۹: بشیر حسین قدوائی شیخ

بیرسٹر ایٹ لا اور تعلقہ دار (بارہ بنکی صوبہ اودھ)۔ حرکت قلب سے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۷ء کو انسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اسلام کے پُرجوش حامی تھے۔ عمر بھر انگلستان میں اپنے قلم سے مصروف جہاد رہے۔ ووکنگ مشن کی قلمی جدوجہد آزادی میں ان کا اہم حصہ ہے۔ اتحاد اسلامی کی تحریک کے بانیوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہندوستان کی سیاسی آزادی چاہتے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں فیض آباد خلافت کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے جو خطبہ پڑھا، اس کے ذریعے پہلی بار ہندوستانیوں کو ترکی اور یورپ کے معاملات کا علم ہوا۔ وفد خلافت کے سرگرم رکن اور ندوہ کے پرانے رکن تھے۔ مصنف اسلام اور بولشزم (یاد رفتگان، ص ۱۲۔۱۸۵)

سلطان ترکی کے خطاب یافتہ تھے۔ متعدد بار لیجس لیٹو کونسل اور کونسل آف اسٹیٹ کے رکن مقرر ہوئے۔ اقبال نے اپنی مثنوی اسرار خودی میں حافظ پر تنقید فرمائی تھی۔ اس کے جواب میں انھوں نے کئی مضامین لکھے۔ ان میں سے ایک زمیندار میں ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ (مکاتیب حافظ محمود شیرانی، ۱۹۸۱ء، ص ۹۴)

۳۱۰: مصطفیٰ کمال پاشا

اتاترک۔ جدید ترکی کے بانی۔ ۱۲ مارچ ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۱ء میں

فوج میں بھرتی ہو گئے۔ متعدد لڑائیوں میں بحیثیت سپہ سالار حصہ لیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ۲۲۔۱۹۲۱ء میں اناطولیہ سے یونانی فوج کو نکال باہر کیا اور غازی کہلائے۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت اور بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ ۲۳۔۱۹۳۸ء کے دوران چار بار جمہوریہ ترکی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو انتقال کر گئے۔ (*The Columbia Viking D. Ency.*)

۳۱۱: مظفر الدین قریشی، ڈاکٹر

سائنس داں۔ لاہور کے رہائشی۔ ان کے والد خلیفہ نظام الدین علامہ اقبال کے پرانے رفیق تھے۔ مظفر صاحب ۲۱۔۱۹۲۱ء تک اسلامیہ کالج، لاہور میں کیمیا کے پروفیسر رہے۔ بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے جرمنی چلے گئے۔ فارغ التحصیل ہو کر واپس آئے تو جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد میں شعبہ کیمیا کے صدر مقرر ہوئے۔ حکیم نابینا جب دہلی سے حیدر آباد دکن چلے گئے تھے، تو اقبال ۱۹۳۶ء میں نے ان سے رابطہ رکھنے کے لیے ڈاکٹر مظفر الدین سے خط و کتابت شروع کی تھی۔ (انوار اقبال، ص ۱۱۸، مجلّہ اقبالیات، لاہور، جنوری مارچ ۱۹۸۸ء، ص ۱۹۹۔ اقبال کے حضور، ص ۸۰)

۳۱۲: مظفر خان، نواب

لاہور کے رہنما۔ علامہ اقبال کا کہنا تھا کہ مسجد شہید گنج خود اس نے گروائی تھی۔ اسی لیے آپ نواب مظفر کی موجودگی کو ناپسند کرتے تھے۔ موصوف کی سر سکندر حیات خان سے گہری دوستی تھی۔ فضل حسین کو دشمن سمجھتا اور ان کی موت کا منتظر رہتا تھا۔ سر سکندر حیات کی سبکدوشی کے بعد پنجاب کا ریونیو رکن بنا۔ جون ۱۹۳۵ء میں انجمن حمایت اسلام کا صدر رہا۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۲۳۹، ۲۸۸، ۳۲۰، ۵۸۴)

۳۱۳: مظہر الحق

پٹنہ کے معروف بیرسٹر۔ نسباً فاروقی تھے۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ (یاد رفتگان، کراچی)

۳۱۴: ممتاز علی، سید

مشہور صحافی اور مصلح۔ دیوبند ضلع سہارن پور میں ۲۷ ستمبر ۱۸۶۰ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ دیوبند میں دینی علوم نامور اساتذہ سے پڑھے۔ بعد ازاں لاہور چلے آئے۔ لاہور میں محمد حسین آزاد سے تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ تکمیل تعلیم کے بعد بچوں اور خواتین کے لیے پھول اور تہذیب نسواں رسائل جاری کیے۔ ۱۹۳۴ء میں علمی و ادبی خدمات کے صلے میں حکومت نے شمس العلما کا خطاب دیا۔ (محمد حسین آزاد، مکاتیب

آزاد۔سید مرتضیٰ حسین فاضل، مجلس ترقی ادب، ص ۲۶۱۔ وطن لاہور، ۸ جنوری ۱۹۳۴ء)

۳۱۵: ممنون حسن خان

بھوپال کے رہائشی اور سر راس مسعود کے سیکریٹری۔ اقبال اور ممنون حسن خان گہرے دوست تھے۔ جاوید اقبال کے ساتھ کیرم کھیلا کرتے تھے۔ اقبال اور راس مسعود کی سفارش پر نواب بھوپال حمیداللہ خان نے چغتائی کو نقش چغتائی کی طباعت کے لیے ایک کثیر رقم بہ توسط ممنون حسن خان مرحمت فرمائی تھی۔ ممنون اور اقبال کی پہلی ملاقات ۱۹۳۵ء میں ہوئی جب علامہ مسعود کی دعوت پر بھوپال تشریف لائے۔ تھے۔ راس مسعود نے اقبال کو دعوت دینے کے لیے تار و خط ممنون حسن کی وساطت سے دیے تھے۔ بعد ازاں راس مسعود کے ہمراہ انھوں نے بھی ریلوے اسٹیشن بھوپال پر اقبال کو خوش آمدید کہا۔ مسعود نے اقبال سے ممنون حسن کا تعارف پھر یوں کرایا:

''اس لڑکے سے ملو، یہ میرا سیکریٹری ہے اور تمھارے کلام کا عاشق، اسے تم سے زیادہ تمھارا کلام یاد ہے۔'' (اقبال اور بھوپال، ص ۳۵۔۹۲)

۳۱۶: موتی لال، پنڈت

تحریک آزادی کے رہنما۔ جواہر لال نہرو کے والد۔ ۶ مئی ۱۸۶۱ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم پائی اور وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزی اخبار انڈی پنڈنٹ جاری کیا۔ سید حسین اسی اخبار کے مدیر تھے۔ ۱۹۲۳ء میں اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں والد اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو سوراج پارٹی کے صدر بن گئے۔ ۶ فروری ۱۹۳۱ء کو صبح کے وقت لکھنو میں دارِفانی سے چل بسے۔ (روزنامہ انقلاب، لاہور، ۸ فروری ۱۹۳۱ء)

۳۱۷: موسیٰ جاراللہ

روسی مسلمان رہنما۔ امارت و ریاست کی گود میں آنکھ کھولی۔ ان کا شمار روس کے بہت بڑے جاگیرداروں میں ہوتا تھا اور عیش و آسائش کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ انقلاب روس نے ان کی دنیا بدل دی۔ ترک وطن کرنے پر مجبور ہوئے اور ہندوستان چلے آئے۔ ہندوستان پہنچے، تو تہی دست اور بے نوا تھے۔ ان کے قدر شناس اور مداح ہندوستان میں موجود تھے، لیکن موسیٰ جاراللہ نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ نہ کسی کی امداد و اعانت قبول کی۔ فاقے کیے اور عسرت و فلاکت میں زندگی بسر کرتے رہے۔ پھٹے کپڑے زیب تن کر لیتے۔ موسیٰ باغی دل و دماغ کے مالک اور اپنے سینے میں انقلاب اور تغیر کے طوفان پنہاں رکھتے تھے۔ ۱۹۴۲ء کے آغاز میں خلافت

کے مہمان خانہ میں مقیم ہوئے۔حکومت ہند نے انھیں زندان میں بھی ڈالا تھا۔عالم اسلام کو ان پر ناز تھا۔(رئیس احمد جعفری، دید و شنید،ص ۴۹)

۳۱۸: مہر علی شاہ

عالم باللہ،صوفی،مصنف،یکم رمضان ۱۲۲۸ھ کو گولڑہ میں پیدا ہوئے۔والد کا نام پیر سید نذر دین تھا۔۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو وفات پائی۔اقبال ان کی علمیت اور روحانیت کے بڑے مداح تھے۔(مہر منیر، نوائے وقت فیملی میگزین،لاہور،۴ مئی ۲۰۰۳ء)

۳۱۹: میر ناصر علی، خان بہادر

صحافی۔دہلی کے اخبار صلائے عام کے مدیر تھے۔۱۲ جون ۱۹۳۳ء کو ۸۶ برس کی عمر میں وفات پاگئے۔(سید سلیمان ندوی،یادِ رفتگان،کراچی،۱۹۸۳ء،ص ۱۴۸)

۳۲۰: میر ولی اللہ ادیب، ایبٹ آبادی

ادیب۔ایبٹ آباد کے رہائشی۔ان کے والد کا نام سلطان میر تھا۔اگست ۱۹۰۴ء میں اقبال نے ان سے ایبٹ آباد میں ملاقات فرمائی تھی۔یہ ان دنوں ادیب اے آبادی کہلاتے تھے۔اقبال اور ان کے درمیان طویل عرصے تک خط کتابت رہی۔جب میر ولی اللہ کی تحریر کردہ شرح دیوان حافظ(لسان الغیب) کی چوتھی جلد ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی،تو اس میں اقبال کی رائے موجود تھی۔نیرنگ خیال کے اقبال نمبر ۱۹۳۲ء میں میر صاحب نے ادیب اے آبادی کے نام سے ایک مقالہ بعنوان ''علامہ اقبال اور فلسفہ تصوف'' تحریر کیا۔(صحیفہ،لاہور،اکتوبر دسمبر ۱۹۸۸ء،ص ۶۹)

۳۲۱: میکلیگن ایڈورڈ، سر (Edward Maclagan)

پنجاب کے انگریز گورنر۔سر اوڈوائر کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۱۹ء کو پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر مقرر ہوئے۔۳ جنوری ۱۹۲۱ء آپ کو پنجاب کا پہلا گورنر مقرر کیا گیا۔جنرل میکلیگن کے فرزند تھے۔۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ونچسٹر نیو کالج،آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔۱۸۸۵ء میں انڈین سول سروس میں شامل ہوئے۔محکمہ زراعت اور ریونیو کے ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۴ء انڈر سیکریٹری رہے۔۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۸ء تک سیکریٹری محکمہ تعلیم،حکومت کی حیثیت سے کام کیا۔بحیثیت گورنر پنجاب ایک ایگزیکٹو کونسل کے سربراہ رہے،جو دو ارکان سر جان مینار اور سردار بہادر سندر سنگھ مجیٹھیہ پر مشتمل تھی۔میکلیگن کو گورنری کے دوران ان تمام تحریکوں کا سامنا کرنا پڑا جنھوں نے تاج برطانیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔جون ۱۹۲۴ء تک پنجاب کے گورنر رہے۔(نجار،جلد دوم،ص ۸۲)

۳۲۲: محمد شاہ نواز خان

سیالکوٹ کے رہائشی۔ لاہور کے میڈیکل کالج سے ۱۹۲۳ء میں ایم بی ایس کیا۔ اس کے بعد سیالکوٹ میں مطب چلانے لگے۔ شیخ اعجاز احمد کی خواہش پر محمد شاہ اقبال کا کلام ایک بیاض میں نقل کرنے کا منصوبہ شروع کیا تھا۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۲۷۲) (All of Us 1860-1985)

۳۲۳: نادر شاہ

افغانستان کے حکمران۔ ۱۸۸۵ء میں ڈیرہ دون میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے والد، سردار محمد یوسف خان جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ زندگی کے پہلے ۱۶ برس ڈیرہ دون میں گزرے۔ ۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات کے بعد ان کے بہنوئی، امیر حبیب اللہ خان افغانستان کے تخت پر بیٹھے تو نادر شاہ والد اور بھائیوں کے ہمراہ کابل چلے گئے۔ وہاں انھیں افغان فوج میں ملازمت مل گئی۔ ۱۹۰۸ء میں جنرل بنائے گئے۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد امان اللہ خان نے اقتدار سنبھال لیا۔ ۱۹۱۹ء میں نادر شاہ وزیر حرب مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں استعفیٰ دے دیا اور فرانس میں سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں سفارت کی ذمے داریوں سے بھی استعفیٰ دیا اور فرانس میں گوشہ نشین ہوگئے۔ اسی زمانے میں ان سے اقبال شیدائی کی خط کتابت شروع ہوئی۔ بچہ سقہ نے جب امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کر کے کابل پر قبضہ کر لیا تو نادر شاہ گوشہ نشینی سے باہر نکل آئے۔ انھوں نے پھر افغان قبائل کی مدد سے بچہ سقہ کو شکست دی، ۸/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو کابل فتح کیا اور افغانستان کے نئے حکمراں بن گئے۔ نادر شاہ کے دور حکومت میں اقبال، راس مسعود اور سید سلیمان ندوی نے ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا دورہ کیا تھا۔ ۵۔ ۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو عبدالخالق نامی ایک طالب علم نے انھیں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ نادر شاہ کے بعد ان کے فرزند ظاہر شاہ تخت نشین ہوئے۔ (قومی زبان، کراچی مارچ ۱۹۸۲ء، ص ۱۷)

۳۲۴: ناظر حسین ناظم، میر لکھنوی

اُردو شاعر۔ مرزا ارشد گورگانی کے ہم عصر۔ سادات بارہہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع مظفر نگر کا قصبہ ککرولی آبائی وطن تھا۔ شاعری میں دبستان لکھنو سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے لکھنوی کہلائے۔ بڑے وجیہہ، خوش وضع، خوش گو اور خوش باش شاعر تھے۔ مرثیہ گوئی میں انھیں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ میر انیس کے بڑے بیٹے، میر خورشید علی نفیس کے شاگرد رہے۔ بیس بائیس برس کی عمر میں لاہور چلے آئے اور ۱۸۸۵ء میں لاہور سے ایک ہفتہ وار اخبار ناظم الہند جاری کیا۔ بقیہ

زندگی لاہور ہی میں گزاری۔ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۱۷ء کو ایک وبا کے دوران لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرزا ارشد گورگانی کے شاگردوں کی آپس میں خوب چشمک رہی۔ اقبال نے اسی بنا پر ایک بار فرمایا تھا:

اقبال لکھنو سے، نہ دِلّی سے ہے غرض ہم تو اسیر ہیں خمِ زلفِ کمال کے

(محمد عبداللہ قریشی، حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں، ص ۵۵۔۶۰)

۳۲۵: نذر علی حیدری

حیدرآباد دکن کے مشہور رہنما۔ پورا نام محمد اکبر نذر علی حیدری تھا۔ اکبر حیدری کے نام سے معروف ہوئے۔ ۸ نومبر ۱۸۶۹ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں بمبئی یونی ورسٹی سے بی اے پاس کیا۔ اگلے سال ملازمت کرنے لگے۔ ۱۹۰۹ء میں حیدرآباد دکن حکومت میں وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء کی گول میز کانفرنس میں شریک تھے۔ ۱۹۱۰ء میں جب اقبال پہلی بار حیدرآباد تشریف لے گئے تو نذر علی آپ کو سلاطین قطب شاہیہ کے قبرستان کی زیارت کرائی۔ اقبال نے بعدازاں گورستان شاہی نظم سپردِ قلم کی اور اسے اکبر علی اور ان کی بیگم کے نام منسوب کیا۔ آپ نے اقبال کی مہمان نوازی بھی کی تھی۔ (اقبال بنام شاد، ص ۳۶۔ ڈاکٹر اکبر حسین، تعلیمات و اشارات اقبال، ص ۴۵۱)

۳۲۶: نذر محمد

کشمیری نژاد فن کار۔ ۱۸۶۶ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، مولوی غلام رسول اپنے دور کے بہترین خطاط تھے۔ جلد سازی میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ نذر محمد نے ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں پائی۔ ۱۸۸۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ دورانِ ملازمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز اور پھر انسپکٹر آف اسکولز پنجاب کے عہدوں پر فائز رہے۔ بعد میں بھی کئی برس تک ہیڈ ماسٹر بھی بنائے گئے۔ ۹ فروری ۱۹۴۲ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی۔

علامہ اقبال سے منشی صاحب کے مراسم گزشتہ صدی کے آخری برسوں میں قائم ہوئے اور آخر دم تک رہے۔ منشی صاحب اردو شاعری کا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے علامہ صاحب کو بغرض اصلاح اپنا کلام بھی دکھایا۔ علامہ صاحب نے انھیں چند مفید مشورے دیے تھے۔ حضرت علامہ ۱۹۰۵ء میں بغرض اعلیٰ تعلیم کے لیے جب انگلستان روانہ ہوئے، تو ان دنوں نذر محمد دہلی میں اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس تھے۔ ریلوے اسٹیشن دہلی پر علامہ صاحب کا استقبال کرنے والوں میں وہ بھی شامل تھے۔ گاڑی سے اترے تو پہلے منشی صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

وہاں چائے نوش فرمائی اور تھوڑی دیر آرام فرمایا۔(نقوش، لاہور نمبر، ص ۵۷۵)

۳۲۷: نریندر ناتھ، راجا

ہندو سیاست داں۔ برہمن ہندو تھا۔ ان کے جداعلیٰ پنڈت کشن داس کشمیر سے نقل مکانی کر کے شہنشاہ دہلی کے دربار میں آئے اور دربار میں ایک عہدہ حاصل کرلیا۔ پنڈت کشن داس کا بیٹا گنگارام جو مہاراجا رنجیت سنگھ کے دور میں ۱۸۱۳ء میں فوجی دفتر کا افسر تھا۔ گنگارام کا پوتا نریندر ناتھ تھا جو ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں نریندر ناتھ نے ایم اے پاس کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت کرلی۔ ۱۸۸۸ء میں گورداسپور کا اسسٹنٹ کمشنر مقرر رہا۔ بعدازاں فیروز پور، جہلم، اور راولپنڈی کا قائم مقام ڈسٹرکٹ جج بنایا گیا۔ دورانِ ملازمت منٹگمری، گوجرانوالہ، گجرات اور ملتان کا ڈپٹی کمشنر رہا۔ ۱۹۱۱ء میں چھ ماہ کے لیے لاہور ڈویژن کا قائم مقام کمشنر بنایا گیا۔ ۱۹۱۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ ۱۹۰۸ء میں حکومت نے ''دیوان بہادر'' اور بعد میں ذاتی اعزاز ''راجا'' کے خطاب سے نوازا۔ پہلی دو گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں دہلی میں ہندو مہاسبھا کا صدر مقرر ہوا۔ اس کا ایک بیٹا دیوان آنند کمار پنجاب یونی ورسٹی میں حیوانیات کا پروفیسر تھا۔(تذکرہ روسائے پنجاب، جلد اول، ص ۴۰۷۔۴۵۳)

۳۲۸: نذیر احمد، ڈپٹی

اردو ناول کے بانی۔ ۱۸۳۰ء میں موضع ریہڑ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں دہلی چلے آئے۔ ابتدا میں مسجد اورنگ آباد دہلی اور پھر ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۳ء تک دہلی کالج میں تعلیم پائی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت کرلی۔ ۱۸۵۴ء میں کنجاہ ضلع گجرات میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۶ء میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس بن کر کانپور چلے گئے۔ ضابطہ فوجداری کا اردو میں ترجمہ کرنے پر ۱۸۶۲ء میں تحصیل سلیم پور، ضلع کانپور کے تحصیل دار بنائے گئے۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر ترقی ملی۔ ۱۸۷۷ء میں حیدرآباد دکن میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۸۸۴ء میں مستعفی ہوکر پنشن پائی۔ ۱۹۱۲ء میں انتقال کر گئے۔ ڈپٹی صاحب کے مشہور ناول یہ ہیں: مراۃ العروس، نبات النعش، توبتہ النصوح، ابن الوقت، رویائے صادقہ۔(ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، مولوی نذیر احمد دہلوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۱ء)

۳۲۹: نذیر نیازی، سید

علامہ اقبال کی زندگی کے آخری عشرے کے بہترین دوست اور ساتھی۔ مولوی سید میر حسن

کے سگے بھتیجے۔ مارچ ۱۹۰۰ء میں گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مڈل اسکول دینانگر میں پائی۔ ۱۹۱۹ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ سیاسی کشیدگی کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ بعدازاں نجی طور پر ۱۹۳۷ء میں بی اے اور ۱۹۶۳ء میں ایم اے کی ڈگریاں لیں۔ کچھ عرصہ جامعہ ملیہ دہلی میں ملازمت کرتے رہے۔ اس کے بعد اپنا ایک رسالہ طلوع اسلام جاری کیا۔ علامہ اقبال کی زیرِنگرانی نیازی صاحب نے علامہ کے خطبات کا اردو میں ترجمہ کیا جو بزم اقبال، لاہور کی جانب سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ نیازی صاحب ۲۴ جنوری ۱۹۸۱ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔ (علامہ اقبال کے استاد، شمس العلما مولوی سید میر حسن، ص ۲۱)

۳۳۰: نصیر الدین شیخ

مسلمان طالب علم۔ اصل وطن ہوشیارپور تھا، پھر لاہور منتقل ہوگئے۔ ان کے دادا شیخ غلام محی الدین گورنر کشمیر رہے تھے۔ چچا شیخ امام الدین بھی کشمیر کے گورنر مقرر کیے گئے۔ ان کے والد کا نام شیخ فیروز الدین تھا، جنھوں نے ۱۸۸۰ء میں وفات پائی تھی۔ اس گھرانے کا کتب خانہ بہت وسیع تھا۔ اقبال اکثر اس کتب خانے سے کتابیں لے کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۶۶۔۱۶۸)

۳۳۱: نواب علی، سید

ادیب واستاد۔ ۱۸۷۷ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ کیننگ کالج سے ایم اے اور بی ٹی کی ڈگریاں لینے کے بعد ۱۹۰۰ء میں علی گڑھ کے مدرسۃ العلوم سے وابستہ ہوگئے۔ وہاں دو برس تدریسی خدمات دیں۔ ۱۹۰۳ء میں بڑودہ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہاں ۲۶ سال تدریس کے فرائض انجام دیے۔ جامعہ ملیہ، دہلی کے لیے ایک مختصر سی کتاب ہمارے نبیؐ نہایت آسان زبان میں تحریر کی۔ تذکرۃ المصطفیٰؐ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ معراج الدین المعروف بہ اسلام اور سائنس ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جسے علامہ اقبال نے بھی بے حد پسند فرمایا۔ آپ نے اکبرالٰہ آبادی کے نام ایک خط میں اس کتاب کی خصوصی تعریف فرمائی۔ اسی طرح خواجہ حسن نظامی کے ہفتہ وار توحید کے شمارہ ۸ جون ۱۹۱۳ء چھپنے والے سبھی مضامین میں سے اقبال نے سید نواب علی کے مضمون کو سب سے بہتر اور معنی خیز قرار دیا۔ نواب صاحب ۱۹۲۹ء میں ریاست جوناگڑھ سے وابستہ ہوگئے۔ جولائی ۱۹۳۴ء میں بھوپال چلے آئے۔ دسمبر ۱۹۳۴ء میں لکھنؤ لوٹ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے کراچی آئے۔ ۳۰ جون ۱۹۶۱ء کو کراچی میں انتقال ہوگیا۔ ان کی

ایک بیٹی ۱۹۵۸ء میں صہبا لکھنوی سے بیاہی گئی۔(اقبال اور بھوپال، ص ۲۱۷۔۲۲۲)

۳۳۲: نوبت رائے، نظر لکھنوی

شاعر و مدیر۔ لکھنو سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۰/اپریل ۱۹۲۳ء کو چل بسے۔ اردو میں شعر کہتے اور آغا مظہر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ستمبر ۱۸۹۷ء سے فرنگ نظر گلدستہ جاری کیا۔ وہ بند ہوا تو ۱۹۰۴ء میں کانپور کے رسالہ زمانہ کے سب ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۱۰ء میں الٰہ آباد سے رسالہ ادیب جاری ہوا تو اس کے پہلے ایڈیٹر بنائے گئے۔ ڈیڑھ برس تک ادیب میں کام کیا۔ الگ ہونے کے بعد ۱۹۱۲ء میں پھر زمانہ میں چلے گئے۔ دو سال تک وہاں کام کیا۔ ۱۹۱۴ء میں نول کشور، لکھنو کے ہاں ملازمت کرنے لگے۔ وہاں وہ اخبار اودھ کو ایڈٹ کرتے تھے۔ رسالہ زمانہ میں نقاد لکھنوی کے نام سے تبصرہ کیا کرتے۔(نگار پاکستان، کراچی، مارچ، اپریل ۱۹۷۱ء ص ۲۲)

۳۳۳: نور احمد سعید

لاہور میں سول اینڈ ملٹری گزٹ اخبار کے نمائندے۔ ان کا قلم یونینسٹ پارٹی کی حمایت کے لیے وقف تھا۔(اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۳۲)

۳۳۴: نور الحق، مولوی

اردو کے ممتاز ادیب، ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے بڑے بھائی۔ فاضل دیوبند تھے۔ تفسیر، حدیث، عربی ادیب اور اسماء الرجال میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عربی قلم برداشتہ تحریر فرماتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں لاہور میں وفات پا گئے۔ ۱۹۲۴ء میں تاجپورہ مصری شاہ لاہور میں مقیم تھے۔ اقبال انھی کی توسط سے اورینٹل کالج کے اساتذہ سے کتب منگوایا کرتے تھے۔(اوراق گم گشتہ، ص ۱۹۱ فٹ نوٹ)

مولوی نور الحق اورینٹل کالج میں دسمبر ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۲ء تک عربی کے استاد رہے تھے۔ (اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۲۱۴)

۳۳۵: نور الحسن نیر

مشہور نعت گو شاعر، محسن کاکوروی کے فرزند۔ قانون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن وکالت سے کچھ دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ شاعر بھی تھے لیکن شاعری سے کچھ زیادہ سروکار نہ تھا البتہ اردو کے بڑے محقق کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔ نور اللغات ان کا بڑا کارنامہ ہے۔(دید و شنید، ص ۲۷۹)

۳۳۶: نیاز محمد خان

سی ایس پی افسر۔ سابق چیف کمشنر کراچی، ممتاز حسن کے ہم جماعت تھے۔ ایک بار ممتاز حسن کے ساتھ اقبال سے ملاقات کرنے میکلوڈ روڈ کوٹھی نمبر ۴۴ تھے۔ فارمن کرسچن کالج، لاہور میں تھرڈ ایئر میں پڑھتے اور نیوٹن ہال ہوسٹل میں رہتے تھے۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۳۴۳)

۳۳۷: نطشے

جرمن فلسفی پورا نام Nietzsche Friedrich Wilrelm تھا۔ ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۰ میں وفات پائی۔ باسل میں فلسفہ کا پروفیسر رہا۔ خرابیِ صحت کی بنا پر ۱۸۷۹ء میں ملازمت چھوڑ دی۔ ۱۸۸۹ء میں دیوانہ ہو گیا۔ زرتشت کا بڑا قائل تھا۔ نطشے مغرب کی مسیحی دنیا سے بیزار رہتا تھا۔ (اقبال کے حضور، ص ۳۵۔ کولمبیا وائی کنگ ڈیسک انسائیکلو پیڈیا، ص ۱۲۸۵)

۳۳۸: وحید احمد مسعود بدایونی

۱۹۱۹ء میں بدایوں سے رسالہ نقیب جاری کیا۔ یہ رسالہ اپنے ظریفانہ مضامین کے باعث مقبول ہوا۔ ایک بار وحید احمد نے اقبال سے رسالے میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی، اقبال نے ایک شعر لکھ کر روانہ کر دیا وہ نقیب میں شائع ہو گیا۔ ایک شمارے میں انھوں نے ظریفانہ رنگ میں اقبال کی شخصیت و کلام پر مضمون لکھا۔ کچھ عرصے بعد وحید احمد نے سید ممتاز علی کے رسالے کہکشاں پر تبصرہ کرتے ہوئے تنقید کر ڈالی۔ سید ممتاز علی کو یہ تنقید ناگوار گزری۔ بعد ازاں اقبال نے وحید احمد کو خط میں تحریر فرمایا کہ کہکشاں پر اتنی ضخیم تنقید لکھ کر آپ نے ناظرین نقیب کی حق تلفی کی ہے۔ وحید احمد نے دہلی سے اردو روزنامہ صباح بھی جاری کیا، جو صرف تین روز جاری رہ سکا۔ اخبار کے ایڈیٹر قاضی عبدالغفار تھے۔ نقیب بند کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ احباب کے اصرار پر سال بھر کے بعد پھر نقیب جاری کیا مگر وہ ایک برس ہی چل پایا۔ دس بارہ برس کی خاموشی کے بعد سیاست میں آ گئے۔ کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور پھر پارلیمنٹری سیکریٹری بن گئے۔ (رحیم بخش شاہین، اوراقِ گم گشتہ، ص ۱۶۹۔ ادبی دنیا، دور ششم، شمارہ ۲۲)

۳۳۹: وحید الدین سلیم پانی پتی

عربی اور اردو کے ادیب۔ مشہور عالم دین مولانا فیض الحسن سہارن پوری کے شاگرد تھے۔ لاہور یونی ورسٹی کے شرقی شعبہ میں تعلیم پائی۔ ۱۸۹۰ء کے بعد سرسید کے علمی مددگار مقرر ہوئے۔ یعنی سرسید کو تصانیف اور مضامین لکھنے کے سلسلے میں عربی کتابوں سے معلومات فراہم کیا کرتے تھے۔

بعدازاں علی گڑھ سے معارف رسالہ جاری کیا، جو چند سال بعد بند ہوگیا۔۱۹۰۴ء میں علی گڑھ گزٹ کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔۱۹۱۰ء میں لکھنو سے اپنا رسالہ مسلم گزٹ شائع کرنے لگے۔ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ حیدرآباد دکن چلے گئے۔وہاں جامعہ عثمانیہ میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اگست ۱۹۲۸ء میں ملیح آباد، ضلع لکھنؤ میں بعمر ۷۰ برس وفات پاگئے۔وضع اصطلاحات علیہ بھی تحریر کی۔مثلاً ایک لفظ ''نمائندہ'' آج کثیرالاستعمال ہے۔آپ ہی نے اس لفظ کو جدید فارسی اخبارات سے لےکر اردو میں علی گڑھ گزٹ کے ذریعے رائج کیا۔(یادرفتگان، ص۸۴)

۳۴۰: وحشت لکھنوی

اردو شاعر۔پورا نام سید رضا علی وحشت۔۱۸ نومبر ۱۸۸۱ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ان کے جداعلیٰ، حکیم غالب علی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرکے ہگلی قیام پذیر ہوگئے تھے۔وحشت نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم پائی۔۱۸۹۸ء میں کلکتہ یونی ورسٹی سے میٹرک کیا۔اس کے بعد امپیریل ریکارڈز کے شعبہ فارسی، اردو میں ملازم ہوگئے۔۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج کلکتہ میں پروفیسر اردو و فارسی بنائے گئے۔ ۱۹۳۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔ان کی خدمات کے صلے میں حکومت نے ۱۹۲۴ء میں خان صاحب اور ۱۹۳۰ء میں خان بہادر کا خطاب عطا کیا۔۴۱۔۱۹۵۰ء کے دوران لیڈی برابورن گرلز کالج، کلکتہ میں پروفیسر رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۰ء میں ڈھاکہ چلے آئے اور وہیں ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔ان کے مجموعہ کلام دیوان وحشت، ترانہ وحشت اور نقوش و آثار شائع ہوچکے ہیں۔۱۹۱۰ء میں دیوان وحشت موصول ہونے پر حضرت علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب میں ان کے کلام و زبان کی تعریف فرمائی۔(معاصرین اقبال کی نظر میں، ص۴۷۵)

۳۴۱: وقارالملک، نواب

ممتاز مسلمان رہنما۔اصل نام مشتاق حسین تھا۔امروہہ ضلع مرادآباد کے رہائشی۔۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء کو وفات پائی۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کرنے لگے۔ ۱۸۷۳ء میں تحصیل داری کا امتحان پاس کرکے نائب تحصیل دار مقرر ہوئے۔سرسید کی ماتحتی میں بھی ملازم رہے۔سرکاری فرائض کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ سرسید کے ساتھ قومی خدمات بھی انجام دیتے۔حیدرآباد دکن میں پانچ برس مختلف اعلیٰ عہدوں پر کام کیا۔نظام نے چار سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔۱۸۸۲ء میں دوبارہ نظام کے بلانے پر حیدرآباد گئے۔بارہ برس خدمت کرکے

سات سو روپے ماہوار پنشن پر واپس آئے۔ ۱۸۹۰ء میں نظام حیدر آباد نے آپ کو وقار الدولہ اور وقار الملک کے خطابات عطا کیے۔ حکومت نے نواب کے خطاب سے نوازا۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے قیام کی سرگرم کوششیں کیں اور اس کے پہلے سیکریٹری منتخب ہوئے۔ (یادرفتگان، ص ۳۱)

۳۴۲: ولایت حسین میر

استاد اور منتظم۔ تنگ دستی میں آنکھیں کھولی تھیں مگر اپنی محنت، استقلال، عزم اور حوصلے کی وجہ سے ترقی کی۔ ۱۸۸۲ء میں علی گڑھ میں تعلیم پانے لگے۔ بی اے پاس کر کے ایک اسکول میں استاد ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ ایجوکیشنل کانفرنس سے وابستہ ہوئے اور یہیں سے ۱۹۳۵ء میں ریٹائر ہو گئے۔ سرسید کے زمانے میں ڈائننگ ہال کے نگران تھے۔ ایک بار میر صاحب ایک وفد کے ساتھ ایران گئے تھے تاکہ ایرانی طلبہ کو علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے قائل کر سکیں۔ میر صاحب ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ (تہذیب الاخلاق، لاہور، نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۴۳)

۳۴۳: وولنر، الفریڈ کوپر، ڈاکٹر (A. C. Woolner)

برطانوی محقق اور استاد۔ ۱۳ مئی ۱۸۷۸ء کو سٹافورڈ شائر میں اٹوریا (Eturia) ہال کے مقام پر پیدا ہوئے۔ والد کیپٹن ہنری وولنر اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ کوئین الزبتھ اسکول، Ipswich میں سات برس تک تعلیم پائی۔ ہر جماعت میں اول آتے اور انعام پاتے۔ آکسفورڈ یونی ورسٹی میں سنسکرت اور فارسی زبانیں سیکھی۔ اس کے علاوہ کلاسیک زبانوں کی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں سنسکرت کے لیے بوڈن (Boden) اسکالر شپ حاصل کیا۔ بعد ازاں سنسکرت اور پالی میں ماہرانہ استعداد حاصل کر لی۔ ۱۹۰۳ء میں اورینٹل کالج، لاہور کے پرنسپل مقرر ہو کر ہندوستان پہنچے۔ ساتھ ہی پنجاب یونی ورسٹی کے رجسٹرار بھی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد موت تک کالج سے تعلق برقرار رہا۔ خدمات کے صلے میں حکومت نے انھیں ۱۹۲۶ء میں CIE کا خطاب دیا۔ اسی سال بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کے فیلو نامزد ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر بنائے گئے۔ ۱۹۳۳ء میں انھیں ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ ڈاکٹر وولنر یونی ورسٹی میں فارسی کے طلبہ کو لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کو ملیریا کا شکار ہو گئے۔ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو میو ہسپتال لاہور میں نمونیہ کے باعث چل بسے۔ فیروز پور روڈ کے مسیحی قبرستان میں انھیں دفن کیا گیا۔ (محمد شاہ و مہر چند لچھمن داس، سوانح حیات وولنر، ڈاکٹر بنارسی داس، لاہور، ۱۹۴۰ء)

(بشکریہ ڈاکٹر گلیمان ایوژن انڈین انسٹی ٹیوٹ لائبریرین، یونی ورسٹی آف آکسفورڈ)

۳۴۴: ہادی حسن، پروفیسر

نواب حسن الملک کے بھتیجے۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں سائنس کے پروفیسر رہے۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں راس مسعود کے سیکریٹری کی حیثیت سے کابل گئے تھے۔ (اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۴۹)

۳۴۵: ہردیال، لالہ

ایک وطن دوست اور قوم پرست ہندو رہنما۔ دہلی کے باسی تھے۔ سینٹ اسٹیفنز کالج، دہلی سے تعلیم پائی۔ اسی کالج سے ۱۹۰۳ء میں فرسٹ ڈویژن میں بی اے پاس کیا۔ وائی ایم سی اے کے مقابلے پر ۱۹۰۴ء میں ینگ مینز انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ افتتاحی اجلاس میں صدارت کے لیے علامہ اقبال کو مدعو کیا تھا۔ سرکاری وظیفہ ملنے پر ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے آکسفورڈ چلے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں مذکورہ وظیفہ لینے سے انکار کر کے انقلابی تحریک میں حصہ لینے لگے۔ ۱۹۰۸ء میں لاہور واپس آئے اور کچھ عرصہ لالہ لاجپت رائے کی پارٹی میں گزارا۔ اسی سال یورپ کا دورہ کیا۔ لندن، پیرس اور جنیوا سے ہو کر ۱۹۱۰ء میں ہندوستان لوٹ آئے۔ جنیوا میں انھوں نے ''بندے ماترم'' نامی ایک نظم کہی۔ ان کے شاگردوں میں دینا ناتھ (پنجاب) اور بنگال کا چٹرجی شامل تھے۔ ۱۹۱۱ء میں ہردیال امریکا پہنچے اور برکلے کیلیفورنیا میں رہنے لگے، جہاں پہلے سے کئی قوم پرست مقیم تھے۔ امریکا میں رہ کر وہ ہندوستان میں انگریزوں پر حملے کرتے رہے۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں امریکا کی حکومت نے انھیں ناپسندیدہ قرار دے کر گرفتار کر لیا۔ ضمانت پر رہا ہوئے۔ بعدازاں برکت اللہ کے ہمراہ سوئٹزرلینڈ اور پھر جرمنی چلے گئے۔ جرمن کی حکومت نے ان سے ہمدردی کا سلوک کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے پہلے سال جرمنی میں ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ایک مرکز قائم کیا گیا۔ ہردیال اس مرکز کے سربراہ تھے۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۳۱۸؛ پنجاب یونی ورسٹی کیلنڈر ۱۹۰۵۔۱۹۰۶ء، ص ۳۴۹؛ N. B. Sen: *Punjab's Eminent Hindus,* New Book Society, Lahore, 1943, p:57)

۳۴۶: ہرکشن لال، لالہ

کاروباری شخصیت۔ ۱۳؍اپریل ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوئے۔ والد ملتان کے ڈی سی آفس میں ملازمت کرتے تھے۔ لاہور کے مشن کالج سے بی اے پاس کیا۔ بعدازاں کیمبرج یونی ورسٹی

جا کر قانون کی تعلیم پائی۔ وطن واپس آ کر چند سال وکالت کرتے رہے پھر صنعت وحرفت کا پیشہ اختیار کرلیا۔ آخر ہندوستان کے کامیاب ترین صنعت کاروں میں شمار ہونے لگے۔ ''بھارت انشورنس کمپنی'' کے نام ہندوستان میں پہلی بیمہ کمپنی قائم کی۔ ''پیپلز بینک'' کے نام سے پنجاب میں پہلے مقامی بینک کی بنیاد رکھی۔ لاہور الیکٹرک سپلائی کمپنی قائم کرکے لاہور کو پہلی مرتبہ برقی روشنی سے منور کیا۔ بے شمار کارخانوں، صنعتی اداروں اور درآمد و برآمد کرنے والی تجارتی فرموں کے مالک تھے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور میں پروفیسر ریاضی اور اورینٹل کالج میں جز وقتی پروفیسر فارسی بھی رہے۔ ۱۹۰۹ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا سالانہ جلسہ لاہور میں ہوا، تو مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔ ۱۹۱۸ء میں انگلستان جانے والے کانگریسی وفد کے رکن منتخب ہوئے۔ مارشل لا لگا، تو قوم پرستوں کی حمایت کرنے کے جرم میں انھیں جس دوام کی سزا ملی اور ان کی تمام جائیداد جو ایک کروڑ روپے کے لگ بھگ تھی، ضبط کیے جانے کا حکم صادر ہوا۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں وزیر زراعت مقرر ہوئے۔ تاہم مہاتما گاندھی اور موتی لال نہرو کی تحریک ترک موالات کے مخالف رہے۔ بڑے قابل، مستقل مزاج، سیاسی فہم و فراست کے مالک اور مضبوط کردار کے تھے۔ نومبر ۱۹۳۳ء میں پنجاب کی پہلی قانون ساز اسمبلی کی سہ سالہ زندگی ختم ہوئی تو لالہ صاحب نے دوبارہ انتخاب لڑنے سے انکار کردیا۔ وہ پھر پنجاب کی سیاست سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کش ہوگئے۔ کے ایل گابا، بیرسٹر ایٹ لا انھی کے فرزند تھے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۱۶، ۱۳۳۔ ۱۴۰۔ ۱۶۱؛ *Punjab's Eminent Hindus*, p.71)

۳۴۷: ہنس راج، مہاتما

ہندو رہنما۔ کھتری ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ لالہ چنی لال کا بیٹا تھا۔ ۱۹/ اپریل ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوا۔ مشن اسکول، لاہور سے ۱۸۸۰ء میں میٹرک کیا۔ ڈی اے وی کالج، لاہور سے ۱۸۸۹ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۸۹۴ء میں بی اے اور ۱۸۹۵ء میں ایم اے سنسکرت کی ڈگریاں لیں۔ ۶ نومبر ۱۹۳۸ء کو چل بسا۔ (*Punjab's Eminent Hindus*, p.80)

۳۴۸: ہیبرٹ

جرمنی کے فلسفی اور معلم۔ پورا نام Hebart Johanin Friedrich ہے۔ جرمن فلاسفر اور معلم ۴ مئی ۱۷۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ جرمن Jena میں Fichte کے تحت ۱۷۹۴ء میں اور سوئیٹزرلینڈ

میں انٹرلیکن (Inter Laken) شہر میں ۱۷۹۷ء سے ۱۸۰۰ء تک تدریس کرتے رہے۔ ۱۸۰۵ء میں Gottingen یونی ورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۰۸ء کے اواخر میں Konigsberg میں کانٹ کے بعد پروفیسر بنائے گئے۔ ۱۸۳۳ء میں ہیبرٹ دوبارہ گوٹنگن یونی ورسٹی میں پروفیسر بنا۔ یہیں زندگی کے آخری ایام تک خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۴/اگست ۱۸۴۱ء کو چل بسے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ (*Ency. Britannica,* Vol. 5)

۳۴۹: ہیگل

جرمنی کے مشہور فلسفی۔ پورانام Hegel George Wilhelm Friedrich ہے۔ ۲۸/اگست ۱۷۷۰ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد متعدد یونی ورسٹیوں میں معلّمی کے فرائض انجام دیے۔ ۱۸۱۶ء میں ہائیڈل برگ یونی ورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۱۸ء میں برلن یونی ورسٹی میں پروفیسر بنائے گئے۔ ہیگل ۱۴ نومبر ۱۸۳۱ء کو دارفانی سے رخصت ہوگئے۔ (*The Columbia Viking Desk Ency*, p.782)

۳۵۰: ہیلی میلکم، سر (Malcolm Hailey)

پنجاب کے گورنر۔ سر میکلیگن کے بعد ۱۹۲۴ء میں یہ عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۲۸ء تک گورنر رہے۔ ہیلی ۱۵ فروری ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام میمد ہیلی ایف آر سی ایس نیو پورٹ پیگنل بک تھا۔ سر میلکم ہیلی نے مرچنٹ ٹیلرز اسکول اور کارپس کرائسٹ کالج آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ ۱۸۹۵ء میں انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کرلی۔ ۱۸۹۸ء میں جونیئر سیکریٹری فنانشل کمشنر اور ۱۹۰۲ء میں نوآبادیاتی Colonization آفیسر، جہلم کینال کالونی مقرر ہوئے۔ بعد میں سیکریٹری حکومت پنجاب اور ۱۹۰۸ء میں ڈپٹی سیکریٹری حکومت ہند مقرر کیے گئے۔ ۱۹۱۱ء میں دربار کمیٹی کے رکن اور ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۸ء تک دہلی کے چیف کمشنر رہے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۴ء تک گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل کے رکن بنائے گئے۔ (نجار کی تصنیف، جلد دوم، ص ۱۴۵)

۳۵۱: یار محمد، ڈاکٹر

مسلمان ڈاکٹر۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں لاہور کے میڈیکل اسکول سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی تھی۔ (All of us, 1860-1985, Directory of Graduates of K. Ed. Medical College Lahore, 1985, S/No.597)

۳۵۲: ینگ ہینڈ سر فرانسس ایڈورڈ

برطانوی سیاست داں، جغرافیہ داں اور فوجی۔ والد کا نام میجر جان ولیم ینگ ہینڈ تھے۔ ۳۱ مئی ۱۸۶۳ء کو مری، موجودہ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ کلفٹن کالج اور پھر رائل ملٹری کالج، سندھرسٹ میں تعلیم پائی۔ ۱۸۸۲ء میں کمیشن ملا۔ ۱۸۸۹ء میں کیپٹن بنائے گئے۔ اسی سال انڈین فارن ڈیپارٹمنٹ میں تعیناتی ہوئی۔ دوران ملازمت کوہستانی علاقوں کی سیاحت کرتے ہوئے معلومات جمع کرتے رہے۔ خدمات کے صلے میں حکومت نے ۱۹۰۱ء میں قیصر ہند میڈل عطا کیا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء تک کشمیر میں قیام رہا۔ ۱۹۱۰ء میں ریٹائر ہو گئے۔ کئی یونی ورسٹیوں نے انھیں اعزازی ڈگریاں عطا کی تھیں۔ ۱۹۴۲ء میں چل بسے۔ آپ کی مشہور کتاب انڈیا ٹو تبت ہے۔

(*Dictionary of National Biography*, 1941 -50)

سیاسی اور مذہبی تنظیمیں

۱: آل پارٹیز کانفرنس

اس تنظیم کا قیام یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی عمل میں آیا۔ سر آغا خان اس کانفرنس کی صدارت کرنے یورپ سے دہلی آئے تھے۔ یہ تنظیم سر فضل حسین کی در پردہ اور سر محمد شفیع کی ظاہری کوششوں سے معرض وجود میں آئی۔ اس کی ہیئت ترکیبی یہ تھی کہ مسلمانانِ ہند کی مختلف قومی جماعتوں میں سے کم از کم چھ سو نمائندے تنظیم کے رکن ہوں۔ یکم جنوری ۱۹۲۹ء کے اجلاس میں علامہ اقبال، نواب سر ذوالفقار علی خان، ملک فیروز خان نون اور دوسرے مسلم زعما نے شرکت فرمائی تھی۔ بعد ازاں مذکورہ کانفرنس کے ارکان گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ علامہ اقبال اس کے سرگرم رکن تھے۔ وہ پہلے مجلس عاملہ کے رکن بنائے گئے اور پھر اس کے صدر بن گئے۔ بقول ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، مسلم لیگ کا زور توڑنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۲۲۸)

۲: آل انڈیا مسلم لیگ

انگریزوں نے ۱۸۹۲ء میں جو اصلاحات کی تھیں، مسلمان ان سے مطمئن نہیں تھے۔ لہٰذا وہ اپنے سیاسی و تمدنی حقوق کی حفاظت کے لیے سرگرم رہے۔ جولائی ۱۹۰۶ء میں جان مورلے، وزیر ہند نے اپنی بجٹ تقریر میں اعلان کیا کہ حکومت ہندوستان میں جدید اصلاحات متعارف کرانا عطا کرنا چاہتی ہے۔ اس نے پھر کونسل کی توسیع کے لیے ایک کمیشن بٹھا دیا۔ اس کمیشن کے قیام کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی تنظیم بنانے کا خیال اور مضبوط ہو گیا۔ نواب محسن الملک، وقار الملک اور دیگر اکابرین قوم سے مشورے کے بعد ایک یادداشت مرتب کی گئی، اس کو بتاریخ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء سر آغا خان کی قیادت میں ایک نمائندہ مسلم وفد نے گورنر جنرل لارڈ منٹو کے سامنے پیش کیا۔ بالآخر دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ڈھاکہ کے آخری اجلاس میں متفقہ طور پر کل ہند مسلم لیگ کی بنیاد رکھ دی۔ اس کا پہلا امروہہ، ضلع مراد آباد میں قائم ہوا۔ (اقبال کا سیاسی کارنامہ، ص ۲۷۔۲۸)

۳: اتحاد ملت

جولائی ۱۹۳۵ء میں جب مسجد شہید گنج کا رونما ہوا، تو احرار پنجاب پر چھائے ہوئے تھے۔ لیکن انھوں نے اس موقع پر بالکل سکوت اختیار کر لیا۔ یہ دیکھ کر مسلمان پریشان ہوئے اور کسی رہنما کو تلاش کرنے لگے۔ آخر مولانا ظفر علی خان، سید حبیب، ملک لال خان، سید زین العابدین شاہ، میاں فیروز الدین احمد، ملک لال دین قیصر اور ڈاکٹر محمد عالم اس موقع پر آگے بڑھے اور اپنے فہم و فراست کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض انجام دینے کی کوشش کرتے رہے۔ حکومت نے سوائے ڈاکٹر محمد عالم کے باقی تمام مسلم رہنما گرفتار کر لیے۔ فروری ۱۹۳۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے یہ رہنما رہا ہوئے تو انھوں نے مل کر مجلس اتحاد ملت کی بنیاد رکھ دی۔ اس کا سب سے بڑا مقصد مسجد شہید گنج سکھوں سے واپس لینا تھا۔ نومسلم بیرسٹر، خالد لطیف گابا اتحاد ملت کی طرف سے انتخابات میں کھڑے ہوئے۔ مولانا ظفر علی خان اس جماعت کے صدر اور زمیندار تنظیم کا اخبار تھا۔ مولانا محمد اسحاق مانسہروی اور سید زین العابدین شاہ بھی اس کے رکن تھے جنھیں قائداعظم نے ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کے مرکزی بورڈ میں نمائندگی دی تھی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۱۶)

۴: احرار، مجلس

مارچ ۱۹۳۱ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر مہاتما گاندھی نے مولانا ابوالکلام آزاد سے یہ خواہش ظاہر کی کہ پنجاب کے کسی مسلمان کو بھی کانگریس کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی) میں لیا جائے۔ مولانا آزاد نے اس خواہش کا ذکر مولوی عبدالقادر قصوری سے کیا۔ انھوں نے اپنے دوست ڈاکٹر محمد عالم کا نام تجویز کر دیا۔ یوں ڈاکٹر محمد عالم کانگریس کی مجلس عاملہ میں شامل کر لیے گئے۔ اس واقعے سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے ساتھیوں کو سخت رنج ہوا۔ کراچی سے واپس آتے ہی انھوں نے کانگریس سے قطع تعلق کیا، مجلس احرار کے نام سے ایک علیحدہ سیاسی تنظیم قائم کی اور مسلمانوں کے جداگانہ حقوق اور جداگانہ نیابت کا اعلان کر دیا۔ اس تنظیم نے اگست ۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر شروع کی تھی جس نے مسلمانانِ پنجاب کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۲۵۱-۲۵۲)

۵: اگروال کانفرنس

۱۹۳۷ء میں ہندو رہنما لالہ لاجپت رائے کی کوششوں سے لاہور میں اگروال کانفرنس منعقد ہوئی۔ ایجنڈے یہ شق بھی شامل تھی کہ قانون انتقال منسوخ کرانے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن

مسلمانوں کو کانفرنس کے ایجنڈے سے اتفاق نہ تھا لہٰذا انھوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔(اقبال کے آخری دو سال،ص۴۲)

۶:انڈی پنڈنٹ پارٹی

قائداعظم محمد علی جناح کی جماعت۔۱۹۲۵ء میں یہ پارٹی کام کر رہی تھی۔۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء کو قائداعظم امپیریل لجس لیٹو کونسل میں بلامقابلہ بمبئی کے مسلمانوں کی طرف سے منتخب ہوئے تھے۔۳۰ جنوری ۱۹۲۴ء کو انھوں نے حلف اٹھایا۔بعدازاں قائد نے ہم خیال سیاسی رہنماؤں کے ساتھ انڈی پنڈنٹ کے نام سے ایک پارٹی تشکیل دی۔قائداعظم اس کے لیڈر تھے۔اپریل ۱۹۳۴ء میں جب قائداعظم واپس ہندوستان تشریف لائے،تو آپ نے ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو انڈین لجس لیٹو کونسل میں منتخب رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔انھوں نے پھر اس موقع پر اپنی پارٹی کو دوبارہ منظّم کر دیا۔اس پارٹی کے بائیس ارکان منتخب ہوئے تھے۔(اقبال کے آخری دو سال، ص۴۳۱،شریف المجاہد،ص۵۳۶،۵۶۲-۵۶۸)

۷:بھارت ماتا

ایک سیاسی تنظیم جو سردار اجیت سنگھ نے ۱۹۰۶ء میں قائم کی تھی۔اس کا صدر دفتر لاہور میں واقع تھا۔دفاتر چھوٹے کلرک اور کالج کے طلبہ اس کے رکن تھے۔لاہور میں کامیابی پانے کے بعد اجیت سنگھ نے اس تنظیم کو سارے صوبے میں پھیلا دیا۔اس نام کا ایک اخبار بھی نکالا گیا۔(ملفوظات اقبال،ص۴۲۴)

۸:جمعیت اقوام

انگریزی میں لیگ آف نیشنز۔پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے خاتمے کے بعد یہ دنیا کے ممالک کی عالمی تنظیم معرضِ وجود میں آئی۔۱۹۳۵ء میں ختم ہوگئی اور اس کی جگہ ایک نیا ادارہ اقوام متحدہ وجود میں آیا۔(کولمبیا وائی کنگ انسائیکلوپیڈیا، ص۱۰۰۴)

۹:جمعیت العلما

علمائے کرام کی جماعت۔مولانا عبدالباری فرنگی محل کی تحریک اور مسیح الملک حکیم اجمل خان کی تائید سے ۱۹۲۰ء میں دہلی میں اس جماعت کی بنیاد پڑی۔(یادرفتگان، ص۲۱۶)

۱۰:حلقہ نظام المشائخ

یہ تنظیم خواجہ حسن نظامی نے ۱۹۰۸ء میں قائم کی تھی۔ملا واحدی،قاضی لطیف الدین، پیرزادہ

درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اور سید علاؤالدین پیرزادہ درگاہ چراغ دہلی وغیرہ نے مل کر اس کی بنا ڈالی۔ تنظیم کے بنیادی مقاصد یہ تھے: (۱) علم تصوف کی حفاظت (۲) مشائخ صوفیہ کا اتحاد (۳) عرسوں اور خانقاہوں کی رسموں کی ان اصلاح جو شریعت اور طریقت کے خلاف ہوں (۴) مشائخ کے سیاسی حقوق کا تحفظ بذریعہ مسلم لیگ۔ سہروردی خاندان کے اکثر اراکان اس تنظیم کے رکن رہے۔ علامہ اقبال بھی اس کے رکن تھے۔ وہ اس تنظیم کو بہت اہم خیال کرتے تھے اور آخری عمر میں بھی اس میں عملی طور پر حصہ لینے کو تیار تھے۔ لیکن یہ تنظیم زیادہ عرصہ چل نہ پائی۔ (اقبال ریویو، اردو، لاہور، جولائی ۱۹۸۳ء، ص ۱۷)

۱۱: خدام کعبہ

ترکی میں جنگ طرابلس کے دوران مولانا شوکت علی نے اس تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محل اس کے صدر مقرر ہوئے۔ (یادرفتگان، ص ۵۸)

۱۲: سوراج

ایک سیاسی پارٹی خالصتاً ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ یہ اس وقت وجود میں آئی جب کانگریس دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ سوراج پارٹی کہلانے لگا جس کے صدر دیش بندھو چترا رنجن داس (۱۸۷۰۔۱۹۲۵ء) تھے۔ پنجاب کی دوسری لجسلیٹو کونسل جو جنوری ۱۹۲۴ء میں وجود میں آئی، تو اس میں سوراج پارٹی کے نو رکن شامل تھے۔ ۱۹۲۳ء میں پنڈت موتی لال نہرو پارٹی کے صدر مقرر ہوئے جو کانگریس کے دوسرے حصے کے بانی تھے۔ ۱۹۲۵ء میں بنگال کونسل کی صدارت کے لیے سوراج پارٹی کے رکن ڈاکٹر عبداللہ سہروردی امیدوار تھے۔ لیکن بعد میں سہروردی صاحب نے پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ مرکزی اسمبلی میں سوراج پارٹی کے ڈپٹی لیڈر سری نواس آئنگر تھے۔ سوراج پارٹی کا مقصد مکمل آزادی اور خودمختاری حاصل کرنا تھا۔ (انقلاب، ۸ فروری، ۱۹۳۱ء، (شریف المجاہد ص ۶۷۷)

۱۳: سیورے عہد نامہ

۱۹۲۰ء میں جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد ترک حکمراں محمد ششم اور اتحادیوں کے درمیان امن کا ایک معاہدہ۔ اس معاہدے میں روس اور امریکا شامل نہیں تھے۔ اس معاہدے کے باعث ترک سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور ترکی کے سبھی علاقوں پر اتحادیوں نے قبضہ کرلیا۔ کمال اتاترک نے یہ معاہدہ ماننے سے انکار کیا اور جنگ آزادی شروع کردی۔ (کولمبیا وائی کنگ ڈیسک، ص ۱۶۷۱)

۱۴: غدر پارٹی

۱۹۰۷ء میں کینیڈا کے مغربی شہر وینکوور میں آباد سکھوں نے خالصہ دیوان سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ بعدازاں دوسرے شہروں میں بھی اس کی شاخیں قائم کیں۔ اس کا مقصد انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان کو نجات دلانا تھا۔ یہی تنظیم بعد میں غدر پارٹی کے نام سے معروف ہوئی۔ سان فرانسسکو سے غدر نام کا ایک ہفت روزہ اخبار بھی جاری کیا گیا۔ چند ماہ میں غدر رسالے کا دائرہ ان ممالک تک وسیع ہو گیا جہاں ہندوستانی بستے تھے۔ اس کی ہزاروں کاپیاں ہندوستان بھی بھیجی جاتی تھیں۔ اس تنظیم کے ارکان نے پھر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں انگریزوں کے خلاف بم دھماکے کیے۔ پولیس کے آدمیوں اور مخبروں کو قتل کیا۔ سرمایہ کار ہندوؤں کو قتل کر کے ان کی دولت پارٹی کے مقاصد کے لیے حاصل کی گئی۔ ۱۳-۱۹۱۲ء میں دہلی اور لاہور میں اس پارٹی کا منتظم رش بہاری تھا۔ مرہٹہ برہمن این جی بنگلے بھی اس کا ایک نڈر ساتھی تھا۔ یہ پارٹی ۱۹۱۵ء تک سرگرمِ عمل رہی۔

۱۵: لبرل فیڈریشن

ایک تنظیم جس کی بنیاد اعتدال پسند ہندو کانگریسیوں نے اگست ۱۹۱۸ء میں رکھی تھی۔ اس کا پہلا اجلاس بمبئی میں ہوا۔ جلسے کی صدارت سر سریندر ناتھ بیزجی نے کی تھی، رفتہ رفتہ پرانے کانگریسی بھی اس میں شامل ہوتے گئے۔ ترک موالات کی ناکامی کے بعد اس نے خصوصاً عروج پایا۔ حتیٰ کہ مسٹر مانٹیگو سیکریٹری اسٹیٹ فار انڈیا بھی در پردہ اس کی حمایت کرنے لگے۔ ۱۹۳۵ء تک لبرل فیڈریشن کا بڑا زور رہا۔ اس کے بعض ارکان گول میز کانفرنسوں میں بھی شریک ہوئے۔ ان میں سر تیج بہادر سپرو نے بڑا نام پایا۔ ۴۳-۱۹۴۲ء تک یہ تنظیم برائے نام رہ گئی۔ اس میں سمجھدار، قابل اور ہوش مند سیاست دان شامل تھے۔ (اقبال کے حضور، ص ۴۲۵)

۱۶: لبرل کانفرنس

دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اجلاس کے بعد کانگریسی پالیسی سے نامتفق ہندو رہنماؤں مثلاً سر تیج بہادر سپرو، سر نواس شاستری، سریندر ناتھ بینرجی، ڈاکٹر پرنجے، پنڈت جگت نارائن، ڈاکٹر جیکر، این سی کیلکر وغیرہ نے کانگریس سے علیحدہ ہو کر لبرل کانفرنس کے نام سے الگ جماعت قائم کر لی تھی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۱۴)

۱۷: مجلس کشمیری

جنوری ۱۸۹۶ء میں مولوی تاج الدین، مترجم محکمہ عالیہ، حکومت پنجاب، لاہور نے مولوی احمد دین، جے اے وکیل، چیف کورٹ، پنجاب لاہور، منشی رحیم بخش، ہیڈ ریکارڈ کیپر محکمہ جنگلات پنجاب، میاں غلام رسول، کلرک ایگزیمینر آفس ریلوے لاہور اور منشی عبدالغفار، کلرک دفتر سینیٹری کمشنر، لاہور کے مشورے سے کشمیری مسلمانوں کی ایک مجلس قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس سلسلے میں تعلیم یافتہ کشمیری مسلمانوں کو خطوط لکھے گئے۔ ۱۶ فروری ۱۸۹۶ء کو مولوی تاج الدین کے مکان پر ساتھ ستر کشمیری جمع ہوئے اور اتفاق رائے سے ''مجلس کشمیری مسلمانان لاہور'' قائم کر دی گئی۔ اس کے میر مجلس میاں کریم بخش ٹھیکہ دار لاہور، جنرل سیکریٹری مولوی تاج الدین جب کہ جائنٹ سیکریٹری مولوی احمد دین مقرر ہوئے۔ مجلس کشمیری کے زیر اہتمام ایک رسالہ بھی نکالا گیا۔ اس کا پہلا شمارہ جون، جولائی ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ خواجہ کمال الدین، بی اے، پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور اس کے مدیر تھے۔ مذکورہ پہلے شمارے کے سرورق پر اقبال کی رباعی درج تھی۔ دسمبر ۱۹۰۱ء میں مجلس کے بجائے اسے انجمن کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ مجلس کے قیام پر اقبال بی اے کے طالب علم تھے۔ انھوں نے اس موقع پر ایک نظم پڑھی تھی، جس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ہزار شکر کہ اک انجمن ہوئی قائم — یقین ہے راہ پہ آئے گا طالع واژوں

(اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۲۱۵)

۱۸: نوجوان بھارت سبھا

سردار بھگت سنگھ نے ۱۹۲۷ء اس تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اس کا مقصد ملک کے نوجوان طبقے میں انقلابی نظریات پیدا کرنا اور انگریزوں سے جدوجہد کے لیے انھیں تیار کرنا تھا۔ لیکن یہ تنظیم ۱۹۳۱ء تک ہی قائم رہی۔ اس تنظیم کے تحت نوجوانوں کو بم بنانے اور دھماکے کرنے کے لیے عملی تربیت دی گئی۔ آگرہ اور لاہور میں بم بنانے کی فیکٹریاں قائم کی گئیں۔ اس سلسلے میں پنڈت کشوری لال نے کشمیر بلڈنگ، لاہور میں فیکٹری بنائی۔ لیکن پنڈت کشوری لال کشمیر پولیس کی نگاہ میں آ گیا۔ پولیس ایک دن اس کا پیچھا کرتے ہوئے فیکٹری تک پہنچ گئی۔ اب کئی گرفتاریاں ہوئیں۔ ۱۰ جولائی ۱۹۲۹ء کو مسٹر سری لش اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ شروع ہوا۔ ۲/اکتوبر ۱۹۳۰ء کو فیصلہ سنایا گیا۔ بھگت سنگھ، راج گرو اور سکھ دیو کو پھانسی کی سزا ملی، کشوری لال مہاویر سنگھ، وجے کمار سنہا، شوور ما، گیا پرشاد اور کمل ناتھ تیسواڑی کو عمر قید، کندن لال اور پریم دت کو بھی عمر قید ملی، چندر شیکھر نوجوان بھارت سبھا کا

کمانڈر انچیف تھا، وہ گرفتار نہ ہو سکا مگر ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء کو الہٰ آباد میں پولیس مقابلے میں مارا گیا۔

۱۹: نیشنل ایگری کلچرل پارٹی

پنجاب میں فضل حسین نے یونینسٹ پارٹی قائم کر رکھی تھی۔ یو پی میں بھی اسی طرز کی یہ تنظیم سر فضل حسین کی ایما پر بنائی گئی۔ نواب سر محمد احمد سعد خان چھتاری، سر محمد یوسف اور نواب زادہ لیاقت علی خان نے مسلم لیگ کی مرکزی بورڈ سے مستعفی ہو کر اس پارٹی شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۶ء میں یہ پارٹی موجود تھی لیکن غیر فعال شکل میں۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۵۷؛ شریف المجاہد، ص ۳۹۴)

۲۰: نیشنل پروگریسو پارٹی

راجا نریندر ناتھ کی ہندو پارٹی جو پہلے ہندو سبھا کے نام سے موسوم تھی۔ ۱۹۲۷ء میں اسے نیشنل پروگریسو پارٹی کا نیا نام دے دیا گیا۔ چھوٹو رام کے کئی ہندو رفقا یونینسٹ پارٹی چھوڑ کر اس پارٹی میں شامل ہو گئے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۹۸)

۲۱: نیشنلسٹ مسلم کانفرنس

کانگریس کے ہم خیال مسلمانوں کی سیاسی تنظیم۔ اس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد اور سیکریٹری تصدق احمد خان شروانی تھے۔ اس میں بعض ایسے مسلمان رہنما بھی شریک تھے، جو کانگریس کے باضابطہ رکن تو نہیں تھے، لیکن بالغ رائے دہندگی کی بنا پر مخلوط انتخاب کے شدید حامی تھے۔ ان رہنماؤں میں سر علی امام، سید حسن امام، مہاراجا محمود آباد نمایاں تھے۔

۲۲: ہجرت افغانستان تحریک

برطانیہ نے پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے دوران مسلمانانِ ہند سے وعدہ کیا تھا کہ وہ خلافت اور جزیرۃ العرب کو احترام و تحفظ دے گا۔ لیکن خاتمہ جنگ کے بعد انگریزوں نے اپنے تمام وعدے پس پشت ڈال دیے اور ایسی روش اختیار کی جو احترام خلافت اور تقدس جزیرۃ العرب کے سراسر خلاف تھی۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ برطانیہ کی کھلم کھلا مخالفت کرنے لگیں۔ تحریک ہجرت افغانستان بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے مسلمان قافلہ در قافلہ افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ دراصل تحریک خلافت کے لیڈروں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ سندھی مہاجرین کا بھی

ایک قافلہ لاہور سے ۱۲ جولائی ۱۹۲۰ء کو افغانستان جانے کے لیے گزرا۔ اس قافلے کے سالار جان محمد جونیجو بیرسٹر تھے۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۶۰، شریف المجاہد، ص ۳۴۴)

۲۳: ہوم رول لیگ

ستمبر ۱۹۱۶ء میں مسز بیسنٹ نے اس تنظیم کی بنا ڈالی۔ قائداعظم بھی اس میں شامل رہے۔ دسمبر ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ نے ایک متحدہ اسکیم منظور کی جس میں ہوم رول لیگ کی حمایت کی گئی تھی۔ اوڈوائر مسز بیسنٹ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔ اسی لیے وہ ہوم رول لیگ کی مخالفت کرتا رہتا۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۷۶)

۲۴: ہندو سبھا

پنڈت موہن موہن مالویہ نے ۱۹۰۶ء میں یہ تنظیم قائم کی تھی۔

۲۵: ہندو سماج

اس تنظیم کی بنیاد پنڈت اجودھیا ناتھ، شمبر ناتھ، اور اے این کا باڈے کے ساتھ پنڈت مدن موہن مالویہ نے ۱۸۸۰ء میں رکھی تھی۔ اس کا مقصد ہندوؤں کے سیاسی و معاشرتی حالات کو درست کرنا اور ان کی ہر طرح اعانت کرنا تھا۔ اس کی سب سے پہلی کانفرنس ۱۸۸۵ء میں منعقد ہوئی تھی۔ (جرنل خدا بخش لائبریری، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۰)

۲۶: یونینسٹ پارٹی

پنجاب میں شہری اور دیہاتی مسلمانوں کو تقسیم کرنا اور ان میں ایک حد دیوار قائم کر دینا۔ جنرل ڈائر کا مقصد تھا۔ پنجاب کی سیاست میں اسی تقسیم کے بطن سے یونینسٹ پارٹی نے جنم لیا۔ ۱۹۲۳ء میں سر فضل حسین اور چودھری لال چند نے یہ پارٹی قائم کی تھی۔ ۱۹/اپریل ۱۹۳۶ء کو میاں فضل حسین نے یونینسٹ پارٹی کے دور جدید کا افتتاح کیا۔ ممدوٹ ولا کو بعد ازاں صدر دفتر قرار پایا۔ میاں احمد یار خان دولتانہ کو چیف سیکریٹری جبکہ نواب ممدوٹ کو خزانچی مقرر کیا گیا۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۶ء کو سر سکندر حیات لاہور آئے تو ایک رسمی جلسے میں انھیں پارٹی کا صدر چن لیا گیا۔ انگریزی اخبار ایسٹرن ٹائمز اور اردو میں انقلاب اخبار اس کے بلند آہنگ نقیب تھے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ۴۵۔۱۶۷۔۲۷۰۔۲۹۴۔۳۱۳۔۳۲۹)

علمی و ادبی تنظیمیں

۱: اردو بزم مشاعرہ

ہندوؤں کی ادبی تنظیم، سکھشا سبھا کے مفید کارناموں سے متاثر ہو کر حکیم شجاع الدین محمد نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ حکیم امین الدین بیرسٹر کے مکان پر ہر ہفتے تنظیم کے تحت مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ۱۹۸۸ء، ص۳۲۹)

۲: اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

لاہور کا ایک علمی ادارہ جس کی بنیاد خواجہ عبدالوحید نے ۱۹۲۸ء میں رکھی۔ ۱۹۳۲ء میں جب علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت فرما کر واپس وطن تشریف لائے، تو خواجہ عبدالوحید نے اس ادارے کے زیر اہتمام یوم اقبال منانے کا اہتمام کیا۔ ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء کو یہ دن منایا گیا۔ ڈاکٹر تاثیر نے اس موقع پر ایک مقالہ پڑھا۔ ۱۹۳۴ء میں جامعہ ملیہ نے مشہور ترک عالم اور مجاہد حسین رؤف بے کو توسیعی لیکچروں کے لیے دہلی مدعو کیا تو خواجہ صاحب نے بھی انھیں لاہور آنے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی۔ فروری ۱۹۳۵ء میں ادارے کے زیر اہتمام پنجاب یونی ورسٹی ہال میں ایک جلسہ ہوا جس میں رؤف بے نے تقریر کی تھی۔ (اوراق گم گشتہ، ص۲۹۲۔۲۹۵)

۳: اقبال ایسوسی ایشن

لندن کی ایک تنظیم۔ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے علامہ اقبال نومبر ۱۹۳۱ء جب لندن تشریف لے گئے، تو وہاں مقیم چند اصحاب نے اقبال ایسوسی ایشن کے نام سے ایک علمی و ادبی تنظیم قائم کر دی۔ بعد ازاں تنظیم نے علامہ اقبال کے اعزاز میں ایک بہت بڑی تقریب کا انعقاد کیا۔ اس میں گول میز کانفرنس کے مندوبین کے علاوہ کئی اہل قلم انگریز بھی شریک ہوئے۔ قائداعظم نے بھی شرکت فرمائی اور علامہ صاحب کی مدح و ستائش میں ایک فصیح تقریر کی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص۳۰۹)

۴:۱ اقبال کلب

حیدرآباد دکن کی تنظیم۔ ۱۹۰۷ء سے قبل حیدرآباد دکن میں اقبال کلب وجود میں آچکا تھا۔ کلب کے بانیوں میں مولوی محمد عزیز مرزا اور مولوی فیاض علی جیسی مقتدر شخصیتیں شامل تھیں۔ اس کی محفلوں میں ریاست کے وزیراعظم مہاراجا کشن پرشاد بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اقبال کلب کے سیکریٹری افضل علی تھے۔ (اقبال بنام شاد، ص۳۰)

۵:۱ انجمن اتحاد

لاہور کی ایک تنظیم جس کی بنیاد ۱۸۹۰ میں حکیم شجاع الدین نے بھاٹی دروازہ بازار حکیماں میں رکھی۔ اس انجمن کے تحت عموماً مشاعرے منعقد کیے جاتے تھے۔ یہ مشاعرے حکیم امین الدین بیرسٹر کے مکان پر ہوتے۔ جو کلام یہاں پڑھا جاتا، وہ شور محشر نامی رسالے میں شائع کر دیا جاتا۔ طرحی غزلوں کا یہ گلدستہ ہر ماہ خان احمد حسین خان، بی اے کی زیرادارت انجمن کی طرف سے نکلتا تھا۔ احمد حسین خان ہی اس انجمن کے روح رواں اور اسسٹنٹ سیکریٹری تھے۔ شور محشر کے ایک شمارے میں انجمن کے پہلے مشاعرے کی روائیداد شائع ہوئی۔ اس میں ۳۰ شعراء حضرات کا ذکر ہے۔ ۳۰ نومبر ۱۸۹۵ء کو حکیم امین الدین کے عالی شان مکان پر شام کے چھ بجے منعقد ہوا تھا۔ اس میں اقبال شریک نہیں تھے۔ (حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں، ص۶۶۔۶۹)

۶:۱ انجمن اسلامیہ، امرتسر

یہ تنظیم اپریل ۱۸۷۳ء میں امرتسر میں قائم ہوئی۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء میں اس کے قواعد وضوابط مرتب ہوئے۔ اس کے بانی ارکان میں یہ حضرات شامل تھے۔ آغا کلب عابد خان بہادر، مفتی محمد مہدی خان بہادر اور شاہ محمد خان، خان بہادر (احمد سعید، انجمن اسلامیہ امرتسر ۱۸۷۳۔۱۹۴۷ء، تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۶ء)

۷:۱ انجمن ترقی اردو

اردو کی ترقی وترویج کے لیے قائم کی جانے والی تنظیم۔ ۱۹۰۳ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دہلی میں ہوا۔ اسی اجلاس میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا۔ صدر مقام علی گڑھ قرار پایا۔ انجمن کے پہلے صدر علی گڑھ کالج کے پروفیسر اور اقبال کے استاد آرنلڈ تھے اور پہلے سیکریٹری مولانا شبلی نعمانی تھے۔ مولانا شبلی جب علی گڑھ چھوڑ کر حیدرآباد چلے گئے تو مولوی

حبیب الرحمٰن شروانی انجمن کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں وہ بھی مستعفی ہو گئے۔ ان کے بعد عزیز مرزا سیکریٹری منتخب ہوئے مگر وہ دوسرے سال ہی وفات پا گئے۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں مولوی عبدالحق انجمن کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔ وہ برصغیر کی تقسیم تک اس منصب پر فائز رہے۔

۱۹۱۳ء میں مولوی صاحب نے انجمن کا دفتر علی گڑھ سے اورنگ آباد، دکن منتقل کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد مولوی عبدالحق ہجرت کر کے کراچی آ گئے تو یہاں انجمن ترقی اردو کی پاکستان شاخ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۱۳ء میں جب انجمن کی پہلی مجلس شوریٰ بنائی گئی، تو اقبال بھی اس کے رکن تھے اور آخر دم تک رہے۔ انجمن نے مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کرنے کے لیے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں جو مشاورتی کمیٹیاں قائم کی تھیں۔ ان میں سیاسیات اور فلسفے کی کمیٹیوں میں بھی اقبال شامل تھے۔ اس کے علاوہ مولوی عبدالحق وضع اصطلاحات اور تراجم کے سلسلے میں بھی اقبال سے مشورے لیا کرتے تھے۔ (اقبال اور عبدالحق، ص ۲۱۔۲۷)

۸: انجمن سخن

اس انجمن کا قیام ۱۹۰۸ء میں مولانا ظفر علی خان کے زیرِ اہتمام عمل میں آیا۔ ظہور رضوی کی وفات پر انجمن نے ایک جلسہ منعقد کیا تو اس کی صدارت علامہ اقبال نے فرمائی اور اپنا کلام بھی سنایا۔ انجمن ہی کی جانب سے مولانا ظفر علی خان کی کوششوں سے موچی دروازہ کے باہر وہ جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ صاحب نے اپنی مشہور نظم "جواب شکوہ" پڑھ کر سنائی۔ (دانائے راز، ص ۱۶۴)

۹: انجمن نعمانیہ

یہ ایک اسلامی درس گاہ کا نام ہے جو ۱۸۷۸ء میں قائم کی گئی۔ اس کے بانیوں میں مولوی خلیفہ تاج الدین، علامہ حکیم سلیم اللہ، حافظ عمر الدین، ڈپٹی خادم حسین، مولوی محرم علی چشتی اور منشی سراج الدین کے نام ملتے ہیں۔ یہ انجمن مسلمانوں بچوں کو خالص مذہبی تعلیم دینے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اس کے اساتذہ میں بعض نامور ہستیاں بھی شامل ہیں۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۵۳)

۱۰: بزم احباب

لاہور کی ایک ادبی تنظیم جو مولانا عبدالمجید سالک نے دوسرے احباب سے مل کر قائم کی تھی۔ اس کے زیرِ اہتمام عوامی مشاعرہ شروع کیا گیا۔ حکیم اللہ یار جوگی کے چھوٹے بھائی مرزا عبداللہ اس بزم کے کرتا دھرتا تھے۔ ابتدا میں یہ مشاعرہ شاہ عالمی دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی دائیں طرف ایک گلی میں ہوتا تھا۔ جب حاضرین کی تعداد زیادہ ہو گئی تو موچی دروازہ کے باہر باغ میں منعقد

ہونے لگا۔(عبدالمجید سالک، سر گزشت، ص ۵۵)

۱۱: پنجاب ہسٹاری کل سوسائٹی

۱۹۰۹ء میں اس تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔اس کا پہلا سالانہ اجلاس ۲۷/دسمبر ۱۹۱۰ء میں پنجاب یونی ورسٹی کے سینٹ ہال میں منعقد ہوا تھا۔دوسرا سالانہ اجلاس اسی ہال میں ۶ جنوری ۱۹۱۲ء کو منعقد کیا گیا۔(ذوالفقار علی، لاہور اینڈ دی پنجاب، ص ۲۱۷)

۱۲: للّی لاج

بیسویں صدی کے عشرہ اول میں لاہور میں ایک مکان للّی لاج کے نام سے مشہور تھا۔ یہ گھر محلّہ تھڑیاں بھابھڑیاں میں واقع تھا۔اس محلے میں جینی خاصی تعداد میں آباد تھے۔للّی لاج میں لاہور کے روشن خیال مسلمان بزرگوں کا ہر شام ایک اجتماع ہوتا تھا۔اس اجتماع میں رات گئے تک اہم علمی، ادبی اور قومی مسائل پر گفتگو ہوتی۔حضرت علامہ اقبال، شیخ عبدالقادر اور شہاب الدین اس محفل کی رونق بڑھاتے تھے۔مولوی احمد دین مصنف سر گزشت الفاظ بھی اکثر آتے۔ حضرت علامہ اس اجتماع میں ۱۹۰۸ء سے شرکت کرنے لگے تھے۔یہ لاج تین بھائیوں خواجہ کریم بخش، خواجہ رحیم بخش اور خواجہ امیر بخش کی مشترکہ ملکیت تھی۔۱۹۱۸ء میں یہ للّی لاج کا اجتماع اختتام کو پہنچا۔(اوراق گم گشتہ، ص ۲۸۴۔۲۹۲)

۱۳: وائی ایم سی اے (Y.M.C.A)

یہ ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن کا مخفف ہے۔ یہ عیسائیوں کا بین الاقوامی فلاحی ادارہ جو دوسرے مذاہب کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے بھی کام کرتا ہے۔جارج ولیمز نے بارہ جوانوں کے ساتھ مل کر ۱۸۴۴ء میں لندن میں قائم کیا تھا۔لاہور میں ۱۸۷۶ء میں ایک برطانوی انجینئر میجر ایڈورڈ ڈینو بری نے اس کی شاخ کھولی۔(معلوماتی پمفلٹ، وائی ایم سی اے، ۱۲۵ سال کی خدمت)

علمی ادارے

۱: آکسفورڈ یونی ورسٹی

انگلستان کی قدیم ترین یونی ورسٹی۔اس کی ابتدا بارہویں صدی کے شروع میں رہائشی کالج کے نظام کی حیثیت سے ہوئی۔۱۲۶۴ء میں اس کا نام مرٹن کالج رکھا گیا۔اس یونی ورسٹی کے تحت کئی خودمختار کالج منسلک ہیں۔(*The Columbia Viking Desk Encyclopedia*, p.1357)

۲: اسلامیہ کالج لاہور

لاہور کا مشہور تعلیمی ادارہ۔۱۸۸۴ء میں انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔۱۸۸۶ء میں انجمن نے ایک کرائے کے مکان میں مدرسۃ المسلمین قائم کردیا۔دوسال بعد یہ مدرسہ مڈل اور ۱۸۸۹ء میں ہائی اسکول بن گیا۔۱۸۹۲ء میں اسے کالج کا درجہ ملا،تو اس کا نیا نام اسلامیہ کالج رکھ دیا گیا۔۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ، شاہ افغانستان کے ہاتھوں ریلوے روڈ پر کالج کی موجودہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔اسی سال ریواز ہوسٹل کو تعمیر شروع ہوگئی۔تحریک پاکستان کو مقبول بنانے میں اس کالج کے طلبہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔(نقوش،لاہور نمبر،ص ۱۰۷)

۳: اسلامیہ ہائی اسکول شیرانوالہ گیٹ لاہور

۱۸۸۶ء میں انجمن حمایت اسلام کے زیر اہتمام تیں طلبہ کی قلیل تعداد کے ساتھ کرائے کے ایک مکان میں مدرسۃ المسلمین کی بنیاد رکھی گئی۔۱۸۸۸ء میں یہ مدرسہ مڈل اور ۱۸۸۹ء میں ہائی اسکول بن گیا۔مدرسۃ المسلمین بتدریج حویلی شاہ نواز،حویلی کرنل سکندر خان اور حویلی دھیان سنگھ سے ہوتا ہوا شیرانوالہ دروازہ میں منتقل ہوگیا۔انجمن حمایت اسلام کے ابتدائی سالانہ جلسے اسی مدرسے میں منعقد ہوتے تھے۔اس کا نام اسلامیہ ہائی اسکول،شیرانوالہ دروازہ تب رکھا گیا جب طلبہ کی کثرت کے پیش نظر یکم جنوری ۱۹۱۲ء کو یہاں سے ۴۰۲ طالب علم منتقل کرکے دوسرے ہائی اسکول کی بنیاد رکھی گئی۔(محمد حنیف شاہد،اقبال اور انجمن حمایت اسلام،ص ۳۵)

۴: الٰہ آباد یونی ورسٹی

الٰہ آباد شہر میں اس یونی ورسٹی کی بنیاد ۱۶ نومبر ۱۸۸۹ء کو رکھی گئی تھی۔ (پنجاب یونی ورسٹی کلینڈر ۱۹۳۲۔۱۹۳۳ء، ص ۱۱)

۵: اورینٹل کالج

لاہور کا معروف تعلیمی ادارہ۔ مئی ۱۸۶۶ء میں انجمن پنجاب، لاہور نے اس کالج کا اجرا کیا تھا۔ جون ۱۸۶۸ء میں فنڈ نہ ہونے کی بنا پر کالج بند کر دیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں دوبارہ اجرا ہوا۔ مارچ ۱۸۷۲ء اس کا نام اورینٹل اسکول رہا۔ پھر اورینٹل کالج رکھ دیا گیا۔ ۱۸۷۳ء میں کالج انارکلی میں کرایہ کی ایک عمارت میں منتقل ہوا۔ ۱۸۷۶ء میں گورنمنٹ کالج کی عمارت مکمل کر دی گئی۔ تو اورینٹل کالج اس کے شمال مشرقی گوشے میں منتقل ہوئی۔ ڈاکٹر لیٹنر کالج کے پہلے اعزازی پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۴؍اکتوبر ۱۸۸۲ء کو جب پنجاب یونی ورسٹی معرض وجود میں آئی تو اورینٹل کالج یونی ورسٹی کا وہ واحد تعلیمی ادارہ قرار پایا، جہاں ڈگری کی تعلیم دینے کا بندوبست تھا۔ ۱۸۸۴ء میں گورنمنٹ کالج سے عربی اور سنسکرت کے شعبے اورینٹل کالج منتقل کر دیے گئے۔ یوں عربی اور سنسکرت کے پروفیسر صاحبان، محمد حسین آزاد اور پنڈت بھگوان داس گورنمنٹ کالج سے تبدیل ہو کر اورینٹل کالج میں آ گئے۔ ۱۹۲۵ء میں کالج کی اپنی عمارت تعمیر ہوگئی۔ فروری ۱۹۲۵ء سے اورینٹل کالج میگزین کا اجرا ہوا۔ (اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۶۲ء)

۶: ایچی سن کالج

لاہور کا مشہور تعلیمی ادارہ۔ ہندوستانی شہزادوں اور جاگیرداروں، نوابوں اور رؤساؤں کے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی غرض سے انگریز حکومت نے لاہور، اجمیر، راج کوٹ، اندور اور رائے پور کے مقامات پر پانچ چیفس کالج قائم کیے تھے۔ یہ بھی ان میں شامل تھا۔ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس انفرنسٹن نے شمالی ہند کے شہزادوں اور جاگیرداروں کی اولاد کے لیے ۱۸۸۶ء میں لاہور میں ایچی سن کالج قائم کیا۔ مسٹر رابنسن اس کے پہلے پرنسپل بنائے گئے۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۶۹۷)

۷: ایم اے او کالج، امرتسر

انجمن اسلامیہ، امرتسر نے ۱۸۸۵ء میں شہر میں ایک اسکول قائم کیا تھا۔ وہ جو ۱۹۳۳ء میں کالج کے درجے پر ترقی پا گیا۔ اسی کا نام ایم اے او کالج رکھا گیا۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۷۱۰)

۸: ایم اے او کالج، علی گڑھ

سر سید احمد خان نے علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کے نام سے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو ایک مدرسے کی

بنیاد رکھی۔ یہی مدرسہ آگے چل کر کالج قرار پایا۔ ۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن کے ہاتھوں ایم اے او کالج علی گڑھ کی بنیاد رکھی گئی۔ (اردو کی نثری تاریخ میں سر سید کا مقام، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۶۷۔۶۸)

۹: بریڈلا ہال

لاہور کا ایک ہال۔ ۱۹۰۰ء کو تعمیر کیا گیا۔ سیاسی جماعت کانگریس نے اسے جلسے کرانے کے لیے بنوایا تھا۔ اس کی تعمیر کے لیے روپیہ طبقے کے لوگوں سے موصول ہوا۔ ہال میں عموماً کانگریس کے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ پہلا جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ جلسے کے صدر نرائن گیش چندر واکر تھے۔ (وکیل، امرتسر، ۷ جنوری ۱۹۰۱ء)

۱۰: پنجاب یونی ورسٹی

پاکستان کی قدیم ترین یونی ورسٹی جس کا شمار برصغیر کے اہم تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ انجمن پنجاب کے مطالبے پر حکومت نے ۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو لاہور یونی ورسٹی کالج قائم کیا۔ ۲۷ جون ۱۸۷۰ء کو اس کا نام پنجاب یونی ورسٹی کالج رکھ دیا گیا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو پنجاب یونی ورسٹی باقاعدہ طور پر وجود میں آ گئی۔ (اورینٹل کالج میگزین، صد سالہ نمبر، ص ۳۱۴)

۱۱: ٹرنٹی کالج

انگلستان کا ایک معروف تعلیمی ادارہ جو ۱۵۵۴ء میں قائم ہوا۔ (*The Columbia Viking Desk Encyc.* p 1357)

۱۲: جامعۃ الازہر

عالم اسلام کی مصر کی قدیم ترین اسلامی درس گاہ۔ ۹۷۲ھ میں اس کی بنیاد فاطمی حکمرانوں نے قاہرہ، مصر میں رکھی۔ (*The Columbia Viking Desk Encyc.* p 282)

۱۳: جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن کی یونی ورسٹی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ تقسیم ہند تک اس میں تمام مضامین اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں سر اکبر حیدری، مہاراجا سرکشن پرشاد، نواب مسعود جنگ اور نواب صدر یار جنگ بہادر نے اس کی داغ بیل ڈالی اور اسے ترقی دینے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ ۱۹۱۷ء ہی میں اس کا شعبہ تالیف و ترجمہ قائم ہوا۔ مولوی عبدالحق کے ماتحت آٹھ قابل مترجم مقرر ہوئے۔ ۲۸ اگست ۱۹۱۹ء کو فنون اور سائنس کی سال اول کی تعلیم کا افتتاح عمل میں آیا۔ ۱۹۲۳ء

پہلی مرتبہ بی اے اور ۱۹۲۵ء میں ایم اے اور ایل ایل بی کی جماعتوں کے امتحانات ہوئے۔ جامعہ کے پہلے وائس چانسلر مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی جبکہ پہلے سیکریٹری اکبر حیدری تھے۔ (انقلاب، لاہور، ۱۸ فروری ۱۹۳۱ء ص ۴۔ قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۶۹ء، ص ۱۲)

۱۴: جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، حسرت موہانی اور دیگر مسلم رہنماؤں نے ۲۰ / اکتوبر ۱۹۲۰ء کو اس تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی۔ اسے پہلے علی گڑھ میں قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں دہلی منتقل کر دیا گیا۔ دہلی میں حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے حسن تدبر اور انتظامی قابلیت کے باعث جامعہ دن دونی، رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔ (موج کوثر، ص ۱۴۵۔ ہسٹری آف ایم اے او کالج علی گڑھ، XVIII)

۱۵: دیال سنگھ کالج

لاہور کا مشہور کالج۔ لاہور میں ایک صاحب ثروت ہندو سردار دیال سنگھ مجھیٹیہ (۱۸۴۹ء۔ ۱۸۹۸ء) قیام پذیر تھے۔ سردار صاحب کی وصیت کے مطابق مئی ۱۹۱۰ء میں ان کے نام سے یہ کالج کھولا گیا۔ یہ کالج شروع ہی سے آزادی افکار اور قومی تحریکوں کا مرکز بن گیا۔ راجا رام موہن رائے کی تحریک، برہمو سماج سے کالج کے طلبہ نے بڑے اثرات قبول کیے۔ رام موہن رائے کے نام سے کالج کا ایک ہوسٹل بھی تعمیر کیا گیا۔ (صحیفہ، لاہور، مارچ ۱۹۹۰ء)

۱۶: دیانند اینگلو ویدک کالج

ہندوؤں کی تنظیم، آریہ سماج نے ڈی اے وی اسکول کے نام سے لاہور میں ۱۸۸۶ء میں یہ تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس کا نام فرقے کے بانی، سوامی دیانند کے نام پر رکھا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں اسے کالج کا درجہ ملا۔ پنجاب یونی ورسٹی نے یکم مئی ۱۸۸۹ء کو اسے بحیثیت کالج منظور کر لیا۔ ۱۸۹۴ء میں یہاں بی اے اور ۱۸۹۵ء میں ایم اے سنسکرت کی جماعتوں کا اجرا ہوا۔ عمارت مع بورڈنگ ہاؤس لوئر مال پر تعمیر کی گئی۔ (تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۱۱۵)

۱۷: رٹز (Ritz) ہوٹل:

لندن میں Ritz Caosar نے ۱۹۰۵ء میں یہ ہوٹل کھولا۔ پیرس میں اس نام کا ہوٹل ۱۸۹۸ء میں کھولا گیا۔ (Ency. Britannica, V.10, p.90)

۱۸: دیو بند

مشہور اسلامی مدرسے کی ابتدا ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو ہوئی۔ مدرسے کے بانیوں میں مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی اور پہلے مدرس ملا محمد محمود شامل تھے۔ مولانا محمد قاسم (۱۲۹۷۔۱۲۴۸ھ) کے نام پر مدرسے کا نام قاسم العلوم رکھا گیا۔ ۱۲۹۳ھ میں دار العلوم کی اپنی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ (موج کوثر، ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۳)

۱۹: سکاچ مشن اسکول، صدر سیالکوٹ

اسکاٹ لینڈ کے سکاچ مشن نے شہر سیالکوٹ میں ۱۸۵۷ء کے اوائل میں اپنی شاخ قائم کی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے دوران مشن کے سربراہ ریورنڈ ہنٹر مارے گئے۔ مارچ ۱۸۵۹ء میں سکاچ مشن کے دو پادری دوبارہ سیالکوٹ میں مقیم ہوئے۔ ۱۸۶۰ء کے اواخر میں انھوں نے سیالکوٹ صدر میں ایک پرائمری اسکول کھول لیا۔ دو برس بعد اسکول موجودہ جگہ منتقل ہو گیا۔ ۱۸۶۵ء میں اُسے مڈل بنایا گیا۔ ۱۸۷۹ء میں اسکول اپر پرائمری قرار پایا۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۸۳)

۲۰: سکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ شہر

سیالکوٹ شہر میں امریکن مشن نے ایک اسکول قائم کیا تھا۔ ۱۸۶۴ء میں امریکن مشن نے وہ اسکول بند کر دیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکاچ مشن نے اپنا اسکول قائم کر لیا۔ چونکہ مشن نے تسلی بخش کارکردگی دکھائی لہٰذا اس بات کو مدنظر رکھ کر حکومت نے شہر کا ضلعی اسکول یکم مئی ۱۸۶۸ء کو سکاچ مشن کی تحویل میں دے دیا۔ اسکول کی عمارت بھی مشن کو فروخت کر دی گئی۔ بعد ازاں مشن نے ان دونوں تعلیمی اداروں کو ضم کر کے سکاچ مشن اسکول قائم کر دیا۔ محمد اسمٰعیل اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۱ء میں یہ ہائی اسکول بن گیا۔ علامہ اقبال نے اسی درس گاہ سے مڈل اور میٹرک کے امتحان پاس کیے تھے۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۸۶)

۲۱: سکاچ مشن کالج

مئی ۱۸۸۹ء میں سکاچ مشن نے سیالکوٹ کے سکاچ مشن اسکول میں کالج کی پہلی جماعت یعنی فرسٹ ایئر شروع کر دی۔ ریورنڈ جے ڈبلیو ینگسن کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۰ء میں فرسٹ ایئر کے طلبہ سیکنڈ ایئر میں پہنچ گئے، یوں سکاچ مشن کالج مکمل طور پر قائم ہو گیا۔ ۱۸۹۱ء میں پہلی بار کالج کے طلبہ نے پنجاب یونی ورسٹی لاہور کا انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا۔ علامہ اقبال نے اس کالج کی فرسٹ ایئر جماعت میں ۵ مئی ۱۸۹۳ء کو داخلہ لیا تھا انھوں نے اسی درسگاہ

سے ۱۸۹۵ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ ۱۹۰۹ء میں کالج کی موجودہ عمارت تعمیر کی گئی۔ کیپٹن مرے مرحوم کے ورثا نے عمارت کی تعمیر کے لیے پندرہ سو پونڈ دیے تھے۔ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر نے نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ کالج پھر مرے کالج کہلانے لگا۔ ۱۹۱۳ء میں یہاں ڈگری سطح پر تعلیم دی جانے لگی۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی، ص ۹۶۔۱۰۰)

۲۲: سناتن دھرم کالج

لاہور کا تعلیمی ادارہ۔ ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا۔ اورینٹل کالج، لاہور میں سنسکرت کے پروفیسر لالہ گھبیر دیال شاستری کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ (تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۱۳۹۔۱۴۴)

۲۳: سینٹرل ٹریننگ کالج

حکومت نے ۱۸۸۱ء میں لاہور میں اس کی ابتدا کی۔ پہلے یہ حضوری باغ میں شروع ہوا تھا۔ پھر کچھ عرصے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور کی عمارت میں قائم رہا۔ ۱۸۸۷ء میں اپنی موجودہ جگہ منتقل ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے اس کالج کا الحاق کر دیا گیا۔ بی ٹی کا پہلا امتحان اپریل ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ (تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

۲۴: طبیہ کالج، لاہور

۱۸۷۶ء میں پنجاب یونی ورسٹی کے تحت طبیہ جماعتوں کا اجرا اورینٹل کالج میں ہو گیا تھا۔ پھر انھیں میڈیکل اسکول میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں طبیہ جماعتیں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سپرد کر دی گئیں۔ وہ اسلامیہ کالج کی عمارت میں ہونے لگیں۔ ۱۹۲۰ء تک اسلامیہ کالج میں اس کی جماعتیں ہوتی رہیں۔ ۱۹۲۶ء میں انجمن کی جنرل کونسل نے طبیہ کالج کو اسلامیہ کالج سے علیحدہ کر دیا۔ ۱۹۳۴ء میں انجمن نے برانڈرتھ روڈ پر اپنی دکانوں کے اوپر متعدد کمرے تعمیر کر کے طبیہ کالج قائم کر دیا۔ (نقوش، لاہور نمبر، ص ۷۰۸)

۲۵: فارمن کرسچن کالج لاہور

امریکی مشنری چارلس ڈبلیو فارمن نے ڈاکٹر جان نیوٹن کے ساتھ مل کر دسمبر ۱۸۴۹ء میں لاہور میں ایک اسکول کھولا۔ ۱۸۵۳ء میں یہ اسکول رنگ محل کی ایک بڑی عمارت میں منتقل ہو گیا اور رنگ محل مشن اسکول کہلایا۔ ۱۸۶۴ء میں اسکول کے ساتھ کالج کی جماعتوں کا اضافہ بھی ہو گیا اور یوں ایف سی کالج کی بنیاد پڑی۔

۲۶: کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور

لاہور کا مشہور میڈیکل کالج۔ ابتدا میں ۱۸۶۰ء میں میڈیکل اسکول کی حیثیت سے قائم ہوا۔ اس اسکول کے دو حصے تھے...... ایک حصہ ہندوستانی جماعت اور دوسرا انگریزی جماعت کا۔ پہلی بار ہندوستانی جماعت میں بیس طلبہ داخل ہوئے۔ انگریزی جماعت میں پانچ طلبہ کو داخلہ ملا۔ J. B. Scriven کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۳ء میں ہندوستانیوں کی پہلی جماعت کامیاب ہو کر نکلی۔ ۱۸۷۰ء میں موجودہ میو ہسپتال کی عمارت میں کالج منتقل ہو گیا۔ ڈاکٹر برٹن براؤن کے دورِ پرنسپلی میں ہسپتال کا نام ارل، مقتول میو وائسرائے ہند کے نام پر میو ہسپتال رکھا گیا۔ ۵ نومبر ۱۸۸۸ء کو کالج کا یوم تاسیس منایا گیا۔ پرنسپل کرنل سدرلینڈ کے عہد میں کنگ ایڈورڈ کالج نام رکھا دیا گیا۔ (Histroy Of K.E.M. College, Lahore, 1860-1960)

۲۷: کولمبیا یونی ورسٹی

امریکہ کی یونی ورسٹی جو نیو یارک شہر میں واقع ہے۔ ۱۷۵۴ء میں کنگز کالج کے نام سے یہ درس گاہ قائم کی گئی۔ امریکی انقلاب (۱۷۸۳۔۷۵) کے بعد ۱۷۸۴ء میں یہ کالج دوبارہ کھولا گیا۔ تب اس نے کولمبیا کالج کا نیا نام پایا۔ ۱۹۱۲ء سے کولمبیا یونی ورسٹی کا نام مل گیا۔ (*Columbia Viking Desk Ency*, p 398)

۲۸: کیمبرج یونی ورسٹی

برطانیہ کی دوسری قدیم ترین یونی ورسٹی اس کا ابتدا بارہویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی۔ یہ یونی ورسٹی کیم نامی دریا کے کنارے واقع ہے۔ تیرہویں صدی کے آخر میں اس کے ساتھ کالجوں کا الحاق شروع ہوا۔ یہاں انیس فیکلٹیز ہیں۔ ٹرائی پوس کا امتحان پاس کرنے پر بی اے کی ڈگری دی جاتی ہے۔ (*Columbia Viking Desk Enyc*, p. 290-91)

۲۹: گورنمنٹ کالج، لاہور

لاہور کا مشہور تعلیمی ادارہ۔ یکم جنوری ۱۸۶۴ء کو اس تعلیمی ادارے کی ابتدا ہوئی۔ آرٹس مضامین کا امتحان لینے کے سلسلے میں کلکتہ یونی ورسٹی کے ساتھ اسی سال الحاق ہو گیا۔ سی ڈبلیو الیگزینڈر انسپکٹر عارضی پرنسپل مقرر ہوئے۔ دسمبر میں مستقل پرنسپل ڈاکٹر لیٹنر نے پرنسپل کا چارج لے لیا۔ ابتدا میں راجا دھیان سنگھ کی حویلی میں ضلع اسکول کے ساتھ اس کا آغاز ہوا۔ نیز کلکتہ یونی ورسٹی سے میٹرک پاس شدہ نو طلبہ کالج میں داخل ہوئے۔ ان سب طلبہ کو حکومت نے وظیفہ دیا۔

اکتوبر ۱۸۷۶ء میں کالج موجودہ عمارت میں منتقل ہو گیا۔ ۱۸۷۷ء میں دہلی کالج بند ہوا، تو پر اس کا عملہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بھجوا دیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں مسٹر بیل کالج کے پرنسپل تھے، جب اقبال نے کالج کی تھرڈ ایئر میں داخلہ لیا۔(*A History of Govt. College Lahore*, 1964)

۳۰: لا اسکول، لاہور

مختار اور پلیڈر شپ کے لیے ۱۸۷۰ء میں یہ تعلیمی ادارہ کھولا گیا۔ ۹۸-۱۸۹۹ء میں اسکول کے پرنسپل پی مورٹن، بیرسٹر ایٹ لا (لیکچرار) تھے۔ دیگر اساتذہ میں لالہ لال چند گولک ناتھ، رادھا کشن کول، لالہ سرداری لال اور لالہ سنگم لال افراد پر مشتمل تھا۔ (پنجاب یونی ورسٹی کیلنڈر ۹۹-۱۸۹۸ء۔ مزید دیکھیے اسی کتاب کا سال نمبر ۱۸۹۸ء۔)

۳۱: لنکنز ان

برطانیہ، لندن میں قانون کی تعلیم دینے والے چار تاریخی اداروں میں سے ایک ادارہ۔ دوسرے ادارے یہ ہیں:

Gray's Inn, Inner Temple, Middle Temple۔ یہ چاروں ادارے بڑے قدیم ہیں۔ یہاں طلبہ کو صرف انگریزی قانون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جب کہ دیگر یونی ورسٹیوں میں رومی قانون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لنکنز ان اور دوسرے تینوں اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کا امتحان ایک خصوصی کونسل لیتی ہے۔ (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے اسی کتاب کا سال نمبر ۱۹۰۵ء)

۳۲: مدراس یونی ورسٹی

بھارت کی تیسری قدیم ترین یونی ورسٹی۔ یہ ۵ ستمبر ۱۸۵۷ء کو معرض وجود میں آئی۔ (پنجاب یونی ورسٹی کلینڈر ۱۹۳۲-۱۹۳۳ء، صفحہ ۱۱)

۳۳: مرے کالج سیالکوٹ:

دیکھیے: سکاچ مشن کالج، سیالکوٹ

۳۴: مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

سر سید احمد خان نے علی گڑھ میں ایک اسکول قائم کیا تھا جو ۱۸۷۷ء میں ایم اے او کالج کی شکل میں ڈھل گیا۔ ان کی خواہش تھی کہ اسے یونی ورسٹی کا درجہ دے دیا جائے۔ سر سید کی زندگی میں تو یہ خواہش پوری نہ ہو سکی لیکن ایم اے او کالج یکم دسمبر ۱۹۲۰ء کو مسلم یونی ورسٹی کے درجے پر ترقی پا گیا۔ (پنجاب یونی ورسٹی کلینڈر ۱۹۳۲-۱۹۹۳ء، ص ۱۱)

۳۵: میڈرڈ یونی ورسٹی

اسپین کی ایک یونی ورسٹی۔ اس کا پورا نام یہ ہے:

Madrid Complutensian University۔ میڈرڈ میں Alcala de Henares کے مقام پر ۱۴۹۹ء میں اس کی ابتدا ہوئی۔ ۱۸۳۶ء میں اسے میڈرڈ میں منتقل کیا گیا۔ (*The New Enyc. of Britannica*, vol.7 p.660)

۳۶: میکلیگن انجینئرنگ کالج

لاہور کے علاقہ مغل پورہ میں قائم ایک تعلیمی ادارہ۔ انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے یہ کالج اکتوبر ۱۹۲۳ء میں قائم کیا گیا۔ یہ سرکاری کالج تھا۔ (تاریخ صد سالہ جامعہ پنجاب، ص ۱۶۵)

۳۷: میونخ یونی ورسٹی

جرمنی کی مشہور یونی ورسٹی۔ اس کا پورا نام یہ ہے:

Ludwig Maximillan University of Munich۔ جرمن زبان میں اس کا نام یہ ہے: Ludwig Maximillans University Munchen مغربی جرمنی کی ریاست باوریا (Bavaria) میں یہ دانش گاہ ۱۴۷۲ء میں Ingolstadt میں ڈیوک آف باوریہ نے اسے قائم کیا۔ ۱۸۰۰ء میں بادشاہ Maximillan Joseph اسے Landshut لے گیا اور موجودہ نام دیا۔ ۱۸۲۶ء میں بادشاہ Ludwig اول اسے Munich کے مقام پر لے آیا۔ (*The New Encyclopedia Britannica*, vol. 8, p.418.)

۳۸: ندوۃ العلما

لکھنو کی مشہور اسلامی درس گاہ۔ ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۸ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ شمس العلما مولانا محمد حفیظ اللہ اس کے مہتمم اور مدرس اول مقرر ہوئے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی مدارس کے نصاب کو دورِ جدید کی ضرورت سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔ درس گاہ کے محرک مولوی عبدالغفور ڈپٹی کلکٹر تھے۔ اس کی تکمیل مولوی سید محمد علی کانپوری کے ہاتھوں ہوئی۔ (یاد رفتگان، ص ۲۷۴۔۳۲۲)

۳۹: ہائیڈل برگ یونی ورسٹی

مغربی جرمنی کے دریا نیکر کے کنارے آباد ہائیڈل برگ شہر کی مشہور درس گاہ۔ ۱۳۸۰ء میں یہ یونی ورسٹی قائم ہوئی تھی۔ ۱۸۰۳ء میں اسے قومی یونی ورسٹی کا درجہ مل گیا۔ اس یونی ورسٹی سے وابستہ کئی سائنس دانوں کو نوبل انعام مل چکا ہے۔ (*Iqbal Review*, Lahore, Oct-Dec 1986, p.73)

اخبار و رسائل

۱: احسان

پنجاب سے نکلنے والا اردو کا روزنامہ۔ لاہور سے ۱۹۳۴ء میں جاری ہوا۔ اس کے مالک نور الٰہی تھے۔ پہلے مدیر مرتضیٰ احمد خان میکش مقرر ہوئے۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۲۷)

۲: ادیب

ایک ماہوار رسالہ۔ آگرہ سے جنوری ۱۸۹۹ء میں اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ اس کے مدیر سید اکبر علی اکبر آبادی تھے۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۴۶)

۳: ادیب

الٰہ آباد سے نکلنے والا ماہوار رسالہ۔ جنوری ۱۹۱۰ء میں انڈین پریس سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر نوبت رائے لکھنوی تھے۔ یہ رسالہ ساڑھے تین برس تک شائع ہوتا رہا۔ نوبت رائے نظر صرف ڈیڑھ برس تک مدیر رہے۔ جولائی ۱۹۱۱ء میں پیارے لال شاکر میرٹھی جبکہ جنوری ۱۹۱۳ء میں عظیم آبادی مدیر ہوئے۔ یہ علمی و ادبی پرچہ تھا۔ (نگار پاکستان، کراچی، مارچ، اپریل ۱۹۷۱ء، ص ۲۳)

۴: اردو

انجمن ترقی اردو کا ترجمان۔ اورنگ آباد سے ۱۹۲۱ء میں جاری ہوا۔ یہ ایک سہ ماہی علمی و ادبی پرچہ تھا۔ اس کے پہلے مدیر مولوی عبدالحق تھے۔ یہ رسالہ ۱۹۳۶ء تک اورنگ آباد سے شائع ہوتا رہا۔ پھر ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک دہلی سے نکلا۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی سے انجمن ترقی اردو پاکستان اِسے شائع کرنے لگا۔ (اقبال اور عبدالحق)

۵: اسلام

انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ، لاہور کا ترجمان رسالہ۔ یہ انگریزی زبان میں شائع ہوتا تھا۔ ۷ جون ۱۹۳۴ء کو اس کا پہلا شمارہ طبع ہوا۔ اسلام پندرہ روزہ رسالہ تھا اور اس کے پہلے مدیر خواجہ عبدالوحید تھے۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں یہ رسالہ بند ہو گیا۔ علامہ اقبال اس رسالے میں دل چسپی لیتے تھے۔ شذرات لکھنے کے سلسلے میں علامہ صاحب خواجہ عبدالوحید کی ہمیشہ رہنمائی فرماتے رہے۔ مہینے کی سات اور بائیس تاریخ کو شائع ہوتا تھا۔ سرپرست مولانا احمد علی تھے۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۲۹۳ اور *Islam,* Lahore, vol.1 No.19, 7th March 1936)

۶: اسلامک کلچر

حیدر آباد دکن سے شائع ہونے والا یہ ماہوار انگریزی رسالہ۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۹۲۷ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مشہور نو مسلم مارماڈیوک پکتھال تھے۔ سول سروس ہاؤس، حیدر آباد سے نکلتا تھا۔ نواب عماد الملک بہادر، نواب سر امین جنگ، نواب حیدر نواز جنگ، نواب نظامت جنگ، نواب صدر یار جنگ اور نواب مسعود جنگ اس کے ابتدائی بورڈ آف ڈائریکٹروں میں شامل تھے۔

۷: اصلاح

پشاور سے نکلنے والا اردو رسالہ۔ ۱۹۱۷ء میں جاری ہوا۔ اس کے سرپرست محمد انور خان اورکزئی جبکہ پہلے مدیر بشیر احمد تھے۔ ۱۹۳۰ء میں خورشید علی مہر دہلوی اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ لاہور عجائب گھر میں اس کے کچھ شمارے موجود ہیں۔

۸: اکالی

امرتسر سے شائع ہونے والا اردو روزنامہ اخبار۔ ۱۹۲۴ء میں جاری ہوا۔ یہ بنیادی طور پر سکھوں کا اخبار تھا۔ اس کی پیشانی پر یہ جملہ تحریر ہوتا تھا:

ایک اونکار ست گورو پرشاد

اس کی قیمت فی پرچہ ایک آنہ جبکہ سالانہ چندہ اٹھارہ روپے تھا۔

۹: البیان

لکھنو سے شائع ہونے والا ماہوار رسالہ۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مولانا عبدالعلی آسی مدراسی کی رہبری اور ان کی ادارت میں نکلا۔ یہ اردو اور عربی زبانوں میں چھپتا تھا۔ اس کے مطبع کا نام اصح المطابع تھا۔ اس کے ہر صفحے پر دو کالم ہوتے۔ ایک میں عربی اور دوسرے میں اس کا اردو

ترجمہ چھاپا جاتا۔ اور آخر میں چند صفحے عرب ممالک کی خبروں اور اردو مضامین کے لیے مخصوص ہوتے۔ (یاد رفتگان، ص ۳۵۱)

۱۰: الخلیل

دہلی کا ایک اردو اخبار۔ ۱۹۲۸ء میں جاری ہوا۔ اس کا دفتر جامع مسجد کے قریب اردو بازار میں تھا۔ (ناقابل فراموش، دیوان سنگھ مفتون، ص ۴۸۷)

میرٹھ سے بھی الخلیل نام کا ایک اخبار ہفتے میں دوبار شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں اس کی عمر کا ۳۰ واں سال چل رہا تھا۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھا۔ اس کے مالک شیخ زبیر حسن جبکہ مدیر حکیم خورشید حسن خورشید سہارن پوری تھے۔ (الخلیل، میرٹھ، نمبر ۸۰، جلد ۳۰، ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

۱۱: الفضل

قادیانی مذہب کا ترجمان اخبار۔ جون ۱۹۱۳ء میں اس کا اجرا ہوا۔ بشیر الدین محمود احمد مرزا قادیانی نے یہ اخبار جاری کیا تھا۔ (مرزا طاہر احمد، سوانح فضل عمر، جلد اول، ربوہ، ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۸)

۱۲: الاہرام

مصر کا مشہور اخبار۔ عربی میں شائع ہوتا ہے۔ ۱۸۷۳ء میں جاری ہوا۔ ۱۹۳۱ء میں جب علامہ اقبال موتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کرنے بیت المقدس تشریف لے گئے تو اس اخبار نے اس اجتماع کی تصاویر شائع کی تھی۔ (روز گار فقیر، جلد دوم، ص ۳۰۸)

۱۳: الناظر

لکھنو کا ماہوار رسالہ۔ لکھنؤ سے ۱۹۰۹ میں ظفر الملک علوی کی ادارت میں جاری ہوا۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۵۸)

۱۴: انتخاب

لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ۔ پنجاب ہائی کورٹ کے کلرک مولوی غلام رسول اس رسالے کے مالک تھے۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ صرف چھ شمارے شائع ہو سکے۔ آخری شمارہ فروری۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں طبع ہوا۔ رسالے کے سر پرست سر ذوالفقار علی خان رکن کونسل آف اسٹیٹ تھے۔ مدیر اختر شیرانی مقرر ہوئے۔ علامہ اقبال کو نومبر ۱۹۲۵ء کا شمارہ موصول ہوا تو آپ نے اختر شیرانی کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

رسالہ انتخاب کے لیے سراپا سپاس ہوں، ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ ترقی کرے گا'' (اختر شیرانی

اور جدید اردو ادب، ص ۳۵۰)

۱۵: انڈین انٹی کیوری (Indian Antiquary)

انگریزی کا ایک ماہوار رسالہ۔ ۱۸۷۲ء میں بمبئی سے اخبار ٹائمز آف انڈیا کے دفتر سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر Jas Burgess تھے۔ اس رسالے کا مقصد مشرقی ممالک کے متعلق تحقیق، آثار قدیم، تاریخ، ادب، لسانیات، فلسفہ مذہب اور عوامی تہذیب وتمدن پر مضامین شائع کرنا تھا۔ اس کے تقریباً ۳۲ صفحات ہوتے تھے۔ سالانہ چندہ ۳۰ روپے تھا۔ اس کے مالک سر رچرڈ کارنگ ٹیمپل (پ ۱۸۵۶ء) تھے۔ (C.E Buckland, *Dictionary of Indian Biography*, p.61, 418)

۱۶: النساء

حیدرآباد دکن کا ماہوار رسالہ۔ ۱۹۱۹ء میں جاری ہوا۔ یہ خواتین کے لیے شائع کیا جاتا تھا۔ مدیرہ بیگم سید ہمایوں مرزا تھیں۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ)

۱۷: انقلاب

لاہور سے شائع ہونے والا اردو کا روزنامہ۔ لاہور سے مولانا غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک نے ۴؍اپریل ۱۹۲۷ء کو جاری کیا۔ ۱۹۳۶ء میں ہفت روزہ بنا دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی شائع ہوتا رہا۔ (قومی زبان، کراچی، جنوری ۱۹۷۲ء۔ اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۲۶)

۱۸: اودھ پنچ

لکھنو کا مشہور ہفت روزہ جو طنز ومزاح کی تحریریں چھاپتا تھا۔ ۱۸۷۷ء میں منشی سجاد حسین نے جاری کیا۔ ۱۹۱۳ء میں یہ بند ہوگیا۔ دو سال بعد ممتاز حسین کی ادارت میں دوبارہ جاری ہوا۔ لیکن وہ بھی زیادہ عرصے نہ چل سکا۔

۱۹: ایتھینیم (Athenaeum)

انگریزی کا ہفتہ وار رسالہ۔ ۱۸۲۸ء میں جاری ہوا اور ۱۹۲۱ء میں بند کر دیا گیا۔ یہ رسالہ عام طور پر تبصرہ کتب شائع کرتا تھا۔ (*Ency Britannica*, 1986 vol. 26, p.485)

۲۰: ایسٹ اینڈ ویسٹ

انگریزی کا ایک ماہوار رسالہ۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں جاری ہوا۔

۲۱: ایسٹرن ٹائمز

لاہور سے طبع ہونے والا انگریزی روزنامہ۔ مولوی فیروز الدین نے ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کو پہلا

شمارہ شائع کیا۔ چند روز علامہ یوسف علی اس کے مدیر رہے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۶ء میں اس کی اشاعت چار ہزار تھی۔ کم تعداد کی وجہ سے اسے جلد ہفت روزہ بنا دیا گیا۔ یہ یونینسٹ پارٹی کا اخبار تھا۔ ۱۹۴۰ء میں اسے پیسہ اخبار گروپ نے خرید لیا۔ ۱۹۴۲ء میں یہ پھر روزنامے کی حیثیت سے چھپنے لگا۔ (جرنل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، یونی ورسٹی آف پنجاب، جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۳۵)

مارچ ۱۹۴۴ء کے آخر اور اپریل کے شروع میں جب قائداعظم لاہور میں مقیم تھے تو انھوں نے مسلم لیگ اور پاکستان کی خبریں شائع کرنے کے لیے اس اخبار کو ایک لاکھ روپے میں خرید لیا۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۱۴۔ نقوش، لاہور نمبر، ص ۴۰۷)

۲۲: بانو

بھوپال کا ایک ماہوار رسالہ۔ خاتون ارشد نامی مالک و مدیرہ نے ۱۹۴۳ء میں جاری کیا۔ یہ خواتین کے محبوب اور پسندیدہ رسالے کی حیثیت سے عرصہ دراز تک جاری رہا۔ (اقبال اور بھوپال، ص ۶۵)

۲۳: بلاغ

امرتسر سے شائع ہونے والا ماہوار اردو رسالہ۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۴ء کو پہلا شمارہ جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر مولوی سید محمود علی پروفیسر رندھیر کالج، کپورتھلہ تھے۔ فروری ۱۹۳۱ء میں اس کے مدیر حکیم شہاب الدین امرتسری مقرر ہوئے۔ سالانہ چندہ اڑھائی روپے جبکہ پرچے کی قیمت چار آنے تھی۔ کتب خانہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ریلوے روڈ لاہور کے کتب خانہ میں اس کے چند پرچے موجود ہیں۔

۲۴: بمبئی کرانیکل

بمبئی سے طبع ہونے والے ماہوار انگریزی رسالہ۔ سرفیروز شاہ ایم مہتہ نے ۱۹۱۳ء میں اسے شائع کرنا شروع کیا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کے مدیر سید عبداللہ بریلوی تھے۔ فی پرچہ قیمت فی پرچہ دو آنے تھی۔ ڈیوک پکتھال بھی کچھ عرصہ اس رسالے کے مدیر رہے۔ (*Bombay Chronicle Bombay*, vol. xvii, No. 25 June 16, 1926)

۲۵: بندے ماترم

لاہور کا ایک اردو روزنامہ۔ ۱۹۲۰ء میں نکلنا شروع ہوا۔ پہلے اس کے مدیر لالہ لاجپت رائے اور شریک مدیر رام پرشاد تھے۔ بنیادی طور پر ہندوؤں کا اخبار تھا۔ اخبار کے سرورق پر یہ تحریر ہوتا تھا:

سوراجیہ ہمارا پیدائشی حق ہے　　　محسن ہے، مہربان ہے، سارے جہان کی جان ہے

آؤ جھکائیں سر کو بھارت ہماری ماں ہے　　مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا

(جانباز مرزا، کاروان احرار، جلد ۳، ص ۱۵۴)

۲۶: بہارستان

اردو کا ایک ماہنامہ۔ مئی ۱۹۲۶ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر مسئول اختر شیرانی تھے۔ معاون مدیر رفیق اجمیری تھے۔ بعد میں نازش رضوی بھی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے۔ یہ پرچہ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ (اختر شیرانی اور جدید اردو ادب، ص ۳۵۵)

۲۷: پرتاپ

لاہور سے شائع ہونے والا اردو اخبار۔ ۳۰ مارچ ۱۹۲۰ء کو نکلنا شروع ہوا۔ اس کی قیمت فی پرچہ تین پیسے تھی۔ اتوار کو خصوصی شمارہ شائع ہوتا۔ اخبار کے پہلے مدیر کرشن بی اے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں اس کے مدیر نانک چند ناز مقرر ہوئے۔ قیمت ایک آنہ تھی۔ اس کا نعرہ تھا: ''پنجاب کے سیاسی جیون میں نئی روح پھونکنے والا''۔ اسے بھی زیادہ تر ہندو خریدتے تھے۔ (ڈاکٹر مسکین علی حجازی، پنجاب میں اردو صحافت، ۱۹۹۵ء، ص ۳۷۶)

۲۸: پنجہ فولاد

لاہور کا ہفتہ وار اردو اخبار۔ محمد دین فوق نے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا۔ یہ مسلمانوں میں خاصا حد مقبول تھا۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں بند ہو گیا۔ پنجہ فولاد کے جاری ہونے پر علامہ اقبال نے اس کے تعارف میں ایک طویل نظم فرمائی تھی۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

پنجہ فولاد اک اخبار ہے　　جس سے سارا ہند واقف کار ہے
ہے مدلل رائے اس اخبار کی　　ہے وہ کافر جس کو کچھ انکار ہے
تین رائج سکے قیمت سال کی　　اس سے سستا کون سا اخبار ہے
اور پھر انعام میں ناول ہیں مفت　　واہ کیا سودا ہے، کیا بیوپار ہے

(دانائے راز، ۳۳۰۔۳۳۲)

۲۹: پیام

کلکتہ سے شائع ہونے والا روزنامہ۔ ایک بار مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ساتھ عبدالرحمٰن ندوی نگرامی کو کلکتہ لے گئے تھے۔ ۱۹۲۰ء سے اپنی نگرانی میں پیام روزنامہ جاری کیا۔ (مولانا عبدالماجد دریابادی، معاصرین، ص ۲۴۴)

۳۰: پیغامِ صلح

لاہور کی جماعت احمدیہ (قادیانی) کا سہ روزہ اخبار۔

۳۱: پیسہ اخبار

لاہور کا مشہور اخبار۔ اس کے مالک منشی محبوب عالم تھے۔ یہ لاہور سے ۱۸۸۷ء میں ہفت روزے کی صورت سے جاری ہوا۔ بعد میں روزنامہ کر دیا گیا۔ منشی صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۲۴ء میں بند ہو گیا۔ اس اخبار کی قیمت صرف ایک پیسہ تھی۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۱۹)

۳۲: تہذیبِ نسواں

لاہور سے طبع ہونے مشہور ہفت روزہ۔ یہ خواتین کے لیے مخصوص تھا۔ مولوی ممتاز علی نے یکم جولائی ۱۸۹۸ء کو اس کا پہلا شمارہ چھاپا تھا۔ ۱۹۴۹ء تک یہ رسالہ مسلسل شائع ہوتا رہا۔ اس کی مدیرہ مولوی صاحب کی زوجہ محمدی بیگم تھیں۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۴۵)

۳۳: تیج

لاہور سے شائع ہونے والا اخبار۔ مئی ۱۹۲۳ء میں جاری ہوا۔ یہ خالصتاً فرقہ پرست اخبار تھا۔ شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا حامی، کچھ عرصہ کانگریس نے اپنے ترجمان کے طور پر بھی اسے استعمال کیا۔ (ایم ایس ناز، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ، ص ۲۷۸)

۳۴: ٹریبیون

انگریزی کا مشہور روزنامہ۔ ۱۸۸۱ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ کانگریسی لیڈر سر نیدر ناتھ بینرجی کے مشورے پر سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ نے اسے جاری کرنے کے سلسلے میں مالی تعاون کیا۔ پانچ سال بعد یہ ہفت روزہ سے سہ روزہ ہو گیا۔ ۱۹۰۶ء میں روزنامہ بنا دیا گیا۔ بعد میں اس کا انتظام و انصرام ایک ٹرسٹ کے سپرد ہو گیا۔ یہ اخبار کانگریس کا حامی تھا۔ (ایم ایس ناز، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ، ص ۳۱۰)

۳۵: جاٹ گزٹ

ایک رسالہ جو ضلع رہتک کے ایک ہندو زمیندار چودھری لال چند نے جاری کیا۔ اس میں میاں فضل حسین مضامین شائع ہوتے تھے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۶۴)

۳۶: خدنگِ نظر

ایک ماہنامہ گلدستہ جس میں اردو غزلیں شائع ہوتی تھیں۔ نوبت رائے لکھنوی نے

ستمبر ۱۸۹۷ء میں لکھنو سے اس کا آغاز کیا۔ بعد میں غزلوں کے علاوہ دیگر مضامین بھی شائع ہونے لگے۔ آغا مظہر نے رسالہ کامیاب بنانے کے سلسلے میں کافی کوششیں کی۔ غزلوں کی فراہمی کے لیے انھوں نے مشاعروں کا کافی بندوبست کیا لیکن یہ رسالہ زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔ (نگار پاکستان، کراچی، مارچ اپریل، ۱۹۷۱ء)

۳۷: خلافت

اردو کا اخبار۔ بمبئی سے ۱۹۲۱ء میں جاری شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے مدیر عبدالغنی بی اے علیگ تھے۔ قیمت فی پرچہ ایک آنہ تھی۔ یہ خلافت پریس واقع جیکب سرکل، بمبئی میں طبع ہوتا تھا۔ لاہور میوزیم کے کتب خانے میں اس کے کچھ شمارے موجود ہیں۔

۳۸: دی آبزرور (The Observer)

انگریزی کا ہفت روزہ اخبار۔ ۱۹۲۳ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کے مدیر D. G. Upson تھے۔ (*The Observer, Lahore*. vol.4, April 18, 1926)

۳۹: دی دکن ٹائمز (The Deccan Times)

انگریزی کا ایک ہفت روزہ۔ مدراس سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہونے لگا۔ مدراس کے سابق میئر عبدالحمید خان ایم ایل اے اس کے اعزازی مدیر اعلیٰ تھے۔ شریک مدیر محمود حسن، بی اے، علی گڑھ تھے۔ سالانہ چندہ تین روپیہ، جبکہ فی شمارہ ایک قیمت آنہ تھی۔ (*The Deccan Times*, Madras, vol.vii, No. 35, Feb. 9, 19410)

۴۰: دی ٹروتھ (The Truth)

انگریزی کا ہفت روزہ اخبار۔ ۱۹۳۴ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اس کا مقصد مذہبی اور معاشرتی اصلاح احوال تھا۔ فضل کریم خان درانی اور سید محمد شاہ اس کے مدیران میں شامل تھے۔ فضل کریم انگریزی کے فاضل انشا پرداز تھے۔ قیمت پانچ پیسے تھی۔

۴۱: دی مسلم آؤٹ لک (The Muslim Outlook)

لاہور سے شائع ہونے انگریزی روزنامہ۔ یہ مسلمانوں کا پہلا اخبار تھا، جو میاں فضل حسین، وزیر تعلیم، حکومت پنجاب کی حمایت کرنے کے لیے نکلا کیوں کہ ہندو اخبارات اور ہندو لیڈر میاں صاحب کے خلاف شور کرتے رہتے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں اخبار کی قیمت ایک آنہ تھی۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۳۹۔ *The Muslim Outlook*, Lahore Dec 30, 1929.)

۴۲: دی مسلم ورلڈ

ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ۔ نیویارک سے ۱۹۱۱ء میں جاری ہوا۔ ناشر و مدیر کے نزدیک اسے شائع کرنے کا مقصد یہ تھا:

A Christian Quarterly Review of Current Events Literature and Thought Among Mohammadans.

اس کے مدیر Samuel M. Zwemer D. D. تھے۔ (*The Muslim World*, New York, Jan.1935, No.1, vol. xxv)

۴۳: دی مسلم اسٹینڈرڈ

انگریزی کا اخبار۔ لندن سے ۱۹۲۰ء میں جاری ہوا۔ (*The Muslim Standard*, London. No.19, Sep.19, 1922)

۴۴: دیش

لاہور سے ایک ہندو صحافی لالہ دینا ناتھ نے ہندوستان اور دیپک نامی اخبار جاری کیے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں یہ دونوں اخبار بند ہو گئے تو انھوں نے ایک اور روزنامہ دیش جاری کر دیا۔ شروع شروع میں اس کی اشاعت ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ پھر دیکھتے دیکھتے تین ہزار تعداد ہوگئی۔ ۱۹۲۱ء کے بعد اشاعت میں حیرت انگریز طور پر کمی آنے لگی اور ۱۹۲۴ء میں یہ اخبار بھی بند ہو گیا۔ (ایم ایس ناز، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ، ص ۲۶۳)

۴۵: دی نیشن

انگریزی کا اردو اخبار۔ ۱۹۲۳ء سے چند سال قبل لاہور سے چھپنا شروع ہوا۔ سکھوں کا اخبار تھا۔ ۲۷/اگست ۱۹۲۳ء کو شرومنی گردوارہ پربندھک کمیٹی کے سردار بہادر مہتاب سنگھ، سردار ہری کشن سنگھ، سردار منگل سنگھ، سردار تیجا سنگھ سمندری، گیانی شیر سنگھ اور سردار بھاگ سنگھ وغیرہ نیشن چلانے والی کمپنی کے رکن بن گئے۔ جلد ہی اخبار کی تعداد پانچ ہزار تک ہوگئی۔ روس کے انقلابی جرائد کی طرح سردار گرودت سنگھ نیشن کے پہلے ڈمی ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے۔

۴۶: ذخیرہ

حیدرآباد دکن کا مشہور ماہوار رسالہ۔ اس کے پہلے مدیر ناظر احسن ہوش بلگرامی تھے۔ ۱۹۱۵ء میں جاری ہوا۔ تین برس تک کامیابی سے شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۱۸ء میں ہوش صاحب حیدرآباد بدر

ہوئے تو یہ رسالہ بھی بند ہو گیا۔(اقبال بنام شاد، ص ۱۴۸)

۴۷: رہبر دکن

حیدر آباد دکن سے شائع ہونے والا روزنامہ۔ ۱۹۲۰ء میں نکلنا شروع ہوا۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں اس کے مدیر سید احمد محی الدین تھے۔ فی پرچہ قیمت دو آنے تھی۔ یہ اعظم اسٹیم پریس میں مطبع ہوتا تھا۔ اس کے تقریباً بیس صفحات ہوتے تھے۔

۴۸: زمانہ

اردو ماہنامہ۔ بریلی سے فروری ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر منشی شیو برت لال ورمن تھے۔ نومبر۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں منشی دیا نرائن نگم یہ اخبار کان پور سے نکالنے لگے اور اسے بہت ترقی دی۔ یہ علمی اور ادبی رسالہ تھا۔ (یاد رفتگان، ص ۲۴۴۔ اردو کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۵۳)

۴۹: زمیندار

لاہور کا مشہور اردو اخبار۔ اس اخبار کا آغاز ۱۹۰۳ء میں ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین نے کیا تھا۔ شروع میں ہفت روزہ تھا۔ ۱۹۰۹ء میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا تو مولوی ظفر علی خان نے اسے اپنی تحویل میں لیا اور اسے لاہور لے آئے۔ ۵/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو یہ روزنامہ شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۱۴ء میں عارضی طور پر بند ہوا۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں دوبارہ اجرا ہوا۔ اس کے بعد کئی بار بند ہو کر پھر شائع ہوتا رہا۔ (مسکین علی حجازی، پنجاب میں اردو صحافت، ص ۲۶۵)

مولانا ظفر علی خان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے مولانا اختر علی خان نے اخبار کو سنبھال لیا۔ ان کی وفات ۱۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔ پھر اخبار جاری نہ رہ سکا اور ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ (محمد اسلم، وفات مشاہیر پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۸)

۵۰: ساقی

اردو ادب کا مشہور ترجمان۔ شاہد احمد دہلوی نے یہ ماہوار رسالہ جنوری ۱۹۳۰ء میں دہلی سے جاری کیا۔ (قومی زبان، کراچی، جولائی ۱۹۶۳ء، ص ۸)

۵۱: ستارہ صبح

لاہور کا اردو اخبار۔ اس کا پہلا شمارہ ۸/ اگست ۱۹۱۷ء بمطابق چہار شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۵ھ کو شائع ہوا۔ قیمت ایک آنہ تھی۔ یہ بڑی تقطیع کا اخبار تھا۔ اس کے مدیر مولانا ظفر علی خان تھے۔ ۱۹۱۸ء میں اس کی قیمت روپیہ ہو گئی۔ لاہور عجائب گھر کے کتب خانے میں اس کے شمارے موجود

ہیں۔(اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ،ص۱۲۳)

۵۲:اسٹار آف انڈیا

انگریزی کا روزنامہ اخبار۔کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔راغب احسن اسی اخبار سے منسلک تھے۔(اقبال جہان دیگر،ص۱۱)

۵۳:سچ

اردو کا ہفت روزہ رسالہ۔ظفر الملک علوی نے ۱۹۲۵ء میں لکھنو سے جاری کیا۔عبدالماجد دریابادی اس کی ادارت میں شامل تھے۔یہ عبدالرحمٰن ندوی کے اصلاحی خیالات کا سب سے بڑا مظہر تھا۔ندوی صاحب رسالے کے شریک مدیر تھے۔مجلس ادارت میں ظفر الملک اور عبدالرحمٰن نگرامی کے نام بھی شامل تھے۔یہ ایک اصلاحی پرچہ،نیم سیاسی اور نیم مذہبی رسالہ تھا۔جولائی ۱۹۳۰ء میں صوبائی حکومت نے سچ سے ضمانت طلب کی تو یہ بند ہو گیا۔کئی ماہ بند رہنے کے بعد از سر نو جاری ہوا۔(یاد رفتگان،ص۶۵؛مولانا عبدالماجد دریابادی،آپ بیتی،ص۲۱۹؛عبدالماجد دریابادی،معاصرین،ص۲۲۵)

۵۴:سول اینڈ ملٹری گزٹ

انگریزی کا مشہور اخبار۔۱۸۷۲ء میں شملہ سے شائع ہونے لگا۔آغاز میں روزنامہ تھا۔۱۸۷۶ء میں لاہور منتقل ہوا اور روزنامہ بنا دیا گیا۔۱۹۳۳ء تک اس کا انتظام ایک کمپنی چلاتی رہی،جو پائینر،الہ آباد کی بھی مالک تھی۔پھر مشہور ہند سیٹھ ڈالمیا نے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے بیشتر حصص خرید لیے،تقسیم ہند تک یہ اخبار پوری آب وتاب سے لاہور سے شائع ہوتا رہا۔۷نومبر۱۹۸۴ء کو بھی اس کا شمارہ شائع ہوا۔(ایم ایس ناز،اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ،ص۳۰۹)

۵۵:سہیل

ایک ماہوار علمی اور ادبی پرچہ۔علی گڑھ سے پروفیسر رشید احمد صدیقی نے جنوری ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔کچھ عرصہ بعد آل احمد سرور اس کے معاون مدیر مقرر ہوئے۔وسط ۱۹۲۷ء میں سہیل کا چھٹا شمارہ شائع ہوا،تو یہ بند ہو گیا۔۱۹۳۵ء کے آخر میں دوبارہ جاری ہوا اور اب اسے سالنامہ پرچہ بنا دیا گیا۔(رشید احمد صدیقی،سہیل کی سرگزشت،کراچی)

۵۶:سہیلی

امرتسر کا ماہوار رسالہ۔ستمبر۱۹۲۴ء میں جاری ہوا۔نومبر ۱۹۲۶ء میں اس کا پہلا سالگرہ نمبر شائع

ہوا۔ سالانہ چندہ تین روپے تھا۔ جامعہ پنجاب کے کتب خانے میں اس کے دو شمارے موجود ہیں۔

۵۷: سیاست

لاہور کا اردو اخبار۔ یکم اپریل ۱۹۱۹ء کو سید حبیب جلال پوری نے اسے جاری کیا۔ ۳۶۔۱۹۳۷ء میں سیاست بند ہو گیا۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء میں دوبارہ شائع ہونے لگا۔ مسلمانوں میں مشہور تھا۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۳۴۔ منادی، دہلی، ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء)

۵۸: سیٹر ڈے ریویو

انگریزی کا رسالہ۔ ۱۸۵۵ء میں اس کا اجرا ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں بند کر دیا گیا۔ اس رسالے میں دو ممتاز ڈراما نگار جارج برنارڈ شا اور Max Beerbohm تبصرے کیا کرتے تھے۔ (*Ency. Britannica*, v.26, p.485)

۵۹: مہتابِ اردو

اردو کا ماہنامہ رسالہ ۱۹۲۰ء میں جاری ہوا۔ (صحیفہ، لاہور، جولائی ستمبر، ۱۹۸۸ء، ص ۴۷)

۶۰: شورِ محشر

ایک ادبی رسالہ جسے ۱۸۹۰ء میں حکیم محمد شجاع نے لاہور سے جاری کیا۔ (صحیفہ، لاہور، جولائی ستمبر، ۱۹۸۸ء، ص ۴۳) یہ ایک تنظیم اردو بزم مشاعرہ کا ترجمان تھا۔ ایڈیٹر خان احمد حسین خان تھے جو ناول نگار، ادیب اور شاعر تھے۔ اس رسالے میں مشاعروں کی روداد شائع ہوتی تھی۔ (روزگار فقیر، جلد دوم، ص ۳۲۹۔ حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں، ص ۶۸)

۶۱: سوشیالوجیکل ریویو

انگریزی رسالہ۔ لندن سے جنوری ۱۹۰۸ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے مدیر L.T. Hobouse تھے۔ پہلے شمارے کے ۴۰۵ سے زائد صفحات تھے۔ اس میں مقالے، مباحث اور تبصرہ کتب شائع ہوتے تھے۔ جولائی ۱۹۰۸ء کے شمارے میں اقبال کا بھی ایک مقالہ شائع ہوا۔

۶۲: صوفی

اردو رسالہ۔ منڈی بہاؤالدین سے سید حیدر شاہ جلال پوری کی یاد میں جاری ہوا۔ مقامی زمین دار، ملک محمد الدین اس کے مدیر تھے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی کسی سال سے یہ جاری ہوا۔ جامعہ پنجاب کے کتب خانے میں اس کے ۲۳ شمارے موجود ہیں۔ تاہم اس کے شماروں کے نمبروں میں بڑی بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ کتب خانے میں جولائی ۱۹۱۱ء کا شمارہ بھی موجود ہے

جس پر جلد ۵، نمبر ۶ درج ہے۔

۶۳: عبرت

ایک علمی جریدہ۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی شائع کرتے تھے۔ علامہ اقبال باقاعدگی سے اس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ کبھی کبھی خط لکھ کر مولانا کے کسی مضمون کی داد بھی دیتے تھے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۱)

۶۴: علی گڑھ منتھلی

اردو کا ماہنامہ رسالہ۔ اس کے مدیر سید ولایت حسین تھے۔ علی گڑھ سے یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا۔ اس کا نصف اردو جبکہ نصف انگریزی میں ہوتا تھا۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۵۲)

۶۵: فانوس خیال

ماہوار ادبی رسالہ۔ اسے پٹھان کوٹ سے مولانا عبدالمجید سالک نے صرف بیس برس کی عمر میں ۱۹۱۴ء میں جاری کیا۔ یہ صرف دس ماہ جاری رہ سکا۔ سالک صاحب نے علامہ اقبال کی ایک نظم اجازت کے بغیر شائع کی تو علامہ نے انھیں قانونی نوٹس بھجوادیا تھا۔ (سر گزشت سالک، ص ۶۷)

۶۶: ماڈرن ریویو

الہ آباد سے جنوری ۱۹۰۷ء میں جاری ہوا۔ اس کے مالک و مدیر بابو رامانند چٹرجی تھے۔ جنوری ۱۹۰۸ء میں بابو صاحب اسے کلکتہ لے آئے۔ یہ پھر آفس کارنوالیس اسٹریٹ کلکتہ سے شائع ہونے لگا۔ (*Modern Review*, Allahabad, Jan-Jun 1928; *The Tribuline*, Lahore, Oct 30, 1929)

۶۷: مرقع

ایک ادبی رسالہ۔ سید مقبول حسین وصل بلگرامی نے لکھنو سے ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔ تین برس بعد بند ہوگیا۔ وصل بلگرامی نے رسالے کے سرورق کے لیے علامہ اقبال سے ایک مناسب شعر بھجوانے کی استدعا کی تھی۔ اقبال نے انھیں یہ شعر ارسال کیا تھا:

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ　　　عشق کارے ست کہ بے آہ وفغاں نیز کنند

۶۸: مشاعرہ

ایک ماہوار گلدستہ۔ منشی دین محمد نے لاہور سے ۱۹۰۹ء میں جاری کیا، اس میں مختلف

مشاعروں میں پڑھی جانے والی مشہور غزلیں شائع کی جاتی تھیں۔(اقبال بنام شاد، ص۲۲۳)

۶۹: معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ۔ یکم جولائی ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ سے حاجی محمد اسمٰعیل خان نے جاری کیا۔ اس کے پہلے مدیر وحید الدین سلیم تھے۔ ۱۹۰۱ء میں وحید صاحب اسے پانی پت لے آئے۔ دسمبر ۱۹۰۱ء میں بند ہو گیا۔(مولانا عبدالماجد دریا آبادی، آپ بیتی نمبر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۲۱۶)۔ وسط ۱۹۱۶ء میں مولانا شبلی نے دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے معارف کے نام ہی سے ایک اور رسالہ جاری کیا۔(مغیرہ حامد علی، اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص۱۴۵)

۷۰: ملاپ

لاہور کا اردو اخبار۔ ۱۳/ اپریل ۱۹۲۳ء کو جاری ہوا۔ اس کے بانی مہاشے خوش حال چند خورسند تھے۔ مہاشے پہلے آریہ گزٹ نکالتے تھے۔ ملاپ آریہ سماج تحریک کا ترجمان تھا۔ (ایم ایس ناز، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ، ص۲۷۸)

۷۱: منادی

دہلی سے شائع ہونے والا ہفت روزہ باتصویر رسالہ۔ خواجہ حسن نظامی نے اسے ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔ پہلے مدیر ابن عربی مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں فقیر عاشق مدیر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں خواجہ حسن نظامی مدیر بن گئے۔ قیمت ایک آنہ فی پرچہ تھی۔ اس کے چند شمارے کتب خانہ لاہور عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔(اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص۱۲۵)

۷۲: نظام

اردو رسالہ۔ منشی محمد الدین فوق نے فروری ۱۹۱۸ء میں جاری کیا۔ علامہ اقبال نے یہ رسالہ نکالنے پر منشی صاحب کو مبارک باد کا خط تحریر فرمایا تھا۔ علامہ صاحب نظام میں اشاعت کے لیے اپنا کلام بھی روانہ کرتے تھے۔(حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں، ص۳۰۱)

۷۳: نظام گزٹ

اردو اخبار۔ دہلی سے اکتوبر ۱۹۲۸ء میں جاری ہوا۔ یہ صبح و شام دو بار شائع ہوتا۔ اس کے مدیر ابن عربی تھے۔ تاجدار دکن، میر عثمان علی خان نظام الملک آصف جاہ کے سفر دہلی کی معلومات عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے خواجہ حسن نظامی نے اسے جاری کیا تھا۔

۷۴: نقیب

اردو ماہنامہ۔ وحید احمد مسعود بدایونی نے مارچ ۱۹۱۹ء میں جاری کیا۔ یہ بدایوں سے شائع ہوتا تھا۔ ایک سال بعد بند ہو کر ۱۹۲۱ء میں دوبارہ نکلنے لگا۔ آخری شمارہ اپریل ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ (اوراق گم گشتہ، ص ۱۶۹۔۱۷۵)

۷۵: نیرنگ خیال

اردو کا مشہور ادبی ماہنامہ۔ حکیم محمد یوسف نے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے جاری کیا۔ یہ آج بھی شائع ہو رہا ہے۔ (اردو زبان کی ترقی میں اردو صحافت کا حصہ، ص ۱۷۳)

۷۶: نیوٹائمز

انگریزی کا ہفت روزہ اخبار۔ ملک برکت علی نے دس ہزار روپیہ صرف کر کے اکتوبر، نومبر ۱۹۳۶ء میں لاہور سے اس کا اجرا کیا۔ علامہ اقبال نے بڑی خوشی سے اس ہفت روزہ اخبار کی سرپرستی قبول فرمالی تھی۔ جب تک آپ زندہ رہے، اخبار کے سرورق پر ان کا نام بطور سرپرست شائع ہوتا رہا۔ یہ اخبار ۱۹۳۹ء کے اوائل تک جاری رہا۔ بعد میں خسارے کی وجہ سے بند ہو گیا۔ یہ مسلم لیگ کا ترجمان اخبار تھا۔ قائداعظم بھی خصوصاً اس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ (اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۵۸)

۷۷: ورتمان

ایک ماہوار جریدہ۔ امرتسر سے اپریل ۱۹۲۷ء میں گیان چند کی ادارت میں جاری ہوا۔ (انقلاب، لاہور، ۹ر اگست ۱۹۲۷)

۷۸: وطن

اردو رسالہ۔ مولوی انشاء اللہ خان انشا نے لاہور سے ۱۹۰۱ء میں اسے جاری کیا۔ اس کے مالک و مدیر مولوی صاحب ہی تھے۔ اخبار میں اسلامی تاریخ، دولت عثمانیہ، ترکوں اور ترکی کے متعلق خبریں شائع ہوتی تھیں۔ علامہ اقبال جب اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یورپ تشریف لے گئے، تو انھوں نے اپنا سفرنامہ بغرض اشاعت وطن کو بھجوایا تھا۔ اس کے چند شمارے لاہور عجائب گھر کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ (سید نذیر نیازی، دانائے راز، ص ۲۰۷)

۷۹: وکیل

اردو ہفت روزہ رسالہ۔ پادری رجب علی نے امرتسر سے یکم جنوری ۱۸۷۴ء کو جاری کیا۔ وہ کچھ عرصے بھی بند ہو گیا۔ بعد ازاں شیخ غلام محمد، مختار عدالت نے اپنی سرپرستی میں امرتسر سے ۱۸۹۵ء میں اسی نام کے رسالے کا اجرا کیا۔ مرزا حیرت اس کے پہلے مدیر مقرر ہوئے۔ اپریل

۱۹۰۶ء میں ابوالکلام آزاد مدیر بنائے گئے۔ نومبر ۱۹۰۶ء میں آزاد الگ ہو گئے۔ اگست ۱۹۰۷ء میں دوبارہ مدیر مقرر ہوئے۔ یہ ہر دوشنبہ کے دن روز بازار پریس، امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی پیشانی پر یہ کلمہ درج ہوتا: ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل''

اس کے چند شمارے کتب خانہ لاہور عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ (قومی زبان، کراچی، نومبر ۱۹۶۷ء، ص ۳۹، یادرفتگان، ص ۳۵۳)

۸۰: ہزار داستان

اردو کا ادبی رسالہ۔ لاہور سے حکیم احمد شجاع نے ۱۹۱۹ء میں جاری کیا۔ یہ پندرہ روزہ رسالہ تھا۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۶۶)

۸۱: ہمایوں

اردو کا مشہور ادبی و علمی جریدہ۔ اس نام کا پہلا رسالہ بدایوں سے یکم جنوری ۱۸۸۵ء میں ماہوار گلدستہ کی صورت جاری ہوا تھا۔ اس کے مالک افضل علی تھے۔ (قومی زبان، کراچی، نومبر ۱۹۶۷ء)

بعدازاں لاہور سے میاں بشیر احمد نے اپنے والد شاہ دین ہمایوں کی یاد میں اسی نام کا ایک ماہوار رسالہ ۱۹۲۲ء میں جاری کیا۔ اس کے پہلے مدیر معاون مولانا تاجور نجیب آبادی تھے۔ ۱۹۵۷ء میں یہ بند ہو گیا۔ (مغیرہ حامد علی، اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۷۱)

۸۲: ہمدرد

اردو اخبار۔ اول اول دہلی سے ۱۹۱۲ء میں نقیب ہمدرد کے نام سے ایک ورق کا روزنامہ جاری ہوا۔ ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء میں ہمدرد باقاعدہ اخبار کی صورت میں شائع ہونے لگا۔ اس کے آٹھ صفحات ہوتے۔ مدیر مولانا محمد علی جوہر تھے۔ وہ یہ اخبار کوچہ چیلان، دہلی سے صادق علی کے زیر اہتمام ہمدرد پریس سے طبع کراتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم (۱۴۔۱۹۱۸ء) کے دوران ہمدرد بند ہو گیا۔ ۱۹۲۴ء میں دوبارہ جاری ہوا۔ ۱۲/اپریل ۱۹۲۹ء کو پھر بند ہو گیا۔ ہمدرد کے پہلے پرچے میں علامہ اقبال کی مشہور نظم ''فاطمہ بنت عبداللہ'' شائع ہوئی تھی۔ (اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا حصہ، ص ۱۲۱۔ الہلال، کلکتہ، ۱۶/اگست ۱۹۱۳ء)

۸۳: ہندوستان ریویو

انگریزی کا ماہوار رسالہ۔ ۱۸۹۱ء میں انڈین پریس، الٰہ آباد سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مدیر سچید انند اسنہا بار ایٹ لا تھے۔

دستاویزات

باب نمبر ۴

ا۔نصاب

(۱)بی اے۔انگریزی۔

1 GOLD SMITH. ESSAYS.

2 JOHN WILLIAM KAYE. LIVES OF INDIAN OFFICERS.

3 JOHN FORSTER. THE LIFE AND TIMES OF O. GOLDSMITH

4- J.M.D. MEIKLEJOHN. A SHORT HISTORY OF THE ENGLISH LANGUAGE.

5- THOMAS A - SHAW. A HISTORY OF ENGLISH LITERATURE

6- SELECTED POEMS OF MATHEW ARVOL - LONDON - 1888

(۲)بی اے۔عربی۔

بحوالہ یونیورسٹی بی اے کورس عربی۔

سید مسعود، مسعود تجارت۔

(۳)بی اے۔فلسفہ۔

1 JAMES SULLY. OUTLINES OF PSYCHOLOGY.

2 PAUL JANET THE THEORY OF MORALS.

3 THOMAS FOWLER THE ELEMENTS OF INDUCTIVE LOGIC.

4- ROBERT FLINT. THEISM (NAT IQBAL THEOLOGY)

(۴)ایم اے فلاسفی کا نصاب۔

۲۔امتحانی پرچہ۔نتیجہ

(i)	بی اے۔انگریزی	۱۸۹۷۔A
(ii)	بی اے۔انگریزی	۱۸۹۷۔B
(iii)	بی اے۔انگریزی	۱۸۹۷۔ORAL
(iv)	بی اے۔عربی	۱۸۹۷۔A
(v)	بی اے۔عربی	۱۸۹۷۔B
(vi)	بی اے۔فزکس	۱۸۹۷۔A
(vii)	بی اے۔فزکس	۱۸۹۷۔B
(viii)	ایم اے۔فلاسفی۔پرچہ I	۱۸۹۹
(ix)	ایم اے۔فلاسفی۔پرچہ II	۱۸۹۹
(x)	ایم اے۔فلاسفی۔پرچہ III	۱۸۹۹
(xi)	ایم اے۔فلاسفی۔پرچے IV-V-VI	۱۸۹۹
(xii)	ابتدائی امتحان قانون ۱۸۹۸ء	PRELIMINARY EZAMINAT ON IN LAW
(xiii)	بی اے کا نتیجہ ۱۸۹۹ء بحوالہ گزٹ ۱۸۹۷ء	پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر

۳۔ بار ایٹ لا اور بی اے۔

(۱) لنکنز ان میں داخلہ۔

(۲) بار ایٹ لا کے تعلیمی سال نصاب کی تفصیل۔

(۳) بار ایٹ لا کا نصاب۔

(۴) کیمبرج یونی ورسٹی میں بی اے کے لیے تحقیقی مقالہ کی منظوری۔

(۶) بار ایٹ لا کے امتحان کے سوالیہ پرچے۔

(۷) لنکنز ان کی اسپیشل کونسل کے اجلاس کی کارروائی ۔۲۹ر جون ۱۹۰۸ء۔

(۸) بار ایٹ لا کی ڈگری کے لیے ۵۰ پونڈ فیس کی ادائیگی۔

(۹) بار ایٹ لا کا نتیجہ۔

(۱۰) بار ایٹ لا کا نتیجہ میرٹ کے لحاظ سے۔

۴۔ ڈاکٹریٹ

(۱) میونخ یونی ورسٹی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی۔

۵۔ وظیفہ

(۱) ریاست بھوپال سے تاحیات وظیفہ کی منظوری۔

بی۔ اے۔ انگریزی

ESSAYS.

BY

MR. GOLDSMITH.

Collecta Revirescunt.

London:

Printed for W. Griffin, in Fetter Lane.[1]

MDCCLXV.

---

[1] Griffin the next year removed to Catherine Street in the Strand, where he set up the sign of Garrick's Head. The second edition of these "Essays" was published in Catherine Street.

CONTENTS.

PREFACE.

Essay

I. Introductory Paper.

II. The Story of Alcander and Septimius; taken from a Byzantine Historian.

III. On Happiness of Temper.

IV. Description of various Clubs.

V. On the Use of Language.

VI. On Generosity and Justice.

VII. On the Education of Youth.

VIII. On the Versatility of Popular Favour.

IX. Specimen of a Magazine in Miniature.

X. Beau Tibbs, a Character.

XI. Beau Tibbs, continued.

XII. On the Irresolution of Youth.

XIII. On Mad Dogs.

XIV. On the increased Love of Life with Age.

XV. On the Passion of Women for Levelling all distinctions of Dress.

XVI. Asem the Man-hater; an Eastern Tale.

XVII. On the English Clergy and Popular Preachers.

XVIII. On the Advantages to be derived from sending a judicious Traveller to Asia.

XIX. A Reverie at the Boar's Head Tavern in Eastcheap.

XX. On Quack Doctors.

XXI. Adventures of a Strolling Player.

XXII. Rules enjoined to be observed at a Russian Assembly

XXIII. The Genius of Love; an Eastern Apologue.

XXIV. The Distresses of a Common Soldier.

XXV. Supposed to be written by the Ordinary of Newgate.

XXVI. Written at the time of the last Coronation.

XXVII. To the Printer.

XXVIII. The Double Transformation: a Tale.

XXIX. A new Simile in the manner of Swift.

THE PREFACE.

The following Essays have already appeared at different times, and in different publications. The pamphlets in which they were inserted being generally unsuccessful, these shared the common fate, without assisting the booksellers' aims, or extending the writer's reputation. The public was too strenuously employed with their own follies, to be assiduous in estimating mine; so that many of my best attempts in this way, have fallen victims to the transient topic of the times; the Ghost in Cock Lane,[1] or the Siege[2] of Ticonderoga.

But though they have past pretty silently into the world, I can by no means complain of their circulation. The magazines and papers of the day have, indeed, been liberal enough in this respect. Most of these Essays have been regularly reprinted twice or thrice a year, and conveyed to the public through the kennel of some engaging compilation. If there be a pride in multiplied editions, I have seen some of my labours sixteen times reprinted, and claimed by different parents as their own. I have seen them flourished at the beginning with praise, and signed at the end with the names of Philautos, Philalethes, Phileleutheros, and Philanthropos.[3] These gentlemen have kindly stood sponsors to my productions, and to flatter me more, have always taken my errors on themselves.

It is time, however, at last, to vindicate my claims; and as these entertainers of the public, as they call themselves, have partly lived upon me for some years, let me now try if I cannot live a little upon myself. I would desire, in this case, to imitate the fat man who I have somewhere read of in a shipwreck, who, when the sailors, prest by famine, were taking slices from his posteriors to satisfy their

[1] See note at p. 156, and vol. iv. p. 359, *The Mystery Revealed.* [2] *See* p. 263.

[3] "The public were more importantly employed, than to observe the easy simplicity of my style, or the harmony of my periods. Sheet after sheet was thrown off to oblivion. My Essays were buried among the essays upon liberty, eastern tales, and cures for the bite of a mad dog; while Philautos, Philalethes, Phileleutheros, and Philanthropos all wrote better, because they wrote faster than I."—*The Vicar of Wakefield*, ch. xx.

[4] Past them as their own.—*First Edition.*

LIVES OF INDIAN OFFICERS

Illustrative of the History of the Civil and Military Service of India

MAJOR D'ARCY TODD—SIR HENRY LAWRENCE—GENERAL NEILL—GENERAL JOHN NICHOLSON

BY JOHN WILLIAM KAYE
AUTHOR OF "THE HISTORY OF THE WAR IN AFGHANISTAN," ETC. ETC.

PUNJAB PUBLIC LIBRARY
ESTABLISHED 1884
LAHORE

LONDON
DALDY, ISBISTER & CO.
56, LUDGATE HILL
1878

[*The Right of Translation is reserved.*]

بی اے انگریزی

ZA, 3742
Syed ...
LAHORE

LIVES

INDIAN OFFICERS

PUBLIC LIBRARY ...SHED 1884 LAHORE

MAJOR D'ARCY TODD.

[BORN 1808.—DIED 1845.]

ELLIOTT D'ARCY TODD was born on the 28th of January, 1808, in Bury-street, St James's. He was the third and youngest son of Mr Fryer Todd, a Yorkshire gentleman, of good family and fortune, who, seeking to increase his store by speculation, had the ill fortune to reduce it. The undertakings in which he embarked were wholly unsuccessful, and when little D'Arcy was three years old, his home was broken up and swept away by the tide of misfortune, and it devolved on others to provide for the education of Mr Todd's children. It happened fortunately, that there were those who were both willing and able to undertake the charge. Mr Todd had married Mary Evans—known in our literary history as the 'Mary' of Samuel Taylor Coleridge;* and her brother, Mr William

* Coleridge was acquainted with, and attached to, her from a

THE MINERVA LIBRARY OF FAMOUS BOOKS.

Edited by G. T. BETTANY M.A., B.Sc.

THE

LIFE AND TIMES

OF

OLIVER GOLDSMITH

BY

JOHN FORSTER

AUTHOR OF "THE LIFE OF CHARLES DICKENS," "WALTER SAVAGE LANDOR,"
"STATESMEN OF THE COMMONWEALTH," ETC., ETC.

WITH ILLUSTRATIONS

AFTER DESIGNS BY

C. STANFIELD, R.A., D. MACLISE, R.A., JOHN LEECH,
RICHARD DOYLE and ROBERT JAMES HAMERTON.

AND

A BIOGRAPHICAL SKETCH OF THE AUTHOR.

THIRD EDITION.

WARD, LOCK AND Co.
LONDON, NEW YORK, AND MELBOURNE.
1890

[All rights reserved.]

OLIVER GOLDSMITH.

LIST OF ILLUSTRATIONS.

FIRST BOOK.

	PAGE
Frontispiece (Occupations preceding Authorship)	5
Goldsmith learning his Letters	9
The Sizar and Ballad-singer	19
Goldsmith and his College Tutor	22
The Alehouse at Ballymahon	25
The Reception at Ballymahon	29
Goldsmith and Voltaire	43
The Reception in London	48
Poor Physician to the Poor	50
At Doctor Milner's	55

SECOND BOOK.

Frontispiece (Writing for Bread)	63
At the Dunciad	67
Goldsmith and Horace Walpole	75
Goldsmith's Garret	80
An Author and his Readers	90
Green Arbour-court	94
Goldsmith and his Landlady	102
Mr. Percy visits Goldsmith	110

THIRD BOOK.

Frontispiece (Goldsmith and the Booksellers)	125
Profiting by the Spiders	135
Goldsmith's Night Wanderings	137
Hogarth at Islington	176
After Supper at the Mitre	192
Reynolds at Islington	201
Johnson at Islington	206
Doctor Goldsmith	226
Facsimile of a Letter by Goldsmith	261
Goldsmith Conjuring	263
At the Window in Garden-court	287

FOURTH BOOK.

Frontispiece (Dignities of Authorship)	289
After the Comedy	297
The Shoemaker's Holiday	307
In Westminster Abbey and on Temple Bar	318
Garrick and the Blood-coloured Coat	331
The Landing at Calais	356
The Royal Academy Dinner	372
Boswell's Election to the Club	432
Goldsmith and Reynolds at Vauxhall	449
The Author's Present and Future	472

BOOK THE FIRST.

CHAPTER I.

SCHOOL DAYS AND HOLIDAYS. 1728—1745.

The marble in Westminster Abbey is correct in the place, but not in the time, of the birth of Oliver Goldsmith. He was born at a small old parsonage house (supposed afterwards to be haunted by the fairies, or good people of the district, who could not however save it from being levelled to the ground) in a lonely, remote, and almost inaccessible Irish village on the southern banks of the river Inny, called Pallas, or Pallasmore, the property of the Edgeworths of Edgeworthstown, in the county of Longford, on the 10th of November, 1728: a little more than three years earlier than the date upon his epitaph. His father, the reverend Charles Goldsmith, descended from a family which had long been settled in Ireland, and held various offices or dignities in connexion with the established church, was a protestant clergyman with an uncertain stipend, which, with the help of some fields he farmed, and occasional duties performed for the rector of the adjoining parish of Kilkenny West (the reverend Mr. Green) who was uncle to his wife, averaged forty pounds a year. In May, 1718, he had married Anne, the daughter of the reverend Oliver Jones, who was master of the school at Elphin, to which he had gone in boyhood; and before 1728 four children had been the issue of the marriage. A new birth was but a new burthen; and little dreamt the humble village preacher, then or ever, that from the date of that tenth of November on which his Oliver was born, his own virtues and very foibles were to be a legacy of pleasure to many generations of men. For they who have loved, laughed, or wept, with the father of the man in black in the *Citizen of the World*, 1728.

A SHORT HISTORY

OF

THE ENGLISH LANGUAGE

BY

J. M. D. MEIKLEJOHN, M.A.

PROFESSOR OF THE THEORY, HISTORY, AND PRACTICE OF EDUCATION
IN THE UNIVERSITY OF ST. ANDREWS

SEVENTH EDITION

LONDON:
ALFRED M. HOLDEN
73 PATERNOSTER ROW, E.C.
1895

[All rights reserved.]

This short sketch forms Part III. of Professor Meiklejohn's book: 'The English Language; its Grammar, History, and Literature.'

CONTENTS.

	PAGE
THE ENGLISH LANGUAGE, AND THE FAMILY TO WHICH IT BELONGS	1
THE PERIODS OF ENGLISH	6
HISTORY OF THE VOCABULARY	10
HISTORY OF THE GRAMMAR	47
SPECIMENS OF ENGLISH OF DIFFERENT PERIODS . .	58
MODERN ENGLISH	66
LANDMARKS IN THE HISTORY OF THE ENGLISH LANGUAGE	74

INTRODUCTION.

1. Tongue, Speech, Language.—We speak of the "English tongue" or of the "French language"; and we say of two nations that they "do not understand each other's speech." The existence of these three words—**speech, tongue, language**—**proves to us that a language is something spoken,—that it is a number of sounds**; and that the writing or printing of it **upon paper is a** quite secondary matter. Language, rightly considered, then, is an **organised set of sounds.** These sounds convey a meaning from the mind of the speaker to the mind of the hearer, and thus serve to connect man with man.

2. Written Language.—It took many hundreds of years—perhaps thousands—before human beings were able to invent a mode of writing upon paper—that is, of representing **sounds** by **signs.** These signs are called **letters**; and the whole set of them goes by the name of the **Alphabet**—from the two first letters of the Greek alphabet, which are called *alpha, beta.* There are languages that have never been put upon paper at all, such as many of the African languages, many in the South Sea Islands, and other parts of the globe. But in all cases, every language that we know anything about—English, Latin, French, German—existed for hundreds of years before any one thought of writing it down on paper.

3. A Language Grows.—A language is an **organism** or **organic existence.** Now every organism lives; and, if it lives, it grows; and, if it grows, it also dies. Our language grows; it is growing still; and it has been growing for many

Student's Manual of English Literature.

A HISTORY

OF

ENGLISH LITERATURE.

Gift From ... M.P.A.

BY THOMAS B. SHAW, M.A.

EDITED, WITH NOTES AND ILLUSTRATIONS,

BY SIR WILLIAM SMITH, D.C.L., LL.D.

TWENTIETH EDITION.

REVISED AND ENLARGED.

Iqbal Library ... Date ... 37 City Muslim League Sialkot City

LONDON:
JOHN MURRAY, ALBEMARLE STREET.
1893.

The right of translation is reserved.

CONTENTS.

CHAPTER I.

PAGE

ORIGIN OF THE ENGLISH LANGUAGE AND LITERATURE 1

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

A. Anglo-Saxon Literature 17
B. Anglo-Norman Literature 20
C. Semi-Saxon Literature 25
D. Old English Literature 27

CHAPTER II.

THE AGE OF CHAUCER 29

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

A. The Predecessors of Gower and Chaucer 49
B. John Gower 51
C. Wicliffe and his School 55

CHAPTER III.

FROM THE DEATH OF CHAUCER TO THE AGE OF ELIZABETH .. 56

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

A. Minor Poets 67
B. Minor Prose Writers 68

CHAPTER IV.

THE ELIZABETHAN POETS (INCLUDING THE REIGN OF JAMES I.) .. 70

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

A. The Mirrour for Magistrates 84
B. Minor Poets in the Reigns of Elizabeth and James I. .. 85

CHAPTER V.

THE NEW PHILOSOPHY AND PROSE LITERATURE IN THE REIGNS OF ELIZABETH AND JAMES I. .. ..

NOTES AND ILLUSTRATIONS.— 407

Minor Prose Writers in the Reigns of Elizabeth and James

CHAPTER VI.

PAGE

THE DAWN OF THE DRAMA 111

CHAPTER VII.

SHAKESPEARE 134

CHAPTER VIII.

THE SHAKESPEARIAN DRAMATISTS 150

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Dramatists 176

CHAPTER IX.

THE SO-CALLED METAPHYSICAL POETS 177

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Poets 187

CHAPTER X.

THEOLOGICAL WRITERS OF THE CIVIL WAR AND THE COMMONWEALTH 188

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Theological and Moral Writers 198

CHAPTER XI.

JOHN MILTON 199

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Contemporaries of Milton 220

CHAPTER XII.

THE AGE OF THE RESTORATION 222

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Writers.. 249

CHAPTER XIII.

-W DRAMA AND THE CORRECT POETS 250

CHAPTER XIV.

PAGE

The Second Revolution 269

Notes and Illustrations:—

A. Other Theological Writers 284
B. Other Prose Writers 286

CHAPTER XV.

Pope, Swift, and the Augustan Poets 287

Notes and Illustrations:—

Minor Poets 312

CHAPTER XVI.

The Essayists 314

Notes and Illustrations:—

A. Minor Essayists, &c. 328
B. Boyle and Bentley Controversy 328
Other Writers 330

CHAPTER XVII.

The Great Novelists 332

Notes and Illustrations:—

Other Novelists. 354

CHAPTER XVIII.

Historical, Moral, Political, and Theological Writers of the Eighteenth Century 355

Notes and Illustrations:—

Theological Writers 376
Philosophical Writers 377
Historians and Scholars 379
Miscellaneous Writers 380
Novelists. 381

CHAPTER XIX.

The Dawn of Romantic Poetry 382

Notes and Illustrations:—

Other Poets of the Eighteenth Century 407

CHAPTER XX.

PAGE

WALTER SCOTT 412

CHAPTER XXI.

BYRON, MOORE, SHELLEY, KEATS, CAMPBELL, LEIGH HUNT, AND WALTER SAVAGE LANDOR 435

CHAPTER XXII.

WORDSWORTH, COLERIDGE, AND SOUTHEY 461

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Poets of the Nineteenth Century 475

CHAPTER XXIII.

THE MODERN NOVELISTS 480

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Novelists 504

ADDENDUM:—

CHARLES DICKENS, LORD LYTTON, GEORGE ELIOT, BENJAMIN DISRAELI, ANTHONY TROLLOPE 505

CHAPTER XXIV.

PROSE LITERATURE OF THE NINETEENTH CENTURY 517

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Prose Writers of the Nineteenth Century 543

CHAPTER XXV.

MORE RECENT WRITERS OF THE NINETEENTH CENTURY 545

NOTES AND ILLUSTRATIONS:—

Other Poets 581
Other Historians 585
Other Novelists and Miscellaneous Writers 590
Philosophers and Divines 592

CHRONOLOGICAL LIST of the Works of the Poets of the Fourteenth, Sixteenth, Seventeenth, and Eighteenth Centuries 597

POETS-LAUREATE, with an Account of the Origin of the Office .. 609

INDEX 613

ENGLISH LITERATURE.

CHAPTER I.

ORIGIN OF THE ENGLISH LANGUAGE AND LITERATURE.

§ 1. The most ancient inhabitants of the British Isles. § 2. The Roman occupation. § 3. Traces of the Celtic and Latin periods in the English language. § 4. Teutonic settlements in Britain. § 5. Anglo-Saxon language and literature. § 6. Effects of the Norman conquest upon the English population and language. § 7. Romance Literature, Norman Trouvères and Provençal Troubad urs. § 8. Change of Anglo-Saxon into English. § 9. Principal epochs o ne English language.

1. WITHIN the limited territory comprised by a portion of the British Isles has grown up a language which has become the speech of the most free, the most energetic, and the most powerful portion of the human race; and which seems destined to be, at no distant period, the universal medium of communication throughout the globe. It is a language, the literature of which, inferior to none in variety or extent, is superior to all others in manliness of spirit and in universality of scope; and it has exerted a great and a continually increasing influence upon the progress of human thought and the improvement of human happiness. To trace the rise and formation of such a language cannot be otherwise than interesting and instructive.

The most ancient inhabitants of the British Islands, concerning whom history has handed down to us any certain information, were a branch of that Celtic race which appears to have once occupied a large portion of Western Europe. Though the causes and period of their immigration into Europe are lost in the clouds of pre-historical tradition, this people, under the various appellations of Celts, Gael (Gaul) or Cymry (Cimbrians), seems to have covered a very large extent of territory, and to have retained strong traces, in its Druidical worship, its astronomical science, and many other features, of a remote Oriental descent. It is far from probable, however, that this race ever attained more than the lowest degree of civilization: the earliest records of it which we possess, at the time when it came in

SELECTED POEMS

OF

MATTHEW ARNOLD

London
MACMILLAN AND CO.
AND NEW YORK
1888

BODLE...

Printed by R. & R. CLARK, *June, October, 1878.*
Reprinted, 1880, 1882, 1883, 1884, 1885, 1886, 1887, 1888.

CONTENTS.

EARLY POEMS.

	PAGE
SONNETS—	
Quiet Work	3
To a Friend	4
Shakspeare	5
To a Republican Friend, 1848	6
Continued	7
A QUESTION	8
REQUIESCAT	9
YOUTH AND CALM	10
A MEMORY-PICTURE	12
YOUTH'S AGITATIONS	15
THE WORLD'S TRIUMPHS	16
STAGIRIUS	17
TO A GIPSY CHILD BY THE SEA-SHORE	20

NARRATIVE POEMS.

SOHRAB AND RUSTUM	27
TRISTRAM AND ISEULT—	
I. Tristram	62
II. Iseult of Ireland	78
III. Iseult of Brittany	87
SAINT BRANDAN	97
THE NECKAN	101
THE FORSAKEN MERMAN	104

SONNETS.

SONNETS—	
Austerity of Poetry	113
East and West	114
East London	115
West London	116
The Divinity	117
Immortality	118
The Good Shepherd with the Kid	119
Monica's last Prayer	120

LYRIC AND ELEGIAC POEMS.

SWITZERLAND—

1. Meeting 123
2. Parting 124
3. A Farewell 128
4. Isolation. To Marguerite . . 132
5. To Marguerite.—Continued . 134
6. Absence . . 136
7. The Terrace at Berne . . . 137

THE STRAYED REVELLER . . . 140

CADMUS AND HARMONIA . . . 153

APOLLO MUSAGETES . . . 155

URANIA . . . 158

EUPHROSYNE . . . 160

CALAIS SANDS . . 162

DOVER BEACH 164

PROGRESS 166

REVOLUTIONS 169

SELF-DEPENDENCE 170

MORALITY 172

A SUMMER NIGHT 174

LINES WRITTEN IN KENSINGTON GARDENS . 178

THE SCHOLAR-GIPSY 180

THYRSIS 192

MEMORIAL VERSES 203

STANZAS FROM CARNAC . . . 207

A SOUTHERN NIGHT 210

RUGBY CHAPEL 216

THE FUTURE 225

NOTES 229

۲۔ بی اے۔ عربی

PUNJAB UNIVERSITY

B. A. COURSE
ARABIC

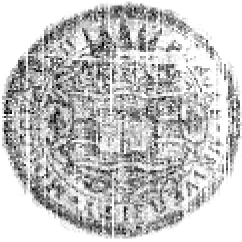

[illegible]
First Edition.

[illegible] Rs. [illegible]   500 Copies

بی - اے کورس　　　　فہرس الکتاب

CLASS LIBRARY

فہرس الکتاب

مضمون	صفحہ
من المقدمة للعلامة ابن خلدون رح . . .	۱ ـــ ۲۶
فصل فی ان حملة العلم فی الاسلام اکثرهم العجم	۱
فصل فی علوم اللسان العربی	۵
علم النحو	۶
علم اللغة	۱۰
علم البیان	۱۵
علم الادب	۲۱
فصل فی ان اللغة ملکة صناعیة	۲۳
من کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبة رح	۲۷ ـــ ۵۹
زهیر بن ابی سُلمیٰ	۲۷
کعب بن زهیر	۳۸
طرفة بن العبد	۴۰
لبید بن ربیعة	۴۵

مضمون	صفحة
من مقامات ابی الفضل بدیع الزمان الهمدانی	۵۷ ــــ ۸۰
المقامة القریضیة	۵۷
المقامة الازاذیة	۶۰
المقامة البلخیة	۶۲
المقامة السجستانیة	۶۳
المقامة الکوفیة	۶۶
المقامة الاسدیة	۶۷
المقامة الغیلانیة	۷۲
المقامة الاذربیجانیة	۷۴
المقامة الجرجانیة	۷۶
المقامة الاصفهانیة	۷۸
من رسائل ابی العلاء المعری	۸۱ ــــ ۱۰۵
رسالة ۴ ـ وکتب الی صدیق له سأله ان ینقص فی ترتیب المکاتبة	۸۱
رسالة ۵ ـ فصل من کتاب الی رجل قیل ان الاسد اکله بعد ان غدر به المکاری واسم المکاری موسی	۸۵
رسالة ۶ ـ فصل الی رجل کانت له عند رجل مائة و ستة وستون درهما فسأل ان یشتری بها فرسًا	۸۶

مضمون	صفحة
رسالة ۸ - وكتب الى اهل معرة النعمان مقدمه من بغداد ...	۸۷
رسالة ۹ - وكتب رقعة الى بعض العلوية	۸۹
رسالة ۱۰ - وكتب الى ابى طاهر المشرف بن سبيكة وهو ببغداد يذكر له امر شرح السيرافى وما جرى فيه من التعب ...	۹
رسالة ۱۱ - وكتب الى ابى عمر والاستراباذى فى امر شرح السيرافى ...	۹۲
رسالة ۱۲ - وكتب الى ابى طاهر بن سبيكة وكان قدم من العراق فاصابته طعنة فى بنانه واضطرته الى بعض الاضرار ...	۹۳
رسالة ۱۳ - وكتب الى ابى طاهر المشرف بن على فى بعض اوباته من العراق ...	۹۷
رسالة ۱۴ - وكتب الى ابى طاهر وقد بلغه انه قد عزم على المسير الى الفسطاط على غير طريق معرة النعمان ...	۱۰۰
رسالة ۱۵ - وكتب من معرة النعمان الى ابى بكر محمد بن احمد الصابونى البغدادى	۱۰۱
رسالة ۱۶ - وكتب الى الشيخ ابى احمد عبد السلام بن الحسين ...	۱۰۳

صفحۃ	مضمون
۱۳۰–۱۰۹	من کتاب الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیۃ - لمحمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن الطقطقی . .
۱۰۶	عبد اللّٰہ بن مروان . . . .
۱۱۲	المأمون . . . .
۱۱۹	شرح حال الوزارۃ فی ایامہ . . . . .
۱۱۹	وزارۃ ذی الریاستین الفضل بن سہل المأمون . . . .
۱۲۰	وزارۃ اخیہ الحسن بن سہل للمأمون
۱۲۳	وزارۃ احمد بن ابی خالد الاحول للمأمون . . . .
۱۲۵	وزارۃ احمد بن یوسف بن القاسم للمأمون . . . .
۱۲۷	وزارۃ ابی عباد ثابت بن یحیی بن یسار الرازی للمأمون . . . .
۱۲۹	وزارۃ ابی عبد اللّٰہ محمد بن یزداد بن سوید للمأمون وہو آخر وزرائہ
۱۵۲–۱۳۱	من کتاب معجم البلدان لیاقوت الحموی
۱۳۱	بغداد . . . .

صفحة	مضمون
۱۳۵	فی بدء عمارة بغداد . . . .
۱۳۲	فی مدح بغداد . . . .
۱۳۹	فی ذم بغداد . . . .
	(المنظومات)
۱۶۹-۱۵۵	من السبع المعلقات . . . .
۱۵۵	معلقة طرفة . . . .
۱۶۱	معلقة زهير . . . .
۱۶۴	معلقة لبيد . . . .
۱۷۳-۱۷۰	من المجموعة النبهانية فی المدائح النبوية ـ الجزء الثالث . . . . .
۱۷۰	قصيدة بانت سعاد . . . .
۱۹۷-۱۷۳	من ديوان ابی تمام . . . .
	قال يمدح امير المؤمنين المعتصم بالله ابا اسحاق محمد بن هارون الرشيد و يذكر
۱۷۴	فتح عمورية . . . .
۱۷۸	و قال يمدح محمد بن عبد الملك الزيات . . . .
۱۸۴	و قال يمدح المعتصم و يذكر اخذ بابك

مضمون	صفحة
وقال يهنئي الواثق بالخلافة ويعزيه بالمعتصم ابيه	۱۸۹
وقال يمدح المأمون	۱۹۲
وقال يمدح الواثق بالله	۱۹۵
من ديوان ابي نواس ـ في المديح . .	۱۹۸-۲۲۶
قال يمدح امير المؤمنين محمد الامين بن هارون الرشيد العباسي رح	۱۹۸
وقال يمدح العباس بن عبد الله بن ابي جعفر المنصور	۲۰۶
وقال ايضاً يمدح الفضل بن يحيى البرمكي	۲۱۱
وقال يمدح الفضل بن الربيع	۲۱۷
وكتب للامين حين وقع عليه الحبس ثانياً	۲۲۰
وكتب الى الفضل بن الربيع	۲۲۱
وقال يمدح البرامكة قاطبة	۲۲۳
وقال يمدح يحيى بن خالد بن برمك	۲۲۳
وقال يمدح الفضل بن يحيى بن خالد	۲۲۴
وقال يمدح يحيى بن خالد بن برمك	۲۲۵
وقال يمدح الفضل بن الربيع و يسأله العفو	۲۲۵

المضمون	صفحة
من ديوان سقط الزند، لابی العلاء المعری	۲۲۷-۲۶۲
قال فی مذهب المديح ولم يكن من طلاب الرفد۔ والوزن من الوافر الاول ۔ و القافية من المتواتر	۲۲۷
و قال ايضاً فی الضرب الاول من البسيط و القافية من المتراكب	۲۳۲
و قال فی الوافر الاول ۔ و القافية من المتواتر	۲۳۶
و قال ايضاً و قد تزوج الذی القطعة اليه ۔ فی الاول من الخفيف و القافية من المتواتر	۲۴۰
و قال ايضاً يجيب الشريف ابا ابراهيم موسیٰ بن اسحاق ۔ فی الوافر الاول ۔ والقافية من المتواتر	۲۴۱
و قال ايضاً فی الوافر الاول و القافية من المتواتر	۲۴۵
و قال ايضاً فی الكامل الاول ۔ و القافية من المتدارك	۲۴۷
و قال ايضاً فی الطويل الثانی ۔ و القافية من المتدارك	۲۴۹
و قال ايضاً فی الطويل الاول ۔ و القافية من المتواتر	۲۵۲

مضمون	صفحة
وقال ايضاً فى الطويل الثالث ـ والقافية من المتواتر	۲۵۲
وقال ايضاً فى الكامل الاول ـ والقافية من المتدارك ممّا كتب على سارية طيور	۲۵۳
وقال ايضاً فى الكامل الاول ـ والقافية من المتدارك	۲۵۳
وقال ايضاً فى الرجز الاول ـ والقافية من المتدارك	۲۵۴
وقال ايضاً من الخفيف ـ والقافية من المتواتر يجيب الشريف ابا ابراهيم موسى بن اسحاق	۲۵۵
وقال ايضاً يجيب ابا القاسم على بن الحسن بن جلبات، عن قصيدة مدحه بها فى الطويل الثانى والقافية من المتدارك	۲۵۸

تمّ الفهرس

۱

بسم الله الرحمٰن الرحیم

من

المقدّمة للعلّامة ابن خلدون

فصل فى انّ حملة العلم فى الاسلام اكثرهم العجم

من الغريب الواقع ان حملة العلم فى الملّة الاسلامية اكثرهم العجم لا من العلوم الشرعية ولا من العلوم العقلية الا فى القليل النادر وان كان منهم العربى فى نسبته فهو عجمى فى لغته ومرباه ومشيخته مع ان الملّة عربية وصاحب شريعتها عربى والسبب فى ذلك ان الملّة فى اولها لم يكن فيها علم ولا صناعة لمقتضى احوال السذاجة والبداوة وانما احكام الشريعة التى هى اوامر الله ونواهيه كان الرجال ينقلونها فى صدورهم وقد عرفوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال العبد المفتقر الى ربه المستغفر من ذنبه عبد الرحيم
من نعمة الكريم احمد الله حمدا يستوفيه مما هو اهله واصلي
واسلم على من كانت اعظم آياته البلاغة وعلى آله
واصحابه الذين هم اصحاب الرواية في مضمار الفصاحة ※
وبعد فلما كانت القصائد المعروفة بالسبع المعلقات قد
اجمع كلمة الادباء على فضلها وبراعتها وعلو البناء
على حسنها وبراعتها ※ اشار الى من احتظى بمواهب
الحق واكتاز بسعادة من بين الخلق نخبة القصائد [illegible] الاماثل
فريدة الاكابر الافاضل [illegible] دامت آثار بركاته

NOT TO BE ISSUED

[illegible] الزمن * أن أسجع عليها تعليقة لطيفا يتضح به معانيها

ويظهر به مقاصدها ما تحصنت فيه امتثالا لأمره وشرح الامام

[illegible] السيد أبي عبد الله الحسين بن أحمد الزوزني

[illegible] بعض موائده لكن فيه مستغنيا بأنه وهو حسبي

ونعم المعين [illegible] الأولى من المعلقات السبع لامرأ القيس

[illegible] الكندي [illegible] وكان [illegible] قبل زمن النبي صلى الله

عليه وسلم [illegible]

طبقات الشعراء * ويسمى الملك الضليل وكان يعشق عنيزة

ابنة عمه [illegible] وكان له وقعة قصة وهي التي قال في

المعلقة * وهي من البحر الطويل وهو في الاصل مبني من

ثمانية أجزاء على هذه الصورة فعولن مفاعيلن فعولن

مفاعيلن * فعولن مفاعيلن فعولن مفاعيلن * وتقطيع البيت *

قفانب فعولن * كمن ذكرى مفاعيلن * حبيب فعولن *

ومنزل مفاعلن * وهذه أبياتها احد وثمانون بيتا وهي *

* قفا نبك من ذكرى حبيب ومنزل *

تمّ شرح السابعة من المعلّقات السبع وبهما تمّ المدّ واستتبّ الطبع

عام ثلثة وثلثين بعد الف ومائتين من الهجرة مطابقة لالف وثمان

مائة وثلثة وعشرين من الاعوام المسيحية في كلكتة ايام

حكومة الامير الكبير النواب المستطاب لارد

هيستنگ ورنر جنرل بهادر دام اقباله في

مطبع الماهر في هذا الفن هداية

الله والحمد لله اولا واخرا

صلى الله على خير خلقه

محمد واله واصحابه

اجمعين

﴿ ۷۸۶ ﴾

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۶	أسماله	سماله
۱۸	۱۰	أوجة	أوجه
۱۹	۸	[illegible]	[illegible]
۴۰	۵	[illegible]	[illegible]
۴	۱۰	[illegible]	[illegible]
۳۹	۱۲	اليوم	[illegible]
۹۳	۱	تغشي	تغشى
۷۷	۱۲	ملوي	ملوي
۸۹	۷	أستاع	أسطاع
۲۳	۶	فتعرسكم	[illegible]
۱۴۰	۵	هل	نامل
۱۴۳	۱۰	تصطر	تصفر
[illegible]	۱۱	أسفار	أسفار

سبعہ معلقہ

پہلا قصیدہ: امراء القیس عربی شاعر کا ہے۔ اشعار کی تعداد ۸۱ ہے۔

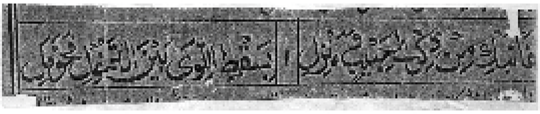

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ۱ بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا قصیدہ: شاعر طرفہ بن عبد کل اشعار ۱۰۶

لخولۃ اطلال ببرقۃ ثهمد ۱ تلوح کباقی الوشم فی ظاهر الید

تیسرا قصیدہ: زہیر۔ کل اشعار ۶۴

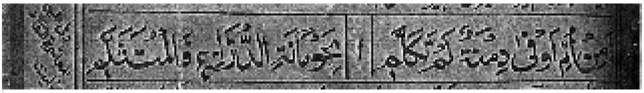

امن ام اوفی دمنۃ لم تکلم ۱ بحومانۃ الدراج فالمتثلم

چوتھا قصیدہ: لبید۔ کل اشعار ۸۹

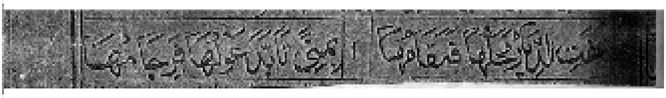

عفت الدیار محلها فمقامها ۱ بمنی تأبد غولها فرجامها

پانچواں قصیدہ: عمرو بن کلثوم۔ کل اشعار ۸۹

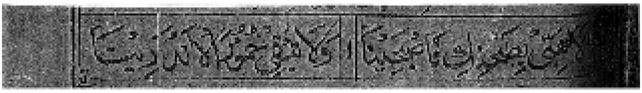

الا هبی بصحنک فاصبحینا ۱ ولا تبقی خمور الاندرینا

چھٹا قصیدہ: عنترہ بن شداد عبس۔ کل اشعار ۸۱

هل غادر الشعراء من متردم ۱ ام هل عرفت الدار بعد توهم

ساتواں قصیدہ: حارث بن حلزہ۔ کل اشعار ۸۲

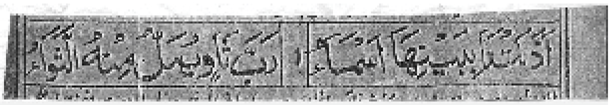

آذنتنا ببینها اسماء ۱ رب ثاو یمل منه الثواء

۳۔ بی اے، فلسفہ

OUTLINES OF PSYCHOLOGY

JAMES SULLY, M.A., LL.D.

GROTE PROFESSOR OF PHILOSOPHY OF MIND AND LOGIC IN UNIVERSITY
COLLEGE, LONDON; AUTHOR OF "ILLUSIONS"
ETC.

REVISED AND LARGELY REWRITTEN

ISLAMIA COLLEGE LIBRARY
LAHORE

NEW IMPRESSION

LONGMANS, GREEN, AND CO.
39 PATERNOSTER ROW, LONDON
NEW YORK AND BOMBAY
1898

21219 4232

BIBLIOGRAPHICAL NOTE.

First Edition, *Demy* 8vo, 1884. *New and Revised Edition*, *Crown* 8vo, *September*, 1892; *Reprinted*, *March*, 1894; *October*, 1895; *September*, 1897; *September*, 1898.

PREFACE TO NEW EDITION.

In this new edition I have endeavoured to make the *Outlines of Psychology* a more complete introduction to the science. The publication of a work specially designed for the educator (*The Teacher's Handbook of Psychology*) has enabled me to omit the sections dealing with the applications of Psychology to the technical work of the teacher. At the same time I have endeavoured to retain something of the practical element of the earlier editions. The order of exposition has been altered so as to bring it into line with my recently published treatise, *The Human Mind*. A few drawings have been added, which may, I trust, be found useful to the student.

I am greatly indebted to Mr. S. Alexander, of Lincoln College, Oxford, and to Mr. G. Armitage Smith, of the Birkbeck Institution, both of whom have kindly read through proof-sheets of the volume, and suggested valuable emendations.

Hampstead, *October*, 1892.

CONTENTS.

PART I.

INTRODUCTORY.

CHAPTER I.

Scope and Method of Psychology.

	PAGE
Definition of Psychology, ...	1
How we come to know Mind:	
(a) Subjective Observation, ...	3
(b) External or Objective Study of Mind, ...	4
Combination of Internal and External Observation, ...	5
General Knowledge of Mind, ...	6
Psychological Method:	
Analysis, ...	7
Synthesis—The Genetic Method, ...	8
Experiment in Psychology, ...	9
The Psychical in its connexion with the Physical, ...	9
Mind and its Environment: Social Conditions, ...	10
Relation of Psychology to other Sciences, ✓ ...	11
Psychology and Practical Science, ...	12
References for Reading, ...	14

CHAPTER II.

The Physical Basis of Mental Life.

Connexion of Mind with Body, ...	15
Structure of Nervous System Nerves and Nerve-Centres, ...	16
Function of Nerve-Structures:	
(a) Of Nerves, ...	20
(b) Of Nerve-Centres, ...	21

PAGE
Inhibitory Action of Central Structures, ... 21
Mode of Working of Nervous System, ... 22
The "Seat" or Special Organs of Consciousness, ... 23
The Brain as Organ of Mind, ... 25
Correlation of Nervous and Psychical Processes, ... 26
Cerebral and Mental Development, ... 27
Physical Substrate of Individuality: Temperament, ... 28
Practical Bearing of the Correlation of Mind and Brain, ... 29
References for Reading, ... 30

PART II.

GENERAL VIEW OF MIND

CHAPTER III.

CONSTITUENTS OF MIND.

Mental Life Divisible into Certain Functions, ... 31
Feeling, Knowing, and Willing, ... 32
Primary Intellectual Functions, ... 33
Constituent Elements of Feeling: Pleasure and Pain, ... 34
Fundamental Functions in Willing, ... 35
Mental Functions and Faculties, ... 35
Physiological Concomitants of Mental Function, ... 36
Relation of Feeling, Knowing, and Willing, ... 37
Truths or Laws of Mind, ... 39
References for Reading, ... 40

CHAPTER IV.

PRIMITIVE PSYCHICAL ELEMENTS: SENSATIONS, ETC.

Elements and their Combination, ... 41

(A) *Sensations.*

Definition of Sensation, ... 41
Presentative and Affective Element in Sensation, ... 42
General or Common Sensation: Organic Sense, ... 43
Specialised Sensibility: Special Senses, ... 44

CONTENTS.

Distinguishable Aspects or Characters of Sensation, ... [illegible]

(*a*) Intensity, ... [illegible]

Relation of Intensity to Strength of Stimulus, ... [illegible]

(*b*) Quality of Sensation, ... [illegible]

Physiological Conditions of Quality, ... [illegible]

Extensity: Local Distinctness, ... [illegible]

Duration: Protensive Magnitude, ... [illegible]

The Series of Senses: Taste and Smell.

Sense of Taste, ... [illegible]

Sense of Smell, ... [illegible]

Sense of Touch.

General Nature of Tactual Sense, ... [illegible]

Thermal Sensations, ... [illegible]

Value of Sense of Touch, ... [illegible]

Hearing.

Characteristics of Auditory Sensations, ... [illegible]

(*a*) Musical Sensations, ... [illegible]

(*b*) Non-Musical Sensations: Noises, ... [illegible]

Value of Sense of Hearing, ... [illegible]

Sight.

Characteristics of Visual Sense, ... [illegible]

Colour-Sensations, ... [illegible]

Movement and Muscular Sense.

Definition of Muscular Sense, ... [illegible]

Varieties of Muscular Sensations, ... [illegible]

(*a*) Experience without Movement: Sensations of Position, ... [illegible]

(*b*) Experience of Movement, ... 68

(*c*) Experience of Impeded Movement: Sense of Resistance, ... 69

Active Sense: Touching, Seeing, etc., ... 70

(B) *Elements of Feeling.*

Primitive Affective Phenomena, ... 71

(C) *Active Elements: Primitive Movements.*

Primitive Conative Phenomena, ... 72

(D) *Primitive Complex Arrangements.*

Primitive Conjunctions of Elements: Instinctive Dispositions, ... 73

The Range of Instinct in Man, ... 74

Origin of Instinct: Heredity, ... 75

References for Reading, ... 76

CHAPTER V.

MENTAL ELABORATION: ATTENTION.

	PAGE
Psychical Elaboration, ...	77
Attention as a Factor in Elaboration, ...	77
Grades of Consciousness: the Sub-Conscious, ...	78
Unconscious Psychical Processes, ...	78
General Function of Attention, ...	79
Definition of Attention, ...	80
Positive and Negative Aspect of Attention, ...	81
Nervous Process in Attention, ...	82
Attention as Adjustment: Expectant Attention, ...	84
Fixation and Movement of Attention, ...	86
Analytical and Synthetical Attention: Area of Attention, ...	88
Determinants of Attention: Interest, ...	90
Transition to Voluntary Attention, ...	92
Effects of Attention, ...	93
References for Reading, ...	94

CHAPTER VI.

PROCESS OF ELABORATION (*Continued*): DIFFERENTIATION AND INTEGRATION.

Factors in Mental Elaboration, ...	95
(*a*) Process of Differentiation, ...	96
Differentiation and Discrimination, ...	98
Law of Change or Relativity, ...	98
(*b*) Process of Assimilation: Relation of Likeness, ...	99
Relation of Differentiation to Assimilation, ...	101
(*c*) Process of Association, ...	102
Retentiveness and Reproduction, ...	103
Physiological Basis of Reproduction, ...	106
Unity of Elaborative Process, ...	107

Course of Development.

Stages of Intellectual Development, ...	109
Development and Habit, ...	112
Development of Feeling and Willing, ...	113
Mental Development as Biological Process, ...	114
Social Environment and Development, ...	116
Factors in Development, ...	117
References for Reading, ...	117

CONTENTS.

PART III.

INTELLECTION.

CHAPTER VII.

PERCEPTION.

Sensation and Perception, ... [illegible]
Intra-organic and Extra-organic Localisation of Sensations, ... [illegible]
Process of Perception, ... [illegible]
Definition of Perception, ... [illegible]
Physiological Conditions of Perception, ... [illegible]
Special Channels of Perception, ... [illegible]

(A) *Tactual Perception.*

Characteristics of Tactual Perception, ... [illegible]
Tactual Perception of Space, ... [illegible]
(*a*) Limb-Movement as Source of Space-Consciousness, ... [illegible]
(*b*) Localisation of Skin-Sensations, ... [illegible]
(*c*) Simultaneous Perception of Points: Tactual Intuition of Surface, ... [illegible]
(*d*) Other Modes of Space-Perception: Solidity, etc., ... [illegible]
Perception of Material Quality: Impenetrability, ... 133
Connexion between Ideas of Body and Space, ... 135
Other Modes of Tactual Perception, ... 136
Integration of Tactual Perceptions: Intuition of Thing, ... 136

(B) *Visual Perception.*

Tactual and Visual Perception, ... 138
Visual Perception of Space, ... 140
(*a*) Ocular Movement as Factor in Space-Consciousness, ... 140
(*b*) Simultaneous Retinal Perception, ... 141
Binocular Perception of Space, ... 144
Co-ordination of Tactual and Visual Perception, ... 144
Perception of (Absolute) Direction, ... 146
Perception of Distance, ... 146
Perception of Real Magnitude, ... 149
Perception of Relief and Solidity of Form, ... 149
Perception of Objective Movement, ... 151
Growth of Visual Perception, ... 152
Theories of Visual Space-Consciousness, ... 153
Visual Intuition of Things, ... 154
Identifying Objects, ... 155
Knowledge of Bodily Organism, ... 156

(c) *Auditory Perception.*

PAGE
Space-Perception:
(a) Genesis of Aural Space-Consciousness, ... 158
(b) Co-ordination of Aural and Extra-aural Factors, ... 159
Auditory Perception of Time, ... 160
Musical Perception, ... 161
Development of Perceptual Process, ... 161
The Regulation of Perception: The Art of Observation, ... 163
Psychology and Philosophy of Perception, ... 166
References for Reading, ... 167

CHAPTER VIII.

REPRODUCTIVE IMAGINATION: MEMORY.

Transition from Presentation to Representation: The Temporary Image, 168
The Revival of Percepts, ... 169
Process of Revival, ... 170
Difference of Images and Percepts, ... 170
Coalescence of Image and Percept: Recognition of Objects, ... 171
Reaction of Image on Percept, ... 172
Distinctness of Images, ... 173
General Conditions of the Retention and Reproduction of Percepts, ... 174
(a) Depth of Impression:
(1) Intensity, etc., of Sensation, ... 175
(2) Attention as Condition of Retention, ... 175
(3) Repetition as Condition of Retention, ... 177
(b) Laws of Suggestion: Association, ... 178

Laws of Suggestion: Contiguity.

Reproduction as Effect of Suggestion, ... 179
Association of Ideas by Contiguity: Statement of Law, ... 180
Conditions of Contiguous Integration:
(a) Proximity in Time, ... 181
(b) Combining Movement of Attention, ... 181
(c) Repetition and Association, ... 183
Derivative Laws of Associational Revival, ... 184
Experimental Investigations into Association, ... 185
Trains of Representations, ... 185
Composite Trains: Motor Successions, ... 187

Verbal Integrations, ... 189
(a) The Word-Complex, ... 189
(b) Ideo-Verbal Integration, ... 190
(c) Ideo-Verbal Series, ... 190
Memory and Expectation, ... 191

Representation of Time.

Perception and Idea of Time, ... 193
Consciousness of Succession, ... 193
Representation of Past and Future, ... 194
Representation of Duration, ... 196
The Temporal Scheme, ... 198
Remembering Events, ... 199

Other Forms of Suggestion.

Suggestion of Similars, ... 200
Nature of Assimilative Suggestion, ... 202
Assimilative Integration, ... 204
Relation of Suggestion by Similarity to Contiguous Suggestion, ... 205
Suggestion by Contrast, ... 206
Simple and Complex Suggestion, ... 206
Divergent Suggestion, ... 207
Convergent Suggestion, ... 208
Reproduction as a Resultant of a Sum of Tendencies, ... 210
Active Factor in Reproduction: Recollection, ... 210
(a) Fixation of Ideas, ... 212
(b) Control of Suggestive Forces, ... 212
Perfect and Imperfect Recollection, ... 213
Forgetfulness, ... 214
Memory and its Varieties, ... 215
Memory and Memories, ... 216
Course of Development of Memory, ... 217
The Culture of the Memory, ... 219
Art of Mnemonics, ... 220
References for Reading, ... 222

CHAPTER IX.

Productive Imagination.

Reproductive and Productive Imagination, ... 223
Nature of Production, ... 224
Limits to Imagination, ... 225

PAGE
Passive and Active Imagination, ... 226
The Process of Construction, ... 227
Receptive and Creative Imagination, ... 229
Various Directions of Construction, ... 229
(*a*) Intellective Imagination, ... 230
(*b*) Practical Construction: Contrivance, ... 232
(*c*) Æsthetic Imagination, ... 234
Relation of Imagination to Intellect, ... 236
Course of Development of Imagination, ... 237
The Culture of the Imagination, ... 239
References for Reading, ... 241

CHAPTER X.

Processes of Thought: Conception.

General Nature of Thinking, ... 242
Thought as Activity, ... 243
Directions of Thought-Activity, ... 243
(*a*) Analysis: Abstraction, ... 244
(*b*) Synthesis: Conscious Relating, ... 245

Comparison.

Discernment of Likeness and of Difference, ... 247
General Conditions of Comparison, ... 248
(1) Objective Conditions of Comparison, ... 248
(2) Subjective Conditions of Comparison, ... 249
Discriminative and Assimilative Comparison, ... 250
Other Forms of Comparison, ... 250
Connexion between Comparison and Analysis, ... 251
General Thought, ... 252
Thought and Language, ... 253
Stages of Thinking, ... 253

General Ideas.

Nature of General Ideas, ... 254
Generic Image as Starting-point in Conception, ... 255
Differentiation of Notions of Individual and Class, ... 256
The Process of Generalisation, ... 257
Conception and Naming, ... 257
Psychological Function of General Names, ... 258
Progressive Use of Names, ... 259

CONTENTS. [illegible]

Page

Formation of more Abstract Notions, ... [illegible]
    Names as Substitutes for Ideas, ... [illegible]
Conception as Dependent on Social Environment, ... [illegible]
Psychology of Language: Nominalism and Conceptualism, ... [illegible]
Conception as Synthesis, ... [illegible]
The Control of Conception: The Logical Concept, ... [illegible]
    References for Reading, ... [illegible]

CHAPTER XI.

Processes of Thought (*Continued*): Judgment and Reasoning (Knowledge).

Judgment.

The Mental Process in Judging, ... [illegible]
Relation of Judgment to Conception, ... [illegible]
Judging a Process of Mental Synthesis, ... [illegible]
    (1) Setting Forth of Relations of Difference and Likeness: Identity, ... [illegible]
    (2) Setting Forth of Relations of Space and Time: Substance and Cause, ... [illegible]
General Antecedents of Judgment, ... [illegible]
Synthetic and Analytic Judgments, ... [illegible]
Judgment and Belief, ... [illegible]
Affirmation and Negation: Belief and Disbelief, ... [illegible]
Suspension of Judgment: Doubt, ... [illegible]

Reasoning.

Transition from Judgment to Reasoning, ... 283
The Mental Process in Reasoning, ... 284
Implicit Reasoning, ... 285
    Practical Judgment: Tact, ... 286
Explicit or Logical Reasoning, ... 287
    (*a*) Inductive Reasoning, ... 287
    Development of Inductive Process, ... 289
    (*b*) Deductive Reasoning, ... 290
    Finding Applications and Finding Reasons, ... 291
Reasoning as Activity and as Mechanical Process, ... 291
Logical Control of Thought-Processes, ... 293

Self-Consciousness.

PAGE
Development of Idea of Self, ... 294
(a) The Pictorial or Bodily Self, ... 295
(b) The Inner or Mental Self, ... 295
(c) Idea of Self as Enduring: Personal Identity, ... 297
Notions of Others, ... 298

Intellection as Knowledge.

Cognition of Reality: Belief, ... 299
Nature of Belief, ... 299
I. Intellectual Conditions of Belief:
(a) Belief and Ideation, ... 300
(b) Experience and Association, ... 302
Verbal Suggestion, ... 303
II. Effect of Feeling on Belief, ... 304
III. Belief and Activity, ... 305
Logical Control of Belief: Knowledge, ... 305
Knowledge as Social Product: The Common Mind, ... 307
Authority and Individuality in Belief, ... 308
Belief and Knowledge: Philosophy of Cognition, ... 309
References for Reading, ... 312

PART IV.

THE FEELINGS.

CHAPTER XII.

FEELING: SIMPLE FEELINGS.

The Feelings and their Importance, ... 313
Definition of Feeling, ... 314
Feeling and Presentation, ... 315

Conditions of Pleasure and Pain.

Law of Stimulation, ... 317
Impulse and its Gratification: Pains of Want, ... 318
Quiet Pleasures: Repose, ... 320
Pleasure and Pain and Form of Stimulus, ... 320
Change as Condition of Feeling: Prolonged Stimulation, ... 321
Effects of Change, ... 323

CONTENTS. [illegible]

PAGE

Negative Pleasures and Pains, ... 325
Decay of Feeling: Habit or Accommodation, ... [illegible]
Counteractives of Decay: Habit and Feeling, ... [illegible]
Juxtaposition of Excitations: Harmony and Conflict, ... [illegible]

Varieties of Feeling. (A) Sense-Feelings.

How Feelings are to be Distinguished, ... [illegible]
Characters of Sense-Feelings, ... [illegible]
Complexity and Alteration of Sense-Feelings, ... [illegible]
References for Reading, ... [illegible]

CHAPTER XIII.

(B) COMPLEX FEELINGS: EMOTIONS.

Structure of Emotion, ... [illegible]
Rise and Fall of Emotion: Emotional Persistence, ... [illegible]
Influence of Emotion on the Thoughts, ... [illegible]

Development of Emotion.

The Instinctive Factor: Expression, ... [illegible]
Differences of Emotive Reaction: Pleasurable and Painful Emotion, ... [illegible]
Specialised Manifestations of Emotion, ... [illegible]
Inherited Emotive Associations, ... 345
Effect of Experience: Modification of Instinctive Reactions, ... [illegible]
Growth of the Presentative Factor in Emotion: Ideal Feeling, ... [illegible]
How Feeling is Revived: Associated Feeling, ... 347
Differentiation of Emotion: Refinement, ... 350

Varieties of Emotion.

Classification of Emotive States: Order of Development, ... 351
Three Orders of Emotion, ... 352
(1) Characteristics of Joy and Grief, ... 354
(2) Instinctive Emotions: Egoistic and Social Feelings, ... 355
Approbation and Self-Feeling, ... 356
(3) Representative Emotion: Sympathy, ... 357
(4) The Abstract Sentiments, ... 360
(*a*) The Intellectual and Logical Feelings, ... 361
(*b*) The Æsthetic Sentiment, ... 364
(*c*) The Moral Sentiment, ... 368
The Culture of the Feelings, ... 371
References for Reading, ... 374

PART V.

CONATION OR VOLITION.

CHAPTER XIV.

Voluntary Movement.

	PAGE
Definition of Conative Phenomena,	375
Conation in its Relation to Feeling and Cognition,	376
Roots of Voluntary Action: Instinct and Experience,	377
Primitive Movements:	
(*a*) Movements not Psychically Initiated: Random, Automatic Movements,	378
(*b*) Sensori-Motor Movements: Conscious Reflexes,	379
(*c*) Instinctive Movements,	380
Genesis of Voluntary Movement,	382
The Factors of Voluntary Action,	386

Desire.

The Analysis of Desire,	387
Desire and Aversion,	390
Conditions of the Strength of Desire,	390
Desire and Motive,	391
Motor Ideas as Constituents in Volition,	392
Initiation and Actual Performance,	393
Variations in Type of Voluntary Movement,	395
Development of Voluntary Movement: Growth in Precision,	396
Complication of Movement: Construction,	397
Imitative Movement,	398
Movement and Verbal Suggestion: The Word of Command,	400
Internal Origination of Movement,	401
Voluntary Movement and Consciousness of Power,	402

Habit.

General Nature of Habit,	403
Habit and Routine,	406
Degrees of Habitual Co-ordination,	406
Habit and Plasticity of Movement,	408
Habit and Volition,	409
References for Reading,	409

CONTENTS.

CHAPTER XV.

COMPLEX ACTION: CONDUCT.

	PAGE
Simple and Complex Action, ...	411
Motive-Ideas, ...	412
Unification of Action: Permanent Ends, ...	412
Desiring Means as Ends, ...	414
Non-Personal Ends: Desire and Pleasure, ...	414
Complex Action, ...	415
(a) Co-operation of Impulses, ...	416
(b) Opposition of Impulses, ...	417
Arrest of Action: Inhibition, ...	417
Action Arrested by Doubt, ...	418
Recoil of Desire: Deterrents from Action, ...	419
Rivalry of Impulses, ...	420
Passive Resolution of Conflict, ...	420
Regulated Conflict: Deliberation, ...	421
Choice or Decision, ...	423
Resolution: Firmness of Will, ...	425
Process of Self-Control, ...	427
(a) Control of Action, ...	428
(b) Control of Feelings, ...	430
(c) Control of the Thoughts, ...	432
Connexion between Control of Thought, Feeling and Action, ...	433
Volitional Control of Belief, ...	435
Limits of Control: Measurement of Volitional Force, ...	436
Habit and Conduct: Deliberation as Habitual, ...	437
Moral Habitudes, ...	438
Volition and Character, ...	439
(a) Character as Organised Habit, ...	440
(b) Character as Conscious Reflexion, ...	440
Relation of Higher to Lower Volition, ...	441
Volitional Effort: Consciousness of Power, ...	442
Consciousness of Freedom: Free-Will, ...	445
Psychology and Philosophy of Free-Will, ...	447
Education of the Will, ...	449
References for Reading, ...	451

CHAPTER XVI.

CONCRETE MENTAL DEVELOPMENT: INDIVIDUALITY.

Unity of Mental Development, ...	452
(a) Interactions of Intellect and Feeling: Interests, ...	452
(b) Interactions of Intellect and Feeling with Conation, ...	453

PAGE

Typical and Individual Development, ... 454
Varieties of Mind, ... 455
Scientific View of Individuality; Measurement of Psychical Capacity, 456
Causes of Individual Variation, ... 459
Extreme Variations:
(*a*) Variations of Height: Genius, ... 460
(*b*) Extreme of Normal Pattern: Eccentricity of Character, ... 461
The Normal and the Abnormal Mind, ... 462
Abnormal Tendencies in Normal Life, ... 463
Dreams as Abnormal Phenomena, ... 464
Artificial Sleep: the Hypnotic State, ... 465
Transition to Pathological Psychoses, ... 467

SUPPLEMENTARY NOTE.

Psychology and Philosophy of Mind: Mind and Body, ... 470

INDEX, ... 475

LAHORE
304

PART I

INTRODUCTORY

CHAPTER I.

SCOPE AND METHOD OF PSYCHOLOGY.

Definition of Psychology. The term Psychology (from ψυχή, soul, and λόγος, reasoned account) marks off that department of scientific knowledge which has Mind for its subject-matter. It follows that in order to have a clear apprehension of the subject we must set out with a provisional definition of the word mind.

We are all accustomed to talk about minds. We attribute a mind to ourselves, to other persons, and even to many of the lower animals. It is these minds, or rather their common elements, processes or phases, which form the subject-matter of psychology. More particularly it is the higher type of mind as it appears in man that has to be considered by the psychologist.

We distinguish between a mind as a unity, the *I* that thinks, desires, and so forth, and its particular and changing phenomena or states, as thoughts, desires. What the mind is in itself as a substance is a question that lies outside psychology, and belongs to that province of knowledge known as philosophy or metaphysics. As a science psychology is concerned only with the particular manifestations or phenomena of mind, with the psychical processes

THE

THEORY OF MORALS

BY

PAUL JANET

MEMBER OF THE INSTITUTE
AUTHOR OF "FINAL CAUSES," ETC.

TRANSLATED FROM THE LATEST FRENCH EDITION
BY MARY CHAPMAN

EDINBURGH
T. & T. CLARK, 38 GEORGE STREET
1884

PUNJAB PUBLIC LIBRARY
LAHORE

CONTENTS.

PAGE

THE THEORY OF MORALS 1

BOOK FIRST.

CHAPTER I.

Pleasure and Good 9

CHAPTER II.

Good and Law 25

CHAPTER III.

The Principle of Excellence, or of Perfection 45

CHAPTER IV.

The Principle of Happiness 60

CHAPTER V.

Impersonal Goods 89

CHAPTER VI.

The True, the Good, and the Beautiful 106

CHAPTER VII.

Absolute Good 119

BOOK SECOND.

CHAPTER I.

Nature and Basis of the Moral Law 137

CHAPTER II.

Good and Duty 175

CHAPTER III.

Definite and Indefinite Duties 190

CHAPTER IV.

PAGE

Right and Duty 210

CHAPTER V.

Division of Duties 223

CHAPTER VI.

Conflict of Duties 242

BOOK THIRD.

CHAPTER I.

The Moral Consciousness 261

CHAPTER II.

Moral Intention 275

CHAPTER III.

Moral Probabilism 292

CHAPTER IV.

Universality of Moral Principles 309

CHAPTER V.

The Moral Sentiment 353

CHAPTER VI.

Liberty 364

CHAPTER VII.

Kant's Theory of Liberty 386

CHAPTER VIII.

Virtue 401

CHAPTER IX.

Moral Progress 416

CHAPTER X.

Sin 429

CHAPTER XI.

Merit and Demerit. — The Sanctions of the Moral Law . 448

CHAPTER XII.

Religion 472

THE THEORY OF MORALS.

THE philosopher Schleiermacher has resolved all moral ideas into three fundamental ones, which are too frequently confounded — the idea of *good*, the idea of *duty* and the idea of *virtue*; and has taken this distinction as the basis of his theory of morals. This analysis appears to me correct; and I shall make use of it, though I shall give it a free interpretation. In fact, in every moral action one can and should distinguish three things: First, an *object*, or an end to be pursued and attained; this is what is called the *good*: Second, an *agent*, who performs the good, and thus acquires a *habit or quality*, which is called *virtue*: Third and last, a *law*, which determines the relation of the agent to the end; and this law is *duty*. In contrast with these three fundamental ideas, there are three exactly contrary ideas,— *evil*, *vice* and *interdiction or prohibition*.

These ideas may be said to follow each other and to be linked together in the following order: *good*, *duty*, *virtue*. Virtue, indeed, according to the most generally accepted definition, consists in fulfilling one's duty; that is to say, in following that rule of action which our reason commands or advises. Duty, in its turn, consists in doing that which is good: it is the rule of action required of us by the practice of good. Thus virtue presupposes duty, and duty presupposes good. If there were nothing good, there would be no rule of action to teach us to choose one object rather than

THE ELEMENTS

OF

INDUCTIVE LOGIC

DESIGNED MAINLY

FOR THE USE OF STUDENTS IN THE UNIVERSITIES

BY

THOMAS FOWLER, D.D.

President of Corpus Christi College
And formerly Professor of Logic in the University of Oxford
Honorary Doctor of Laws in the University of Edinburgh

SIXTH EDITION, CORRECTED AND REVISED

OXFORD
AT THE CLARENDON PRESS

M DCCCC IV

CONTENTS

CHAP.		PAGE
I.	The Nature of Inductive Inference	3
II.	Processes subsidiary to Induction	39
	§ 1. Observation and Experiment	39
	§ 2. Classification, Nomenclature, and Terminology	52
	(1) Classification	52
	(2) Nomenclature	89
	(3) Terminology	92
	§ 3. Hypothesis	97
III.	The Inductive Methods	124
	Method of Agreement	130
	Method of Difference	148
	Double Method of Agreement	160
	Method of Residues	173
	Method of Concomitant Variations (including the Historical Method)	183
IV.	Imperfect Inductions	219
	Inductio per Enumerationem Simplicem	219
	Argument from Analogy	226
	Imperfect applications of the Inductive Methods (or Incomplete Inductions)	237

CHAP. PAGE

V. The Relation of Induction to Deduction, and Verification 241

VI. The Fallacies incident to Induction 254

A. Fallacies incident to the subsidiary processes . . . 254

I. Fallacy of Non-observation, consisting in neglect either (1) of some of the instances (including Fallacy arising from the confusion between Absolute and Relative Frequency) 254

or (2) of some of the circumstances attendant on a given instance 268

II. Fallacy of Mal-observation (including Fallacy of Exaggerated Comparison) 272

III. Errors incidental to the operations of Classification, Nomenclature, Terminology, and Hypothesis . 278

B. Fallacies incident to the Inductive process itself, or Fallacies of Generalisation 279

IV. Error originating in the employment of the Inductio per Enumerationem Simplicem (including the illegitimate use of the Argument from Authority and of that from Universal Consent) 280

V. Errors common to the employment of the various Inductive Methods 298

(1) Mistaking *a* for the cause of *b*, when the real cause is *c* (of which one instance is neglecting to take account of the Plurality of Causes) . 300

(2) Mistaking *a* for the sole cause, when *a* and *c* are the joint causes, either as

(α) both contributing to the *total* effect . . 306

or (β) being both essential to the production of any effect whatever 309

(3) Mistaking joint effects for cause and effect . 314

PAGE

(4) Mistaking the remote cause for the proximate cause, or the reverse 318

(5) Neglecting to take into account the mutual action (mutuality) of cause and effect . . 322

(6) Inversion of cause and effect 325

VI. False analogy (including the illegitimate use of the Argument from Antiquity, and of the Argument from Final Causes) 329

INDEX 357

H E I S M

BEING

The Baird Lecture for 1876

BY

ROBERT FLINT

D.D., LL.D., F.R.S.E.

CORRESPONDING MEMBER OF THE INSTITUTE OF FRANCE; PROFESSOR OF DIVINITY IN THE UNIVERSITY OF EDINBURGH; AUTHOR OF 'ANTI-THEISTIC THEORIES,' 'HISTORICAL PHILOSOPHY IN FRANCE AND FRENCH BELGIUM AND SWITZERLAND,' ETC.

NINTH EDITION

WILLIAM BLACKWOOD AND SONS
EDINBURGH AND LONDON
MDCCCXCV

All Rights reserved

It is said that Flint's Theism has been rejected on certain grounds & will soon give place to Knight's Aspects of Theism. I do not see any fault in the present book, except that it is distinctly Christian in all its aims, aspirations & ideals, if that can be a fault

Lahore
23/6/19

BY THE SAME AUTHOR.

ANTI-THEISTIC THEORIES.

Being the Baird Lecture for 1877.

Fifth Edition. Crown octavo, 10s. 6d.

HISTORICAL PHILOSOPHY IN FRANCE AND FRENCH BELGIUM AND SWITZERLAND.

8vo, 21s.

1523

PREFATORY NOTE.

THE Lectures in this volume have been delivered in Glasgow, St Andrews, and Edinburgh, in connection with the Lectureship founded by the late Mr James Baird of Auchmedden and Cambusdoon. They will be followed by a volume on Anti-Theistic Theories, containing the Baird Lectures for 1877.

The author has to thank the Baird Trustees for having twice appointed him Lecturer, and for much indulgence extended to him during his tenure of office. His special thanks are due to James A. Campbell, Esq., LL.D., of Stracathro, for kindly revising the sheets of this volume, and for suggesting many corrections and improvements.

JOHNSTONE LODGE, CRAIGMILLAR PARK,
EDINBURGH, 22d August 1877.

PREFATORY NOTE TO SEVENTH EDITION.

IN revising this edition, I have made few changes. Among the works which have recently appeared on Natural Theology, two may be specially recommended to the attention of students—Dr Martineau's 'Study of Religion' (2 vols., 1888), and Professor Max Muller's Gifford Lectures, 'Natural Religion' (1889). The former is a work of rare excellence and beauty, and unequalled, perhaps, in its treatment of the moral difficulties in the way of acceptance of the theistic inference—the chief obstacles to theistic belief. I have reviewed it in 'Mind,' No. LII. The latter is rich in most valuable instruction, communicated with singular attractiveness. Some criticisms on positions in 'Theism' may, perhaps, be due to want of explicitness of statement on my part,—a defect which I may be able to remedy in a forthcoming volume on Agnosticism.

In an article on Theism in the 'Encyclopædia Britannica,' I have treated the subject historically, and would therefore refer to it as supplementary to the present volume.

JOHNSTONE LODGE, CRAIGMILLAR PARK,
EDINBURGH, *23d September* 1889.

CONTENTS.

LECT.		PAGE
I.	ISSUES INVOLVED IN THE QUESTION TO BE DISCUSSED—WHENCE AND HOW WE GET THE IDEA OF GOD, ...	
II.	GENERAL IDEA OF RELIGION—COMPARISON OF POLYTHEISM AND PANTHEISM WITH THEISM—THE THREE GREAT THEISTIC RELIGIONS COMPARED—NO RELIGIOUS PROGRESS BEYOND THEISM, ...	30
III.	THE NATURE, CONDITIONS, AND LIMITS OF THEISTIC PROOF, ...	59
IV.	NATURE IS BUT THE NAME FOR AN EFFECT WHOSE CAUSE IS GOD, . . .	96
V.	THE ARGUMENT FROM ORDER,	131
VI.	OBJECTIONS TO THE ARGUMENT FROM ORDER EXAMINED, ...	169
VII.	MORAL ARGUMENT—TESTIMONY OF CONSCIENCE AND HISTORY, ...	210
VIII.	CONSIDERATION OF OBJECTIONS TO THE DIVINE WISDOM, BENEVOLENCE, AND JUSTICE, .	233
IX.	*A PRIORI* THEISTIC PROOF, ...	264
X.	MERE THEISM INSUFFICIENT, ...	302

APPENDIX.

NOTE		PAGE
I.	NATURAL AND REVEALED RELIGION,	323
II.	INFLUENCE OF RELIGION ON MORALITY,	329
III.	ETHICS OF RELIGIOUS INQUIRY,	335
IV.	TRADITIVE THEORY OF RELIGION,	33[illegible]
V.	NORMAL DEVELOPMENT OF SOCIETY,	340
VI.	DEFINITION AND CLASSIFICATION BY THE HIGHEST TYPE,	342
VII.	PSYCHOLOGICAL NATURE OF RELIGION,	343
VIII.	ARGUMENT *E CONSENSU GENTIUM*,	348
IX.	THE THEISTIC EVIDENCE COMPLEX AND COMPREHENSIVE,	350
X.	INTUITION, FEELING, BELIEF, AND KNOWLEDGE IN RELIGION,	355
XI.	THE THEOLOGICAL INFERENCE FROM THE THEORY OF ENERGY,	359
XII.	THE HISTORY OF THE ÆTIOLOGICAL ARGUMENT,	364
XIII.	MATHEMATICS AND THE DESIGN ARGUMENT,	367
XIV.	ASTRONOMY AND THE DESIGN ARGUMENT,	369
XV.	CHEMISTRY AND THE DESIGN ARGUMENT,	373
XVI.	GEOLOGY, GEOGRAPHY, ETC., AND THE DESIGN ARGUMENT,	375
XVII.	THE ORGANIC KINGDOM AND DESIGN,	378
XVIII.	EVIDENCES OF DESIGN IN ORGANISMS,	380
XIX.	PSYCHOLOGY AND DESIGN,	383
XX.	HISTORY AND DESIGN,	386
XXI.	HISTORY OF THE TELEOLOGICAL ARGUMENT,	387
XXII.	CREATION AND EVOLUTION,	390
XXIII.	THEOLOGICAL INFERENCES FROM THE DOCTRINE OF SPONTANEOUS GENERATION,	391

XXIV. DARWIN AND PALEY, 396
XXV. KANT'S MORAL ARGUMENT, 397
XXVI. DR SCHENKEL'S VIEW OF CONSCIENCE AS THE ORGAN OF RELIGION, 400
XXVII. CHALMERS AND ERSKINE ON THE ARGUMENT FROM CONSCIENCE, . . 401
XXVIII. ASSOCIATIONIST THEORY OF THE ORIGIN OF CONSCIENCE, ... 403
XXIX. CHALMERS AND BAIN ON THE PLEASURE OF MALEVOLENCE, ... 403
XXX. HISTORY OF THE MORAL PROOF, . . . 406
XXXI. DEFECTS IN THE PHYSICAL WORLD, . . . 413
XXXII. NO BEST POSSIBLE CREATED SYSTEM, . . . 417
XXXIII. DEFECTS IN THE ORGANIC WORLD, 418
XXXIV. EPICUREAN DILEMMA, . . . 420
XXXV. GOD AND DUTY, ... 422
XXXVI. HISTORIES OF THE THEISTIC PROOFS, . . 423
XXXVII. *A PRIORI* PROOF NOT PROOF FROM A CAUSE, 424
XXXVIII. SOME *A PRIORI* ARGUMENTS, 425
XXXIX. RECENT SPECULATIVE PHILOSOPHY AND THEISTIC PROOF, 433
XL. ON SOME OBJECTIONS, ... 437

THEISM.

LECTURE I.

ISSUES INVOLVED IN THE QUESTION TO BE DISCUSSED—WHENCE AND HOW WE GET THE IDEA OF GOD.

I.

IS belief in God a reasonable belief, or is it not? Have we sufficient evidence for thinking that there is a self-existent, eternal Being, infinite in power and wisdom, and perfect in holiness and goodness, the Maker of heaven and earth, or have we not? Is theism true, or is some antagonistic, some anti-theistic theory true? This is the question which we have to discuss and to answer, and it seems desirable to state briefly at the outset what issues are involved in answering it. Obviously, the statement of these issues must not be so framed as to create prejudice for or against any particular answer. Its only legitimate purpose is to help us

to realise aright our true relation to the question We can never in any investigation see too early or too clearly the true and full significance, the general and special bearings of the question we intend to study; but the more important and serious the question is, the more incumbent on us is it not to prejudge what must be the answer.

It is obvious, then, in the first place, that the inquiry before us is one as to whether or not religion has any reasonable ground, any basis, in truth; and if so, what that ground or basis is. Religion, in order to be reasonable, must rest on knowledge of its object. This is not to say that it is exclusively knowledge, or that knowledge is its one essential element. It is not to say that feeling and will are not as important constituents in the religious life as intellectual apprehension. Mere knowledge, however clear, profound, and comprehensive it may be, can never be religion. There can be no religion where feeling and affection are not added to knowledge. There can be no religion in any mind devoid of reverence or love, hope or fear, gratitude or desire—in any mind whose thinking is untouched, uncoloured, uninspired by some pious emotion. And religion includes more even than an apprehension of God supplemented by feeling—than the love or fear of God based on knowledge. It is unrealised and incomplete so

long as there is no self-surrender of the soul to the object of its knowledge and affection—so long as the will is unmoved, the character and conduct unmodified. The importance of feeling and will in religion is thus in no respect questioned or denied when it is maintained that religion cannot be a reasonable process, a healthy condition of mind, if constituted by either feeling or volition separate from knowledge. Some have represented it as consisting essentially in the feeling of dependence, others in that of love, and others in fear; but these are all feelings which must be elicited by knowledge, and which must be proportional to knowledge in every undisordered mind. We can neither love nor fear what we know nothing about. We cannot love what we do not think worthy of love, nor fear unless we think there is reason for fear. We cannot feel our dependence upon what we do not know to exist. We cannot feel trustful and confiding dependence on what we do not suppose to have a character which merits trust and confidence. Then, however true it may be that short of the action of the will in the form of the self-surrender of the soul to the object of its worship the religious process is essentially imperfect, this self-surrender cannot be independent of reason and yet reasonable. In order to be a legitimate act it must spring out of good affections,—and these affections must be enlightened

ایم اے ۔ فلاسفی

MASTER OF ARTS EXAMINATION

18. The Examination, in Mental and Moral Philosophy shall be in the following subjects :—

(1) Logic, Deductive and Inductive ;
(2) Psychology ;

(3) Moral Science ;
(4) The History of Philosophy ;
(5) Natural Theology.

Candidates shall also be required to write an Essay in English on some subject connected with the course.

The following are the special readings in Philosophy for 1898 and 1899 :—

The text-books appointed for the B. A. Examination, including the alternative courses, to be revised for the M. A. Examination, viz. :—

Sully's Outlines of Psychology, (latest edition).
Mackenzie's Manual of Ethics.
Inductive Logic, as in Fowler.
Natural Theology, as in Flint's Theism.

In addition to the above-named books, the following text-books are recommended :—

I. *Logic.*

1. Mill's Logic.
2. Thomson's Laws of Thought.
3. Mill's Examination [illegible] (the chapters criticising his logical doctrines).

II. *Psychology.*

1. Locke's Essay.
2. Hume's Inquiry concerning the Human Understanding.
3. Watson's Selections from Kant.
4. Mansell's Metaphysics.
5. Mill's Examination (the remainder).
6. Ribot's English Psychology.

III. *Ethics.*

1. Aristotle's Nicomachaean Ethics.
2. Kant's Metaphysic of Ethics.
3. Bain's Moral Science.
4. Mill's Utilitarianism.
5. Sidgwick's History of Ethics.

IV. *History of Philosophy.*

1. Schwegler's History of Philosophy.
2. Davis's Hindu Philosophy (Trübner's Oriental Series).
3. Mayor's Thales to Cicero.

V. *Natural Theology.*

1. Flint's Theism.
2. Martineau's Study of Religion.
3. Max Müller's Hibbert Lectures on the Origin and Growth of Religion, as illustrated by the Religions of India.

امتحانی پرچے

بی اے انگریزی۔ پرچہ A۔ ۱۸۹۷

B. A. Examination.

ENGLISH.—PAPER A.

Examiner :—REV. J. EDWARDS, M.A.

I. (a) Write a short note on the title *The Winter's Tale*, to indicate the character of the play.

(b) Describe the character of Hermione, and briefly compare Leontes with Othello. 5

II. (a) Analyze the character of Richard II., and compare or contrast him with Bolinbroke.

(b) Mention the worst acts of [illegible] whereby Richard alienated himself from all classes of his subjects. 5

III. Express in simple English prose the sense of the following passages, adding explanatory notes where they seem to be necessary :—

(a) There's some ill planet reigns ;
I must be patient till the heaven's look
With an aspect more favourable.

(b) Make me not sighted like the basilisk ;
I have look'd on thousands, who sped the better
By my regard, but kill'd none so.

(c) You may as well
Forbid the sea for to obey the moon
As or by oath remove or counsel shake
The fabric of his folly, whose foundation
Is pil'd upon his faith and will continue
The standing of his body.

(d) Ah, Richard, with the eyes of heavy mind,
I see thy glory, like a shooting star,
Fall to the base earth from the firmament.
The sun sets weeping in the lowly west,
Witnessing storms to come, woe and unrest ;
Thy friends are fled, to wait upon thy foes,
And crossly to thy good all fortune goes.

(e) My Lord, wise men ne'er wait their present woes,
But presently prevent the ways to wail.
To fear the foe, since fear oppresseth strength,
Gives, in your weakness, strength unto your foe,
And so your follies fight against yourself.
Fear, and be slain; no worse can come to fight:
And fight and die is death destroying death,
Where fearing dying pays death servile breath.

(f) The time hath been,
Would you have been so brief with him, he would
Have been so brief with you, to shorten you,
For taking so the head, your whole head's length. 15

IV. (a) Interpret Arnold's poem *Urania*. 7

(b) Write a prose version of the legend of *Saint Brandan*. 8

V. (a) Name the most illustrious of Goldsmith's contemporaries, and write a sentence or two in connexion with each of them. 4

(b) Give a short summary of Goldsmith's Essay *On the Origin of Poetry*. 3

(c) Explain the phrase *Augustan Age*, as used in reference to any modern nation, and give a brief account of the Augustan Age of England. 3

VI. (a) Write a short note on the merits and faults of Dickens as a novelist, illustrating your remarks. 4

(b) Describe the character and personality of *Miss Trotwood, Mr. Micawber*, and *Uriah Heep*. 6

VII. Explain the following:—(Express the sense in your own style.)

(a) When I came to the second part of what had been entrusted to me, the young woman came out in her true colours.

(b) Though he anxiously endeavoured to dissuade me, I saw that he was of my mind; and this, if I had required to be confirmed in my intention, would have had the effect.

(c) She thought she was wiser now than her man of business, and took it into her head to lay out her property for herself. So she took her pigs to a foreign market, and a very bad market it turned out to be. First she lost in the mining way, and then she lost in the diving way—fishing up treasure, or some such Tom Tidler's nonsense; and then she lost in the mining way again, and last of all, to set the thing entirely to rights, she lost in the banking way. 6

VIII. Write a short narrative of the military career of *Major D'Arcy Todd*, with a sketch of his character. 7

بی اے۔ انگریزی۔B

English.—Paper B.

Examiner :—J. C. Godley, Esq., B.A.

I. How did the Norman Conquest affect the English language? What is the derivation of the words *empress, loyalty, counterfeit, poison, ransom, martyrdom*? 10

II. What literary qualities are referred to in the phrases:—Marlowe's "mighty line," Shakespeare's "woodnotes wild," Jonson's "learned sock"?

In what ways did the Elizabethan drama reflect the spirit of the age? 8

III. Mention some of the characteristics of good prose style. What are the peculiarities of the style of Defoe, Johnson, Macaulay, Ruskin, and of "newspaper English"? 10

IV.—Give some account of any three of the best known didactic or satirical English poems. Why is this kind of poetry less common now than formerly? 8

V. How can novels be classified? Cite an English example of each class, naming the author. What are the subjects of *The Vicar of Wakefield, Kenilworth, Pendennis*? 8

VI. What do you know about More's *Utopia*, Sidney's *Arcadia*, Milton's *Areopagitica*, Pepys' *Diary*, Percy's *Reliques*, Carlyle's *Sartor Resartus*? 8

VII. Write a short essay on *one* of the following subjects:—

(*a*) Indian Architecture.
(*b*) The Influence of the Drama.
(*c*) The use and Abuse of the term "Civilization." 18

بی اے۔ انگریزی۔ اورل

ENGLISH.—ORAL.

Examiner:—REV. J. EDWARDS, M.A.

Undoubtedly the highest function of statesmanship is by degrees to accommodate the conduct of communities to ethical laws, and to subordinate the conflicting self-interests of the day to higher and more permanent concerns. But it is on the understanding, and not on the sentiment of a nation that all safe legislation must be based. Voltaire's saying, that "a consideration of petty circumstances is the tomb of great things," may be true of individual men, but it certainly is not true of Governments. It is by a multitude of such considerations, each in itself trifling, but all together weighty, that the framers of policy can alone divine what is practicable, and therefore wise. The imputation of inconsistency is one to which every sound politician and every honest thinker must sooner or later subject himself. The foolish and the dead alone never change their opinion. The course of a great statesman resembles that of navigable rivers, avoiding immovable obstacles with noble bends of concession, seeking the broad levels of opinion on which men soonest settle and longest dwell, following and marking the almost imperceptible slopes of national tendency, yet always aiming at direct advances, always recruited from sources nearer heaven, and sometimes bursting open paths of progress and fruitful human commerce through what seem the eternal barriers of both. It is loyalty to great ends, even though forced to combine the small and opposing motives of selfish men to accomplish them, that we demand in public men, and not sameness of policy, or a conscientious persistency in what is impracticable. For the impracticable, however theoretically enticing, is always politically unwise, sound statesmanship being the application of that prudence to the public business which is the safest guide in that of private men.

بی اے۔عربی پرچہ A۔۱۸۹۷

ARABIC.—PAPER A.

Examiner :—M. S. ZIA-UD-DIN, K.B., S.U.

I. Translate into English :—

حب الموت آجالنا لنا و تكرهه آجالهم و تطول
و ما مات منا سيد حتف انفه ولا طل منا حيث كان قتيل
تسيل على حد الظبات نفوسنا و ليست على غير الظبات تسيل
وما اخمدت نار لنا دون طارق ولا ذمنا في النازلين نزيل
و ايامنا مشهورة في عدونا لها غرر معلومة و حجول

(*a*) Which is better يقصر as given in the first verse, or يقرب as given in the text. Give reason.

(*b*) What is meant by حتف انفه and why? From whose mouth was it first uttered? How is it connected with the words preceding it?

(*c*) What is meant by نفوس in the third verse? In its ordinary sense it cannot flow on the edge of the sword. What kind of izáfat is there in حد الظبات ?

(*d*) Which fire is meant by نار in the fourth verse? Explain لها غرر معلومة و حجول and دون طارق and show the connection of the former with the preceding words.

II. Translate into English and explain :—

صدمت سعيدا و اصطفيت ابن خالد
و للخير اسباب بها يتوسم
فكنت كمجتنى عجفارة النوى
فصادف عين الماء اذ يتوسم
فان يسأل الله الشهور شهادة
تدلّ جمادى منكم و المحرم
باكما خير الحجاز و اهله
اذ جعل المعطى يمل و يسأم

(*a*) Explain مشبه and مشبه به in the first two lines.

(*b*) Why are the months جمادى and المحرم mentioned here? Give their وجه تسمية, and show why the one is used with ال and the other without it.

(*c*) Comment on اذ جعل. Where is الحجاز situated? Give its boundaries.

III. Explain the following verses :—

مالی اکتم حبا قد بری جسدی　و تدعی حب سیف الدولة الامم
ان کان یجمعنا حب لغرته　فلیت انا بقدر الحب نقتسم
قد زرته و سیوف الهند مغمدة　و قد نظرت الیه و السیوف دم
فکان احسن خلق الله کلهم　وکان احسن ما فی الاحسن الشیم
فوت العدو الذی یممته ظفر　فی طیه اسف فی طیه نعم　5

(a) Parse مالی in the first verse. 1

(b) What places in India were noted for swords, for which سیوف الهند is used in Arabic poems. 1

(c) Analyse according to Arabic Grammar the fourth hemistich of the above poem. 2

(d) Give a true paraphrase of فی طیه اسف فی طیه نعم. 2

(e) Give the standard metre and قافیة of the above. Scan the second verse, and show the deviations (زحافات) if there be any. 2

IV. Translate into English :—

تضئ الظلام بالعشی کانها　منارة ممسی راهب متبتل
الی مثلها یرنو الحلیم صبابة　اذا ما اسبکرت بین درع و مجول
تسلت عمایات الرجال عن الصبا　ولیس فؤادی عن هواک بمنسل　6

(a) Expound منارة ممسی راهب. 2

(b) Show the force of مثل in the second verse. 1

(c) Trace the root and باب of اسبکرت, and explain بین درع و مجول. 2

(d) Arrange the first hemistich of the third verse in regular order, if there be any irregularity. 2

V. Translate into English, and give explanatory notes :—

ایہا الناطق المرقش عنا عند عمرو وهل لذاک بقاء

لا تخلنا علی غرائک انا طالما قد وشی بنا الاعداء

فبقینا علی الشناءة تنمینا حصون و عزة قعساء

(a) Give an outline of the story on which the قصیدة is based. 2

(b) Why is و affixed to the word عمرو ? 1

VI. Translate into English :—

خذ واخذ کم منظرقها دوساحر   فلیس بناج من دهته المحاجر

فان العیون السود وهی فواتر   تفل السیوف البیض وهی بواتر

ولا تخدعوا من رقة فی کلامها   فان الحمیا للعقول تخامر

منعمة لو صافح الورد خدها   بکت و جرت من مقلتیها بوادر

فلو فی الکری مرالنسیم بطیفها   سری ابدا من طیبها و هو عاطر

بعیدة ما بین المخلخل والطلی   تری الطرف عنها ینثنی وهو حاسر 5

(a) What is meant by بعیدة ما بین المخلخل و الطلی ? Write it out with vowel-points. 4

(b) Give the singular or plural (as the case may be) of the following :—

طلی and مقلة - بیض - محاجر - ناج - طرف 2

بی اے۔عربی پرچہ B

ARABIC.—PAPER B.

Examiner:—DR. G. RANKING.

I. Translate into English :—

فقمت و اتيت شئت ام ابيت فقال الحجامي يا رجل لا تنطق
غير الصدق ولا تشهد بغير الحق وقل لی هذا الرأس لايهما فقلت
يا عافاك الله هذا رأسي قد صحبني في الطريق وطاف معي
بالبيت العتيق و ما شككت انه لي فقال لي اسكت يا فضولي
ثم مال الى احد الخصمين فقال يا هذا الى كم هذه المنافسة
مع الناس بهذا الرأس قسل عن قليل خطره الى لعنة الله و حر
سقره وهب ان هذا الرأس ليس و انا لم نر هذا التيس 8

(a) Explain the meaning of البيت العتيق 2
(b) Explain وهب ان هذا الرأس ليس 2

II. Translate into English :—

و صعدت به الجدار الى الصدار احرك زيقه واريد تمزيقه فقبض
السوادي على خصري بجمعه و قال انشدتك الله لا تخرقه قلت
هلم الى البيت نصب غدا و الى السوق نشتر شوا و السوق اقرب
و طعامه اطيب فاستفزته حمية القوم و عطفته عاطفة اللقم و طمع
ولم يعلم انه وقع ثم اتينا شوايتقاطر شواؤه عرقا و يتسائل جوذابه
مرقا فقلت افرز لابي عبيد من هذا الشوا وزن له من تلك
الحلوا و اختر له من تلك الاطباق وانضد عليها اوراق الرقاق ورش
عليه شيئا من ماء السماق لياكله ابو عبيد هنيا ۔ 8

(a) Explain هلم الى البيت نصب غدا. 2
(b) What is ماء السماق ? Explain هنيا. 2

III. · Translate and explain in English :—

انظر الی دقائق الصنعة فیها و تامل حسن تعریجها فکانه خط بالفرجار وانظر الی حذق النجار فی صنعة باب الدار هو خلیط ساج و آج قد ازدوجا الی ازدواج النخذه و الله فی کم قل و من این اعلم هو ساج قطعة لا ماروض ولا دقن اذا حرک ان و ان نقر طن ۔ 6

(a) Comment upon فرجار. 2

IV. Translate and explain in English :—

فقلت کیف نصرک الصبر و حذلنا فانشا یقول
ویک لولا الصبر ما کنت ملأت الکیس تبرا
لن ینال الحمد من ضاق بما یغشاه صدرا
ثم ما امکننی الساعة ما اعطیت قسرا
بل به اشتد ازرا و به اجبر کسرا
و لوانی الیوم فی الغرق لما کلفت عذرا

V. Translate into Arabic (*all vowel-points to be given*) :—

(a) Commerce is put forward as the motive, but clearly conquest and glory are the chief attraction; there are no manufactured goods worth speaking of to be got from the Soudan, the raw produce consists of ivory, ostrich feathers, gold dust, and possibly cattle: on the other hand, there are inexhaustible stores of salt in the desert, and no salt at all in the Soudan: the profit of the salt imported into the Soudan is fondly calculated upon as being likely to pay for the expense of the whole railway from Biskra to Timbuctoo. 13

(b) In all these capacities Sevajee showed himself what we should call an excessively clever fellow: and the history of his tricks and surprises, repeated and exaggerated for the sake of amusement, has rendered his name highly popular among the Hindus. Yet there seems nothing, either in his objects or in his mode of pursuing them, which can entitle him to be ranked as a great man actuated by high or enlarged views of policy. 17

بی اے ۔ فلاسفی پرچہ A ۔ ۱۸۹۷

PHILOSOPHY.—PAPER A.

Examiner :—M. MACMILLAN, ESQ., M.A.

I. What is the relation of Psychology to Physiology? [illegible]

II. Distinguish between Non-Voluntary and Voluntary Attention. State and illustrate the principal laws of Non-Voluntary Attention. [illegible]

III. How do we localise sensations in different parts of our bodies, and how does the perception of our own bodies teach us to distinguish between self and not-self? [illegible]

IV. Trace the progress of the Imagination from early childhood, and show how it improves with the advance of years. [illegible]

V. Distinguish between Judgment and Conception, and show the close connection between these two processes. What is meant by saying that "all our judgments are at first synthetic, though they tend to become analytic as our knowledge of things is perfected?" 6

VI. What are the principal circumstances that determine the strength of Desire and Active Impulse? 5

VII. Explain:—

(*a*) The co-operation of the two eyes in vision differs from that of the two hands in touching;

(*b*) Among these links of similarity must be included what has been called the Analogy of Feeling;

(*c*) Thinking is not the same thing as imagining, yet it is based on it and cannot safely be divorced from it;

(*d*) The relation of the emotional to the intellectual side of mental growth is a relation of mutual opposition and of reciprocal aid;

(*e*) Sympathy is the result of a process of observation and interpretation of the external signs of feeling. 9

VIII. What are the distinguishing characteristics of the Moral Sentiment? Show that the exercise of the Moral Faculty involves the exercise of the intellectual faculty of judgment. 6

بی اے۔ فلاسفی پرچہ B

Philosophy.—Paper B.

Examiner:—Rev. J. M. McComb, M.A.

I. Define and criticise Formal Normal Science. How does Kant attempt "To furnish the pure and abstract law of duty with some intrinsic reality," and wherein does he fail? Do you agree with Janet in his criticism of Kant?

II. Explain the principle of Excellence, or Perfection, and illustrate by appropriate examples the difference between "a Good" and "the Good." Establish the identity of Happiness and Perfection.

III. Discuss the problem of Universality of Moral Principles, and criticise the Kantian doctrine concerning the Moral Sentiment. 7

IV. "Moral progress is possible and is manifested in the history of man." Give the arguments for and against the above statement. Can the Moral Life be complete without the Religious Life? 7

V. Give Janet's doctrine of Sin and his criticism of Kant's view. State your own view. Discuss briefly the problem of Merit and Demerit. Does the Moral Law require the sacrifice of the desire for Happiness? 7

And

VI. Are all Inductive Inferences uncertain? If you regard some Inductions as certain, name them. Is all our knowledge in its ultimate origin, Inductive? 8

VII. Explain the rules for the right conduct of Observations and Experiments, and give examples of fallacies incident to the process of Observation. Why is Experiment less exposed to fallacies than Observation? 7

VIII. Define Hypothesis. Give rules for its right use. Explain how to convert a Hypothesis into a Valid Induction. Give examples of Illegitimate Hypotheses. 7

IX. State and explain the Canon of the Double Method of Agreement. What are its advantages over the Methods of Agreement and Difference? 7

X. State and explain the Canon of the Method of Concomitant Variations. What Inductive Methods give us Certainty, and what methods lead only to Probability? To what methods may all Inductive Methods be reduced? 8

Or

VI. Define Religion. "Religion is essentially Knowledge." "Religion is mere Feeling." Criticise the above statements, and compare Polytheism and Pantheism with Theism. 7

VII. Explain and criticise:—"It can never be an onward step in the Spiritual Life to pass away from the Belief which is distinctive and characteristic of Theism." How does Flint prove that there is no Religious Progress beyond Theism? 6

VIII. "The Universe has an origin." "The Universe is an eternal succession of causes and effects." Explain and criticise the above.

Explain and criticise:—"The idea of Cause can never demand belief in an Uncaused Cause." Assuming that there is a First Cause, prove that this Cause must be the *only* First Cause, Self-existent, Powerful and Spiritual. 8

IX. State the Design Argument for Theism, and illustrate by examples from Astronomy, Geology, and Mental Science. Do Evolution and Darwinism Conflict with the Argument from Design? 7

X. Give a clear statement of the Moral Argument for the existence of God. Can it be exclusively relied on? Is Conscience the Religious Organ of the Soul?

Explain:—"Conscience reveals a Purpose as well as declares a Law."

State the doctrine of Chalmers and Erskine on the "Argument from Conscience." 7

ایم اے۔فلاسفی پرچہ A۔۱۸۹۹

M. A. EXAMINATION.

PHILOSOPHY.—PAPER I.

Examiner:—W. BELL, ESQ., M.A.

I. Give a summary of Mill's remarks upon the Predicables. What connection has this subject with a theory of propositions and with the principles of scientific classification? What is a "Syllogism of Classification"? 12

II. State concisely the Methods of Induction formulated by Mill, indicate their special uses, and examine the more important objections brought against them. 12

III. Criticise the grounds on which Geometry has been declared to be an inductive physical science; also examine Mill's empirical account of the Principle of Contradiction. Has the modern development of Inductive Logic in any way modified the ancient doctrine of the Syllogism? 13

IV. Compare the functions of Logic when regarded as the Philosophy of Evidence and as the Science of the Laws or Forms of Thought. What are meant by the Logic of Practice, and by a Canon of Unbelief? 13

V. Discuss the place and function of Hypothesis in Inductive Reasoning. What different views have been held regarding the conditions of a legitimate hypothesis? Indicate the place of Hypothesis in Thomson's table of the Principles of Applied Logic. 12

VI. "The value of an Argument from Analogy ranges from certainty to zero." Explain and illustrate by reference to some department of science. What are meant by *Vera Causa*, *Colligation of Facts*, *Paronyms*, *Modality*, *the Psychological Theory of the Conditioned*, *Conceptualism*, *Vicariousness of Causes*, *Instantiae Crucis*, *Consilience of Inductions*. 12

VII. What logical problems arise from the different views on the relation of Thought and Language? Discuss the logical distinction between Verbal and Real Predication. Give examples of valid deductive inferences that cannot be reduced to syllogistic form, and show how these are related to syllogistic inference. 13

VIII. State and criticise the doctrine of the Quantification of the Predicate, and apply it to the process of the Reduction of Syllogisms. How would you decide whether to believe or to disbelieve the following statements made to you by another person?—

(*a*) I shall never grow old.

(*b*) I was too ill to call on you yesterday.

(*c*) I saw a railway accident this morning.

(*d*) I have invented a clock that goes for ten years without winding.

(*e*) I can lift a weight of six maunds.

(*f*) Ether does not exist. 13

ایم اے ۔ فلاسفی پرچہ II

PHILOSOPHY.—PAPER II.

Examiner :—W. BELL, ESQ., M.A.

I. State and discuss Locke's way of accounting for our knowledge of Time. Compare it with the Kantian doctrine, and consider whether it is possible to derive a knowledge of Space from a knowledge of Time. 12

II. Give an outline of Hume's doctrine of Causality, stating its connection with his ideas of Substance and Self, and discussing in what respects Hume's criticism is corrected and completed by Kant. State briefly Hamilton's theory of Causality. 13

III. Locke held that the soul does not always think. Discuss this question from the psychological point of view, and at the same time indicate its metaphysical importance. What constitutes *Personality*? 12

IV. "Transcendental ideas are problematic conceptions of pure reason which regard all empirical knowledge as determined through an absolute totality of conditions." Explain this, and state concisely the arguments of speculative reason for the existence of a Supreme Being. 13

V. Indicate the fundamental ideas in the psychology of Herbert Spencer. What do you consider to be the real question at issue in the controversy respecting innate ideas, and how does Spencer account for "innateness"? 12

VI. How far is the term *Feeling* ambiguous, and how do you account for the alleged insufficiency of English psychology with regard to feelings? Examine Mill's statement that, "if there be one feeling in our nature which the laws of association are obviously equal to producing, it is the feeling of necessity." 13

VII. What are the psychological and metaphysical problems involved in the question of Free-will? Give an outline of the treatment of the question by Kant, Hamilton, Spencer, J. S. Mill, and Bain. 13

VIII. What is an Emotion? Classify the emotions, and criticise Spencer's explanation of Emotional Expression. How do you account for the great diversity of opinion as to the nature of the Beautiful? 12

ایم اے۔فلاسفی پرچہ iii

M. A. EXAMINATION. clxvii

Philosophy.—Paper III.

Examiner:—W. Bell, Esq., M.A.

I. "Had we never sinned, we should have had no Conscience." Discuss this statement, and account for the variation in the dictates of Conscience in different individuals, making reference to the views both of experientialists and intuitionalists. 12

II. Consider fully the relation of Morality to Law and to Religion. Criticise the view that Religion is morality touched with emotion. 12

III. Examine the argument that we can construct a theory of Ethics without the idea of Free-will. 13

IV. What is Hume's view of the standard of right and wrong, and what moral importance does he give to sympathy? Indicate differences in the accounts of the origin and nature of sympathy as given by Bentham, Butler, Spencer and Adam Smith. 13

V. Analyse and criticise Aristotle's definition of Virtue, and contrast it with the doctrine of Plato. On what principle may virtues be classified? Compare the classification of Aquinas with that of Aristotle. 12

VI. Examine the distinction between Absolute and Relative Ethics, and indicate its influence in modern ethical speculation. Consider also whether modern theories of Evolution have essentially modified the principles of utilitarianism. 13

VII. Give some account of Neo-Platonism. 12

VIII. Give a careful comparison of the intuitional and the utilitarian theories of moral obligation, referring, among others, to the views of Bentham, Mill and Bain. Discuss whether it is correct to assert that "by considering primarily and mainly the good or happiness of the community, recent British writers virtually subsume Ethics under Politics." 13

ایم اے۔ فلاسفی پرچہ IV

PHILOSOPHY.—PAPER IV.

Examiner :—P. K. RAY, ESQ., D.SC.

I. Explain and criticise Kapil's theory of Nature. 12

II. State Gotama's theory of Proof, and compare his method of reasoning with the syllogism of Aristotle. 8

III. Explain and criticise Democritus's atomic theory of the Universe. 10

IV. Give an account of Plato's theory of Ideas. 15

V. Give an account of the Ethical theory of the Stoics. 10

VI. Explain and criticise Leibnitz's theory of Monads. 15

VII. Explain and examine Locke's theory of Knowledge. 15

VIII. Explain Kant's theory of Space and Time. 15

ایم اے۔ فلاسفی پرچہ V

PHILOSOPHY.—PAPER V.

Examiner :—P. K. RAY, ESQ., D.SC.

I. What are the essential elements of Religion? Discuss the question. 14

II. Discuss the nature and origin of the Idea of Cause, and state what is meant by God as Cause. 16

III. Examine Kant's objections to the Argument from Design. 14

IV. Describe the attributes of God as apprehended by Conscience. 14

V. Distinguish Theism from Deism and Pantheism. 14

VI. What is the bearing of the physiological aspect of death on the question of a life to come? 14

VII. Explain and criticise :—

"What I hold is that with every finite perception there is a concomitant perception, or, if that word should seem too strong, a concomitant sentiment or presentiment of the infinite."—Max Müller. 14

ایم اے۔ فلاسفی پرچہ VI

PHILOSOPHY.—PAPER VI.

Examiner :—P. K. RAY, ESQ., D.SC.

I. Write an Easy on one of the following :—

(1) Relation of Psychology to Philosophy.
(2) History and Criticism of Dualism.
(3) Scope and Province of Logic.
(4) History and Criticism of the Theory of Conscience.

Examinations in Law,

1898.

PRELIMINARY EXAMINATION IN LAW.

PAPER I.—OUTLINES OF JURISPRUDENCE AND CONSTITUTIONAL LAW.

Examiner :—P. MORTON, ESQ., BARRISTER-AT-LAW.

I. What is Markby's definition of Sovereignty? 12

II. In Jurisprudence when we speak of the "source of law" is there any ambiguity involved and why? 12

III. What is the meaning of "state organs for law-making"? 12

IV. What is a "legal duty"? 12

V. What is the difference between "Substantive Law" and "Adjective Law"? 12

VI. What is the first great difference that Dicey mentions between the English and other Constitutions? 12

VII. What, according to Dicey is the distinction between "Constitutional Laws" and "Constitutional Conventions"? 12

VIII. State what you know of the "Statute of allegiance" passed in the reign of Henry VII? 12

IX. What was the chief alteration introduced by the renewal of the East India Company's Charter in 1753 (26, George II)? 12

X. What is a "Court of Record"? 12

پنجاب گزٹ ۱۸۹۷ء، نتیجہ بی اے

Roll No.	Names of Candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which [illegible] places.
					Second Division.	
[illegible]	Ahmad Yar Khan* ...	Muhammadan	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore	E. M. (A.) Phy.
[illegible]	Hari Chand [illegible][†]	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore	E. M. (A.) M. [illegible]
[illegible]	[illegible] Singh ...	Sikh ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. Phy. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	21	[illegible]	Ditto ...	E. M. Phy.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	18	[illegible]	Ditto ...	E. M. (A.) Phy.
[illegible]	Jawahir Mal [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. Ch. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. Phy. Ph.
[illegible]	Sheikh Muhammad Iqbal ...	Muhammadan ...	19	[illegible]	Ditto ...	E. A. Ph.
[illegible]	[illegible] Ram ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. M. (A.) Phy.
[illegible]	[illegible] Mal [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) Ch.
[illegible]	[illegible] Lal ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. Phy. Ch.
[illegible]	[illegible] Mal [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Lahore ...	E. Phy. Ch.
[illegible]	[illegible] Chand ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. Phy. Ch.
[illegible]	[illegible] Mal [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	Muhammad Hasan ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. A. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. S. Ph.
[illegible]	[illegible] Singh ...	Sikh ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. M. (A.) M. [illegible]
[illegible]	[illegible] Singh ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. Phy. Ch.
[illegible]	[illegible] Muhammad ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Sialkot ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] Ram ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) M. [illegible]
[illegible]	[illegible] Singh ...	Sikh ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. M. (A.) Phy.
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. S. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. A. Phy.
[illegible]	[illegible] Chand Kapur ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. Phy. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. Phy. Ch.
[illegible]	[illegible] Das ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. S. Phy.
[illegible]	Ghulam Muhammad Khan ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. A. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Sialkot ...	E. A. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. S. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. S. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	[illegible]	[illegible]	[illegible]	St. Stephen's College, Delhi ...	E. M. (A.) Phy.
[illegible]	[illegible] ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. A. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. H. A.
[illegible]	[illegible] Prasad ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. P. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] Chowdhury.	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. S. Ph.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) M. [illegible]
[illegible]	[illegible] Mal ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Lahore ...	E. M. (A.) M. [illegible]
[illegible]	[illegible] Chand [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. S. Phy.
[illegible]	[illegible] Lal ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] Muhammad Khan ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. P. H.
[illegible]	[illegible] Lal ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	St. Stephen's College, Delhi ...	E. P. M. (A.)
[illegible]	[illegible] Ram ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. M. (A.) Ph.
[illegible]	Khwaja [illegible] ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	St. Stephen's College, Delhi ...	E. A. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Christian ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. Phy. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Muhammadan ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. P. Ph.
[illegible]	[illegible] Nath ...	Hindu ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. Phy. [illegible]
[illegible]	[illegible] Chand [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] Kapur ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] Nath ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. P. Phy.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Lahore ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Government College, Lahore ...	E. Phy. [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Ditto ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] Nath ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, Lahore ...	E. P. H.
[illegible]	[illegible] Lal ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Mahindra College, Patiala ...	E. S. (A.) P.
[illegible]	[illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	Private Student, [illegible] ...	E. P. [illegible]
[illegible]	[illegible] Lal [illegible] ...	Do. ...	[illegible]	[illegible]	D. A. V. College, Lahore ...	E. M. (A.) [illegible]
[illegible]	[illegible] ...	Christian ...	[illegible]	[illegible]	Forman Christian College, Lahore.	E. P. [illegible]

*Awarded the Prince Albert Victor Patiala Scholarship of Rs. [illegible] per mensem.

†Awarded [illegible] Scholarship of Rs. [illegible] per mensem.

Second Division—continued.

Merit No.	Roll No.	Name of candidate.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which passed.
	61	Dewan Chand Mehra	Hindu	22	193	D. A. V. College, Lahore	E. P. H.
71	186	Ram Parshad	Do.	21	193	Government College, Lahore	E. M. (A.) Ph.
	225	Hira Nand Ganna	Do.	24	191	Private Student, Lahore	E. P. H.
73	77	[illegible] Lal	Do.	21	190	Private Student, Montgomery	E. P. H.
74	258	[illegible] Singh	Sikh	22	189	Forman Christian College, Lahore	E. P. H.
74	96	Tara Chand	Hindu	20.7	186	D. A. V. College, Lahore	E. S. H.
	87	Ram Lal Marwaha	Do.	20	183	Ditto	E. P. Ph.
76	202	Sundar Singh	Sikh	22	182	Government College, Lahore	E. M. (A.) H.
77	132	Mirza Nasir Ali	Muhammadan	22.6	179	Forman Christian College, Lahore	E. P. H.
	[illegible]	Shankar Lal Chatterji	Hindu	20.9	179	Private Student, Lahore	E. M. (A.) H.

Third Division.

Merit No.	Roll No.	Name of candidate.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which passed.
[illegible]	[illegible]	[illegible] Chand Lal Chopra	Hindu	19.3	189	Private Student, Gujranwala	E. P. H.
	222	[illegible]	Do.	22	187	Government College, Lahore	E. P. H.
81	256	Sunder Lal	Do.	23.7	187	Private Student, [illegible]	E. P. H.
	56	[illegible]	Do.	19	184	D. A. V. College, Lahore	E. M. (A.)
82	190	Nasr Ali Shaikh	Muhammadan	22.7	184	Private Student, Lahore	E. P. H.
83	209	Mirza Muhammad [illegible]	Do.	26	182	Do. Thok	E. A. [illegible]
	91	[illegible] Ram	Hindu	23	182	D. A. V. College, Lahore	E. P. H.
	98	Sant Singh Sehgal	Do.	21.6	181	Ditto	E. P. H.
85	143	Gurditt Singh Bhasin	Sikh	20.4	181	Forman Christian College, Lahore	E. P. [illegible]
	208	[illegible] Das	Hindu	20	181	Private Student, Lahore	E. P. H.
	12	[illegible]	Do.	22.6	180	Do. Delhi	E. P. Ph.
86	15	[illegible] Das	Do.	27	180	Ditto	E. P. H.
	224	[illegible]	Do.	24	180	Do. Lahore	E. P. H.
	241	Kisan Chand	Do.	21	180	Do. [illegible]	E. P. H.
93	229	[illegible] Das	Christian	15.10	179	Forman Christian College, Lahore	E. P. [illegible]
94	225	[illegible] Lal Tikku	Hindu	21	178	Government College, Lahore	E. S. H.
95	97	[illegible] Nath Sharma	Do.	21	176	Forman Christian College, Lahore	E. M. (A.) [illegible]
	214	Qazi Ahmad [illegible]	Muhammadan	19	175	Government College, Lahore	E. P. H.
96	24	Amir Chand Mehta	Hindu	23	175	Private Student, Lahore	E. S. H.
98	126	Muhammad Nur Alam	Muhammadan	20.5	174	Forman Christian College, Lahore	E. A. P.
	145	[illegible] Nath	Hindu	26	174	Ditto	E. P. H.
99	255	[illegible] Lal	Do.	26	174	Private Student, Lahore	E. P. H.
101	151	[illegible] Nand	Do.	22	172	Forman Christian College, Lahore	E. P. H.
	105	Gurdit Singh	Sikh	23.2	167	Ditto	E. P. M.
102	131	[illegible] Chand	Hindu	17	167	Ditto	E. P. H.
104	243	[illegible] Das	Do.	21	165	Private Student, Lahore	E. P. H.

NOTE.—In the case of B. A. Results—

E = English; S = Sanskrit; A = Arabic; P = Persian; H = History; Ph = Philosophy; Ph[illegible]; (C) = Chemistry; M (A) = Applied Mathematics; M (P) = Pure Mathematics; [illegible] = Zoology.

SENATE HALL, LAHORE:
The 9th May 1895.

P. G. EALLINGS,
Offg. Registrar, Panjab University.

پنجاب یونی ورسٹی کیلنڈر نتیجہ بی اے۔ ۱۸۹۷

UNIVERSITY. GRADUATES.

1897

Gopal Singh Chawla, G.C., I.
Manmatha Nath Mukerjee, G.C., I.
Barkat Ali Khan, F.C.C., I.
Morari Lal Khosla, G.C., I.
Ahmad Yar Khan, F.C.C., II.
Hari Chand Ichhpooiani, D.A.-V.C., II.
Hakim Singh, G.C., II.
Shiva Das Bodhiraja, G.C., II.
Shasbhushan, G.C., II.
Jaswant Rai Tuncj, G.C., II.
Agarwala Madangopal K., G.C., II.
Sheikh Muhammad Iqbal, G.C., [II.
Shadi Ram, G.C., II.
Pandit Jes Mal Trikha, D.A.-V.C., II.
Sunder Lal, G.C., II.

Wadhawa Mal Bhabra, Lahore, II.
Shamsir Chand, G.C., II.
Devi Ditta Mal Nijhawan, D.A.-V.C., II.
Muhammad Hasan, F.C.C., II.
Hira Nanda Sharma, D.A.-V.C., II.
Bag Singh, G.C., II.
Amar Singh, G.C., II.
Ghulam Muhammad, Sialkot, II.
Fazl-i-Husain, G.C., II.
Rishi Ram, D.A.-V.C., II.
Tara Singh, G.C., II.
Ram Dhan, D.A.-V.C., II.
Mirza Ijaz Husain, G.C., II.
Ahmad Din, G.C., II.
Mul Chand Kapur, G.C., II.
Krishna Lal, D.A.-V.C., II.
Barkat Ram Khosla, G.C., II.
Jaimini Das, G.C., II.
Ghulam Muhammad Khan, F.C.C., II.
Qaim Din, Sialkot, II.
Uma Datta Sharma, D.A.-V.C., II.
Jadunath Kanjilal, Hooghly, II.
Joti Prasad, S.S.C., II.
Najam-ud-din, G.C., II.
Jai Chandra Jaini, Lahore, II.
Pandita Rajendra Prasad, D.A.-V.C., II.
Ram Das Dhingra, Rawalpindi, II.
Syama Sankar Hara Choudhury, Benares, II.
Tirath Ram, D.A.-V.C., II.
Jetha Mal, Lahore, II.
Wazir Chand Chopra, G.C., II.
Sohan Lal, Ambala, II.
Sher Muhammad Khan, D.A.-V.C., II.
Jiwan Lal, S.S.C., II.
Jagan Nath, G.C., II.
Khawaja Anwar Hussain, S.S.C., [II.
Dukh Bhanjan Lal, D.A.-V.C., II.
K. Maya Das, F.C.C., II.

Ch. Muhammad Amin, F.C.C. II.
Dina Nath Jesr, D.A.-V.C., II.
Bal Mukand Trikha, F.C.C., II.
Gokul Chand Bhasin, G.C., II.
Shiv Narain Kapur, G.C., II.
Amar Nath, G.C., II.
Kali Charan Khanna, Lahore, II.
Kulwant Sain, G.C., II.
Khushi Ram Agrawal, F.C.C., II.
Hem Raj Wadhwa, F.C.C., II.
Mehta Dwarka Nath, Lahore, II.
Brij Basi Lal, M.C., II.
Zorawar Singh Nigam, Karnal, II.
Bhagirath Lal Bhatnagar, D.A.-V.C., II.
Victor Mitter, F.C.C., II.
Diwan Chand Mehra, D.A.-V.C., II.
Ram Parshad, G.C., II.
Hira Nand Khanna, Lahore, II.
Piyare Lal, Montgomery, II.
Kirpal Singh, F.C.C., II.
Tara Chand, D.A.-V.C., II.
Ram Lal Manocha, D.A.-V.C., II.
Harnam Singh, G.C., II.
Mirza Nasir Ali, F.C.C., II.
Shankar Lal Bhatnagar, Lahore, II.
Nand Kishore Lal Chopra, Gujranwala, III.
Pandit S. Rajhal, G.C., III.
Sohan Lal, Sialkot, III.
Shib Ram, D.A.-V.C., III.
Niaz Ali Shaikh, Lahore, III.
Mirza Muhammad Said, Tonk, III.
Ghasita Ram, D.A.-V.C., III.
Suraj Singh Saigal, D.A.-V.C., III.
Gurdas Singh Bhasin, F.C.C., III.
A. Ishar Das, Lahore, III.

Dina Nath Madan, Delhi, III.
Raghubar Dayal, Delhi, III.
Dina Nath, Lahore, III.
Khan Chand, Muzaffargarh, III.
Sohan Lal, F.C.C., III.
Pt. Jiya Lal Tikoo, G.C., III.
Gopi Nath Sharma, F.C.C., III.
Qazi Ala-ud-din, G.C., III.
Amir Chand Mehta, Lahore, III.
Muhammad Nur Alam, F.C.C. III.
Amar Nath, F.C.C., III.
P. Nand Lal, Lahore, III.
Parma Nand, F.C.C., III.
Gobind Singh, F.C.C., III.
Kishen Chand, F.C.C., III.
Sarv Saran Das, Lahore, III

Dina Nath Madan, Delhi, III.
Raghubar Dayal, Delhi, III.
Dina Nath, Lahore, III.
Khan Chand, Muzaffargarh, III.
Sohan Lal, F.C.C., III.
Pt. Jiya Lal Tikku, G.C., III.
Chet Nath Sharma, F.C.C., III.
Qazi Ala-ud-din, G.C., III.
Amin Chand Mehta, Lahore, III.
Muhammad Nur Alam, F.C.C. III.
Amar Nath, F.C.C., III.
P. Nand Lal, Lahore, III.
Parma Nand, F.C.C., III.
Govind Singh, F.C.C., III.
Kishen Chand, F.C.C., III.
Shiv Saran Das, Lahore, III.

انگلستان میں داخلہ

THE RECORDS OF THE HONORABLE SOCIETY OF LINCOLN'S INN
Vol- iii- ADMISSIONS FROM AD 1894 TO Ad1956 LINCOLN'S INN-1981

1905 1905

Nov 3 Clement Edward Davies of Trinity Hall, Camb. and of East Lodge, Llanfyllin, Montgomeryshire (21) s. of Moses Davies of East Lodge afsd., Auctioneer and Valuer.

Nov 6 Misri Lal Sadh of Farrukhabad U.P., India (20) s. of Sri Ram Sadh of Farrukhabad afsd., decd.

Nov 6 Philip Milner Oliver of Corpus Christi Coll. Ox. s. of John Robinson Oliver of High Croft, Bowden, Cheshire, Cotton Spinner.

Nov 6 Shaikh Muhammad Iqbal of Trinity Coll., Camb.(29) s. of Shaikh Mir Muhammad of Sealkot, Punjab, India.

Nov 7 Scott Birkbeck of London University (26) s. of Sam Birkbeck of Halifax, Yorks., decd.

Nov 7 Francis Alfred Wijeyesekera of Waikkal, Ceylon (38) s. of M. Wijeyesekera of Colombo, Ceylon, Judge, decd.

Nov 8 Santi Priya Basu of Bohar Dacca, Bengal, India (20) s. of Upendranath Basu of Bohar Dacca afsd., Pleader.

Nov 10 William Percival Gratwicke Boxall of Emmanuel Coll. Camb. s. of William Percival Gratwicke Boxall of Lincoln's Inn, Barrister at Law, K.C.

Nov 14 Bankim Chandra Sen of Sanhara, Patiya, Chittagong, Bengal, India (19) s. of Ananda Mohan Sen of Sanhara afsd., Landowner.

Nov 16 Galappatty Kankanange William Perera of Christ's Coll., Camb.(21) s. of Galapatty Carolis Perera of Colombo, Ceylon, Land Proprietor.

Nov 17 Evelyn John Maude of Exeter Coll., Ox.(22) s. of John Maude of The Lodge, Tadworth, Surrey, Solicitor.

Nov 17 Geoffrey Arundel Whitworth of New Coll., Ox.(22) s of William Whitworth of Lincoln's Inn, Barrister at Law.

Nov 17 Oliver Nowell Chadwyck Healey B.A. of Trinity Coll. Ox.(19) s. of Charles E.H. Chadwyck Healey of 119 Harley Street, London, W., C.B., K.C., a Bencher of Lincoln's Inn.

Nov 18 James Alan Noel Barlow of Corpus Christi Coll., Ox. (23) s. of Sir Thomas Barlow, Bart., of 10 Wimpole Street, London, W., Physician.

Nov 21 Madhav Shankar Rao Pandit of Rajkot, Kathiawad, India (23) s. of Shankar Rao Pandit of Poona, India, Administrator Porbundur State, decd.

بار ایٹ لا کے تین سالہ نصاب کی تفصیل

1. Roman Law and Jurisprudence and International Law, Public and Private (Conflict of Laws).
2. Constitutional Law (English and Colonial) and Legal History.
3. Evidence, Procedure (Civil and Criminal), and Criminal Law.
4. English Law and Equity, viz. :—
   (a) Law of Persons, including :—
   - Marriage and Divorce.
   - Infancy.
   - Lunacy.
   - Corporations.

   (b) Law of Real and Personal Property and Conveyancing, including :—
   - Trusts; Mortgages.
   - Administration of Assets on Death; on Dissolution of Partnerships; on Winding-up of Companies, and in Bankruptcy.

   Practical instruction in the preparation of deeds, wills and contracts.

   (c) Law of Obligations.
   - Contracts.
   - Torts.
   - Allied Subjects (implied or quasi contracts), estoppel, &c.
   - Commercial Law, with especial reference to Mercantile Documents in daily use, which should be shown and explained.

بار ایٹ لا۔ نصاب

A NEW GUIDE TO THE BAR, CONTAINING
THE MOST RECENT RESULATIONS AND EXAMINATION PAPERS THIRD EDITION LONDON.
SWEET AND MAXWELL, LTEL. 3 CHANCERY LANE NEW PUBLISHERS. 1907.

i. ROMAN LAW.

(a) Hunter's Introduction.
Sandars' Justinian.

(b) Moyle's Justinian.
Sohm's Institutes.

(c) Muirhead's Historical Introduction.
Hunter's Roman Law.
Roby's Roman Private Law.

ii. CONSTITUTIONAL LAW AND LEGAL HISTORY.

(a) Carter's English Legal Institutions.
Anson's Law and Custom of the Constitution.
Dicey's Constitutional Law.
Storry Deans' Legal History.

(b) Thomas' Cases on Constitutional Law.
A Century of Law Reform.
Taswell-Langmead's or Medley's Constitutional History.
Holdsworth's History of English Law.

(c) Forsyth's Cases on Constitutional Law.
Gneist's History of the English Constitution.
Kerly's History of the Court of Chancery.
Digby's History of the Law of Real Property.

iii. Evidence, Procedure and Criminal Law.

(a) Stephen's Digest of the Law of Evidence.
Blake Odgers' Procedure.
Harris' Criminal Law.
Warburton's Leading Cases on Criminal Law.
(b) Phipson's Evidence.
Kenny's Outlines of Criminal Law.
Kenny's Cases on Criminal Law.
Stephen's General View of Criminal Law.
(c) Archbold's Pleading and Evidence in Criminal Cases.
Best's or Taylor's Evidence.
The Annual Practice.

iv. Real and Personal Property and Conveyancing.

(a) Indermaur's Conveyancing.
Strahan's Law of Property.
Strahan's Conveyancing.
Williams' or Goodeve's Personal Property.
(b) Williams' or Goodeve's Real Property.
Edwards' Law of Property.
Seaborne's Vendors and Purchasers.
(c) Williams and Iselin on the Law of Vendor and Purchaser.
Prideaux's Precedents in Conveyancing.
Tudor's Leading Cases.

v. Common Law.

(a) Indermaur's Common Law.
Anson's Contracts.
Fraser's Torts.
Shirley's Leading Cases.
Ringwood's Bankruptcy.

Smith's Mercantile Law—for other special subjects as Charter Parties and Bills of Lading.

(b) Pollock's Contracts.
Pollock's Torts.
Chalmers' Sale of Goods.
Chalmers' Negotiable Instruments.
Scrutton's Contracts of Affreightment.
Foa's Lectures on Landlord and Tenant.

(c) Smith's Leading Cases.
Addison's Contracts.
Addison's Torts.
Benjamin's Law of Sale of Personal Property.
Bowstead's Digest of the Law of Agency.
Williams' Law of Bankruptcy.
Foa's Landlord and Tenant.

vi. EQUITY.

(a) Indermaur's or Strahan and Kenrick's Equity.
Underhill's Trusts.
Underhill's Partnership.
Topham's Company Law.
Rawlins' Specific Performance.
H. A. Smith's or Ashburner's Equity—for other special subjects, *e.g.*, Mortgages.

(b) H. A. Smith's or Ashburner's Equity.
Brett's Equity Cases.
Palmer's Company Law.
Pollock's Partnership.
Robbins and Maw on Administration of Assets.

(c) White and Tudor's Leading Cases.
Lindley's Company Law.
Lindley's Partnership.
Fry's Specific Performance.

In addition to the above the student will find it useful to provide himself with a copy of Gibson and Weldon's Student's Statutes and—for revision purposes—with some of the numerous guides to, and epitomes of, the different subjects of examination. Some of the best of these are in the Student's series, published by Sweet & Maxwell, Ltd., many of the volumes, indeed, in this series containing sufficient information for the purposes of the student who is in a hurry to scrape through.

کیمبرج یونی ورسٹی سے بی اے کے لیے تحقیقی مقالے کی منظوری

- 3(b) -

A Meeting of the Degree Committee of the Special Board for Moral Science was held at Syndicate Buildings on Tuesday, May 7, 1907 ater the Meeting of the Board.

The same members were present.

1. The minutes of the last meeting were read and confirmed.

2. Reports on Mr. Iqbal's dissertation on the "Development of Metaphysics in Persia" from Prof. Sorley and Mr. Nicholson having been read, it was agreed unanimously that "in the opinion of the Board the dissertation is of distinction as an original contribution to learning".

(Sd) J. N. Keynes
Chairman

30 October
1907

73 Approval of work submitted by S. M. Iqbal. Trin. by Sp Bd for Moral Science. 7 May 1907.

72.

Advanced Student : Work approved

The Degree Committee of the Special Board for Moral Science are of opinion that the work submitted by

Sheikh Muhammad Iqbal, of Trinity College, Advanced Student,

consisting of a Dissertation entitled

"Development of Metaphysics in Persia",

is of distinction as an original contribution to learning.

J. N. Keynes,
Chairman of the Special Board for Moral Science.

7 May 1907.

- 2(b)

73.

Advanced Student : Work approved

The Degree Committee of the Special Board for Moral Science are of opinion that the work submitted by

Sheikh Muhammad Iqbal, of Trinity College, Advanced Student,

consisting of a Dissertation entitled

"Development of Metaphysics in Persia",

is of distinction as an original contribution to learning.

(Sd) J. N. Keynes,
Chairman of the Special
Board for Moral Science.

7 May 1907.

ٹرنٹی کالج، کیمبرج یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری کا نوٹیفکیشن

THE BOOK OF MATRICULATIONS AND DEGREES
A CATALOGUE OF THOSE WHO HAVE BEEN MATRICULATED OR
ADMITTED TO ANY DEGREE IN THE UNIVERSITY OF CAMBRIDGE
FROM 1901 TO 1912
CAMBRIDGE- AT THE UNIVERSITY PRESS 1915

142 *Illingworth—Iredale*

Illingworth,	Norman Holden	Cla.	M 1892 A.B. 1895. A.M. 1902
—	Oswald	C. C.	M 1906 A.B. 1909
—	Walt.	N. C.	M 1905 Chr. A.B. 1908. A.M. 1910
Ilott,	Cha. Hue.	Cai.	M 1890 A.B. 1893. A.M. 1902
—	Cyril Herb. Tho. ...	Cai.	M 1898 A.B. 1901. M.B., B.C. 1906
Imamura,	Shigezo	Trin.	M 1899 Shigeo, A.B. 1902 [A.M. 1906
Imbert-Terry,	Fre. Bouhier	Cla.	M 1906
Imison,	Chris. Savage	Trin.	M 1905 A.B. 1908
Imlay,	Alan Durant	Em.	M 1904 A.B. 1907. A.M. 1911
Imms,	Augustus Daniel ...	Chr.	M 1903 A.B. 1907
Inayat Ullah	....	Chr.	M 1907 A.B. 1909
Ince,	Rich. Basil	Pet.	M 1903 A.B. 1906. A.M. 1910
—	Stanley Robertson ...	Chr.	M 1904 A.B. 1907. A.M. 1911
Inchbald,	Chris. Chantrey Elliot	Cla.	M 1909
Inchley,	Orlando	Joh.	M 1892 A.B. 1895. A.M. 1899. B.C. 190[illegible]
Inder,	Rob. Wilfred	Down.	M 1904 A.B. 1907 [M.B. 1909. M.D. 19[illegible]
Infeld,	Harry	King's	M 1912
—	Louis	Qu.	M 1907 A.B. 1910
Inge,	[1] Will. Ralph	*King's	M 1879 A.B. 1883. A.M. 1886 *Jes. B.D.
Inger,	Hen. Edw.	Cath.	M 1901 A.B. 1904 [1909. D.D. 19[illegible]
Ingham,	Harold	Cath.	M 1907
—	Wilfrid	H. Sel.	M 1908 A.B. 1911
Ingle,	Laurence Mansfield	King's	M 1909 A.B. 1912
—	Norman Lee ....*	Chr.	M 1904 A.B. 1907. A.M. 1911
—	Roland Geo.	Qu.	M 1905 A.B. 1908
Ingleby,	Bertram Edw.	Cai.	M 1901 A.B. 1904
—	Rich. Art. Oaks	Trin.	M 1897 R. A. Oakes, A.B. 1900. A.M. 190[illegible]
Ingles,	Fra. Hamilton	Jes.	M 1908 A.B. 1912
—	Phil. Hen. Bligh ...	Sid.	M 1896 A.B. 1899. A.M. 1903
Ingleson,	Phil.	Qu.	M 1911
Inglis,	Alex. Evan Johnston	King's	M 1906 A.B. 1909
—	Alex. Raymond	Trin.	M 1908 A.B., LL.B. 1911
—	Art. Loveday	King's	M 1900 A.B. 1903
—	Cha. Edw.	*King's	M 1894 A.B. 1897. A.M. 1901
—	Will. Morley	Qu.	M 1912
Ingoldby,	Roger Hugh	Em.	M 1905 A.B. 1908
Ingpen,	Donald Lane	Trin. H.	M 1903 A.B. 1906
Ingram,	Art. Cha.	Joh.	M 1895 A.B. 1898. M.B., B.C. 1902. M.D. [1909
—	Art. Foley Winnington		*LL.D.* 1908
—	Art. Geo.	Trin. H.	M 1889 A.B. 1893. A.M. 1901
—	Art. Ralph	Joh.	M 1895 A.B. 1898. A.M. 1905
—	Beresford	Joh.	M 1897 A.B. 1900. A.M. 1911
—	Edw. Maur. Berkeley	King's	M 1909
—	Geo. Skinner	Trin.	M 1900 A.B. 1903. A.M. 1909
—	John Ja.	Down.	M 1908 A.B. 1912
—	Ralph Edw. Alston	Down.	M 1904
—	Tom Lewis	Trin.	M 1894 Tho. L., A.B. 1898. A.M. 190[illegible]
Inman,	Ern. Cha.	Cai.	M 1906 A.B. 1909
—	Roy Talfourd	Trin.	M 1902
Innes,	Pat. Dav.	Trin.	M 1905 A.B. 1907
—	Will. Keslie	Pem.	M 1912
Innes-Cross,	Art. Cha. Wolseley	Trin.	M 1906 LL.B. 1909
Innocent,	Art.	Chr.	M 1906
Inskip,	John Hampden	King's	M 1898 A.B. 1902
Insole,	Eric Raymond	Trin.	M 1908
—	Geo. Claud Latham	Trin.	M 1907 A.B. 1910
Iqbal,	Ali Khan	N. C.	M 1912
—	Mohammad	Trin.	M 1905 Sheikh, M., A.B. 1907
Iredale,	Hen. Cecil	Chr.	M 1909 A.B. 1912

[1] Lady Margaret's Professor of Divinity, 1907.

اقبال نے ۱۹۔۲۲ مارچ ۱۹۰۷ کو بار ایٹ لا کا امتحان دیا۔
امتحان کے سوالیہ پرچے درج ذیل ہیں

Council of Legal Education.

Questions set for Examinations, 1906—1907

EASTER TERM, 1907.

TUESDAY, 19*th March*, 1907, *Ten a.m. to One p.m.*

ROMAN LAW.

1. What light is thrown by the law as to exheredation on the primitive conception of the Roman family?

2. What change took place in the character of *Tutela* in the course of the development of Roman Law?

Contrast the legal position of a boy under seven years of age with that of a boy between seven and fourteen.

3. What is the meaning of *justa causa* as one of the requirements for the operation of *Usucapio?*

Trace to its origin in Roman Law the thirty years' Prescription of certain modern systems.

4. Classify the servitudes of Roman Law.

Explain the meaning of saying that a praedial servitude must be *fundo utilis.*

5. What was the measure of liability for negligence (*culpa*) in the case of a vendor, a hirer (*conductor*), a depositee, a partner and an agent (*mandatarius*) respectively?

6. What instances of quasi-contracts does Justinian specially mention in the Institutes? Point out to what kind of true contract each is analogous.

7. How did the Praetorian rules of intestate succession to an *ingenuus* (freeborn) differ from those of the XII. Tables?

8. What effect (if any) did Marriage produce on the legal position of a spouse in the domains of Property, Obligations and Actions respectively?

9. In what respects was the law of damage to property penal? What consequences followed from its penal character?

10. Estimate the importance of the Lex Æbutia on the development of Roman Law.

TUESDAY, 19*th March*, 1907, *Two to Five p.m.*

CONSTITUTIONAL LAW (ENGLISH AND COLONIAL) AND LEGAL HISTORY.

1. Explain the phrase "separation of powers." In what different senses is it used here and abroad?

2. Within what limits do we enjoy "freedom of speech"?

3. Explain the origin and development of our Mercantile Law.

4. Contrast the legal liabilities of a soldier with those of a civilian.

5. When do judges of the High Court attend the House of Lords? Explain the origin of such attendance.

6. "A transfer of political power from the House of Commons to the Cabinet is going on." Comment on this statement.

7. Sketch the nature of the Royal Prerogative. Is its present extent the same as under the Tudors? If not, give some explanation of the change.

8. What were Benefit of Clergy, Wager of Law and Appeals of Felony?

9. What is meant by a Crown Colony? Explain the effect of the Colonial Laws Validity Act.

10. *Nemo potest exuere patriam.* (No man can divest himself of his nationality.) Explain this, and state whether it is true to-day.

WEDNESDAY, 20*th March*, 1907, *Ten a.m. to One p.m.*

EVIDENCE, PROCEDURE (CIVIL AND CRIMINAL) AND CRIMINAL LAW.

[*Candidates should always give the reasons for their answers.*]

1. Give some instances in which a man may enforce his rights without recourse to litigation.

2. On March 1st, 1907, A. issued and served three specially endorsed writs on B., C., and D., respectively; he has taken no further steps in the actions.

B. has not entered an appearance. C. has entered an appearance, but taken no further step. D. has entered an appearance and delivered a Defence.

Advise A. as to the next step, if any, which he should take in each action.

Also advise each defendant what is the next step, if any, which he should take, assuming that he has a good defence to the action.

3. Traverse the following allegations:—

(a) "On May 3rd, 1906, the defendant offered Brown, the plaintiff's agent, the sum of £5, as a bribe, to induce him to warrant the said horse sound."

(b) "The defendant wrongfully broke and entered the plaintiff's house and seized and carried away the plaintiff's furniture, books, fixtures, and all other effects therein."

(c) "The defendant agreed to indemnify the plaintiff against all loss which he might sustain by reason of his signing the said guarantee. This the defendant has not done."

4. What steps must the plaintiff take before the trial, and what facts should he prove at the trial, to entitle him to read to the jury—

(a) a letter written by the defendant to a third person;

(b) a copy of a letter written by the plaintiff and delivered to the defendant before action;

(c) a copy of a letter written and sent by the defendant to the plaintiff, the original of which cannot be found?

5. Define a relevant fact. How do you determine what facts are relevant in any given proceeding?

A medical man is indicted for having feloniously used an instrument on a woman (E.) with intent to procure a miscarriage. The prisoner's defence is that he never saw E. in his life and consequently never operated on her. The prosecution propose to prove that the prisoner had on other occasions used a similar instrument on other women, with the avowed intention of procuring miscarriage. Is such evidence, under the circumstances, admissible?

Would it make any difference to your answer if the prisoner admitted that he had operated on E., but asserted that the operation was one of a usual kind and performed for a lawful purpose?

6. What offences cannot be tried by a Court of Quarter Sessions?

An indictment charged the prisoner with having committed perjury on the trial of "a certain indictment for misdemeanour" at the Quarter Sessions for the County of Essex; but it did not state what the misdemeanour was nor that the Quarter Sessions had jurisdiction to try it.

Is the indictment good?

7. Can any of the following offences be tried and punished in England?

(i.) An Englishman murders a German in a Swiss hotel.

(ii.) A Frenchman wounds an Englishman on a steamer in mid-ocean.

(iii.) War is declared between England and France. An Englishman resident in Italy proceeds to France and fights against his own countrymen there.

8. Define and distinguish—

(a) misprision of felony,

(b) compounding a felony, and

(c) being an accessory after the fact to a felony.

In what cases, if any, is it a crime to misprise, or to compound, or to be an accessory after the fact to, a misdemeanour?

9. What facts must the prosecution establish to convict a prisoner of bigamy?

Is bigamy committed in any of the following instances?—

(i.) F. goes through a form of marriage with the sister of his living wife;

(ii.) G. goes through a form of marriage with his deceased wife's sister (H.), and subsequently with another lady in the lifetime of H.;

(iii.) K., while an infant, married a girl who was also an infant. After K. came of age he was advised by Counsel (erroneously) that this marriage was invalid. Relying on this advice he marries another lady.

10. On August 15th, 1906, a shopman received 1s. 6d. in payment of a bill due to his master. On December 28th, 1906, he received 18s. 9d.; on February 22nd, 1907, £2; and on March 3rd, £3 : 5s., in payment of similar bills. He has never handed over any of these sums of money to his master.

Draft the appropriate indictment. Can all four charges be included in the same indictment?

WEDNESDAY, 20th March, 1907, Two to Five p.m.

THE LAW OF REAL AND PERSONAL PROPERTY AND CONVEYANCING.

[*Candidates should always give the reasons for their answers.*]

1. Describe in outline the rights of the lord of a manor over the lands held by his copyhold tenants.

2. A. died intestate in 1906 leaving a widow B., a niece C. (the daughter of A.'s brother), and two nephews (the sons of A.'s sister), but no other near relations. How will A.'s personal estate be divided, and by whom?

3. To what extent and in what manner, can the lands of a tenant in fee simple be made directly liable for the payment of his debts?

4. A husband and wife were married in 1880. What are now the rights of the husband during the life of his wife over (1) the real property, (2) the leaseholds, and (3) the choses in action, belonging to the wife?

5. State shortly the requisitions or objections to title which you would make in the following case. You have agreed to buy from E. under an open contract certain freehold land known as the Park House Estate. An abstract of title is delivered to you containing the following documents and statements:—

1860. Will of A. devising all his land to B. (his wife) for life, with remainder to his son C.
1870. Death of A.
1880. Mortgage of the Park House Estate by C. to D. to secure £600.
1896. Death of B. (the wife).
1900. Death of C. (the son) intestate, leaving E. (his eldest brother and heir-at-law) him surviving.

6. What is the position of a purchaser of leaseholds under an open contract with regard to (1) the length of title which he can require, and (2) the possible risks which he incurs?

7. During what periods may the income of property be directed to accumulate at compound interest? If these periods allowed by law are exceeded, what is the result?

8. For what purposes is the portions term created in a settlement of realty?

Explain the meaning of the expression "satisfied term."

9. Explain and state the effects of the rule that there is no privity between an original lessor of land and an underlessee. State shortly the covenants between the underlessee and the original lessee which you would insert in an underlease.

10. For what purposes is it desirable to insert recitals in a conveyance on a sale of real estate? On what principles would you act in determining what facts you would, or what facts you would not, insert in the recitals?

THURSDAY, 21st *March*, 1907, *Ten a.m. to One p.m.*

LAW AND EQUITY.

First Paper.

(Common Law.)

[*Candidates should always give the reasons for their answers.*]

1. Does the position of a married woman as regards contractual capacity or liability differ now to any and what extent from that of a feme sole?

2. "It is not every contract of insurance that is a contract of indemnity." Discuss and explain this statement.

3. Where A. induces B. by innocent but material misrepresentations to enter into a contract, what are the rights of the parties?

4. In what cases and subject to what limitations is there an implied warranty on the lease of a house that the house is reasonably fit for habitation?

5. What is meant by a covenant which runs with the land? Give an example.

6. Explain the meaning of the words "Shipped in good order and condition . . . quality . . . contents unknown" in a Bill of Lading. How is the liability of the shipowner affected by these words in an action by the shipper for not delivering the goods at the end of the voyage in good order and condition?

7. C. ships a live bullock and receives a Bill of Lading, according to which the bullock is to be delivered to D. or his assigns, he or they paying freight on delivery. D. indorses and delivers the Bill of Lading to E. The bullock, whilst being put over the rail at the port of discharge, falls into the sea and is drowned. The carcas is recovered and offered to E. Who, if anyone, is liable for the freight? Assuming that the shipowner is liable for the loss of the bullock, who can sue?

8. F., the owner of a plot of land, sells the surface to G., reserving the minerals and the right to work them. The land is sold as building land, and G. builds a house on it. F. afterwards works the minerals and lets down the surface and injures G.'s house. Has G. a remedy?

9. H. is building a ship for J. under the supervision of K., J.'s surveyor. It is K.'s duty from time to time to give certificates that work of a certain value has been done on the ship. K. gives several such certificates, and on the faith of them L. advances to H. certain sums of money. The certificates are, in fact, inaccurate, and L. is misled by them into advancing larger sums than he would have done if they had been accurate, and he suffers pecuniary loss in consequence. Has L. a remedy against K.?

10. M. has been carrying on for 30 years a noisy trade on land adjoining N.'s agricultural land. P., knowing the nature of M.'s trade, buys N.'s land and builds a house. By reason of the noise his house is uninhabitable. Has P. any cause of action? Does it make any difference if he does not bring his action until after six years from his first occupying the house?

THURSDAY, 21*st March*, 1907, *Two to Five p.m.*

LAW AND EQUITY.

SECOND PAPER.

(Equity.)

[*Candidates should always give the reasons for their answers.*]

1. Explain the following phrases: Concurrent jurisdiction of equity, equitable execution, constructive notice.

2. How far (if at all) is writing necessary to (i) the declaration of a trust; (ii) the transfer of equitable interests?

Is a deed ever necessary for either purpose, and if so, when?

3. A. was sole trustee of freeholds and copyholds of inheritance for B. A. and B. died intestate in 1906. On whom did their respective estates in the trust property devolve? Would the devolution have been different had A. and B. died in 1896, and if so, how?

4. Explain the position of a *cestui que trust* who has been a party to a breach of trust resulting in loss to the trust estate.

5. What is meant by a trustee's right to contribution from his co-trustees?

When is such right barred (i) by the circumstances attending the breach; (ii) by lapse of time?

6. Distinguish between the different kinds of legacies and state from what time each of them bears interest or carries the income.

7. An executor derives his title from the will, an administrator from the grant of letters of administration. Explain this, and show how the powers of executors and administrators differ accordingly.

8. What is meant by a restraint on anticipation affecting a married woman's property?

A married woman, trading separately from her husband, is made bankrupt. What is the effect upon her property subject to restraint?

9. What is the memorandum of association of a company? How (if at all) can its contents be altered? Compare the power of altering the articles.

10. Under what circumstances and subject to what limitations can a company pay underwriting commission?

FRIDAY, 22*nd March*, 1907, *Ten a.m. to One p.m.*

GENERAL PAPER.

[*Candidates should always give the reasons for their answers.*]

1. A., an undergraduate, aged nineteen, who was reading law at Oxford, ordered a complete set of The Law Reports from a London bookseller, who delivered them and sent with them a bill for £150. A. has no money; his father is a clergyman, with an income of £300 a year. Can the bookseller compel either A. or his father to pay him the price of the books, or can he recover back the books themselves?

2. B. negligently performs a contract which he has made with C. and thereby causes pecuniary loss to D. Has D. any remedy against B., either in contract or in tort?

3. What is meant by "a fair comment"? In what cases and to what extent is it a defence to an action of defamation that the words are a fair comment? On what must they be a fair comment? Can a fair comment be written or published maliciously?

4. In 1894 E. demised a house to F. for a term of ninety-nine years at the rent of £50 a year, payable quarterly. In 1898 F. mortgaged the house to G. by way of sub-demise. In 1902 G. sublet the house to H. who is in possession.

F. is now insolvent, and E. has received no rent from anyone since Midsummer, 1906.

What rights has E., and against whom?

5. What is a charter-party? Distinguish it from a bill of lading.

If the arrival of a ship at its port of destination be delayed five days through the negligence of its master and crew, what is the measure of damages in an action by the owner of the cargo against the shipowner?

6. Explain, and illustrate by instances, the maxim, "A trust shall not fail for want of a trustee."

7. By means of what proceedings, between what parties, may a judgment or order for the administration of a testator's real and personal estates be obtained, and what is the usual form of such a judgment or order?

8. In what cases, and upon what principles, is a *cestui que trust* entitled to follow trust property into the hands (i) of a defaulting trustee, and (ii) of third persons?

9. A. is the husband of B., whom he married twenty years ago. There was no settlement on the marriage. Compare and contrast the rights of A. in relation to B.'s real and personal properties in the event of her dying intestate in his lifetime, with the rights of B. in relation to A.'s real and personal properties in the event of his dying intestate in her lifetime.

10. Where there has been misrepresentation in a company's prospectus, what rights to relief exist, and when, how, and by and against whom, may they be enforced?

CALENDER, 1907-8
OFFICES OF THE COUNCIL, 15, OLD. SQU RE. LINCOLN S IN.C

بارایٹ لا کی ڈگری دینے سے قبل لنکنز ان کی سپیشل کونسل کے اجلاس کی کارروائی

(BLACK BOOK PAGES 234, 236-7

Lincoln's Inn —— At a Special Council
there held the 29th June 1908

Present

Cecil Henry Russell Esquire Treasurer

The Rt: Hon: The Master of the Rolls — Sir Kenneth A. Muir Mackenzie K.C.B., K.C.

Sir Kenelm E. Digby G.C.B., K.C. — Charles E. E. Jenkins Esq: K.C.

James George Wood Esq:

Ordered :- That Messrs Norman de Mattos Bentwich, Lennox Arthur Patrick O'Reilly, Jackson Wolfe, Vithalbhai Javerbhai Patel, Richard Warren Fowell, Percy John Probyn, Joseph Royappen, Richard Bethell Wilson, Luke Taylor Hibbert, Alfred Mangena, Claude Arthur Kirby, Henry Pelham Rashleigh, James Johnston, Maung San Wa, Theodore Leslie Crombie, Kumar Keshatendra Krishna Deb, Venkatesh Trimbakrao Deshmukh, Shanker Yadavrao Deshmukh, Ferick St. Regis Surita, Charanjit Rai, Kewal Krishna, Emanuel Francis Quartey, Henry Soady Bell,

Edward Ingham, Nand Lal, Shaikh Muhammad Iqbal, Santis Priya Basu and Roger William Turnbull whose Petitions and Declarations were read and their Calls moved at the last Council as set out in the minutes of that Council pages 225 to 235 be published in the Hall on Wednesday 1st July.

The Petition of Moosen Dawood a Native of India for exemption from the Latin portion of the Preliminary Examination was granted.

Upon the Petition of Edward Ingham a Fellow of this Society setting forth that he was admitted on the 31st day of October 1905 had attained the age of twentyone years kept Twelve Terms Commons passed a Public Examination to the satisfaction of the Council of Legal Education and praying to be called to the Bar this Term being presented and read the consideration thereof and the Call of the said Edward Ingham were moved by Cecil Henry Russell Esquire Treasurer pursuant to an Order of Council of the 11th day of December 1789; the prescribed Declaration having been duly signed by Mr Ingham.

Upon the Petition of Nand Lal B.A. LL.B., of Downing College, Cambridge a Fellow of this Society setting forth that he was admitted on the 3rd day of November 1905 had attained the age of twentyone years kept Twelve Terms Commons passed a Public Examination to the satisfaction of the Council of Legal Education and praying to be called to the Bar this Term being presented and read the consideration thereof and the Call of the said Nand Lal were moved by Cecil Henry Russell Esq: Treasurer pursuant to an Order of Council of the 11th day of December 1789; the prescribed Declaration having been duly signed by Mr Lal.

Upon the Petition of Shaikh Muhammad Iqbal M.A., Ph.D. (Munich) of Trinity College Cambridge B.A., a Fellow of this Society setting forth that he was admitted on the 6th day of November 1905 had attained the age of twentyone years kept Twelve Terms Commons passed a Public Examination to the satisfaction of the Council of Legal Education and praying to be called to the Bar this Term being presented and read, the consideration thereof and the Call of the said Shaikh Muhammad Iqbal were moved by Sir Frederick Pollock Bart: pursuant to an Order of Council of the 11th day of December 1789 the prescribed Declaration having been duly signed by Mr Iqbal.

[illegible]

No. 31

Proposed by Cecil Henry Russell Esq. Treasurer.
Published to the Bar by Cecil Henry Russell, Esq. Treasurer, on the 1st day of July, 1908, in the presence of
The Rt. Hon. Sir Edward Fry, G.C.B.
Thomas Walsted Fischer, Esq. K.C.
John Westlake, Esq. K.C.
Graham Hastings, Esq. K.C.
Sir Edward Clarke, K.C.
and
The Rt. Hon. Lord Macnaghten, G.C.M.G.
Pursuant to an Order of Council of 29th July 1908

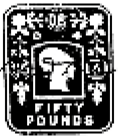

No. 32

Proposed by Sir Frederick Pollock, Bart.
Published to the Bar by Cecil Henry Russell, Esq. Treasurer, on the 1st day of July, 1908, in the presence of
The Rt. Hon. Sir Edward Fry, G.C.B.
Thomas Walsted Fischer, Esq. K.C.
John Westlake, Esq. K.C.
Graham Hastings, Esq. K.C.
Sir Edward Clarke, K.C.
and
The Rt. Hon. Lord Macnaghten, G.C.M.G.
Pursuant to an Order of Council of 29th ~~July~~ Feb 1908.

R. M. A.

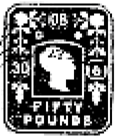

No. 33

Proposed by Cecil Henry Russell Esq. Treasurer.
Published to the Bar by Cecil Henry Russell, Esq. Treasurer, on the 1st day of July, 1908, in the presence of
The Rt. Hon. Sir Edward Fry, G.C.B.
Thomas Walsted Fischer, Esq. K.C.
John Westlake, Esq. K.C.
Graham Hastings, Esq. K.C.
Sir Edward Clarke, K.C.
and
The Rt. Hon. Lord Macnaghten, G.C.M.G.
Pursuant to an Order of Council of 29th July 1908

S. P.

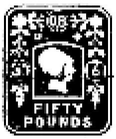

باب ایک الوا کا نتیجہ

THE RECORDS OF THE HONERABLE SOCIETY OF LINCOLN'S INN.
THE BLACK BOOKS VOL-V AD 1845 - Ad1914
EDITED BY SIR RONALD ROXBURGH LINCOLN'S INN 1968

BARLOW, Thomas William Naylor, M.R.C.S.
EMINSANG, Joseph Emil
STEPHEN, Adrian Leslie, B.A.
PEAKE, Edward Gordon, B.A., LL.B.
DHUBORI, Ghulam Mohamed

November 18

CLAXTON, Alfred John
NEWTON, John Raphael
BRIDGEWATER, Conyers, M.A.
FLEMMING, Douglas Sidney, B.A.
TREMEARNE, Thomas Fitzalan
GREENHALGH, Leonard Wray
DUDDIN, Lewis George
ASQUITH, Herbert
WHITE, George Rivers Blanco
POCHIN, Victor Robert, M.A.
PACE, Thomas Andrzejewski
PROFFIT, George Walker, B.L.
GLOVER, Henry Percy

1908

January 27

EARDLEY-WILMOT, Edward Gwyne, M.A.
SINHA, Prasanna Kumar
WORMALD, Guy, LL.B.
KHAN, Mir Ayub
ALI, Mirza Agha Zakir
WASIM, Mohammad
PHILLIPPS, Henry Vivian, B.A.
RITCH, Lewis Walter
HORNSBY, George Western
DEANS, Cecil Charles
RYALL, William Phayer
HAMID, Abdul
RAPHAEL, John Edward, B.A.

May 16

BERRY, William, B.A.
LOCKER-LAMPSON, Godfrey Lampson Tennyson
AZIZ, Shaikh Abdul
HALSEY, Gavin George, B.A.
FITZGERALD, Gerald Milnes, B.A.
JOHANNES, Mackertich Carapit, B.A.
BERRINGTON, Kenneth Clunes, B.A., LL.B.
RABAGLIATI, Herman Victor
PIRBHAI, Rahimtulla Karmali
SAMUELS, Herbert David
HIGGINS, Alexander Pearce, M.A., LL.D.
HICKMAN, John Owen, B.A.
HALL, Wilfred George Carlton

July 1

BENTWICH, Norman de Mattos, M.A.
O'REILLY, Lennox Arthur Patrick
WOLFE, Jackson, B.A., LL.D.
PATEL, Vithalbhai Javerbhai
FOWELL, Richard Warren
PROBYN, Percy John, D.S.O., M.R.C.S.
ROYFFEN, Joseph, B.A.
WILSON, Richard Bethell
HIBBERT, Luke Taylor, B.A.
MANGENA, Alfred
KIRBY, Claude Arthur
RASHLEIGH, Henry Pelham, B.A.
JOHNSTON, James, M.A.
WA, Maung San
CROMBIE, Theodore Leslie, B.A.
DEB, Kumar Keshabendra Krishna
DESHMUKH, Venkatesh Trimbakrao
DESHMUKH, Shanker Yadeorao
SURITA, Feriole St. Regis
RAI, Charanjit, B.A.
KRISHNA, Kewal
QUARTEY, Emmanuel Francis
BELL, Henry Sandy
INGHAM, Edward
LAL, Nand, B.A., LL.B.
IQBAL, Shaikh Muhammad, B.A.
BASU, Santis Priya
TURNBULL, Roger William, M.A., LL.B.

November 17

WINTERBOTHAM, Edward Micklem, B.A.
COHEN, Donald Henry, B.A.
TIMMIS, William Udal, B.A.
ROBINOW, William, B.A.
HARVEY, Robert Charles Percy Gerald, B.A.
COTTON, Ralph Charles Fairbairn, B.A.
MACGREGOR, Alasdair Duncan Atholl, M.A.
MOXON, Paul Bourchier, LL.B.
ISAACS, John
NANAVATI, Dhirajlal Dayabhai
NICHOLSON, Robert Herle, B.A.
MAUDE, Evelyn John, B.A.
BASTO, Antonio Joaquim, jun.
ALI, Mahomed Shakir

1909

January 26

BEAMISH, Richard de Beaumont, B.A.
MAHADEVA, Arunachalam, B.A.

بار ایٹ لا کا نتیجہ ـــ میرٹ کے لحاظ سے

COUNCIL OF LEGAL EDUCATION CALENDER
1907 8 OFFICE OF THE COUNCIL
15, OLD SQUARE, LINCOLN'S INN, W.C.

Easter.

CLASS I.

(In Order of Merit.)

Certificates of Honour :—

	Caporn, Arthur Cecil - - - -	*Middle Temple*
	Woodgate, Albert Ernest - - -	*Inner Temple*
	Dutt, Promothonath - - - -	*Middle Temple*
	Ghose, Charu Chunder - - -	*Lincoln's Inn*
	Bapat, Vinayak Govind - - - -	*Middle Temple*
	Jones, George William Henry - -	*Gray's Inn*

CLASS II.

(In Order of Merit.)

	Burchell, Frank Bruce - - - -	*Inner Temple*
	Alexander, Bernard - - - -	" "
	Sharp, William Henry Cartwright - -	" "
	Sugden, Keys Aspinall Ramsden - -	*Inner Temple*
	Dobson, William Greswell - - -	" "
	Sherlock, William Verling - - -	*Lincoln's Inn*
	File, Thomas Arthur John - - -	*Middle Temple*
eq. {	Martin, Walter Baird - - -	*Inner Temple*
	Rahman, Shiek Abdul - - - -	*Middle Temple*
	Croshaw, Francis Peabody - - -	*Inner Temple*
	Gibson, William Sumner - - -	*Lincoln's Inn*
eq. {	Chubb, Cecil Herbert Edward - -	*Middle Temple*
	Needham, Raymond Walter - - -	" "
	Phillips, Herbert - - - -	" "
	Malherbe, William Mortimer Robertson - -	" "
	Ferrers, Bernard Compton - - -	*Inner Temple*
	Thomas, George - - - - -	" "
eq. {	Bergne, Francis à Court - - -	" "
	Flowers, John - - - - -	" "
eq. {	Noyce, William Florey - - -	*Lincoln's Inn*
	Phillipps, Henry Vivian - - - -	" "

CLASS III.

(In Alphabetical Order.)

Ahmad, Shaikh Masih Uddin - -	*Middle Temple*
Azzam, Mohamed - - - -	" "
Barnes, Edmund Lyndon - - -	*Inner Temple*
Beardmore, William - - - -	*Middle Temple*
Bell, Henry Scudy - - - -	*Lincoln's Inn*
Bell, Thomas Hugh Duncan - - -	*Inner Temple*
Boyd, David Runciman - - -	" "
Buchanan, George Andrew - -	" "
Campbell, Hon. Eldor Ronald - -	" "
Chamberlayne, Edward Tankerville - -	" "
Cloudsley, Hugh - - - -	" "
Cobbold, Clement John Fromanteel - -	" "
Craig, Richard Dudley - - -	" "
Crew, Albert - - - -	*Gray's Inn*
Davis, Adolf - - - -	*Middle Temple*
Dimmer, Augustus Robert [illegible] -	

Easter. 1907.—Class III.—*continued.*

Duke, Edward - - - -	*Gray's Inn*
Evans, William Augustus - - -	*Inner Temple*
Graham, William Murray - - -	*Lincoln's Inn*
Harris, Richard Reader - - - -	*Gray's Inn*
Hodgson, Charles Basil Mortimer - -	*Inner Temple*
Hoskins, Charles Joseph Alexander -	*Middle Temple*
Hyam, Ezra Isaac Joseph - - -	" "
Iqbal, Shaikh Muhammad - - -	*Lincoln's Inn*
Irimey, Walter Thomas - - -	*Inner Temple*
Lall, Parmeshwar - - - -	*Middle Temple*
Langley, Frederick Oswald - - -	*Inner Temple*
Leach, Alfred Henry Lionel - - -	*Gray's Inn*
Macmorran, Kenneth Mead - - -	*Middle Temple*
Majumdar, Khagendra Nath - - -	*Gray's Inn*
Mango, Alexander Anthony - - -	*Lincoln's Inn*
Narain, Suraj - - - - -	" "
Ndubuisi-Lewis, Samuel - - -	*Inner Temple*
Pandit, Vaman Shankar - - - -	*Lincoln's Inn*
Perceval, Francis Westby - - -	*Inner Temple*
Pillai, Govinda Padmanabha - - -	*Middle Temple*
Pochin, Victor Robert - - -	*Lincoln's Inn*
Priestley, Albert Weston - - -	*Gray's Inn*
Qadir, Shaikh Abdul - - -	*Lincoln's Inn*
Ram, Khushi - - - - -	*Gray's Inn*
Rentoul, Gervais Squire Chittick - -	" "
Royeppen, Joseph - - - -	*Lincoln's Inn*
Samuels, Herbert David - - -	" "
White, David - - - - -	" "
White, James Edmund - - -	" "
Wise, Harry Mortimer - - - -	*Middle Temple*
Young, James Dawbarn - - -	*Gray's Inn*
Young, Meredith - - - -	*Lincoln's Inn*

English Translation of
Sheikh Muhammad Iqbal's PhD Certificate (University of Munich)
from the Original Latin

Under the most glorious auspices
of the most august and powerful lord

OTTO, KING OF BAVARIA

Count of the Rhine Palatinate, Bavaria, Franconia and also Duke of Swabia

In the glorious University of Ludwig Maximilian in Munich
Under the Rector Magnificus
the greatly revered, most learned and illustrious man

MAXIMILIAN ENDRES

Doctor of Economics, and Public Professor Ordinarius[1] of Silvatic[2] Politics and History

The legitimately constituted Promotor
the most experienced and well-proven man

HERMANN WILHELM BREYMANN

Doctor of Philosophy, Public Professor Ordinarius of Romanic and French Philology

Knight of the Order of Merit (Class III) of St Michael, and also Doctor of Laws

Acting[3] Dean of the Faculty of Philosophy (Section I), and legitimately constituted Promotor

To the famous and learned man and exalted person[4]

SHEIKH MUHAMMAD IQBAL

from the town of Sialkot
After he had passed the rigorous examinations with great praise (MAGNA CUM LAUDE)
and having written and ordered to be printed his inaugural dissertation:

"The Development of Metaphysics in Persia"

میونخ ـ یونی ورسٹی ـ جرمنی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ

SUB AUSPICIIS GLORIOSISSIMIS
AUGUSTISSIMI AC POTENTISSIMI DOMINI DOMINI

OTTONIS

BAVARIAE REGIS

COMITIS PALATINI AD RHENUM BAVARIAE FRANCONIAE ET IN SUEVIA DUCIS CET.

IN INCLYTA UNIVERSITATE LUDOVICO-MAXIMILIANEA MONACENSI

RECTORE MAGNIFICO
PLURIMUM REVERENDO AC DOCTISSIMO ET ILLUSTRISSIMO VIRO

MAXIMILIANO ENDRES

[illegible]

PROMOTOR LEGITIME CONSTITUTUS
EXPERIENTISSIMUS ET SPECTATISSIMUS VIR

HERMANNUS WILHELMUS BREYMANN

[illegible]

FACULTATIS PHILOSOPHICAE SECT. I P. T. DECANUS ET PROMOTOR LEGITIME CONSTITUTUS

PRAECLARO ET PERDOCTO VIRO AC DOMINO

SHEIKH MUHAMMAD IQBAL

EX OPPIDO SIALKOT

EXAMINIBUS RIGOROSIS MAGNA CUM LAUDE SUPERATIS
DISSERTATIONE INAUGURALI SCRIPTA TYPISQUE MANDATA
„THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA"

DOCTORIS PHILOSOPHIAE GRADUM

CUM OMNIBUS PRIVILEGIIS ATQUE IMMUNITATIBUS EIDEM ADNEXIS
DIE IV MENSIS NOVEMBRIS MDCCCCVII
EX UNANIMI ORDINIS PHILOSOPHORUM SECT. I DECRETO CONTULIT.

[illegible]

LS　　　LS

Awarded the

Degree of Doctor of Philosophy

With all the privileges and exemptions that pertain to it
On the 4th Day of the Month of November 1907
By the unanimous decree of Section I of the Order of Philosophers
As a testimony of this award, this public diploma, to which are attached the High Seals with the Royal Letters of the University and the Faculty of Philosophy, did the Dean of this Faculty and the Rector Magnificus of the University sign [this document].

Translated by: Dr Christian W Troll
and Dr S A Durrani

Footnotes:

1. Professor Ordinarius is the normal or Full Professor ([illegible] - as against extra-ordinary or additional, temporary, etc.)

2. Silvatic literally means 'savage'. It probably indicates 'non-Graeco-Roman' (e.g. 'European' languages, etc.). A parallel is عجمی or non-Arab - who were regarded by the Arabs as [illegible] (i.e. unable to speak properly).

3. Acting: in the original document, P.T. (i.e. pro tempore)

4. In the original, Domino (i.e. Mr, Lord, etc جناب).

ریاست بھوپال کی جانب سے محمد اقبال کے لیے پانچ سو روپے
تاحیات ماہانہ وظیفہ کی منظوری یکم جون ۱۹۳۵ء سے

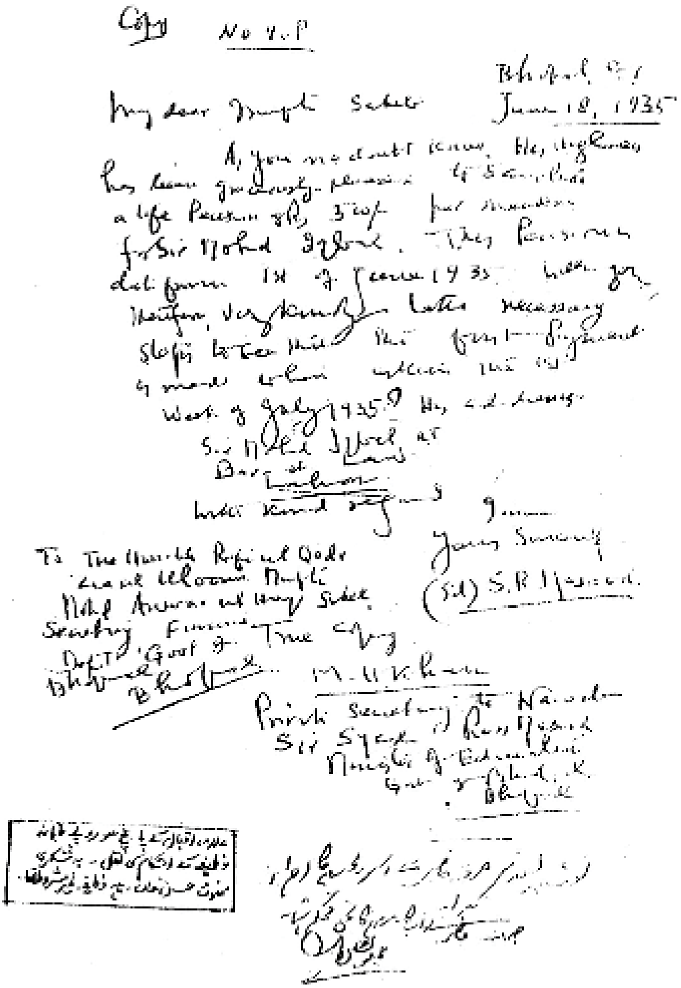
Copy No 4 P

Bhopal

June 18, 1935

My dear Mufti Sahib

As you no doubt know, His Highness has been graciously pleased to sanction a life Pension of Rs 500/- per mensem for Sir Mohd Iqbal. This Pension runs with effect from 1st of June 1935. Will you therefore very kindly take necessary steps to see that the first instalment of money is sent in the 1st week of July 1935 to his address Sir Mohd Iqbal Bar at Law Lahore.

With kind regards

Yours sincerely

(Sd) S. R. Masood.

To The Hon'ble Rafi-ul-Qadr Ziaul Uloom Mufti Mohd Anwar ul Haq Sahib, Secretary Finance Dept, Govt of Bhopal

True Copy

M. U. Khan

Private Secretary to Nawab Sir Syed Ross Masood, Minister of Education, Govt of H.H. Bhopal

مس ایما ویگے ناسٹ

عالمِ شباب

عالمِ پیری